

اِقْرَأْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِي خَلَقَ

بِطُّهَارٍ رَبَّكَلَّمَ مِّنْ جَنِّ لَّدُنْكَ خَلَقَ

تفہیم المسائل

﴿جلد چہارم﴾

تصنیف

مفتی اعظم پاکستان چیئر مین رؤیت ہلال کمیٹی حضرت علامہ مولانا

مفتی منیب الرحمن مدظلہ العالی وحفظ اللہ تعالیٰ

پیشکش

www.gulfishanmasjid.com

﴿ جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں ﴾

* م کتاب :	تفہیم المسائل (جلد چہارم)
مصنف :	پروفیسر مفتی منیب الرحمن
صفحات :	
تعداد :	
قیمت :	

☆.....ناشر.....☆

ضیاء القرآن X A

۱۴/۱ آل پلازہ اردو بازار، کراچی

ملنے کا پتا:

دارالعلوم نعیمیہ بلاک 15 فیڈرل بی، کراچی

فون: 021-6314508/6324236

مکتبہ اہلسنت جامعہ A میہ رضویہ * رون لوہاری گیٹ، لاہور

فون: 042-7634478

☆انتساب☆

میں اپنی اس* چیز علمی کاوش کو اپنے اے۔ جدِ اعلیٰ حضرت قبلہ قاضی عبدالرحمن رحمہ اللہ تعالیٰ و قدس اللہ سرہ العزیز: کئے* م سے منسوب کرنے کو اپنے لئے*۔ (شِسعادت سمجھتا ہوں، جو اپنے عہد کے اے۔ عالم اجل، جامع العلوم، صا # ورع و تقویٰ اور ولی کامل تھے۔

15، ستمبر 2007ء

العبد الضعیف

منیب الرحمن

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

الحمد لله رب العلمين، والصلوة والسلام على رحمة للعلمين،

سيدنا ومولانا محمد وعلی الہ الطیبین الطاہرین وعلی صحابته الصدیقین الکاملین،

وعلی اولیاء امتہ وعلماء ملتہ من الفقہاء المجتہدین والمحدثین والمفسرین اجمعین

﴿آغازِ تَکَلُّم﴾

تفہیم المسائل کی جلد چہارم پیش: مت ہے سی دی طوبی یہ سوال وجواب روڈ: مہ ایکسپریس میں شائع ہوتے رہے ہیں، کچھ ایسے سوال وجواب ہیں، جو اخبار میں شامل اشا (نہ ہو سکے، وہ بھی اس جلد میں شامل ہیں۔ بعض اوقات ای۔ جیسے سوال مختلف سائلین کی جا\$ سے آتے ہیں، اس لئے نفس مسئلہ اور جواب میں درج مواد کا تکرار ہو جاتا ہے۔ اس مرتبہ میں نے کتاب کو مر\$ کرنے کے بعد اشا (سے پہلے نظر\$ فی کے لئے اپنے دارالعلوم کے استاذ حدی\$ و صدر مدرس علامہ احمد علی سعیدی صا # زی مجدھم کوڈی، انہوں نے کافی محنت سے پڑھا، جہاں ضروری عربی عبارات شامل ہونے سے رہ گئی تھیں، وہ شامل کرا N اور مکرر رات کو: ف کر\$۔ حتمی مراحل میں تصحیح کے لئے فاضل مصنف و صا # طرز ادب\$ علامہ محمد اعظم سعیدی نے سرسری مطالعہ کیا اور جو فوائد ۱۰\$ رہ گئی ہیں، ان کی ۱۱\$ ہی فرمائی۔ اس کتاب میں شامل مسائل کے حل میں میرے معاون مفتی عبدالرزاق نقشبندی زی مجدھ کا علمی تعاون شامل حال رہا ہے۔ کمپوزر۔ اوڈ: زی تصحیح میں عزیز: م\$ سررحمن نے مسلسل محنت کی، میں ان تمام حضرات کا دل سے ممنون و متشکر ہوں۔ ہم تمام درپیش مسائل میں اپنے دارالعلوم کے شیخ الحدی\$، امام المفسرین والمحدثین فی العصر علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہم سے مشاورت بھی کرتے رہتے ہیں اور تمام متعلقہ مقامات، ۱۲\$ القرآن، اور ”شرح صحیح مسلم“ سے بھی استفادہ کرتے رہتے ہیں۔ الحمد للہ علی احسانہ علامہ صا # کی ”نعمت الباری“، شرح صحیح بخاری کی چوتھی جلد کا کام ہو رہا ہے اور ”کتاب الصیام“ کے نصف۔ مکمل ہو چکی ہے۔ پہلی جلد جو ”کتاب التیمم“ کا مکمل ہوئی ہے، ان شاء اللہ العزیز: عید الاضحیٰ کے موقع پر طبع ہو کر مارکیٹ میں آجائے گی اور اہل علم ”شرح صحیح مسلم“ کے ۱۳\$ از سے ہٹ کرایہ۔ منفرد طرز میں اسے N گے۔ اللہ عزوجل کل۔ رگاہ میں دعا ہے کہ وہ تمام علمی، فکری اور جسمانی قویٰ کی سلامتی کے ساتھ انہیں اس عظیم کام کی تکمیل کی توفیق وسعادت نصیب فرمائے، ممکنہ طور پر یہ شرح: رہ مجلہات میں مکمل ہوگی۔ ہم نے اپنی بشری استطا (

کی حد۔۔ اس کتاب کی لفظی و معنوی صحت کی سعی کی ہے، لیکن ہماری سعی میں خطا اور لغزش کا امکان موجود ہے، بلکہ ہم جیسے کم علم اور خطا کار K نوں سے ایسی خطاؤں کا وقوع بھی ہو چکا ہے، اللہ تعالیٰ ہماری خطاؤں کو معاف فرمائے۔ اہل علم سے گزارش ہے کہ ہماری کسی خطا پر آگاہ ہوں تو ضرور مطلع فرما N، ہم ان کے شکرًا ارہوں گے۔ دعا ہے کہ اللہ جلّ شانہ اپنے حبیب کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے طفیل اس 90% انہ سعی کو قبول فرمائے، اور اسے سابقہ مجلّٰت کی طرح قبول عام « فرمائے،

آمین بجاہ سید المرسلین علیہ وعلیٰ الہ وصحبہ افضل الصلوٰۃ والتسلیمات۔

البعدا الضعیف

ضیّب الرحمن

کتاب العقائد

کلمہ کفر

سوال: 1

نہ اور بکر میں کسی فقہی مسئلے کی وجہ سے بحث ہوئی اور جبکہ نہ طا (علم ہے، اور نہ نے کہا کہ فلاں مسئلے کے رے میں فلاں فلاں علماء کرام و فقہاء م نے یہ یہ فرمایا ہے کہ جبکہ تمہاری بات ان کے خلاف جاتی ہے، تو اس پر بکر سے کچھ جواب نہ بنا اور بکر نے یہ کہا کہ ”میں اپنے مرشد کے فرمان کے آگے (معاذ اللہ) تمام عالموں اور مفتیوں کے فتوؤں کو جوتے کی نوک پر اڑا ہوں۔“ * بکر کا یہ جو جملہ ہے کہ ”میں ان کے فتوؤں کو جوتے کی نوک پر اڑا ہوں۔“ بکر کا یہ قول کہنا کیسا ہے، جواب عنایہ فرما N۔

﴿محمد راجیل قادری، بلیرسٹی، کراچی﴾

جواب :

اللہ اور رسول کے علاوہ دوسرے کسی بھی شخص کا قول و عمل مطلقاً وا۔ # العمل اور حجت نہیں ہے، کسی شخص کا اپنے پیرومرشد یا استاد کا کسی دوسرے معظم شخص کے رے میں یہ آ یہ رکھنا کہ ان کا فرمان میرے لئے مطلقاً وا۔ # العمل ہے، غلو یعنی مبالغہ آرائی اور گمراہی ہے، تنج ن عالم دین پیرومرشد سے عقیدت رکھنا اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنا۔ فعل مستحسن ہے، لیکن اس کے نتیجے میں علماء دین اور ان کے شرعی فتوؤں کی حقارت کرنا۔ یہ کفر ہے۔ استفتاء میں مذکور خط کشیدہ الفاظ میں مذکور فی السؤال شخص نے علم اور علماء کے بقصد والا ارادہ توہین کی ہے اور فقہاء کرام کی تصریحات کی رو سے شرعی فتاویٰ اور بغیر کسی د * وی عداوت کے علماء کی لیل و تحقیر کفر ہے، لہذا مذکورہ فی السؤال شخص اپنے ان کفریہ الفاظ کی وجہ سے کافر ہوا، اس پر توبہ کر کے تبتہ ایمان آ شادی شدہ ہے، تو تبتہ نکاح فرض ہے، علامہ آم الدین لکھتے

ہیں:

رجل عرض عليه خصمه فتوى الائمة فردها وقال چه بارنام فتوى آورده قيل يكفر وكذا لولم يقل شيئاً ولكن

لقى الفتوى على الارض وقال اين چه شرع است۔

ترجمہ: ”ای۔ شخص۔ اس کے فریق مخالف نے ائمہ فقہاء کرام کا فتویٰ پیش کیا، اس نے جواباً کہا کتنی۔ فتویٰ کا۔ م لوگے، ای۔ قول کے مطابق وہ کافر ہو جائے گا، اسی طرح ا/ اس نے بن سے تو کچھ نہ کہا، لیکن فتویٰ زمین پر N * اور کہا کہ یہ کہاں کی شریعت ہے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 2، ص: 272، مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

فتویٰ نبوی

سوال 2:

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اور H ن شرع اس مسئلے کے۔ رے میں کہ ای۔ شخص یہ کہتا ہے کہ ”میرے۔ پ کئی۔ ت کا درجہ میرے۔ دی۔ نبی کئی۔ ت سے کم نہیں، اس شخص کے۔ رے میں کیا حکم ہے اور اس کا مذکورہ جملہ کیا معنی R ہے؟ ﴿محمد قاسم، بہاول نگر﴾

جواب:

جس شخص نے یہ جملہ کہا العیاذ باللہ وہ کافر ہے H اور اس پر لازم ہے کہ وہ اس۔ ت سے رجوع کرے اور دُور۔ رہ کلمہ پڑھے اور ا/ شادی شدہ ہے تو دُور۔ رہ نکاح کرے، کیونکہ اس کلام سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ وہ اپنے۔ پ کو نبی ﷺ کہے۔ ا۔ قرار دیتا ہے اور اس میں نبی ﷺ کا استخفاف ظاہر ہے اور اس سے یہ مفہوم بھی۔ ت ہے کہ۔ # وہ اپنے۔ پ کئی۔ ت کو نبی ﷺ کئی۔ ت کہے۔ ا۔ سمجھتا ہے تو وہ اپنے۔ پ کو معاذ اللہ نبی ﷺ کہے۔ ا۔ سمجھتا ہے۔

نبی ﷺ کئی۔ ت کے متعلق اللہ تعالیٰ یہ ارشاد فرماتا ہے:

وما ينطق عن الهوى O ان هو الا وحى يوحى۔ ﴿النجم: آیت 3,4﴾

ترجمہ: اور وہ اپنی خواہش سے کلام نہیں فرماتے، نہیں ہوتا۔ ان کا فرما۔ 1 وحی جو (ان کی طرف) کی جاتی ہے۔

آ۔ مبارک میں اللہ تعالیٰ نے نبی کریم ﷺ کے قول کو اپنا قول فرمایا ہے۔ اور مذکورہ شخص کا یہ جملہ کفریہ ہے، لہذا وہ اپنے۔ ت سے رجوع کرے اور کلمہ پڑھے، شادی شدہ ہے، تو دُور۔ رہ نکاح کرے، علامہ امجد علی اعظمی ای۔ سوال کے جواب میں درمختار کے حوالے سے لکھتے ہیں: ما يكون كفرا اتفاقا يبطل العمل والنكاح واولاده اولاد زنا وما فيه خلاف يؤمر بالاستغفار والتوبة وتجديد النكاح۔

ترجمہ: ”جس نے کفریہ اتفاق کیا اس کا عمل اور نکاح۔ طل H اور اس کو توبہ واستغفار اور تجدد نکاح کا حکم دیا جائے گا/ وہ ایسا نہ کرے تو اس کے بعد جو اولاد پیدا ہوگی وہ ولد الزنا ہوگی۔“ ﴿فتاویٰ امجدیہ جلد چہارم ص: 399 مکتبہ رضویہ آرام۔ غ کراچی﴾

نبی کریم ﷺ کے والدین کے ایمان کے بارے میں

سوال: 3

ای- صا # کا کہنا ہے کہ معاذ اللہ! رسول اللہ کے والدین کریمین جہنمی ہیں اور وہ اپنے دعوے کے ثبوت میں مندرجہ ذیل دو حدیثیں پیش کرتے ہیں:

(1): ”حضرت ابن مسعود سے روایہ ہے کہ ملیکہ کے دو بی بی کریم ﷺ کی: مت میں حاضر ہوئے اور کہا: ہماری ماں شوہر کا احترام کرتی تھی، اولاد پہ مہر نہ تھی، اور مہمان (کے ساتھ حسن سلوک کا بھی) ذکر کیا، سوائے اس کے کہ اس نے زمانہ جاہلیت میں بچی کو نہ درگور کر دیا تھا، (تو نبی کریم ﷺ نے) فرمایا: تم دونوں کی ماں جہنم میں ہے، وہ پلٹ کر جانے لگے اور گواہی ان کے چہرے پر واضح آ رہی تھی، پھر (نبی کریم ﷺ نے) ان دونوں کو واپس بلوایا، وہ دونوں لوٹ کر آئے اور ان دونوں کے چہروں سے اس امید پر مسرت جھلکنے لگی کہ (مثلاً کوئی امید افزا) صورت حال پیدا ہوگئی ہے، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ”میری ماں بھی تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے“ (آگے حدیث طویل ہے)۔ ﴿مسند احمد، رقم الحدیث: 3787﴾

(2): ”حضرت انس سے روایہ ہے کہ ای- شخص نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! میرے (وفاقیہ) پتہ پ کہاں ہیں؟، آپ ﷺ نے فرمایا: جہنم میں، # وہ لوٹ کر (جانے لگا) تو آپ ﷺ نے اسے بلایا اور فرمایا: ”بیشک میرا اور تمہارا پ (دونوں) جہنم میں ہیں۔“ ﴿صحیح مسلم، رقم الحدیث: 490﴾

ان احادیث کی روشنی میں رسول اللہ ﷺ کے والدین کریمین کے ایمان کا شرعی موقف واضح کیجئے۔ ﴿علی حسن ی﴾

جواب:

یہ احادیث ان دونوں کتب احادیث میں موجود ہیں۔ مسند احمد کے حاشیے پر اس حدیث کی متعدد توجیہات بیان کی گئی ہیں، جو یہ ہیں: (1) سند کے لحاظ سے یہ حدیث ضعیف ہے، اور حدیث ضعیف عقیدے کی بنیاد نہیں رکھ سکتی۔ اس کے ای- راوی عثمان بن عفیر کو، جس کی کنیت ابوالیقظان ہے، امام دارقطنی کے حوالے سے ذہبی نے ضعیف قرار دیا ہے۔

امام ہیثمی نے ”المجمع“ میں اسے روایہ کر کے تبصرہ کیا ہے کہ اسے امام احمد، امام ابو اور امام طبرانی نے روایہ کیا ہے اور ان کی اسناد میں عثمان بن عفیر ہے اور وہ ضعیف ہے۔ ای- توجیہ یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا کہ ”امی مع امکما“، ”یعنی میری ماں تم دونوں کی ماں کے ساتھ ہے“ اس سے مراد یہ کہ دونوں عالمہ زخ میں ہیں، یہ کلمات آپ نے ”توریہ“ کے طور پر فرمائے کہ سائل کو کم از کم وقتی طور پر ذہنی اذیت سے • تل جائے۔ ”توریہ“ سے مراد ایسا ذومعنی کلمہ استعمال کرنا جو دو معانی کا حامل ہو، ای- معنی قریش جو متبادر الی الفہم ہو (یعنی فوراً سامع کے ذہن میں آجائے) اور دوسرا دور کا معنی ہو، قائل کی اصل مراد دور کا معنی ہو لیکن مخاطب قریش کا معنی مراد لے اور ایسا دین کی کسی حکمت کے تحت کرنا چاہئے ہے۔ اس کی ای- توجیہ یہ ہو سکتی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو آپ کے اہلین کی

اس وقت --+ ریعہ جی خبر نہیں دی گئی تھی، اور یہ مفہوم حدیث کے %ی کلمات سے مستفاد ہوتا ہے کہ ”میں نے ان کا \$ اپنے رب سے دفت نہیں کیا“، یعنی اس وقت -- رسول اللہ ﷺ اور آپ کے رب کے درمیان اس مسئلے میں مراجعت نہیں ہوئی، بعد میں ہو گئی اور آپ کو اپنے ابوین کریمین کا جنتی ہوتا ریعہ جی بتا دیا۔

چند احادیث 5 حظہ نما N :

عن انس بن مالك قال فخطب رسول الله ﷺ فقال: ”انا محمد بن عبد الله بن عبد المطلب بن هاشم بن عبد مناف بن قصي بن كلاب بن مرة بن كعب بن لؤي بن غالب بن فهر بن مالك بن نضر بن كنانة بن خزيمة بن مدركة بن الياس بن مضر بن نزار“۔ وَمَا افترق الناس فرقتين الا جعلني الله في خيرهما فأخرجت من بين أبوين، فلم يُصِبنِ شئ من عهد الجاهلية۔ وخَرَجْتُ من نكاح، ولم أُخرج من سفاح، من لَدُنْ آدَمَ حَتَّى اُنْتَهَيْتُ الى ابى وأُمى فانا خيركم نفساً، وخيركم أباً۔

ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک ؓ اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا: ”میں محمد بن عبد اللہ بن عبد المطلب بن ہاشم بن عبد مناف ابن قصی بن کلاب بن مرثہ بن کعب بن لؤی بن غالب بن فہر بن مالک بن نضر بن کنانہ بن خزیمہ بن مدرکہ بن الیاس بن مضر بن نزار سے ہوں۔ # بھی لوگوں کے دوا وہ ہوئے، مجھے اللہ تعالیٰ نے ان میں سے & سے بہتر آ وہ میں رکھا۔ پس میرا اپنے ماں * پ سے 1/4 رہا تو مجھے زمانہ جاہلیت کی * کاریوں میں سے کسی چیز نے نہیں چھو تھا اور میں نکاح کے ذریعہ پیدا ہوا اور میں * کاری کے ذریعہ پیدا نہیں ہوا، حتیٰ کہ حضرت آدم سے لے کر میں اپنے ماں * پ سے۔ پہنچا، پس میں بھی تم سے خیر اور بہتر ہوں اور میرے * پ بھی تم & سے خیر اور افضل ہیں۔

﴿دلائل النبوت للبيهقي، جلد: 1، ص: 174، 175، مطبوعه: دار الكتب العلميه، بيروت﴾

عن علي ابن ابي طالب أنّ النبي ﷺ قال خَرَجْتُ مِنْ نِكَاحٍ وَلَمْ أُخْرَجْ مِنْ سَفَاحٍ مِنْ لَدُنْ آدَمَ إِلَى أَنْ وَلَدَنِي أَبِي وَأُمِّي، لَمْ يُصِبنِ مِنْ سَفَاحِ الْجَاهِلِيَّةِ شَيْءٌ۔ ﴿دلائل النبوت لابی نعیم، جلد: 1، ص: 11، بیروت﴾

ترجمہ: ”حضرت علی ؓ سے روایا \$ ہے کہ نبی ﷺ نے فرمایا: میں نکاح سے پیدا ہوا ہوں، میری ولادت * جا * طر z سے نہیں ہوئی، آدم علیہ السلام سے لیکر اس وقت --۔ # کہ میرے والد اور والدہ نے مجھے جنا، مجھے زمانہ جاہلیت کی کسی غلط چیز نے نہیں چھوا۔“ علامہ ابن جوزی متوفی 579ھ لکھتے ہیں:

عن ابن عباس قال قلت: يا رسول الله ﷺ! أين كُنتَ وآدمُ في الجنة؟ قال: كُنتُ في صُلْبِهِ وأُهبَطَ الى الارض وأنا في صُلْبِهِ، وركبتُ السفينة وفي صلب ابى نوح وقُذِفْتُ في النار في صلب ابى ابراهيم لم يلتق لي أبوان قطُّ على سَفَاحٍ لم يزل يُنْقَلْنِي مِنَ الْأَصْلَابِ الطَّاهِرَةِ الى الْأَرْحَامِ النَّقِيَّةِ مُهَذَّباً۔

جمہ: ”حضرت عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں میں نے عرض کیا رسول اللہ ﷺ! \$ آپ کہاں تھے؟ # آدم علیہ السلام A میں تھے، آپ ﷺ نے فرمایا: میں ان کی صُلب (پشت) میں تھا اور جس وقت انہیں زمین پہنچا H اس وقت بھی میں ان کی صُلب میں تھا، اور مجھے اپنے بپ نوح کے صُلب میں کشتی میں سوار کیا H، اور مجھے اپنے بپ اہیم کی پشت میں آگ میں ڈالا H، اور میرے والدین کبھی بھی اُنہیں ملے میں چک اور طاہر پشتوں سے چکیزہ رحموں میں منتقل ہوتا رہا ہوں۔“

﴿الوفا: حوال المصطفیٰ، جلد: 1، ص: 28، مطبوعہ: دارالکتب العلمیہ، بیروت﴾

حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے ابویں کریمین یعنی حضرت عبداللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما سے لے کر حضرت آدم و حوا علیہما السلام۔ آپ کے تمام عوابع اور اُمہات و بات کئے۔ رے میں امت کا اجماع اکثری اور علماء حق کا موقف یہ ہے:

1- ان میں سے بعض عکرام و رسل م علیہم الصلوٰۃ والسلام تھے۔

2- جنہوں نے کسی نبی رسول کے عہد، تعلیمات اور شریعت کے احکام کو صحیح اور غیر تحریف شدہ شکل میں چھپا، وہ اس عہد کے مومنین کاملین تھے۔

3- جنہوں نے کسی نبی رسول کے عہد، تعلیمات اور شریعت کے احکام کو صحیح اور غیر تحریف شدہ شکل میں نہیں چھپا، بلکہ انہی نبی کے وصال فرمانے کے بعد # طویل عرصہ H، تو ان کی تعلیمات فراموش کردی گئیں ان میں تحریف کردی گئی اور مسخ کر ڈیا H۔ اس دور کو زمانہ فترۃ وحی اور زمانہ انقطاع وحی (Gap Period of Revelation) کہا جاتا ہے، ایسے دور میں لوگ تفصیلی شرعی احکام کے مکلف نہیں ہوتے بلکہ دین فطرت اور توحید کے مکلف (Accountable) ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی ہستی (Existence of God) اور احدیت ربی تعالیٰ (ONENESS of God) کے پابند ہوتے ہیں۔ امت کا اجماع اکثری اور علماء حق کی رائے یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وہ عوابع اور زمانہ ”فترۃ وحی“ میں آئے، ان میں سے کوئی بھی مشرک، کافر اور ملحد نہیں تھا، & کے & دین فطرت اور دین توحید قائم رہے۔ آپ ﷺ کے اب ادعالی ©، حضرت کعب بن زہری، حضرت قُصَّی، حضرت عبدالمطلب، وغیرہم کے جو خطبات اور ارشادات رنخ کے رکڑ میں محفوظ ہیں، وہ اس امر کا واضح ثبوت ہیں۔

4- رسول اللہ ﷺ کے عوابع اد میں کوئی مشرک اس لئے بھی نہیں ہو سکتا کہ آپ کا فرمان ہے:

لَمَ اَزَلْ اَنْقَلْ مِنْ اَصْلَابِ الطَّاهِرِينَ اِلَى الْاَرْحَامِ الطَّاهِرَاتِ وَالْمَشْرُكُونَ نَجَسٌ -

جمہ: ”میرا (نور) اور جو ہر وجود ہر دور میں میرے عوابع اد کی چک پشتوں سے (میری اُمہات و جدات کے چک رحموں میں منتقل ہوتا رہا اور مشرک تو ہوتے ہی چک ہیں۔“

اور سورہ توبہ آ \$ نمبر: 28 میں اللہ تعالیٰ کا بھی یہی ارشاد ہے کہ: ”اِنَّمَا الْمَشْرُكُونَ نَجَسٌ“، کہ مشرک چک ہی ہوتے ہیں۔ لہذا رسول اللہ ﷺ نے جو اپنے ان تمام عوابع اور اُمہات و جدات کو طاہرین و طاہرات قرار دیا ہے اس سے دونوں طرح کی

طہارت مراد ہے، ا۔ سفا # سٹے پکیزگی کہ & کا تعلق۔ قاعدہ نکاح سے قائم ہوا، غیر اخلاقی اور غیر شرعی طر] سے نہیں، اور دوسرا شرک اور عقائد* بطلہ سٹے پکیزگی۔

5۔ پس جن آیات واحادیث میں آپ ﷺ کے بپ کے مشرک ہونے کا ذکر ہے، ان مقامات پر آپ کے حقیقی والد مراد نہیں بلکہ مجازی بپ یعنی چچا مراد ہے، جیسے واذ قال ابراهیم لابیہ ازر اتَّخِذْ اَصْنَامًا الْهَيْهَاتَ جَمَہ: ”اور (اے رسول! اس وقت کو دیکھئے)۔ # آپ کے (جدِ علی) ابراہیم علیہ السلام نے اپنے (مجازی بپ) آزر سے کہا کہ آپ (اپنے خود ساختہ) بتوں کو: امان رہے ہیں، (الاحزاب: 75)۔“ سوال میں جس حدیث کا ذکر کیا گیا ہے، سبیل تسلیم اس کی بھی یہی دلیل کی جائے گی۔ اور عربی زبان میں چچا بپ (اب) کا اطلاق کیا جاتا ہے، ہمارے ہاں اردو میں بھی ”بپ“ اور ”ابو“ وغیرہ کا استعمال عام ہے۔ اور حدیث مبارک میں بھی ہے: فَانَّمَا عَمُّ الرَّجُلِ صِنُّ اَبِيہ جَمَہ: ”پیشک ایہ شخص کا چچا اس کے بپ ہی کے مرتبے میں ہوتا ہے۔“

﴿مذی، بحوالہ مشکوٰۃ﴾ ب مناقب اہل ا İ ﴿

المجد میں صَلُّو اور صَلَّو کے معنی ہیں: سگ بھائی، چچا یا۔ اصل سے پھوٹنے والی دو شاخیں۔ ماضی قریش کے ایہ۔ عالم مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے اپنی تصنیف قصص القرآن میں آزر کو ابو اہیم (علیہ السلام) کا حقیقی پقرار دیتے ہوئے استدلال کیا ہے کہ۔ # حقیقی معنی مراد لیا جاسکتا ہو تو مجازی معنی کی طرف عدول کرنے کی کیا ضرورت ہے اور کہ K قرینہ ہے؟۔ ہم کہتے ہیں کہ۔ # ہم نے عقلی و نقلی دلائل کی روشنی میں ایہ۔ اصول طے کر لیا ہے کہ حضور کے ءکرام میں کوئی بھی کافر و مشرک نہیں آتا تو یہی مجازی طرف عدول کا قرینہ بن جائے گا۔ یہی وجہ ہے کہ۔ # حضرت ابو اہیم علیہ السلام والدین کے لئے اللہ تعالیٰ کی رگاہ میں مغفرت کی دعا کرتے ہیں، تو عرض کرتے ہیں: رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ۔ ترجمہ: ”اے ہمارے پورا درگاہ! تو مجھے اور میرے والدین کو بخش دے“۔ ﴿ابو اہیم: 41﴾

”اب“ کا اطلاق مجازاً چچا ہو سکتا ہے، لیکن ”والد“ کا اطلاق صرف حقیقی پپ ہی ہو سکتا ہے، جس کے © سے وہ پیدا ہوا ہے، چنانچہ علامہ قاضی ثناء اللہ مظہری لکھتے ہیں:

فهذه الآية تدلُّ على أَنَّ وَالِدَيْهِ عليهما السلام كانا مسلمين وإنما كَانَ آزَرُ عَمَّا لَهُ وَكَانَ اسْمُ أَبِي إِبْرَاهِيمَ تَارِخَ
وَلَا جُلَّ دَفْعَ تَوَهُّمِ آزَرَ قَالَ وَالِدَيَّ يَعْنِي مَنْ وَلَدَنِي حَقِيقَةً وَلَمْ يَقُلْ أَبَوَيَّ لِأَنَّ الْآبَ يُطْلَقُ عَلَى الْعَمِّ مَجَازًا۔

ترجمہ: ”یہ آ۔۔ اس امر پر دلائل کرتی ہے کہ آپ کے والدین مسلمان تھے اور آزر آپ کا چچا تھا اور آپ کے والد کا نام ریح تھا۔ اور اس وہم کو دور کرنے کے لئے کہ آپ سے مراد چچا ہے آپ نے دعائیں **اللّٰهُمَّ صَلِّ عَلَى آبَائِي** کا لفظ استعمال کیا، یعنی جنہوں نے مجھے حقیقت میں جنا ہے اور **اَبَوٰی** کا لفظ استعمال نہیں کیا کیونکہ اب کا لفظ بطور مجاز چچا کے لئے بھی استعمال ہوتا ہے، (تفسیر مظہری)۔“ واضح ہو کہ رسول اللہ ﷺ کے تمام چچا مومن نہیں تھے، ا۔۔ چچا عبدالعزّٰی ابولہب تو **K** المشرکین تھا، بلکہ یہ واحد مشرک تھا جس کی مذمت میں قرآن مجید کی ا۔۔ مکمل سورت **الْحٰجُّوۃ** نازل ہوئی۔ ا۔۔ روایات یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ”ابوین کریمین“ کو اللہ تعالیٰ کے دیئے اختیار سے **ن** کیا، ان پر ایمان (توحید و رسالت) کی دعوت پیش کی، انہوں نے اسلام قبول فرمالیا اور پھر ان کا ایمان یہ وصال

ہوا۔ شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: لیکن 90% ین میں علماء نے حضور ﷺ کے والدین کریمین، بلکہ حضرت آدم علیہ السلام۔ آپ کے تمام ایمان کا ایمان کیا ہے، اس اثبات کے لئے انہوں نے تین طر [اختیار کئے ہیں۔ ای۔ یہ کہ یہ حضرات حضرت ابیہم علیہ السلام کے دین تھے۔ دوسرا یہ کہ ان حضرات کو دعوت اسلام نہ پہنچی، بلکہ یہ حضرات زمانہ فترۃ میں ہی انتقال کر چکے تھے، ان کو حضور ﷺ کی 5- تیرا طر i یہ ہے کہ آپ کے والدین کریمین کو: اتعالیٰ نے حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دعا سے آپ کے دست اقدس پہ ڈھ رہ گیا « فرمائی اور وہ آپ پر ایمان لائے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کے والدین کے ہ کرنے کی حدیث ا/ چہ اپنی حد ذات میں ضعیف ہے، لیکن متعدد طریق سے اس کی تصحیح اور تحسین کر دی گئی ہے اور یہ بت گئی متقدمین سے پوشیدہ رہی۔ اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت 90% ین علماء پہ کھول دی۔ لاواللہ یختص برحمته، من یشاء، اسے رے میں رسائل تصنیف کئے اور دلائل سے اس مسئلے کا اثبات فرمایا، مخالفین کے شبہات کے جواب دیئے۔ ان دلائل اور جوابات کو ا/ یہاں کیا جائے گا۔ بت لمبی ہو جائے گی۔ ان کے رسائل میں دیکھ لیا جائے، واللہ اعلم۔“

(اشعة اللمعات، جلد: 1، ص: 718، مطبوعہ مطبعہ @ کمار، لکھنؤ)

علامہ غلام رسول سعیدی نے "C ین القرآن" جلد سوم میں اس موضوع پر تفصیلی بحث کی ہے، اہل ذوق اس کا مطالعہ فرما N۔

اھانت معاویہ

سوال: 4

میں اسلامیات کی کتاب کا ای۔ صفحہ منسلک کر رہا ہوں جو saint josph اسکول کے O-Level میں پڑھائی جا رہی ہے۔ اس میں حضرت امیر معاویہ ؓ کی شان میں کئی گستاخیاں کی گئی ہیں۔ آپ سے ارش ہے کہ اس سلسلے میں فتویٰ جاری کریں کہ مصنف، اسکول اور پبلشر کے خلاف مقدمہ قائم کیا جاسکے۔

نوٹ: انگلش عبارت کلاتہ جمعہ درج ذیل ہے:

”21 رمضان کو حضرت علی ؓ کی شہادت کے بعد حضرت امام حسن ؓ کو چالیس ہزار افراد کی رضامندی سے خلیفہ بنایا۔ لیکن حضرت امیر معاویہ ؓ حضرت امام حسن ؓ کو خلیفہ نہیں بنایا۔ چاہتے تھے انہوں نے جاسوس کوفہ بھیجے کہ وہاں کے حالات کا پتہ چل سکے۔ حضرت امام حسن ؓ کو اس بات کا پتہ تو انہوں نے حضرت امیر معاویہ ؓ کو خط لکھا اور اپنی خلافت کا حق بنایا۔ 1 حضرت امیر معاویہ ؓ نے مزید جاسوس بھیجے اور اس شخص کیلئے جو حضرت امام حسن ؓ کو قتل کرے دو ہزار درہم اور اپنی بیٹی نکاح میں دینے کا A مقرر کیا۔“

90% میں ای۔ صلح۔ مہ ہوا جس کے بعد حضرت امام حسن ؓ مسجد میں آئے اور اعلان کیا کہ خواہ 90% بے سے بچنے کیلئے وہ خلافت چھوڑ دیتے ہیں۔

حضرت امیر معاویہ ؓ کو اس بات سے تسلی نہ ہوئی اور وہ امام حسن ؓ کو مارنا چاہتے تھے انہوں نے امام حسن ؓ کی زوجہ سے کہا کہ ا/ وہ حضرت امام حسن ؓ کو زہر دے تو وہ اسکو دو ہزار درہم، دس جوڑے کپڑے سونے کی کشیدہ کاری کئے ہوئے اور کوفہ کی زیتون کے تیل

کی تمام پیداوار A م میں دیں گے اور اس کا نکاح اپنے W سے کریں گے۔ ﴿محمد سلیم خمیسہ، شہید ملت روڈ، کراچی﴾

جواب :

استفتاء میں جس «بی عبارت کی ۱۲۱+ ہی کی گئی ہے، یہ حضرت امیر معاویہ ؓ کی اہا \$ پی مشتمل ہے اور ان کے کردار کو مسخ کر کے پیش کیا H ہے، حضرت امیر معاویہ ؓ جلیل القدر صحابی ہیں، کا \$ وحی ہیں ایسی عبارات کو «بی کتب میں شامل کرو۔ قوم کی بچوں کے عقائد کو مسخ کرنے اور انہیں گمراہ کرنے کی سازش ہے، اس کے ذمہ داروں کو قومی اور دینی مجرم قرار دے کر ان کے خلاف مقدمات قائم کرو۔ چاہئیں۔

وفاتی و صحتی وزارت تعلیم کیلئے ضروری ہے کہ ایسی «بی کتاب کو فوراً منسوخ کرے۔ ہزار میں موجود اسکے تمام نسخے ضبط کئے جائیں اور مصنف \$ بلع اوڑھ کر شر کے خلاف کارروائی کی جائے۔ صحابہ کرام ہماری تمام وراثت \$ دینی کے امین ہیں، قرآن و \$ کی حق N وحیت کا مدار صحابہ کرام کی صداقت، عدا { اور امان \$ کو تسلیم کیئے جانے پہ ہے، ورنہ ہمارے پ س تمام دینی سرمایہ جس میں کتاب و \$ ، عقائد و ایمان * ت، ارکان اسلام اور جملہ ضروریات و تفصیلات دین شامل ہیں، غیر مستند، غیر معتبر اوڑھ کر قابل اعتبار قرار پائے گا۔ صحابہ کرام کو سب دشمن کرو، ان کا استخفاف و توہین کرو۔ حرام ہے، جمہور فقہائے امت کے دین - مو۔ # کفر ہے اور ایسے شخص کی ضلالت { فسق و راور مبتدع ہونے پہ & کا اتفاق ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔

نومسلم کے ایمان کی غیر یقینی کیفیت

سوال 5:

(۱): A / غیر مسلم کلمہ پڑھ کر پھر بھی غیر مسلم کے طور پر h کو نہ چھوڑے، اور دین کو نہ سیکھے۔ فرائض و واجبات کی ادائیگی کا پس نہ رکھے۔ غرض اپنا چال چلن اور طور پر j نہ لے تو شرع میں کیا حکم ہے؟

سوال 6:

کوئی غیر مسلم یوں کہتا ہے کہ میں کلمہ تو پڑھ لوں * جیسے آپ بہتر سمجھتے ہیں (یعنی کلمہ پڑھا دیں * نہ پڑھا N)، یعنی غیر مسلم تہ ب کے ملے جلے * تہ ہے؟ دلائل و۔ اہل قرآن و \$ کی روشنی میں اس عقدہ کو حل فرمادیں۔ ﴿حافظ غلام فرید، کراچی﴾

جواب :

ایمان کی حقیقت یہ ہے کہ دل کی سچائی سے ضروریات دین جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت N، حضرت محمد ﷺ کی t و رسالت {، کتب الہی، وراثت اور تمام ضروریات دین، جو قطعی b اور قطعی الدلائل { ہیں، کامل یقین رکھنا اور بن سے ان کا اقرار کرو۔ ایمان اقرار لسان اور تصدیق قلب * م ہے جو شخص دل سے ضروریات دین کا قائل ہو وہ مسلمان اور مؤمن ہے، اور جس کا دل تصدیق سے خالی ہو وہ کافر ہے۔ دوسرے مسلمانوں کی دینی ذمہ داری ہے کہ وہ اس نومسلم کو احکام شرع کی تعلیم دیں فرائض و واجبات کی ادائیگی کی تعلیم

وَتَقِين كَرِيں پھر بھی اِ وہ اپنی غیر مسلمانہ روش تک نہ کرے تو محض اس کا دعویٰ مسلمانِ قابل قبول نہ ہوگا۔ اعمال صالحہ مثلاً نماز، روزہ وغیرہ کا ترک اور محرمات کا مرتکب فاسق اور گنہگار ہے 1۔ اِ اسلام سے خارج نہیں سمجھا جائیگا۔ اسی طرح جھوٹ بولنے والا شخص اور شراب پی والا اور دوسری ایوں کا مرتکب شخص گنہگار کہلائے گا۔ عمل مسلمان کو اپنی عملی کی وجہ سے خود کو کافر کہنے کی بجائے اپنی اصلاح کرنی چاہیے اور دوسرے مسلمانوں کو بھی اصلاح کی طرف راغب کرنا چاہیے، اپنے کفر کا اقرار کفر ہے، لہذا جو شخص خود کو کسی غیر مسلم فرقے سے ظاہر کرے، وہ کافر ہے۔

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْ بَعْدِ اِيْمَانِهٖ اِلَّا مِنْ اُكْرِهٖ وَقَلْبِهٖ مُطْمَئِنٌّ ۖ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مِّنْ شَرَحٍ بِالْكَفْرِ صَدْرًا ۖ فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ

مَنْ اللّٰهِ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿النحل: 106﴾

ترجمہ: ”جس نے اللہ پر ایمان لانے کے بعد کفر کیا سوا، اس کے جس کو کفر پر مجبور کیا جائے اور اس کا دل ایمان کے ساتھ مطمئن ہو بلکہ وہ لوگ جو کھلے دل کے ساتھ کفر کریں تو ان پر اللہ کا غضب ہے اور ان کے لئے عذاب ہے۔“

لا تعتذروا قد كفرتم بعد ايمانكم ﴿التوبة: 66﴾

ترجمہ: ”اب عذر نہ پیش کرو، بے شک تم اپنے ایمان کے اظہار کے بعد کفر کر چکے ہو۔“

وفى المحيط من قال فانا كافرا وفا كفر قال ابوالقاسم هو كافر من ساعته ﴿شرح فقہ اکبر ص 183﴾

ترجمہ: ”اور محیط میں ہے کہ جو کہتا ہے کہ میں کافر ہوں میں کفر کروں گا، ابوالقاسم نے کہا: وہ اسی وقت کافر ہے۔“ علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

ومن يرضى يكفر نفسه فقد كفر ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد: دوم، ص: ۲۵۷، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوٹہ﴾

ترجمہ: ”اور جو شخص اپنے کفر پر راضی ہو جائے تو وہ کافر ہو جائے گا۔“

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(ويكفر فيهما) لرضاه بالكفر ﴿رد المحتار على الدر المختار جلد 5 ص: 393 دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”کفر پر راضی ہونا بھی کفر ہے۔“

مذکورہ بالا حوالہ جات کی رو سے اقرار کفر، بھی کفر ہے، تمام تصریحات کا خلاصہ یہ ہے کہ ایمان محض بن سے کلمہ پڑھنا یا کلمہ نہیں بلکہ دل کی سچائی سے تمام ضروریات دین جیسے اللہ تعالیٰ کی وحدانیت، حضرت محمد ﷺ کی رسالت و رسالت، کتب الہی، وحی اور تمام ضروریات دین، جو قطعی بات اور قطعی الدلائل ہیں، کامل یقین رکھنا اور بن سے ان کا اقرار کرنا۔ ایمان اقرار کا لسان اور تصدیق القلب کا نام ہے جو شخص دل سے ضروریات دین کا قائل ہو وہ مسلمان اور مؤمن ہے۔ اور جس کا دل تصدیق سے خالی ہو وہ کافر

ہے اور بے یقینی کی سی کیفیت کے ساتھ کسی کی خوشی کی خاطر کلمہ پڑھ 8 ایمان نہیں، واللہ اعلم۔

غیر مسلموں سے معاشات اور ان کی عبادت گاہوں میں جا کر ان کے طرز سے عبادت کرو۔

سوال: 7

۱۔ مسلمان شخص اپنے کسی عیسائی دو & کی غیب سے ان کے معبد (آجا) میں جاتا ہے اور ان کے ساتھ مل کر انہی جیسی عبادت کرتا ہے اور اس کا یہ کہنا ہے کہ وہ اپنے ایمان پر قائم تھا محض ان کی دلجوئی کے لئے اُس نے ایسا کیا۔ آپ! اہِ کرم وضا # فرما N کہ کیا اسلامی نقطہ آ سے اس طرح کرتا جاتا ہے؟ اور اس کا یہ عمل اس کے ایمان پر # از ہوگا کہ نہیں؟

﴿حافظ غلام مرتضیٰ سیالوی، ضلع ا۔﴾

جواب :

یہ مسئلہ نہایت اہم ہے، اس لئے ہم صورت مسئلہ سے ہٹ کر اسلام کا اصولی آ یہ پیش کرتے چاہتے ہیں۔ دینی امور میں غیر مسلموں، مبتدعین اور بے دین لوگوں سے تعلق کی دو صورتیں ہیں، ۱۔ مداخلت ہے اور دوسری مدارات۔ مداخلت شرعاً ممنوع اور حرام ہے اور مدارات جاتا بلکہ اس سے آ دینی فائدہ ہو سکتا ہے تو شرعاً مطلوب ہے۔ پہلے اس موضوع کے تمام پہلوؤں کو رے میں اللہ تعالیٰ کے ارشادات 5 حظہ فرما N :

(1) وَذُوالُو تَدْهِنُ فَيَدْهِنُونَ O ﴿القلم: 9﴾

ترجمہ: ”انہوں نے یہ چاہا کہ آ آپ (دین کے معاملے میں) ان سے (بے جا) بی کریں، تو وہ بھی م ہو جا N گے۔

(2) وَلَا تَرْكُنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُم مِّنْ دُونِ اللَّهِ مِنْ أَوْلِيَاءَ ثُمَّ لَا تُنصَرُونَ۔ ﴿ہود: 113﴾

ترجمہ: ”اور تم ان لوگوں سے میل جول نہ رکھو، جنہوں نے ظلم کیا ہے، ورنہ تمہیں بھی (دوزخ کی) آگ لگ جائے گی، اور اللہ کے

سوا تمہارے کوئی مددگار نہیں ہوں گے، پھر تمہاری مدد نہیں کی جائے گی۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا عَدُوِّي وَعَدُوَّكُمْ أَوْلِيَاءَ تُلْقُونَ إِلَيْهِم بِالْمَوَدَّةِ وَقَدْ كَفَرُوا بِمَا جَاءَكُمْ مِنَ الْحَقِّ۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! میرے دشمنوں کو اور اپنے دشمنوں کو دو & نہ بناؤ، تم ان کی طرف دوستی کا پیغام بھیجتے ہو، حالانکہ وہ اس

حق کا کفر کرتے ہیں، جو ان کے پاس آچکا ہے۔“ ﴿الممتحنہ: 1﴾

مداءنت کی تحریف :

مداءنت یہ ہے کہ کوئی مومن خلاف شرع کوئی بیائی دیکھے اور قدرت کے وجود اس سے ا نہ کرے، روک ٹوک نہ کرے، اس

روئے کے محرکات کئی ہو h ہیں، مثلاً (الف) دینی بے غیرتی اور بے حیثیت (ب) اس بات سے شرمائے کہ دوسرے اسے دقیانوسی اور

قدامت پسند کہیں گے (ج) دنیوی مفاد اور طمع کے باکس۔ اختیاری شخص کی خلاف شرع حمایت کی بنیاد پر ایسا کرے۔

مدارات کی تعریف:

مدارات یہ ہے کہ لوگوں کے ساتھ حسن اخلاق سے پیش آئے، بے جا سختی نہ تے، کسی دینی حکمت یا مصلحت کے تحت نہ می سے پیش آئے۔ اور کبھی ایسا بھی ہو سکتا ہے کہ کسی ظالم و جبار سے روئے نرمی سے بچنے کے لئے اس سے 1/2 کے بجائے پہلو تہی اختیار کرے۔ ظاہر ہے یہ رخصت ان لوگوں کے لئے ہے جو اہل عزیمت و استقامت نہیں ہوتے، طبعاً کم ہمت ہوتے ہیں، اچھے دل سے۔ انی اور ے لوگوں سے دت کرتے ہیں۔ علامہ علی القاری رحمہ اللہ تعالیٰ نے مرقات ج: 9، ص: 331 پر اور شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ نے اشعۃ اللمعات ج: 4، ص: 174 پر اپنے اپنے * از میں یہ تعریفات بیان کی ہیں، ہم نے ان سے استفادہ کر کے آسان الفاظ میں بیان کر ڈی ہے۔

ای۔ چیز کافروں سے موالات یعنی دوستی اور محبت کا رشتہ قائم کرنا ہے، اس کی بھی قرآن میں ممانہ آئی ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُونَ الْكَافِرِينَ أَوْلِيَاءَ مِنْ دُونِ الْمُؤْمِنِينَ۔ ﴿آل عمران: 28﴾

ترجمہ: ”مومن (اپنے) مومن (اہل دین) کو چھوڑ کر کافروں کو دو & نہ بنا N۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا بَطَانَةً مِّنْ دُونِكُمْ۔ ﴿آل عمران: 118﴾

ترجمہ: ”اے ایمان والو! تم ایمان والوں کے سوا کسی کو اپنا رازدار نہ بناؤ۔“

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُودَ وَالنَّصَارَىٰ أَوْلِيَاءَ مِّنْ بَعْضِهِمْ أَوْلِيَاءُ بَعْضُهُمْ وَمَن يَتَوَلَّهُمْ فَاِنَّهُمْ مِنْهُمْ۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! یہود اور رے کو اپنا دو & نہ بناؤ، وہ (مسلمانوں کے خلاف) ای۔ دوسرے کے حمایتی ہیں اور تم میں

سے جو کوئی (مسلمانوں کو چھوڑ کر) انہیں دو & بنائے گا، تو وہ انہی میں سے ہوگا۔“ ﴿المائدہ: 51﴾

وَلَا تَرْكَنُوا إِلَى الَّذِينَ ظَلَمُوا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ۔ ﴿ہود: 113﴾

ترجمہ: ”اور ظالموں سے میل جول نہ رکھو ورنہ تمہیں بھی دوزخ کی آگ جلائے گی۔“

غیر مسلموں کے ساتھ روزِ مَرہ کے معاملات

ای۔ صورت کفار کے ساتھ روزِ مَرہ معاہدہ 5 ت کی ہے، جس میں ان کے ساتھ لین دین، تجارتی معاہدات، معاہدات 5 ت کرنا، ا۔ ای۔

دفتر ادارے میں کام کر رہے ہیں * محلے میں رہ رہے ہیں، تو کسی، چالوسی اور خوشامد کے بغیر محض K نی C دوں حسن اخلاق سے پیش

*، وہ کسی مصیبت یا مشکل میں / فتنہ ہوں تو ان کی مدد کرنا، بشرطیکہ وہ کوئی حرام یا شرعاً ممنوع کام نہیں ہے۔ اتفاقاً کوئی صورت پیش آگئی تو

ای۔ ٹیبل * ای۔ دسترخوان پر بیٹھ کر کھا، کھا، بشرطیکہ اس دسترخوان پر کوئی حرام چیز نہ ہو، بعض اوقات بین المذاہب مکالمہ بھی کرنا *۔

ہے اور اس کے لئے مجلس کا انعقاد آئی ہے۔ یہ رویہ اسلام کے مفاد میں نہیں ہے کہ غیر مسلم یہ سمجھیں کہ مسلمان ان سے بلاوجہ بد کرتے ہیں یہ لوگ مردم آزار اور M K دشمن ہیں۔ اسی طرح اگر غیر مسلموں سے شرعی حدود کے # معاہدات، معاہدہ 5 یا کارڈ ر کیا ہے تو مسلمان کو اما \$ وڈی \$ کے اعلیٰ معیار پر فائز ہونا چاہئے، ان کی کسی بھی خیانت \$، کذب، عہدی، 5 وٹ اور معاہدگی کی وجہ سے لوگ اسلام پر طعن کریں گے۔ علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”اور معاملت مجرّہ سوائے مرتدین کے ہر کافر سے جائز ہے جبکہ اس میں کوئی اعانت کفریہ معصیت نہ ہو نہ ہی اضرار اسلام و شریعت (یعنی جس میں شریعتی اسلام کا نقصان ہو)، ورنہ ایسی معاملت مسلم سے بھی حرام ہے چہ جائیکہ کافر سے، قال تعالیٰ:

وَلَا تَعَاوَنُوا عَلَى الْإِثْمِ وَالْعُدْوَانِ۔ ﴿المائدة: 2﴾

ترجمہ: ”H ہ و ظلم یا۔ دوسرے کی مدد نہ کرو۔“ C ن القرآن، جلد: 11، ص: 844 ﴿

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”موالات و مجرم معاملات میں زمین و آسمان کا فرق ہے، دنیوی معاملات جس سے دین پر ضرر نہ ہو سوا مورتین کے کسی سے ممنوع نہیں، ذمی (اسلامی) & کا غیر مسلم شہری) تو معاملات میں مثل مسلم ہے: لہم مالنا وعلیہم ماعلینا۔ ان کے لئے وہی (حقوق) ہیں جو ہمارے لئے ہیں اور جو (فرائض) ان پر ہیں وہی ہم پر ہیں، (یعنی دمی منافع میں ہماری طرح ان کو بھی حصہ دیا جائے گا اور دنیوی موا: ہ ان پر بھی ہوگا جو ایہ مسلمان پر کیا جائے گا)۔ اور غیر ذمی سے بھی 10% و فرو #، اجارہ و استیجار، ہبہ و استیہاب (یعنی ہبہ کا لین دین) بشرطہ (اپنی شرعی شرائط کے مطابق) جائز 10% مطلقاً ہر مال کا، کہ مسلمان کے حق میں مقبوم ہو اور بیچنا ہر جائز چیز کا جس میں اعانت حرب (یعنی مسلمانوں کے خلاف جنگی مدد) اور اہانت اسلام نہ ہو، اسے نوکر رکھنا جس میں کوئی کام خلاف شرع نہ ہو، اس کی جائز نوکری کرے جس میں مسلم پر اس کا استعلا (یعنی اسے دینی امور میں لا دستی دے دی جائے) نہ ہو، ایسے ہی امور میں 6% تب اس سے کام 8% اس کا کام کرے بمصلحت شرعی اسے ہدیہ دینا جس میں کسی رسم کفر کا اعزاز نہ ہو، اس کا ہدیہ قبول کرے جس سے دین پر اعتراض نہ ہو، حتیٰ کہ کتابیہ سے نکاح کرے بھی فی نفسہ حلال ہے، وہ صلح کی طرف جھکیں تو مصالحت کرے 1 وہ صلح (ا ہے) جو حلال کو حرام کرے حرام کو حلال، یونہی ایہ حد۔ معاہدہ اور مواد (د کرے بھی اور جو جائز عہد کر لیا اس کی وفاء فرض ہے اور غدر (دھوکہ دینا) حرام الی غیر ذلک من الاحکام۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، ج: 14، ص: 420، 421، 422، 423، 424، 425، 426، 427، 428، 429، 430، 431، 432، 433، 434، 435، 436، 437، 438، 439، 440، 441، 442، 443، 444، 445، 446، 447، 448، 449، 450، 451، 452، 453، 454، 455، 456، 457، 458، 459، 460، 461، 462، 463، 464، 465، 466، 467، 468، 469، 470، 471، 472، 473، 474، 475، 476، 477، 478، 479، 480، 481، 482، 483، 484، 485، 486، 487، 488، 489، 490، 491، 492، 493، 494، 495، 496، 497، 498، 499، 500﴾

مسلمانوں کا غیر مسلموں کے عبادت خانوں میں جا کر ان کے طرز پر عبادت کرنا حرام ہے اور وہ طرز اپنی وضع کے اعتبار سے کفر ہے جیسے بتوں کے سامنے سجدہ کرنا یا آگ کی پرستش کرنا یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے مجسمے کے آگے سجدہ کرنا تو یہ کفر ہے۔ اور اس میں یہ عذر مقبول نہیں ہوگا کہ دل میں ایمان ہے اور محض غیر مسلم کی دل داری کے لئے ایسا کیا ہے، شریعت کے احکام کا اطلاق ظاہر حال پر ہوتا ہے۔

امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: سے ہندوؤں کے ساتھ مندر میں عبادت کئے جانے کا \$ سوال ہوا، آپ نے جواب میں لکھا: الاشباہ والنظائر میں ہے:

عبادة الصنم كفر ولا اعتبار بما في قلبه وكذا لو تزور بزار اليهود والنصارى دخل كنيستهم اولم يدخل-

جمہ: ”\$ کی پوجا کفر ہے اور جو کچھ اس کے دل میں ہے اس کا کوئی اعتبار نہیں اور اسی طرح اگر کسی نے یہودیوں اور عیسائیوں کا رگلے میں + ہا (اس نے بھی کفر کیا)، خواہ وہ ان کے آجوں 5% (چ) میں داخل ہو، یہ نہ ہو، (۲) سائل یہ پوچھتا ہے کہ وہ حرکات ملعونہ جائیں یا نہیں، یہ پوچھتے ہیں کہ کفر ہے یا نہیں، ان کی عورتیں نکاح سے نکلیں یا نہیں ان حرکات سے، جامع الفصولین مخ الروض الازہر میں ہے:

من خرج الى السدة (قال القاري اى مجمع اهل الكفر) كفر لان فيه اعلان الكفر و كانه اعان عليه-

جمہ: ”جو کوئی (دارالاسلام کو چھوڑ کر) کفار و مشرکین کے مجمع میں جائے (السدة، محدث و فقیہ 5 علی قاری نے فرماتے: اس کا معنی مجمع اہل کفر ہے) تو وہ کافر ہے، کیونکہ اس میں کفر کا اعلان ہے، گویا وہ کفر پر ان کی امداد کر رہا ہے، وہ مزید لکھتے ہیں: کفر کے اہتمام میں شریہ ہو اور اس پر راضی ہو، کفر ہے، الرضا بالكفر کفر (کفر پر راضی ہو، کفر ہے) وہ لوگ اسلام سے نکل گئے اور عورتیں ان کے نکاح سے۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 21، ص: 296، رضافا C، لاہور﴾

علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں: فی ”التاثر خانية“: يكره للمسلم الدخول في البيعة والكنيسة، وإنما يكره من حيث انه مَجْمَعُ الشياطين لا من حيث انه ليس له حق الدخول قال في ”البحر“ والظاهر انها تحريمية لانها المرادة عند اطلاقهم، وقد افتي بتعزيز مسلم لازم الكنيسة مع اليهود۔ فاذا حرمت دخول فالصلوة الاولى۔

جمہ: ”رہا 6 میں ہے: یہودیوں کی عبادت گاہ اور عیسائیوں کے آجے 5% (چ) میں کسی مسلمان کا داخل ہو، وہ ہے اس لئے کہ وہ شیاطین کے جمع ہونے کی جگہ ہے اس لئے نہیں کہ وہاں داخل ہونے کا حق نہیں ہے ”بحر الرائق“ میں فرماتے ظاہر یہ ہے کہ کراہت سے مراد کراہت تحریمی ہے کیونکہ # مطلقاً (وہ بولا جائے، تو اس سے ”کراہت تحریمی“ مراد ہوتی ہے، (فقہاء کرام نے) ایسے مسلمان کو سزا دینے کا فتویٰ دیا ہے جو یہودیوں کے ساتھ ان کے معبد (آجا) میں مستقل جا رہتا ہو، پس # وہاں داخل ہو، حرام قرار دیا، تَوَانِيْهُ رَجْعُ اَوَّلِيْ حَرَامٌ ہے۔“ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار جلد 2، ص: 40، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

البتہ یہود و »رئی کے مذہبی رہنماؤں کے ساتھ مکالمے کے لئے مسلمانوں کے رہنما ان کی عبادت گاہوں میں جا N، مشترکہ عبادت مقصود نہ ہو بلکہ ان کے طریق عبادت کا مشاہدہ مقصود ہو، تو یہ مباح ہے۔ غیر مسلم ممالک میں بعض اوقات مسلمانوں رہنماؤں کو غیر مسلم مذہبی رہنماؤں کے ساتھ امن اور عدل کے مشترکہ مقاصد کے لئے بیٹھنا پڑتا ہے، اس کی رخصت ہے۔ اسی طرح اگر اہل مذاہب

سماوی د* میں ڈیستی دَا وہی ظلم اور جبر و تشدد کے خلاف بلا امتیاز مذہب M K کے مفاد میں مشترکہ آواز بلند کریں، تو اس کی رخصت ہے۔

آثار قیامت میں ”تقارب زمانی“ کا مفہوم

سوال: 8

رسول اللہ ﷺ نے جو مختلف رقیامت بیان فرمائے ہیں، ان میں ایہ بیان کیا جاتا ہے کہ ”زمانے میں قر۔\$ ہو جائے گی“ اس سے کیا مراد ہے؟ ﴿محمد انس محبوب، ۱۱۷۱: د﴾

جواب:

یہ در & ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے علامات قیامت متعدد بیان فرمائی ہیں، جنہیں اصطلاح محدثین میں ۱۰۰۰+ ۱/۲ [S] 33-33 ہے۔ کے عنوان کے تحت کتب احادیث میں جمع فرماتا ہے، انہی روایات میں ہے:

عن انس بن مالك قال: قال رسول الله ﷺ: لا تقوم الساعة حتى يتقارب الزمان فتكون السنة كالشهر والشهر كالجمعة وتكون الجمعة كالיום ويكون اليوم كالساعة وتكون الساعة كالضربة۔

، ترجمہ: ”حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرماتا: قیامت قائم نہیں ہوگی یہاں۔ کہ زمانہ۔ ہم قر۔\$ ہو جائے گا، پھر سال مہینے کی طرح ہو جائے گا اور مہینہ ہفتے کی طرح، اور ہفتہ دن کی ما# اور دن ایہ گھڑی کی ما# اور ایہ گھڑی چنگاری کی ما# ہو جائے گی۔“ ﴿سنن الترمذی، رقم الحدیث: 2332 مطبوعہ دارالکتب العلمیہ، بیروت﴾

”تقارب زمانی“ کے حقیقی اور قطعی معنی کیا ہیں؟ یہ تو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (م ﷺ) ہی کو معلوم ہے، لیکن ہماری فہم۔قص میں جو معنی و مفہوم بظاہر مراد ہو h ہیں، وہ یہ ہیں:

(1) یہ کہ زمانے سم۔ اٹھ جائے گی، اور مقاصد خیر کے لئے اس کی افادہ \$ کم ہو جائے گی۔

(2) لوگ اپنے مشاغل د* اور لہو و لعب میں اس قدر مشغول ہو جائے گا کہ اعمال خیر اور فکرِ %ت کے لئے ان کے پَس فرصت ہی نہیں ہوگی، غیبت د* میں مشغولیت، فراوانی تعیشات، فواحش و منکرات کا عام ہٹو اور خواہشات N کے پیروکاروں کیلئے ان کا حصول آسان ہٹو اور ان میں ہمہ وقتی انہماک، کثرت مال کی خواہش اور حصول، ان لذات میں K ن اتنا کھو جائے گا کہ اسے سال مہینوں میں، مہینے ہفتوں اور ہفتے دنوں میں اور دن لمحوں میں اور لمحے آگ کے شراروں۔ آرتے ہوئے محسوس ہوں گے، لیکن لذت کام و دھن، ہوئے N اور جنسی شہوات کی پیاس بجھ نہیں پئے گی۔

(3) جس طرح رنج و الم، درد و کرب اور آفت و بلا کے زمانے میں ایہ۔ ایہ پل کا / * دشوار ہو جاتا ہے، لگتا ہے کہ وقت ٹھہرا ہے، ایہ۔ ایہ گھڑی قیامت بن کر آ رہی ہے، حالانکہ کمیت کے اعتبار سے & روز اور مہ سال کے پیمانے وہی ہوتے ہیں، آدش

لیل ونہار کا دورا 6 وہی رہتا ہے، لیکن مصیبت کا ایہ - ایہ - پل بھاری ہو جاتا ہے۔

یہ ایسا ہی ہے جیسے وقت یہ مکان کی مقدار اور ظرفیت تو وہی رہتی ہے، لیکن یہ کیفیت 6% اور مقدار 6% میں غیر معمولی اضافہ ہو جاتا ہے۔ ذیل میں احادیث 5 حطہ کیجئے:

(1) عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ فی الجماعة تضعف علی صلوتہ فی بیتہ وفی سوقہ خمساً و

عشرین ضعفا۔ ﴿صحیح بخاری و مسلم﴾

، ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے گھر پہ ******۔ زار میں **U** نپٹ ہنے کے مقابلے میں **جما** (**U** نپٹ ہنے کا ثواب پچیس **H** *) یہ دہ ہے۔“

(2) عن عبد اللہ بن عمر قال: قال رسول اللہ ﷺ: صلوة الجماعة تفضل صلوة الفذ بسبع وعشرین درجة۔

، ترجمہ: ”عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: **جما** (**U** ز کا ثواب **U** دی **U** ز سے ستا **K** درجے *) یہ دہ ہے۔“ ﴿صحیح بخاری و مسلم﴾

(3) عن انس بن مالک رضی اللہ عنہ قال: قال رسول اللہ ﷺ: صلوة الرجل فی بیتہ بصلوة وصلوتہ فی مسجد القبائل

بخمیس وعشرین صلوة وصلوتہ فی مسجد الذی یجمع فیہ بخمس مائة صلوة وصلوتہ فی المسجد الاقصیٰ بخمسين الف صلوة وصلوتہ فی مسجدی بخمسين الف صلوة وصلوتہ فی المسجد الحرام بمائة الف صلوة۔

، ترجمہ: ”انس بن مالک رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کسی شخص کے گھر پہ (فرض) **U** نپٹ ہنے کا ثواب ایہ - **U** ز کہہ، اور اس کا اپنے (محلے) قبیلے کی مسجد میں **U** نپٹ ہنے کا ثواب 25 **U** زوں کہہ، ہے، اور اس جامع مسجد میں **U** نپٹ ہنے کا ثواب 500 **U** زوں کہہ، ہے، اور اس کا مسجد اقصیٰ اور مسجد **t** ی میں **U** نپٹ ہنے کا ثواب پچاس ہزار **U** زوں کہہ، ہے اور اس کا مسجد الحرام میں **U** نپٹ ہنے کا ثواب ایہ - لاکھ **U** زوں کہہ، ہے۔“ ﴿ابن ماجہ﴾

ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عبادت ایہ - ہی ہے لیکن مقامات کے اعتبار سے 6% و ثواب کے پیمانے بڑے ہو جاتے ہیں، اسے ہم ****** سے تعبیر کرتے ہیں، جیسے: ﴿قدر کی فضیلت ایہ - ہزار مہینوں کہہ، ہے۔﴾ ﴿سورة القدر: 3﴾

تقارب زمانی کا ایہ - معنی یہ ہو سکتا ہے، جیسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی درمیانی انگلی اور شہادت کی انگلی کو کشادہ کر کے فرمایا:

بعثت انا والساعة كهاتين وجمع بین اصبعیه۔ ﴿سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث 4040 دار الفکر، بیروت﴾

، ترجمہ: ”میرے اور قیامت کے درمیان اتنا ہی فاصلہ ہے، جیسے میری ان دو انگلیوں کے درمیان۔“ قرآن نے بھی فرمایا:

اقتربت الساعة وانشق القمر۔ ﴿سورة القمر: 1﴾

، جمہ: ”قیامت قریب آگئی اور چاہے شق ہو کر (دو ٹکڑے) H۔“

در اصل انگشت ہائے مبارک کا درمیانی فاصلہ A چہ کم ہے، لیکن آپ نے پورے کرہ زمین کا نقشہ بنا ہوا دیکھا ہوگا جو چند فٹ کے کاغذ پر سما جاتا ہے، 1 اس میں نیچے A لکھا ہوتا ہے، کہ اس نقشے میں A۔ انچ کی لکیر کئی ہزار A کو تعبیر کر رہی ہے، ہو سکتا ہے کہ یہی کیفیت حضور ﷺ کی مبارک انگلیوں کے درمیانی فاصلے کی ہو۔ (4) چوہ رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ کے » کردہ علم غیب سے معلوم تھا کہ ابتدائے تخلیق کائنات سے آپ کے عہد مبارک۔۔ کتنا طویل عرصہ A رچکا ہے، اللہ ہی جانتا ہے کہ کتنے کروڑ سال A رچکے ہیں، ماہرین ارضیات اپنے علم طبعیات و ارضیات کے مطابق بعض چیزوں کی عمر کروڑوں سال بتاتے رہتے ہیں، تو علم t میں ان کروڑوں سال کے مقابلے میں قیام قیامت۔۔ اتنی ہی مدت بتی ہو جسے آپ نے تقابل کرتے ہوئے دو انگلیوں کے درمیانی فاصلے سے تعبیر کیا، اور جوں جوں قیامت قریب ہوتی چلی جائے گی، کائنات کی عمر اپنی کل مدت تخلیق کے اعتبار سے اسی طرح سمٹی ہوئی A آئے گی۔

زمانے کو برا کہنے کی ممانعت

سوال: 9

عام طور پر دیکھنے میں آتا ہے کہ لوگ غلطی کرتے ہیں H کرتے ہیں، انہیں اس پٹو کا جائزہ تو یہ جواز پیش کرتے ہیں کہ کیا کریں زمانہ ہی ہے۔ پہلے کہتے تھے ”چودھویں صدی ہے“، اب کہتے ہیں: ”پندرہویں صدی ہے“ یہ & کچھ تو ہوتا ہے، کیا یہ رویہ طرز عمل در & ہے؟، شریعت مطہرہ اور کتاب و سنہ کی روشنی میں جواب دیجئے۔ ﴿نعم الرحمن، کوہاٹ﴾

جواب:

یہ سوچ، یہ آ از فکر۔ لکل غلط اور بطل ہے، یہ وہی فریب N ہے اور اغواء N ہے جس سے بچنے کے لئے رسول اللہ ﷺ اپنے خطبے میں تعلیم امت کے لئے ارشاد فرماتے تھے: ”نعوذ باللہ من شرور انفسنا“ یعنی اے اللہ! ہم اپنے N کی شرارتوں اور فکری کجروی سے تیری پناہ میں آتے ہیں۔ ”زمانہ“ کیا ہے؟ دس لیل و نہار کا مہرہ، مہرہ مہرہ کا مہرہ، دنوں، ہفتوں اور ماہ و سال کے آنے و گزرنے کا مہرہ، سورج وہی ہے، چاند وہی ہے، زمین وہی ہے، آسمان قدرت بھی وہی ہے، لہذا زمانے کا کیا قصور؟ قصور ہر شخص کا اپنا ہے، کچھ ہی عمل ہر ایک کی اپنی ہے، اور ہر ایک اپنے عمل کے لئے اللہ تعالیٰ کی نگاہ میں جواب دہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

کل نفس بما کسبت رہین۔ ﴿الطور: 21﴾

، جمہ: ”ہر شخص اپنے اعمال کے عوض رہن ہے۔“

اور ارشاد: ”ری تعالیٰ ہے:“ کل نفس بما کسبت رہینا۔ ﴿المدرثر: 38﴾

، جمہ: ”ہر شخص اپنے عمل کے لئے رہن ہے۔“

اور اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”ان السمع والبصر والفؤاد کل اولئک کان عنہ مسئولا۔“ ﴿بنی اسرائیل: 36﴾

جمہ: ”بلاشبہ (قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کی « کی ہوئی) سما (بصارت اور فہم و ادراک (کی ساری صلاحیتوں) کچھ رہے میں نہ پس ہوگی۔“

لہذا کسی شخص کا اپنی کچھ بھی فکر و عمل کے لئے زمانے کو کہنا اسے جواز بخشا ہرگز درج نہیں ہے، حدیث چار میں ہے:

عن ابی ہریرۃؓ قال: قال النبی ﷺ: ”قال اللہ: یؤذینی ابن آدم، یسب الدھر وانا الدھر، یدعی الامر، اقلب

اللیل والنہار۔

جمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: بنی آدم مجھے اذی دیتا ہے (وہ اس طرح کہ) وہ دہر (زمانے) کو گالی دیتا ہے، حالانکہ ”دہر“ تو میں ہوں، زمانہ قبضہ و اختیار میرا ہی ہے، آتش و لیل و نہار میں کچھ ہوں۔ (صحیح بخاری و مسلم رقم الحدیث 6181-7491)۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ تاجی بن شرف الدین نووی لکھتے ہیں: اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد: انا الدھر (یعنی میں زمانہ ہوں) اور یہ اطلاق مجازی ہے، اس کا معنی یہ ہے کہ میں زمانے اور زمانے کے ر پیدا ہونے والے حوادث و واقعات کا خالق ہوں، اس کا بلا یہ ہے کہ زمانہ جاہلیت میں لوگوں کی عادت تھی کہ: کوئی حادثہ ہو تو زمانے کو کہتے تھے، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: زمانے کو امت کہو، کیونکہ جن مصائب و حوادث کی بنیاد تم زمانے کو کہہ رہے ہو، وہ تمام حوادث اللہ تعالیٰ کے پیدا کئے ہوئے ہیں، کیونکہ وہی ہر چیز کا خالق ہے، (شرح صحیح مسلم للنووی ج 2 ص 237 مطبوعہ نور محمد صالح المطابع، کراچی)۔ اس حدیث کی شرح میں علامہ امام حافظ بن احمد بن علی بن حجر عسقلانی لکھتے ہیں: ۱۔ روایہ میں یہ بھی ہے: ولا تقولوا اخینة الدھر، یعنی یوں نہ کہو کہ ہائے زمانے کی محرومی کا کامی، آگے چل کر وہ فرماتے ہیں: زمانے کو کہنے سے روکنے کا مطلب یہ ہے کہ ایسے لوگوں کا رد ہے جو زمانے کو حوادث و آفات کا فاعل حقیقی مومن حقیقی ما... ہیں، یہ آیت بطل ہے، کیونکہ فاعل حقیقی تو صرف اللہ تعالیٰ ہے، نہ مصائب کا زل کرنے والے کو کہو گے، تو یہ کہنا ”اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹے گا، لہذا اس حدیث کے ظاہری کلمات کی تفسیر میں ہو سکتی ہیں، ۱۔ یہ کہ اللہ تعالیٰ ہی زمانے میں ہونے والے جملہ امور کی تفسیر فرمانے والا ہے، دوسری یہ کہ: اللہ تعالیٰ ہی زمانے کا مالک و مختار ہے، تیسری یہ کہ: اللہ تعالیٰ ہی آتش و لیل و نہار فرمانے والا ہے، اسی لئے ان کلمات کے بعد فرمایا: ”یدعی اللیل والنہار“، شے و روز کا آم میرے دست قدرت میں ہے۔“ ﴿فتح الباری، شرح صحیح البخاری، ج 10 ص 564-565﴾

چنانچہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

یقلب اللہ اللیل والنہار ان فی ذالک لعبرة لا ولی الا بصار۔ ﴿النور: 44﴾

جمہ: ”اللہ تعالیٰ آتش و لیل و نہار کا (آم) فرماتا ہے، بلاشبہ اس میں اہل عقل و فکر کے لئے (بسی) نصیحت ہے۔“

﴿کتاب الطہارۃ﴾

غسل کے بعد وضو

سوال: 10

* پک ہونے کے لئے غسل کا طر ا کیا ہے؟ کیا غسل کرنے کے بعد وضو کرنا ضروری ہے؟ ﴿عبدالجبار پ دیسی، لاہی﴾

جواب:

آپ کے سوال سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ غسل وا۔ # کا طر ا دریافت کر رہے ہیں * * کی * جناب \$ کی حا { میں غسل کا طر ا یہ ہے: پہلے دونوں ہاتھ گٹوں۔۔ دھو N + ن۔ یہاں کہیں • & لگی ہو، اس کو دور کریں، پھر وضو کریں، پھر تین مرتبہ داہنے کندھے، اور تین مرتبہ N کندھے * پی بہا N، پھر سر پہ اور تمام N پی تین مرتبہ * پی بہا N۔ اور ا / ا۔ ساتھ سارے N پی تین مرتبہ * پی بہا، جیسے آج کل شاور کے نیچے غسل کرتے ہیں، تو بھی در & ہے اور کسی نہڑ * ٹختے لاب میں بھی غسل کر h ہیں۔

عن عائشة رضی اللہ عنہا قالت کانت رسول اللہ ﷺ اذا اغتسل من الجنابة دعا بشئ نحو الحلاب فاخذ بكفه بدأ بشق رأسه الايمن، ثم الايسر، ثم اخذ بكفيه فقال بهما على رأسه۔

، ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ # غسل جناب \$ کا ارادہ کرتے، تو (دودھ دان کی قسم کا) ا۔ تن منگواتے، پھر اس سے * پی لے کر پہلے سر کی دا N جا \$ دھوتے، پھر * N جا \$، پھر دونوں ہاتھوں سے * پی لے کر سر پہ بہاتے، (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 710)۔“ غسل جناب \$ میں کلی کڑا * ک میں * ر۔ * پی ڈالنا فرض ہے، غسل طہارت اور غسل مسنون میں فرض نہیں، N ہے۔ غسل کرنے کے بعد ناپٹھنے کے لئے وضو کی ضرورت نہیں رہتی، آ غسل میں پورے N پی * پی ڈالنے سے پہلے صحیح طر z سے کلی کر لی ہے اور * ک میں * پی ڈال لیا ہے، تو اب غسل کے بعد وضو کی ضرورت نہیں ہے، غسل کے لئے M کڑا N ہے۔

بچے کی پیدائش کے بعد زچہ اور بچہ کا غسل

سوال: 11

کئی ا۔ گھرانوں میں # بچے کی پیدائش ہوتی ہے، تو پیدائش کے وقت بچے کو غسل دینے کے بعد چالیس روز۔۔ نہ ماں غسل کرتی ہے، اور نہ ہی بچے کو غسل دیا جاتا ہے، کیا یہ عمل صحیح ہے یا غلط؟

﴿علی گلشن اقبال، کراچی (معرفت دین و دانش، روڑا مہ ایکسپریس)﴾

جواب:

بچے کی پیدائش کے بعد ضرورت کے وقت اس بچے کو غسل دینے کی کوئی ممانعت AE نہیں ہے اور یہ آ یہ غلط ہے کہ ا۔ مرتبہ غسل دینے کے بعد اسے دھو رہ غسل نہیں دے h، سوائے اس کے کہ ڈاکٹر طبی طور پہ غسل دینے کو اس کے لئے نقصان دہ قرار دے۔ بچے کی پیدائش کے بعد ماں (زچہ) کے رحم سے جو خون جاری ہوتا ہے، اس کو نفاس کہتے ہیں، شرعی اعتبار سے آس کی * دہ سے * دہ مدت

چالیس دن ہے، آ چالیس دن۔۔ اس کا خون جاری رہتا ہے، تو اس عرصے میں وہ شرعی طور پر **پک رہے گی، اور ان *م میں وہ نماز نہیں پڑھے گی اور نہ ہی بعد میں اس پر ان نمازوں کی قضا ہے، اسی طرح اس کے لئے قرآن کو چھو *اور *نی قرآن کی تلاوت کڑ بھی ا ہے، البتہ کلمات قرآن بطور ذکر، تسبیح و دعا پڑھ سکتی ہے۔ آ خون چالیس دن کے بعد بھی جاری رہتا ہے، تو اب یہ ”آس“ نہیں ہے، بلکہ وہ غسل کر کے پک ہو جائے اور نمازوں کا سلسلہ شروع کر دے، ہاں آ خون اتنی دیر بھی نہ رکتا ہو کہ ایہ۔ وقت کی نماز پڑھ لے، تو ہر نماز کے لئے *زہ وضو کر کے نماز پڑھ لیا کریں (وضو سے پہلے خون آلود مقام دھولیں)، اور اس وقت کے # رمز جتنی قضا نمازیں، نوافل وغیرہ پڑھ سکتی ہوں پڑھ لیں اور تلاوت بھی کر سکتی ہیں۔ شرعاً نفاس کی کم از کم کوئی مقرر مدت نہیں ہے، بس جس دن خون رک جائے، وہ غسل کر کے *پک ہو لے اور نماز کا سلسلہ شروع کر دے، آ نہیں کرے گی، تو گنہگار ہوگی اور وہ نمازیں اس کے ذمے قضا ہوں گی۔ ہم۔ #۔۔ آس کا سلسلہ جاری ہے، وہ شرعی *پکی کے لئے تو غسل نہیں کرے گی، البتہ جسمانی میل A دور کرنے کے لئے، طبیعت کے تکرار اور انقباض کو دور کڑ۔ چاہے تو غسل کر سکتی ہے۔

﴿کتاب الصلوٰۃ﴾

طلوع آفتاب سے پہلے نماز عید

سوال: 12

f ع آفتاب ہونے پر کتنی دیر۔۔ نماز پڑھنا) وہ ہے؟ ایہ۔ دیوبندی امام نے نماز عید الاضحیٰ کی جما (صبح سات بج کر پچیس منٹ پر کھڑی کر دی جبکہ اس روز f ع آفتاب سات بج کر سترہ منٹ پر تھا۔ کیا ان کی نماز عید ہوگئی؟ نہیں؟ نیز کورنگی میں واقع دارالعلوم کراچی کے نماز سے متعلق A م الاوقات کے نقشے کے مطابق f ع آفتاب کے بعد صرف دس منٹ۔۔ نماز پڑھنا) وہ ہے جبکہ ہم اہلسنت و جما (کے یہاں f ع آفتاب سے لے کر بیس منٹ۔۔) وہ وقت ہے، جیسا کہ بہار شریعت وغیرہ کتب میں مذکور ہونے کے ساتھ ساتھ عمل بھی اسی پر ہے۔ آپ سے گزارش ہے کہ اس مسئلہ پر تفصیلی اور مدلل روشنی ڈالیں۔ ﴿عبداللہ قادری، کراچی﴾

جواب:

اوقات) وہہ (f ع، غروب اور نصف النہار شرعی) ان تینوں وقتوں میں کوئی نماز نہ فرض نہ وا۔ # نہ ادا نہ قضا یونہی سجدہ تلاوت بھی جا نہیں ہاں آ اس دن کی نماز عصر ادا نہ کی ہو تو آ چہ سورج غروب ہو رہا ہو تو بھی پڑھ لے۔ علامہ A م الدین لکھتے ہیں:

ثلاث ساعات لاتجوز فيها المكتوبة ولا صلاة الجنازة ولا سجدة التلاوة اذا طلعت الشمس حتى ترتفع وعند الانتصاف الى أن تزول وعند احمرارها الى أن تغيب العصر يومه ذلك فانه يجوز ادائه عند الغروب هكذا في فتاوى

”جمہ:“ تین ساعتیں جن میں کسی قسم کی اُز، اُز جنازہ، سجدہ تلاوت جاہ نہیں، # سورج f ع ہو شروع ہو یہاں۔۔ کہ بلند ہو جائے اور نصف النہار شرعی سے نصف النہار حقیقی یعنی آفتاب ڈھلنے۔۔ ہے، آفتاب کے زرد ہونے سے غروب۔۔ 1 یہ کہ اس دن کی اُز عصر غروب کے وقت بھی پڑھ لے، فتاویٰ قاضی خان میں اسی طرح ہے۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 54 مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

”# سے آفتاب کی کرن چمکے اس وقت سے بیس منٹ اُز رنے۔۔ اُز جاہ اور وقت کراہت ہوا، اور ادھر # غروب کو بیس منٹ رہیں، وقت کراہت آجائے گا، اور آج کی عصر کے سواء ہر اُز ا ہو جائے گی، (فتاویٰ رضویہ جلد: 5، ص 138، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)۔“ سائل کے مطابق مذکورہ دیوبندی امام نے سات بج کر پچیس منٹ عید کی اُز زکھڑی کردی، یلّاز (وہ ہوئی، کیوے f ع آفتاب اور اُز میں آٹھ منٹ کا وقفہ ہوا اور امام احمد رضا قادری کے دی۔ f ع آفتاب کے کم از کم بیس منٹ بعد اُز نہ پڑھنی چاہئے، اس سے پہلے پڑھی تو) وہ ہوگی۔ دارالعلوم کراچی کے اُز م الاوقات کو بھی ا صحیح مان لیا جائے، تو اس کی رو سے بھی f ع آفتاب کے دس منٹ بعد۔۔ اُز نہ پڑھنا (وہ ہے، اور استفتاء میں درج صورت مسئلہ کے مطابق مذکورہ امام نے f ع آفتاب کے آٹھ منٹ بعد اُز عید کی جما (کھڑی کی، لہذا & کی اُز) وہ ہوئی اور اس کی ذمہ داری امام پ عا ہوتی ہے۔ اُز عید سے متعلق علامہ اُز م الدین لکھتے ہیں:

ووقت صلاة العیدین من حین تبيض الشمس الی ان تزول کذا فی السراجیة و کذا فی التبیین۔ والافضل ان یعجل الاضحیٰ ویؤخر الفطر کذا فی الخلاصہ۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 150 مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

”جمہ:“ اور اُز عیدین کی ادائیگی۔ # سورج روشن ہو جائے، سے اس کے زوال (نصف النہار شرعی)۔۔ ہے، ”سراجیہ“ اور ”تبیین“ میں اسی طرح ہے عید الاضحیٰ میں جلدی اور عید الفطر میں خیر کرا افضل ہے، ”خلاصہ“ میں اسی طرح ہے۔“

f ع سے مراد آفتاب کا کنارہ ظاہر ہونے سے اس وقت۔۔ ہے کہ اس پ نگاہیں خیرہ ہونے لگیں جس کی مقدار کنارہ چمکنے سے بیس منٹ۔۔ ہے۔

تارکِ صلوة کا شرعی حکم

سوال: 13

بلازی کے لئے شریعت میں کیا حکم ہے؟، کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کُز کرنے والا کافر ہو جاتا ہے؟

﴿محمد عمیر، بلدیہ ون کراچی﴾

جواب:

اُز اسلام کا دی رکن ہے، رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے پانچ دی ارکان کو بیان کرتے ہوئے توحید و رسا کی شہادت

کے بعد نماز کا ذکر فرمائیے۔ قرآن میں کتابِ نبیؐ کی وعید آئی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَخَلَفَ مِنْ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ أَضَاعُوا الصَّلَاةَ وَاتَّبَعُوا الشَّهَوَاتِ فَسُوفَ يَلْقَوْنَ غِيَاً ﴿مريم: 59﴾

(1) ترجمہ: ”پھر ان کے بعد ایسے خلف آئے، جنہوں نے نمازیں ضائع کیں اور خواہشات کی پیروی کی، تو عذراںؑ وہ (جہنم کے) گاہک (ہوں گے) غنی میں جا آئیں گے۔“

كُلُّ نَفْسٍ بِمَا كَسَبَتْ رَهِيْنَةٌ ۚ اِلَّا اَصْحَابَ الْيَمِيْنِ ۚ فِيْ جَنّٰتٍ يَّتَسَاءَلُوْنَ ۚ عَنِ الْمُجْرِمِيْنَ ۚ مَا سَلَكَكُمْ فِيْ سَقَرٍ ۚ قَالُوْا لَمْ نَكُ مِنَ الْمُصَلِّيْنَ ۚ وَلَمْ نَكُ نُطْعِمِ الْمَسْكِيْنَ ۚ ﴿المدثر: 38-44﴾

(2) ترجمہ: ”ہر شخص اپنے عمل کے بدلے میں آوی ہے، سوائے دائیں طرف والوں کے، وہ جنتوں میں (ہوں گے اور) مجرموں کے۔ رے میں ایسے دوسرے سے پوچھ رہے ہوں گے، (پھر وہ مجرموں سے کہیں گے) کون سا تمہارے دوزخ میں داخل ہونے کا بنا؟ وہ کہیں گے، ہم نماز نہ پڑھنے والوں میں سے نہ تھے، اور ہم مسکین کو کھانا نہیں کھلاتے تھے۔“

وَيْلٌ لِّلْمُصَلِّيْنَ ۚ الَّذِيْنَ هُمْ عَنْ صَلَاتِهِمْ سَاهُوْنَ ۚ ﴿الماعون: 4-5﴾

(3) ترجمہ: ”سوانمازیوں کے لئے ہلاک ہے جو اپنی نمازوں سے غفلت کرتے ہیں۔“

اِنَّ الْمُنَافِقِيْنَ يُخَادِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْا اِلَى الصَّلَاةِ قَامُوْا كُسَالٰى يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ ۚ اِلَّا قَلِيْلًا ۚ ﴿النساء: 142﴾

(4) ترجمہ: ”بے شک منافق اپنے (زعم میں) اللہ کو دھوکہ دے رہے ہیں، درآں حالیکہ اللہ ان کو دھوکے کی سزا دینے والا ہے، اور # وہ نماز کے لئے کھڑے ہوتے ہیں تو سستی (اور بے دلی) سے اور وہ اللہ کا ذکر (تو) بہت ہی کم کرتے ہیں۔“

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: (ہی فرض عین علی مکلف-----و یکفر جاحداً) لثبوتها بدلیل قطعی (وتارکھا عمداً مجاناً) اے تکاسلا فاسق (یحبس حتی یصلی) لانه یحبس لحق العبد فحق الحق احق۔ الخ

ترجمہ: ”ہر مکلف یعنی عاقلؑ۔ لغی نماز فرض عین ہے، اس کی فرضیت کا G کا فر کیوں نہ ہو ثبوت دلیل قطعی سے ہے اور جو قصداً چھوڑے، (اچھا۔ ہی وقت کی)، وہ فاسق ہے، (جولانہ پڑھتا ہو) اسے قید کیا جائے گا، یہاں۔ کہ (وہ توبہ کرے) اولانہ پڑھنے لگے، کیوں نہ ہو۔ # بندے کے حق کی وجہ سے قید کیا جائے ہے تو اللہ کا حق اس کا زیادہ حقدار ہے کہ (اس کی) فرمانی (اسے قید کیا جائے۔ نمازی کے حکم کے۔ رے میں ائمہ کے اقوالؑ کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں:

(قوله وعند الشافعی یقتل) وكذا عند مالك واحمد وفي رواية عن احمد وهي المختارة عند جمهور اصحابه انه

یقتل کفراً وبسط ذلك فی الحلیة۔ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار جلد 2 ص: 6,7 مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”صا # در مختار کا قول کہ وعندا لشافعی یقتل یعنی امام شافعی کے دیے۔ بلانمازی کو قتل کیا جائے گا اور امام مالک رحمۃ

اللہ علیہ کا بھی یہی مذہب ہے اور یہی مذہب امام احمد بن m کا بھی ہے اور امام احمد بن m سے ا۔ قول جو کہ ان کے اصحاب کے د۔ قول مختار بھی ہے یہ منقول ہے کہ (بنازی کو) ان کے کافر ہونے کی وجہ سے قتل کیا جائے گا اور حلیہ میں اس مسئلے کو تفصیل سے بیان کیا H ہے۔“

اسی طرح احادیث مبارکہ میں بھی تکلیف و عید آئی ہے:

(1) عن جابر قال: قال رسول الله ﷺ: بين العبد وبين الكفر ترك الصلوة۔ ﴿مشکوٰۃ: بحوالہ صحیح مسلم﴾

، ترجمہ: ”بندے اور کفر کے درمیان فرق نماز کا ترک ہے۔“

(2) عن عبد الله بن شقيق قال: كان اصحاب رسول الله ﷺ لا يرون شيئا من الاعمال تركه كفرا غير الصلوة۔

، ترجمہ: ”عبداللہ بن شقیق کہتے ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ کے اصحاب نماز کے علاوہ کسی بھی عمل کے ترک کو کفر نہیں سمجھتے تھے (یعنی اس

کا اعتقاد نہیں رہا تھا)۔“ ﴿مشکوٰۃ: بحوالہ مذی﴾

(3) عن ابي الدرداء قال: اوصاني خليلي ان لا تشرك بالله شيئا وان قطعت وحرقت ولا تترك صلوة

مكتوبة متعمدا فمن تركها متعمدا فقد برأت منه الذمة ولا تشرب الخمر فانها مفتاح كل شر۔

، ترجمہ: ”ابوالدرداء بیان کرتے ہیں کہ: مجھے میرے (محبوب) دو & (رسول اللہ ﷺ) نے وصیت فرمائی کہ اللہ کے ساتھ کسی کو

شریہ نہ ٹھیرا۔ خواہ تجھے کاٹ کر ٹکڑے ٹکڑے کر ڈیا جائے اور جلا ڈیا جائے (یہ حکم عزیمت پر ہے، کم ہمت لوگوں کے لئے حاکم)۔ اگر

میں قرآن نے رخصت رکھی ہے) اور کسی فرض نماز کو جان بوجھ کر (ہرا) نہ چھوڑا، پس جس نے (فرض نماز کو) قصداً چھوڑا اس سے (اللہ

اور رسول کا) ذمہ (یعنی عہد اور امان) اٹھایا اور شراب نہ پیا کیونکہ یہ ہر ائی کی کنجی ہے۔“ ﴿مشکوٰۃ: بحوالہ ابن ماجہ﴾

ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں:

، ترجمہ: ”اس امر پر مسلمانوں کا اتفاق ہے کہ نماز ہر بالغ، عاقل، طاہر مسلمان پر فرض ہے، سوائے اس خاتون کے جو حائضہ

* یا آس میں ہو جو شخص مجنون ہو یا بیہوشی کی حالت میں ہو۔ یہ خالص نی عبادت ہے، اس میں * قطعاً قبول نہیں کی جائے گی، لہذا

کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے نماز پڑھنا صحیح نہیں جیسے کسی شخص کا دوسرے کی طرف سے روزہ رکھنا شرعاً صحیح نہیں ہے۔ اس پر

مسلمانوں کا اجماع ہے کہ جو شخص نماز کی فرضیت کا انکار کرے، وہ کافر و مرتد ہے۔ کیونکہ نماز کی فرضیت قرآن، سنن اور اجماع کے قطعی

دلائل سے ثابت ہے، جیسا کہ ہم نے بیان کیا۔ اور جو شخص سستی اور کابلی کی بنا پر نماز نہ کرے وہ فاسق اور گنہگار ہے۔۔۔ آگے چل کر

لکھتے ہیں: نماز کا ترک دنیوی اور دوزخی عذاب کا باعث ہے، (اور اس مقام پر وہ ان قرآنی آیات و احادیث سے استدلال کرتے ہیں، جو

ہم پہلے ہی ذکر کر چکے ہیں)۔۔۔ آگے چل کر ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں: سستی کی بنا پر حقیر جا... ہوئے نماز کو ترک کرنے کے احکام

فقہاء کے د۔ یہ ہیں:

حنفیہ کے د۔ی۔* رک الصلوٰۃ فاسق ہے، اسے قید کیا جائے گا اور تعزیری سزا دی جائے گی، یہاں۔۔۔ وہ توبہ کرے اور اُنا نپُھنا شروع کر دے قید خانے ہی میں اس کی موت واقع ہو جائے۔

امام احمد رحمہ اللہ تعالیٰ کا مذہب* رک صلوٰۃ کے رے میں بہت سخت ہے، وہ فرماتے ہیں کہ* رک صلوٰۃ کو ب۔ بناء کفر قتل کر ڈی۔ جائے گا، شوکانی نے اسی رائے کو ترجیح دی ہے اور کہتے ہیں: حق یہ ہے کہ* رک صلوٰۃ کا فر ہے اسے قتل کیا جائے گا اور بعض انواع کفر مغفرت اور استحقاق شفا (سے مانع نہیں ہیں۔ بعض ائمہ کے د۔ی۔ بلا عذر* رک صلوٰۃ سے توبہ کا مطالبہ کیا جائے گا، ا۔ وہ توبہ نہ کرے تو قتل کر ڈی جائے گا، اور مالکی اور شافعیہ کے د۔ی۔ یہ قتل بطور حد ہوگا۔ بناء کفر نہیں ہوگا یعنی اس پر کفر کا حکم نہیں لگا جائے، ایسے شخص کی وفات کے بعد اسے غسل ڈی جائے گا، اس کی اُنا جنازہ پُھی جائے گی اور اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا۔“

﴿الفقه الاسلامی وادلتہ ص: 502 تا 505، دارالفکر، دمشق﴾

* رک صلوٰۃ کے رے میں & سے م اور صا\$ موقف امام اعظم ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کا ہے اور وہ یہ کہ بلا عذر شرعی* رک صلوٰۃ فاسق و% ہے، قابل تعزیر ہے، اسے قید کیا جاسکتا ہے۔ وقتیکہ وہ توبہ کر کے اُنا نپُھنا شروع کر دے، لیکن اس کی تکفیر نہیں کی جائے گی۔ اس عنوان سے متعلق قرآن مجید کی آیت مبارکہ اور احادی\$ شر f کو یکجا کر کے دیکھا جائے تو امام اعظم کا موقف ہی صا\$ اور در & ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ان الله لا يغفر ان يشرك به ويغفر ما دون ذلك لمن يشاء۔ ﴿النساء: 48﴾

ترجمہ: ”بے شک اللہ تعالیٰ اس (م%م) کو تو نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کسی کو شری۔ ٹھیر* جائے اور اس سے کم۔ جو بھی H ہوں، جس کے لئے چاہے، اسے معاف فرما دیتا ہے۔“

اس آیت مبارکہ میں شرک کے سوا H کی مغفرت کی گنجائش موجود ہے، خواہ وہ کسی درجے کا ہو اور یہ مغفرت اللہ تعالیٰ کی مشیت پر موقوف ہے۔ حدی\$ مبارکہ ہے: من قال لا اله الا الله دخل الجنة۔ ”یعنی جس شخص نے صدق دل سے کلمہ طیبہ پُھا وہ (م%م) کا کسی نہ کسی مرحلے پر A) میں داخل ہوگا۔“ وہ احادی\$ جن میں تک اُنا ز کو کفر قرار دیا H ہے، انہیں اُنا ز کی فرضیت کے انکار پر محمول کیا جائے گا، یعنی جو اُنا ز کی فرضیت کا G ہوتے ہوئے اُنا ز کا* رک ہو تو وہ لا جماع کا فر ہے، ایسا شخص ملت اسلام سے خارج ہے، البتہ جو شخص فرضیت اُنا ز کا عقیدہ تو R ہے لیکن کچھ ہی کی بنیاد اُنا ز کا* رک ہے تو وہ ائمہ ثلاثہ (امام ابوحنیفہ، امام مالک، امام شافعی رحمہم اللہ تعالیٰ) کے د۔ی۔ فاسق ہے۔ حدی\$ میں جو تک اُنا ز کو کفر سے تعبیر کیا H ہے، مندرجہ* لا تشریح کی روشنی میں اس سے مراد اعتقاد اُنا تک کڑا ہوگا، یعنی انکار فرضیت* رک صلوٰۃ کے ظاہر حال کو بیان کیا H ہے کہ عملاً اس میں اور ا۔ کا فر میں کوئی فرق قتی نہیں رہتا۔

ظہر کی پہلے کی چار سنتیں چھوٹ جائیں تو کب پڑھے؟

ظہر کی چار سنتیں جو پہلے پڑھی جاتی ہیں، اَل وہ فرض ادا کرنے سے پہلے نہ پڑھ سکیں تو ان کی معافی ہے؟ پڑھا جائے گا۔ اَل
پڑھنی ہے تو کس طرح؟ جواب دے کر شکریہ کا موقع دیں۔ ﴿عبداللہ، کراچی﴾

جواب :

سنتیں بعض مؤکدہ ہیں جن کی ادا کرنے کے لئے شریعت میں * کید فرمائی اور شارع علیہ السلام نے اس پہ بیشکی اختیار فرمائی اور اس کے بے پناہ % و ثواب کو بیان فرمائی :

عن أم حبيبة قالت : قال رسول الله ﷺ : ”من صلى قبل الظهر أربعاً وبعدها أربعاً حرمه الله على النار“۔

، ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت ام حبیبہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمائی : جو ظہر سے پہلے چار اور بعد میں چار رکعتیں (ہمیشہ) پڑھے اللہ تعالیٰ اس کو آگ پہ حرام فرمادے گا۔“ ﴿سنن ترمذی رقم الحدیث : 427﴾

عن عنبسة بن ابی سفيان قال: سمعت اختی أم حبيبة زوج النبی ﷺ تقول : سمعت رسول الله ﷺ يقول : ”من

حافظ على أربع ركعات قبل الظهر وأربع بعدها حرمه الله على النار“۔ ﴿سنن ترمذی رقم الحدیث : 428﴾

، ترجمہ: عنبسہ بن ابوسفیان فرماتے ہیں کہ میں نے اپنی ہمشیرہ، زوجہ نبی ﷺ (ام حبیبہ) کو فرماتے ہوئے سنا کہ وہ بیان کرتی ہیں: کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمائی : جو شخص ظہر سے پہلے چار رکعات اور ظہر کے بعد کی چار رکعات کی حفاظت کرے، اللہ تعالیٰ اس کو آگ پہ حرام فرمادے گا۔“

اس حدیث کی شرح میں علامہ علی القاری لکھتے ہیں: ”حدیث میں ظہر کے بعد جن سنتوں کا ذکر ہے ان میں سے دو N ہیں اور دو مستحب، لہذا افضل یہ ہے کہ یہ الگ الگ دوگانے کی شکل میں پڑھی جا N، ظہر سے پہلے کی چار سنتوں کے عکس کہ وہ ایہ سلام کے ساتھ پڑھی جا N گی، جہاں۔۔۔ یہ سنتیں پڑھنے پر غیر معمولی %، (یعنی یہ کہ وہ شخص جہنم کی آگ پہ حرام کی N کا مسئلہ) ہے، اس سے تو مراد یہ ہے کہ وہ وہ E طور پر جہنم میں نہیں رہے گا۔ یہ کہ جو شخص سنتوں اور مستحبات کا اتنا اہتمام کرتا ہے، وہ فرائض و واجبات کا اس سے بھی زیادہ * پابند ہوگا اور محرمات سے بھی اجتناب کرنے والا ہوگا، تو یقیناً جہنم سے محفوظ رہے گا۔“

﴿مرقات المصنوع، ج: 3، ص: 113 مکتبہ امدادیہ، ملتان﴾

عن عائشة: ان النبی ﷺ كان اذا لم يصل اربعاً قبل الظهر صلاهن بعده۔

، ترجمہ: ”(امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ) حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روا ہے کہ نبی ﷺ نے N ظہر سے پہلے کی

چار سنتیں نہ پڑھی ہوتیں، تو انہیں بعد میں پڑھ دیتے۔“ ﴿سنن ترمذی رقم الحدیث : 426 ج: 1، ص: 319 دار الکتب العلمیہ، بیروت﴾

N مؤکدہ کو سنن الہدیٰ بھی کہتے ہیں، علامہ ابن عساکر شامی لکھتے ہیں:

والسنة نوعان : سنة الهدى ، وترکھا یوجب اساءة و کراهية كالجماعة والأذان والاقامة ونحوها۔

، ترجمہ: ”N کی دو قسم ہیں: (جس میں سے ایہ -) سنن الہدیٰ (N مؤکدہ) بھی ہے، اور ان کا ترک کرا، موجب اساءہ اور

﴿ردالمحتار علی الدر المختار جلد 1 ص: 196 مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

وأما الاربع قبل الظهر اذا فاتته وحدها بان شرع فى صلاة الامام ولم يشغل بالاربع فعاتمهم على أنه يقضيها بعد الفراغ من الظهر مادام الوقت باقيا وهو الصحيح هكذا فى المحيط - وفى الحقائق يقدّم الركعتين عندهما وقال محمد رحمه الله تعالى 'يقدّم الاربع وعليه الفتوى' كذا فى السراج الوهاج -

﴿عالمگیری، ج: 1، ص: 112، مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

ظہر جمعے کے پہلے کی ۱۰ فوت ہوگئی اور فرض پڑھ لئے تو آ وقت بتی ہے، بعد فرض کے پڑھے، اور افضل یہ ہے کہ کچھلی سنتیں پڑھ کر ان کو پڑھے۔ ﴿فتح القدہ﴾ ﴿بہار شریعت ج: 4، ص: 101، ضیاء القرآن پبلیکیشنز، کراچی﴾

ظہر سے پہلے کی چھوٹی ہوئی چار سنتوں کو کچھلی دو سنتوں کے بعد پڑھنا یہ دہ قرین قیاس ہے کیونکہ پہلے والی چار تو اپنی جگہ سے ہٹ چکی ہیں، تو بعد والی دو تو اپنی جگہ یہ قائم رہنی چاہئیں، یہی شیخین کا مذہب ہے اور صا # فتح القدہ کا مختار ہے۔

سوال: 15

جواب:

ولو كان رقيقاً وبسطه على موضع نجس ، ان صلح ساتراً للعورة تجوز الصلاة كما في ”البحر“ عن ”الخلاصة“

وفی ”القنیة“: لو صلی علی زجاج یصف ماتحتہ قالوا جمیعا یجوز۔

ترجمہ: ”ا“ جگہ پر ریہ کپڑا بچھا کر نماز پڑھی جو ستر کے کام میں آسکتا ہے (یعنی اس کے نیچے کی چیز نہ جھلکتی ہو) نماز ہوگئی، ”بحر الرائق“ میں ”خلاصہ“ سے اسی طرح منقول ہے۔ ”قنیہ“ میں ہے: ”ا“ شیشہ نماز پڑھی اور اس کے نیچے • ہے ا“ چہ لائیں ہو نماز ہوگئی۔“ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 2، ص: 68 مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

مذکورہ صورت میں چوہہ پ“ فرش کے نیچے سے آ رہا ہے اور • پ“ کے رہے اور خوہ پ“ بھی زمین میں دفن ہے اور نمازی نہ تو • پ“ کھڑا ہے اور نہ ہی اس کے • سے آلودہ ہونے کا کوئی خطرہ ہے، لہذا اس مقام پر نماز تو جائز ہے، لیکن ا“ اس مقام پر پڑھنے سے طبیعت میں کراہت محسوس ہوتی ہے تو دوسری جگہ پڑھ لیں۔

مسجد میں اپنے لئے اور دوسرے کے لئے جگہ مختص کرنا کی پکڑ اور رکھ کر محفوظ کرنا

سوال: 16

۱۔ نمازی مسجد میں اپنا رومال، تولیہ کوئی کپڑا اس لئے رکھے کہ دوسرے کو وہ جگہ ملے اور وہ آدمی ابھی مسجد میں نہیں ہے کہ جس کے لئے جگہ روک رہے ہیں اپنے لئے کسی جگہ کو مقرر کر لے کہ وہاں کسی کو نہ دے، کیا ایسا کرنا در • ہے؟ ﴿وقاص احمد، کراچی﴾

جواب:

نماز میں اپنے کسی دوسرے شخص کے لئے جگہ مخصوص کرنا (وہ ہے، حد • مبارکہ میں ہے:

عن جعفر بن عبد اللہ: أن تمیم بن محمود أخبره، أن عبد الرحمن بن شبل أخبره، أن رسول الله ﷺ نهى عن ثلاث: عن نقرة الغراب، وأفتراش السبع، وأن يؤطن الرجل المقام للصلاة كما يؤطن البعير۔

ترجمہ: ”عبدالرحمن بن شبل ؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے (نمازیں) تین باتوں سے افرٹایا، کوڑے کی طرح ٹھوکر مارنا، (یعنی جلدی جلدی سجدہ کرنا کہ بی • فی زمین سے ٹکرائے اور مقدار • تین تسبیحات پڑھنے سے پہلے اٹھ جائے) دھڑے کی طرح پاؤں بچھا کر بیٹھنا اور مسجد میں کوئی شخص جگہ مقرر کر لے جیسے او • جگہ مقرر کرنا • ہے۔“ ﴿سنن •، رقم الحدید: 1111﴾

علامہ آم الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ویکره للانسان ان یخص بنفسه مکانا فی المسجد یصلی فیہ کذا فی التتارخانیہ۔

ترجمہ: ”کسی شخص کا مسجد میں اپنے لئے کوئی جگہ خاص کرنا • کہ وہیں نماز پڑھے،) وہ ہے۔“

﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد: اول، ص: 108، مکتبہ رشیدیہ، کوٹا﴾

لہذا مسجد میں نہ کسی کا اپنے لئے پہلے سے جگہ مختص کرنا در • ہے اور نہ دوسرے کے لئے، اس سے اپنے لئے دوسرے کے لئے

تعلیٰ (یعنی اپنے آپ کو بڑا سمجھنے) کا پیدائش ہے اور نماز کے من جملہ مقاصد شرعیہ میں سے بندے میں، عجز و انکسار پیدا کرتا ہے اور اپنے N کے عجب (غرور و تکبر) سے بچنا ہے، پھر مسجد ہی تو وہ مقام ہے جہاں K نوں کے درمیان مساوات قائم ہوتی ہے۔
جیسے علامہ اقبال نے کہا ہے

بندہ و صا # و محتاج و غنی ایہ ہوئے

تیرے دُڑبڑ میں پہنچے تو سبھی ایہ ہوئے

ایہ ہی صف میں کھڑے ہو گئے محمود و یز

نہ کوئی بندہ رہا اور نہ کوئی بندہ نواز

ہاں! کوئی شخص پہلے سے مسجد میں صف میں بیٹھا ہوا ہے، اور کوئی صاحب علم، صا # ورع و تقویٰ آجاتا ہے، اور وہ شخص اس کی دین داری، تقویٰ اور علم کی وجہ سے اس کے لئے جگہ خالی کر دیتا ہے، بشرطیکہ اس صاحب علم و تقویٰ کے دل میں ایسی خواہش نہ ہو کہ علم کی بنیاد اس کی تکریم کی جائے۔ کوئی معذور و بیمار ہے اور اسے کنارے میں ٹیک لگا کر بیٹھنا ہے تو اس بنیاد کوئی اس کی رعایت کر کے جگہ چھوڑ دے تو یہ جہاد اور مستحسن امر ہے اور محاسن اخلاق میں سے ہے، ہاں کسی کی دنیوی وجاہت و منصب (دو) کی وجہ سے اسے تکریم دی جائے تو یہ شرعاً پسندیدہ امر ہے۔

نماز میں اقامت کہنے والے کا امام یا امام کا خود ہی اقامت کہہ دینا

سوال: 17

اَلْمُؤَذِّنُ صَا # نے اقامت کہی اور امام صا # کے موجود نہ ہونے کی وجہ سے خود مصلے پر نماز پڑھانے آگئے تو کیا اس صورت میں مؤذن کی کہی گئی اقامت کافی ہوگی یا دُڑبڑ رہا اقامت کہی جائے گی؟ ﴿اراکین انتظامیہ جامع مسجد نورانی، 4 مئی 44ھ کراچی﴾

جواب:

اقامت در & اور کافی ہوگی، دُڑبڑ رہ نہیں کہی جائے گی۔ حدیث مبارک میں ہے:

عن زیاد بن الحارث الصدائی، قال: کنت مع رسول اللہ ﷺ فی سفر۔ فأمرنی فأذنت۔ فأراد بلال ان یقیم۔

فقال رسول اللہ ﷺ: "ان أخوا صدائ قد أذن۔ ومن أذن فهو یقیم۔"

ترجمہ: "یہ دین حارث صدائی سے روایت ہے آپ نے فرمایا: ہم ایہ سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تھے آپ ﷺ نے مجھے اذان کا حکم دیا۔ پھر (اذان کے بعد) بلال نے ارادہ کیا کہ وہ اقامت کہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تمہارے بھائی صدائی نے اذان کہی پس جو اذان کہے وہی اقامت کہے۔" ﴿سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 717﴾

علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

والاحسن أن يكون اماماً في الصلاة كذا في معراج الدراية - والافضل أن يكون المؤذن هو المقيم كذا في الكافي - وان أذن رجل واقام آخر ان غاب الاول جاز من غير كراهة وان كان حاضر او يلحقه الوحشة باقامة غيره يكره وان رضى به لا يكره عندنا كذا في المحيط -

ترجمہ: ”اور امام ہی اذان دے تو یہ بہت زیادہ بہتر ہے جیسا کہ ”معراج الدراية“ میں ہے، اور افضل یہ ہے کہ مؤذن ہی اقامت کہے ”کافی“ میں اسی طرح سے ہے۔ اور اگر ایسا شخص نے اذان کہی اور دوسرے نے اقامت کہی تو ایسا پہلا شخص (جس نے اذان کہی) غائب ہے، تو بلا کراہت اقامت جائز ہے اور اس کی اجازت کے بغیر دوسرے شخص نے اقامت کہی اور مؤذن کو (دوسرے کا اقامت کہنا) گوارا ہو تو پھر یہ (وہ ہے، اور ایسا وہ راضی ہے تو ہمارے نزدیک) کوئی کراہت نہیں، ”محیط“ میں اسی طرح ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد: 1، ص: 54، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

اس مسئلے سے معلوم ہوا کہ جو شخص امامت کرائے وہ اقامت بھی کہہ سکتا ہے، عموماً لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر امام مصلیٰ نہ ہو تو اقامت نہیں کہی جائے گی یہ خیال غلط ہے، اقامت کے وقت امام کا مصلیٰ ہونا واجب ہے، نہ مستحب، امام مصلیٰ ہونا نہ ہو، دونوں صورتیں ہیں، بلکہ عہد رسا میں یہی طریقہ رائج تھا کہ حضور اقدس ﷺ حجرے میں ہوتے، حضرت بلال رضی اللہ عنہ آپ کی طرف آئے جمائے رہتے، آپ حجرہ انور سے 3' تو وہ اقامت شروع کر دیتے، صحابہ بھی فوراً اقامت شروع ہوتے ہی کھڑے ہو جاتے، آپ ﷺ نے صحابہ کرام کو اس عجلت کے طریقے سے افرام، چنانچہ اس کے بعد جب آپ حجرہ انور سے 3' اقامت شروع ہو جاتی، آپ مصلیٰ تشریف لاتے اور جیسے جیسے آپ صحابہ کرام کی صفوں سے آرتے، وہ کھڑے ہوتے جاتے۔ حدیث پاک میں ہے:

عن ابی قتادة قال: قال رسول الله ﷺ: اذا أقيمت الصلاة فلا تقوموا حتى تروني -

ترجمہ: ”حضرت ابو قتادہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اگر نماز کے لئے اقامت کہی جائے تو جب تک تم (خود) مجھے دیکھ نہ لو، (عجلت میں) کھڑے نہ ہوا کرو۔“ ﴿صحیح مسلم، رقم الحدیث: 604﴾

جو مسئلہ درپیش آیا ہے، وہ یہ ہے کہ ایسا شخص نے جما کے لئے اقامت کہی ہو، وہ آگے بڑھ کر امامت بھی کر سکتا ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ جی ہاں اقامت کہنے والا امامت کر سکتا ہے، اس میں شرعاً کوئی قبح نہیں ہے۔ بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اقامت کہہ دی جاتی ہے 1 اقامت کہنے والے کے سوا کوئی امامت کا اہل نہیں ہے تو وہ آگے بڑھ کر امامت کر سکتا ہے یہ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ امام تو موجود ہوتا ہے 1 کوئی اقامت کہنے والا نہیں ہوتا تو ایسی صورت میں امام اقامت کہہ سکتا ہے۔

نوٹ: جما کے قیام کے لئے جما سے پہلے اقامت کہی جاتی ہے، اسے حدیث وفقہ میں ”اقامت“ کہا جاتا ہے، اور یہ

عنوان اس کلمے سے ماخوذ ہے: قد قامت الصلوٰۃ، (یعنی جما) (کھڑی ہوگئی ہے)۔

اقامت کے لفظی معنی ہیں: ”کھڑا کھڑا“ اور یہاں مراد ہے ”جما“ (کا قائم کھڑا)۔ ہمارے ہاں عرف عام میں لوگ اسے ”تکبیر“ کہتے ہیں، ”تکبیر“ کے معنی ہیں ”اللہ اکبر“ کہہنا۔ اللہ تعالیٰ کی کبریٰ کی اعلان کھڑا۔ چونکہ اس کا پہلا کلمہ ”اللہ اکبر“ ہے، اسی لئے اسے تکبیر بھی کہہ دیتے ہیں۔

امام یا مؤذن کا غیر شادی شدہ ہونا

سوال: 18

امامت مؤذن کے فرائض کی ادائیگی کے لئے کیا یہ شرط ضروری ہے کہ وہ شادی شدہ ہو۔ کیا امام کی غیر موجودگی میں مؤذن (جو کہ غیر شادی شدہ ہے) امامت کے فرائض ادا کر سکتا ہے؟ ﴿حافظ معشوق علی سکندری، مؤذن جامع مسجد صدیقیہ D-5 نیوکراچی﴾

جواب :

شرائط امامت میں یہ کہیں بھی مذکور نہیں ہے کہ امام شادی شدہ ہو، شرائط امامت چھ ہیں، اسلام، عاقل، بالغ، مرد ہو، قراءت، پکا قادر ہو، معذور نہ ہو۔

امام معین ہی امامت کا ذی حق دار ہے اور چھ حاضرین میں کوئی اس سے ذی علم اور ذی دہ تجویز والا ہو، اور امام معین کسی بناء پر موجود نہ ہو، آنے میں خیر ہو جائے تو اس کی جگہ مؤذن ادا نہ پڑھانے کا ذی اہل ہے کہ یہ اس کے فرائض میں شامل ہے، ہاں کسی مسجد میں امام معین کے ساتھ امام بھی علیحدہ سے مقرر ہو تو ادا نہ پڑھانے کا اختیار اسے حاصل ہوگا لیکن امام مؤذن ہی امام ہے تو پھر ادا نہ پڑھانے۔ جس وقت امام مؤذن کا تقرر کیا جاتا ہے تو مسجد کمیٹی امام مؤذن سے متعلق معلومات جمع کرتی ہیں، تو اس وقت شادی شدہ یا غیر شادی شدہ ہو معلوم ہو جاتا ہے بعد میں اس کو عذر بخانا محض فتنہ انگیزی ہے، لیکن بہر حال غیر شادی شدہ ہو امام مؤذن کو ان کے فرائض سے علیحدہ کرنے کے لئے عذر نہیں ہے۔

تراویح کی امامت کا استحقاق

سوال: 19

کیا فرماتے ہیں علماء کرام اس بارے میں کہ ای۔ مسجد کے امام صاحب حافظ قرآن، قاری و عالم دین ہیں، مذکورہ امام کے ہوتے ہوئے انتظامیہ کے بعض افراد نے ادا نہ اتح کے لئے دوسرے حافظ کا انتظام کیا ہے جو صرف حافظ ہے، عالم و قاری نہیں، انتظامیہ کے ان افراد نے مذکورہ امام صاحب کو کہا کہ آپ کو اجازت ہے کہ کسی اور مسجد میں اتح پڑھالیں۔ واضح ہو کہ مقررہ امام صاحب انتظامیہ کسی اور مقتدی کو کوئی اعتراض نہیں ہے بلکہ امام صاحب اور مقتدی صاحبان کی شدید خواہش ہے کہ وہ خود اتح پڑھانے۔

جس حافظ کو اتح کے لئے مقرر کیا جا رہا ہے وہ انتظامیہ کے کسی ممبر کا رشتہ دار ہے۔ اب معلوم یہ کہ ہے کہ انتظامیہ کا یہ عمل شرعاً کیا حیثیت رکھتا ہے؟ کیا انتظامیہ کو یہ حق حاصل ہے کہ اتح پٹھانے کا جو حق مقررہ امام کو حاصل ہے، بغیر کسی شرعی وجہ کے کسی اور کو تفویض کر دے؟ اس حافظ کے پیچھے جو عالم نہیں ہے رمضان میں اذاعہ، اتح پٹھانے شرعاً کیسا ہے؟ قرآن و احکام کی روشنی میں جواب عنایتاً فرمائے۔ ﴿نحر عالم، مہارین مسجد، رزلان کراچی﴾

جواب :

صورتِ مسئلہ میں امام معین (جو کہ عالم دین ہونے کے ساتھ قاری و حافظ بھی ہے) ہی اذاعہ اتح کی امامت کا اذاعہ حق دار ہے، بلکہ افضل یہ ہے کہ وہی اذاعہ اتح پٹھانے، دوسرے کی اقتداء نہ کرے۔
علامہ ام الدین اتح کی بحث میں لکھتے ہیں:

ولو كان الفقيه قارئاً فالافضل والاحسن ان يصلى بقرأة نفسه ولا يقتدى بغيره كذا في فتاوى قاضيخان۔

ترجمہ: اور اذاعہ اتح پٹھانے والا (عالم ہو تو افضل ہے بلکہ احسن یہی ہے کہ وہ خود پٹھانے دوسرے کی اقتداء نہ کرے فتاویٰ قاضی خان میں اسی طرح ہے۔) ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 116 مکتبہ رشیدیہ کوٹہ﴾

امام خود حافظ قرآن ہے اور اتح پٹھانے کا خواہش مند بھی ہے تو اسے کسی دوسری جگہ جا کر پٹھانے کی کیا ضرورت ہے اس بات کا وہ حق دار ہے کہ خود اپنی مسجد میں اتح پٹھانے ہاں! وہ بخوشی اجازت دے تو دوسرے شخص کو مقرر کیا جاسکتا ہے، انتظامیہ کے افراد کا از خود فیصلہ نہ کرنا جانبداری اور فساد فی الارض ہے انہیں چاہئے کہ اپنے اختیارات کا استعمال نہ کریں، شرعی معاملات میں مداخلت انتظامیہ کے دائرہ اختیار میں نہیں ہے اور وہ انتظامی امور کے اہل نہ ہوں شرعی معاملات میں مداخلت اور ہٹ دھرمی اختیار کرتے ہوں تو ایسے لوگوں کو معزول کر دینا چاہئے اور ان کی جگہ نیک اور دین دار لوگوں کا انتخاب کرنا چاہئے۔

جسمانی نقص سے امامت میں فرق

سوال: 20

ہماری مسجد میں نئے پیش امام صاحب مقرر کئے گئے ہیں، جو کہ بہترین قاری عالم و مقرر ہیں، لیکن ان کے ایہ پیر میں اذاعہ ہے، یعنی تھوڑا لنگڑا کر چلتے ہیں، جواب: واضح اذاعہ ہے، لیکن سجدہ کی حالت میں ان کی زمین پر لگ جاتی ہیں اذاعہ حضرات معترض ہیں کہ شرعی اعتبار سے ایسا شخص امامت نہیں کرا سکتا ہے، اور اس کے پیچھے زمین کرا : تو نہیں ہوگی، اے مہربانی شریعت کی رو سے فتویٰ عنایتاً فرمائے۔ ﴿قدیمیہ احمدیہ ری، جنرل سکریٹری، جامع مسجد، ب الاسلام﴾

جواب :

علامہ ام الدین لکھتے ہیں: ولو كان لقدم الامام عوج وقام على بعضها يجوز وغيره أولى كذا في التبيين۔

جمہ: ”ا/ امام کے پیر میں ٹیڑھا پن (ایسا ا/ ہو) کہ پورا پ/ وں زمین پہ نہیں جما سکتا، \$ بھی اس کی امامت جاہ ہے 1۔
 (اس کے مقابلے میں) غیر معذور کی امامت بہتر ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 83 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾
 مفتی وقار الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے سوال ہوا: ا- آدمی جس کے دونوں پ/ وں کی ا/ ں نہیں ہیں، کیا وہ ان لوگوں کی امامت کر سکتا ہے؟، جن کے دونوں پ/ وں در & ہوں۔

اس کے جواب میں لکھتے ہیں: ”شریعت میں ا/ ز کے احکام میں معذور اس کو کہتے ہیں، جس میں وضو توڑنے والی کوئی بے چہ کی جائے، اس طرح کہ وہ وضو کر کے ا/ نہ پڑھنے کا وقت بھی نہ پڑ سکے کہ وضو ٹوٹ جائے، مثلاً: ب/ ب کے قطروں کا، ہر وقت رخ کا خارج ہو، یا ن سے خون، یا م کا بہتہ رہنا، اس کا حکم یہ ہے کہ ایسے شخص کے پیچھے غیر معذور کی ا/ اس سے کم عذر والے کی ا/ ز نہیں ہوتی، جیسا کہ بہار شریعت میں لکھا ہے۔

پیر کی ا/ ں کئی ہونے کی وجہ سے اس قسم کا معذور نہیں ہے، وہ اپنے قدم زمین پہ لگا کر ا/ نہ پڑھے گا تو اس کی ا/ ز بھی ہو جائے گی اور اس کی امامت بھی صحیح ہے۔ انگلی موڑنے کا حکم اس کے لئے ہے، جس کے پیر میں انگلی ہو اور جس کے پ/ وں میں انگلی ہی نہیں ہے، اس کے لئے یہ حکم نہیں ہے۔“ ﴿وقار الفتاویٰ، جلد دوم، ص: 179، مطبوعہ: م وقار الدین، کراچی﴾

لہذا صورت مسئلہ میں مذکور امام کی اقتدا میں ا/ ز جاہ ہے، بقول سائل امام صا # کے پ/ وں کی ا/ ں زمین پہ لگ جاتی ہیں، ا/ : انخواستہ ان کے پ/ وں کی ا/ ں سرے سے نہ ہوتیں، اور پ/ وں زمین پہ لگ جائے، \$ بھی ان کی امامت در & ہوتی ہے ا/ ں سالم ہوتیں 1۔ کے لنگ کی وجہ سے پ/ وں زمین پہ لگ جائے اور ا/ ں بنائے عذر لگ جاتیں، \$ بھی امامت در & ہوتی، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وما جعل علیکم فی الدین من حرج۔ ﴿الحج: 78﴾

جمہ: ”اور اس نے تمہارے دین میں کوئی تنگی نہیں رکھی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

عن انس، عن النبی ﷺ قال: ”یسروا ولا تعسروا وبشروا ولا تنفروا۔“

جمہ: حضرت انس رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ”(دین میں) آسانی پیدا کرو، دشواری نہیں اور (لوگوں کو

رحمت کی) رت سناؤ، انہیں دین سے متفرق نہ کرو۔“ ﴿صحیح البخاری رقم الحد: 69 مطبوعہ مکتبہ العصریہ، بیروت﴾

ناپینا کی امامت

سوال: 21

کسی C قاری و حافظ قرآن امام کے پیچھے @ وقت ا/ ز اور ا/ ز جمعہ ادا کرے شرعاً کیا حکم ہے؟ یعنی کیا C کو امام بجا جاہ

ہے؟ ﴿حافظ قاری خلیق اللہ نواب شاہ﴾

جواب:

امام ابو داؤد سجستانی اپنی سند کے ساتھ بیان کرتے ہیں:

عن أنس ان النبی ﷺ استخلف ابن أم مكتوم يؤم الناس وهو اعمى۔

ترجمہ: ”حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے (غزوہ تبوک کے موقع پر عبداللہ) ابن أم مكتوم کو (مدینہ منورہ میں) اپنا خلیفہ بنایا کہ وہ لوگوں کی امامت کریں، حالانکہ وہ بینا نہ تھے۔“ ﴿سنن ابو داؤد، رقم الحدیث: 595 المکتبۃ المکیہ، مکہ﴾
اس کی شرح میں علامہ علی القاری الحنفی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ابن الملک نے کہا: بینا کی امامت کی کراہت ہے جبکہ قوم میں اس کے مقابلے میں تندرست شخص اس سے بہت اعلیٰ اس کے درجے کا عالم موجود ہو، اور ابن حجر نے کہا کہ اس میں بینا کی امامت کا جواز ہے اور اس میں کوئی اختلاف نہیں، اختلاف صرف اس بات میں ہے کہ بینا کی امامت اولیٰ ہے یا غیر بینا کی (جبکہ دونوں دیکھ سکیں ہوں)۔ ﴿مرقاۃ المفاتیح، جلد: 3، ص: 84 مکتبۃ المدادیہ، ملتان﴾
بینا شخص / احتیاطاً۔ بتا ہے یعنی کپڑوں یا ناپ کوئی چیز لگ جائے تو کسی شخص کو دکھا کر اطمینان کرے کہ کہیں • & تو نہیں لگی؟، اور / • & لگ گئی ہو تو دھوے، ایسے بینا کی امامت جائز ہے، (1) وہ تنزیہی ہے اور / وہ حاضرین میں مسائل کا حل سے زیادہ جاننے والا ہے، تو اس کی امامت بلا کراہت جائز ہے۔
علامہ علاؤ الدین ہکفی لکھتے ہیں:

(ویکرہ) تنزیہاً (امامۃ اعمیٰ) ونحوہ الأعمی۔ ”نہر“ (الا ان یکون) ای غیر الفاسق (أعلم القوم) فهو اولیٰ۔

ترجمہ: بینا اور ایسا شخص جسے رات کو آنکھ نہ آئے ہو، اس کی امامت (بحوالہ ز) اور / یہ زیادہ صاف علم ہو تو اس کی امامت بہتر ہے۔“ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد: 2، ص: 255، 254 دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

چونکہ علامہ ہکفی نے بینا کا ذکر فاسق اور اعرابی کے سیاق میں کیا ہے، اس لئے اس کی شرح میں علامہ ابن عثیم شامی لکھتے ہیں: وحاصله ان قوله ”الا ان یکون أعلم القوم“ خاص بالاعمی، اما غیرہ فلا تنتفی الکراہۃ بعلمہ۔

ترجمہ: ”اس بحث کا حاصل یہ ہے کہ (علامہ ہکفی کا یہ قول کہ) ”/ وہ پوری قوم سے زیادہ عالم ہو“ (تو وہ بینا کی امامت کا زیادہ حق دار ہے) کے ساتھ خاص ہے، جہاں ۔۔۔ غیر بینا (کی امامت) کا تعلق ہے، تو علم کی بنا پر اس کی کراہت منسفی نہیں ہوگی ۔۔۔۔۔ اور آگے چل کر لکھتے ہیں: کہ / بینا دوسروں کے مقابلے میں زیادہ عالم ہے تو استحقاق امامت کا معاملہ بالکل عکس ہوگا (یعنی بینا عالم ہی زیادہ حق دار ہوگا)۔“ ﴿رد المحتار علی الدر المختار ج: 2، ص: 255 دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: سے سوال ہوا کہ * ھے کے پیچھے لڑنا نہ پڑھنا (وہ تنزیہی تحریری نہیں اور یہ امامت کے

واسطے سزاوار ہے یہ نہیں، جواب میں وہ لکھتے ہیں: # ہاں تمام موجودین میں & سے * یہ مسائل کا جاننے والا نہ ہو اور اس کے سوا دوسرا صحیح القراءت، صحیح العقیدہ، غیر فاسق معین حاضر جما (ہے، تو # ہے کی امامت) وہ تزیہی ہے، اور ا وہی & سے * یہ علم U زہ ہے، تو اسی کی امامت افضل ہے۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 6 ص: 520 رضا فا # C ، لاہور﴾

علامہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: * C کی امامت (وہ تزیہی ہے، جبکہ دوسرے لوگ مسائل طہارت و نماز میں اس سے زہ * اس کے۔ ہ ہوں، اور ا & سے زہ * یہی علم ر ہو، تو اس کی امامت میں اصلاً کراہت نہیں، بلکہ اس صورت میں اسی کو امام بٹا بہتر ہے۔ بحر الرائق میں ہے: قید کراہۃ امامۃ الاعمی فی المحيط وغیرہ بان لا یکون افضل القوم فان کان افضلہم فہو اولیٰ۔ (وہ تزیہی * جا نہیں ہٹا 1 اس سے بچنا بہتر، اور کڑا ہے H نہیں۔“ ﴿فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص: 107 مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آرام، ب، کراچی﴾

امام صاحب کی رہائش

سوال: 22

ہماری مسجد کے امام، صا # حیثیت ہیں، پھر بھی مسجد میں رہائش اختیار کئے ہوئے ہیں، جبکہ وہ * آسانی رہائش اور د ضروریات اپنا چہ * م دے n ہیں، کیا ایسے امام کے پچھلنا زادا ہو جائے گی؟ ﴿عبدالحمید بندھانوی، لیاقت * د﴾

جواب:

ا امام صا # کے تقرر کے وقت ان کی شرائط 5 زمّت میں مکان کی سہو { بھی شامل تھی، جو آپ نے ان کو فراہم کی ہے، تو خواہ وہ صا # حیثیت ہوں، ان کا مسجد کے مکان میں رہنا جائز ہے۔ امامت کا منصب چوہ کل وقتی ہے، کسی بھی وقت امام کی : مات کی ضرورت پیش آسکتی ہے، اس لئے مساب کے ساتھ عملے کے مکات کا اہتمام کیا جاتا ہے اور ہمارے ہاں عرف عام میں بھی اسے لازم و ملزوم سمجھا جاتا ہے۔

فقہ العصر علامہ محمد نور اللہ نعیمی (فتاویٰ نوریہ جلد 1 ص: 184) لکھتے ہیں: ”تکمیل تعمیر کے بعد ضروریات مسجد میں سے امام اول نمبر میں ہے کیونکہ مسجد کی صرف ظاہری تعمیر کا کوئی اعتبار نہیں۔ # ۔ کہ اس کی معنوی اور حقیقی تعمیر نہ ہو حتیٰ کہ مسجد کے لئے روشنی پنی وغیرہ کے وسیع انتظام سے امام کی ضروریات مقدم ہیں،“ چنانچہ وہ لکھتے ہیں: فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

[لذی یبدأ من ارتفاع الوقف عمارتہ شرط الواقف ام لاثم الی ما هو اقرب الی العمارۃ واعم للمصلحۃ کالامام

للمسجد والمدرس للمدرسة یصرف الیہم بقدر کفایتہم ثم السراج والبسط کذلک الی اخر المصالح

، ترجمہ: ”وقف قائم کرنے سے جس چیز کا آغاز ہوتا ہے، وہ اس کا تعمیر کڑا (اور * د کڑا) ہے، خواہ واقف اس کی شرط لگا دے نہ لگائے، پھر جو امر (مسجد کی) کی * د کاری کے لئے ضروری ہے اور مصلحت و مفاد وقف میں جو * یہ شامل ہے، (وہ ضروری ہے)، جیسے مسجد کے لئے امام اور مدرسہ کے لئے مدرس، اندی ضرورت اور کفای \$ کے مطابق وقف کا مال % چ کیا جائے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 2 ص: 320﴾

مسجد کے عطیات صدقات*۔ فلہ ہوتے ہیں، اس لئے ان کا مصرف W کے لئے امام کا* دار ہٹو* شرط نہیں ہے۔ زکوٰۃ، فطرہ، فدیہ، کفارات اور صدقات واجبہ کا مصرف W کے لئے* دار ہٹو* شرط ہے۔

نماز میں خلاف ترتیب قرات کا حکم

سوال: 23

امام صا # نے عشاء کی اُز کی پہلی رکعت میں سورہ فاتحہ کے بعد سورہ اعلیٰ کی ۵۶٪ چار آیات کی تلاوت کی اور دوسری رکعت میں سورہ اعلیٰ کی شروع کی تین آیات تلاوت کیں۔ اُز کے بعد چند لوگوں نے امام صا # کو بتایا کہ آپ نے اس طرح اُز نہ پڑھائی ہے، اس لئے دُعا رہا نہ پڑھا 1N امام صا # اور چند اور افراد نے اُز کو جاہلاً قرار دیا۔ اور دُعا رہا نہ نہیں پڑھائی۔ آپ سے التجا ہے کہ۔ اے کرم مجھے صحیح راہ دکھا N، عین نوازش ہوگی۔ ﴿محمد علی، ۲۹۸ نیز ۱۱ سٹریٹ نمبر ۶، ڈیفنس آفیسر ہاؤسنگ اسکیم۔ ملیر کینٹ کراچی﴾

جواب:

اُز میں قرآن M ت سے پڑھنا یعنی سورتوں میں M ت رکھنا وا۔ # ہے اور یہ احکام قراءت میں سے ہے، احکام اُز سے نہیں، ا/ قصداً خلاف M ت پڑھا تو یہ) وہ تحریری ہے لیکن اُز وا۔ # الا عادتہ نہیں ہوگی اور ا/ بھولے سے پڑھا تو (وہ بھی نہیں ہے۔ قاعدہ یہ ہے کہ ا/ غلطی سے ا۔ لفظ بھی خلاف M ت بن سے نکلا یا تو اسی کو پڑھے، اس کو چھوڑا۔) وہ ہے، علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

لا بأس أن يقرأ سورة ويعيدها في الثانية وإن يقرأ في الأولى من محل وفي الثانية من آخر ولو من سورة ان كان بينهما آيتان فأكثر۔ ويكره الفصل بسورة قصيرة وأن يقرأ منكوساً إلا اذا ختم فيقرأ من البقرة۔ وفي ”القنية“: قرأ في الأولى الكافرون وفي الثانية۔ ألم تراوتبت۔ ثم ذكر يتم، وقيل يقطع ويبدأ۔

، ترجمہ: ”اس میں کوئی حرج نہیں کہ ا۔ رکعت میں کوئی سورت پڑھی اور پھر دوسری رکعت میں بھی اُسی کو پڑھا۔ پہلی رکعت میں ا۔ سورت کے ا۔ مقام سے تلاوت کی اور دوسری رکعت میں دوسرے مقام سے، ا/ چہ ان دونوں کے درمیان دو آیات یا زیادہ کا فاصلہ ہو، اور درمیان سے ا۔ چھوٹی سورت کا چھوڑا۔ (وہ ہے، اور سورت کا الٹا پڑھنا) یعنی دوسری رکعت میں ایسی سورت کا پڑھنا کہ جو M ت کے اعتبار سے پہلی رکعت میں پڑھی گئی سورت سے پہلے ہو) (وہ ہے، 1 یہ کہ ختم قرآن میں پھر سورہ بقرہ سے تلاوت کی جائے۔ اور ”قنية“ میں ہے: پہلی رکعت میں سورہ کافرون پڑھی اور دوسری رکعت میں سورہ الم (الفیل) M ت (سورہ لہب)، پھر (دورانِ تلاوت) پڑھی، تو اسی سورت کو مکمل کرے، اور ا۔ ضعیف قول یہ بھی ہے کہ اُسے چھوڑ دے اور پھر M ت کے مطابق دوسری سورت) پڑھے۔ ﴿رد المحتار علی المختار جلد: 2، ص: 238، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی﴾

علامہ ابن عثیمین شامی (رحمۃ اللہ علیہ) کی تشریح میں لکھتے ہیں:

في الثانية سورة أعلى مما قرأ في الأولى، لأن ترتيب السور في القراءة من واجبات التلاوة۔

جمہ: ”یعنی دوسری رکعت میں اُس سے پہلے والی سورت تلاوت کڑ، جو پہلی رکعت میں پڑھی تھی () وہ ہے، اس لئے کہ قراءت میں سورتوں کا Mٓ سے پہلے ہونا واجبات تلاوت میں سے ہے۔ علامہ ابن عثیم شامی مزید لکھتے ہیں:

أفاد ان التنكيس أو الفصل بالقصيرة انما يكره اذا كان عن قصد، فلو سهوا فلا كما في ”شرح المنية“ - واذا انتفت الكراهة فاعراضه عن التي شرع فيها لا ينبغي - وفي ”الخلاصة“: افتتح سورة وقصد سورة أخرى فلما قرأ آية أو آيتين أراد ان يترك تلك السورة ويفتح التي أرادها يكره - وفي ”الفتح“: ولو كان: أي المقروء حرفاً واحداً.

جمہ: ”اس عبارت سے یہ مستفاد ہوا ہے کہ قرآن کو الٹ پٹھنے اور درمیان سے ای - چھوٹی سورت چھوڑ کر پٹھنے کو جو () وہ لکھا ہے، مراد اس سے یہ ہے کہ ایسا قصداً کڑ () وہ ہے، لیکن آ بھول کر ہو تو () وہ نہیں، اسی طرح ”شرح منیہ“ میں ہے: # () بھول کر () خلاف Mٓ سہواً پٹھنے سے کراہت نہیں ہوتی، تو جس سورت کو () خلاف Mٓ شروع کر ڈی ہے اسے چھوڑنا & نہیں ہے اور ”خلاصۃ الفتاویٰ“ میں ہے کہ: کسی شخص کا ارادہ دوسری سورت پٹھنے کا تھا 1 اس نے کوئی اور سورت شروع کر دی اور ای - * دو آیت پٹھنے کے بعد آ وہ یہ چاہے کہ اُس سورت کو چھوڑ کر وہی سورت پٹھے جس کا (دل میں) ارادہ تھا، تو یہ () وہ ہے اور ”فتح القدیر“ میں ہے: آ چہ ای - حرف ہی پٹھا ہو۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 2، ص: 239، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا: امام نے پہلی رکعت میں ”قل اعوذ برب الناس“ پڑھی اور دوسری میں ”قل اعوذ برب الفلق“ پڑھی اور ۱۰۰ میں سجدہ سہو کیا، اس مسئلہ کا حکم بیان فرمائیے، آپ نے جواب میں لکھا:

”آ بھول کر ایسا کیا اُز میں حرج نہیں اور سجدہ سہو نہ چاہئے تھا اور قصداً ایسا کیا تو H ہ گار ہوگا، اُز ہوگئی، سجدہ سہو اب بھی نہ چاہئے تھا، توبہ کرے، پہلی میں آ سورۃ س پڑھی تھی تو اُسے لازم تھا کہ دوسری میں بھی سورۃ س ہی پٹھتا کہ فرض کی دونوں رکعتوں میں ای - ہی سورت پٹھنا صرف خلافِ اولیٰ ہے اور Mٓ اُلٹا کر پٹھنا حرام۔“

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص: 346، 347 مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

صورتِ مسئلہ میں چونکہ امام نے اُز میں ای - ہی سورت ”الاعلیٰ“ کی آیت بھول کر خلافِ Mٓ پڑھی ہیں، لہذا اُز بلا کراہت جائز ہے اور جما () کو دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔

قرأت کی غلطی سے فساد نماز

سوال: 24

اُز کے # ردورانِ قراءت ”عَلَىٰ أَبَوَيْكَ“ (سورۃ یوسف) کی جگہ ”عَلَىٰ أَبَوَيْكَ“ پٹھ لے تو اُز ہوگی یا نہیں؟ + نے دورانِ اُز استحوذ علیہم الشیطن فانسلهم ذکر اللہ ط اولئك حزب الشیطن ط الا ان حزب الشیطن هم الخسرون O

(مجادلہ: 19) کے بجائے ”اولئک حزب اللہ“ پڑھ 8 ہے، یٰٰز میں کوئی خلل واقع ہوا یہ نہیں، اور اٰ امام دہرا کر دے رہے ہیں۔
 لے تو کیا اٰ ز صحیح طوبیٰ ادا ہو جائے گی؟ ﴿یعقوب حنفی، * * * دکرچی﴾

جواب :

قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ اٰ ز میں قراءت کے دوران ایسی غلطی ہوئی ہو، جس سے معنی میں فساد لازم نہ ہو، تو اٰ ز فاسد ہو جائے گی ورنہ نہیں۔ اعراب کی ایسی غلطی، جس سے معنی میں فساد لازم نہیں آتا، اس سے اٰ ز فاسد نہیں ہوتی۔ اور اٰ معنی میں اتنا تغیر ہو کہ اس کا اعتقاد اور قصد پڑھنا کفر ہو، تو اٰ ز فاسد ہو جائے گی اور اعادہ لازم ہوگا۔ لفظ اَبَوَیْکَ (کافی نہ) مذکر کے لئے استعمال ہوتا ہے اور مَوَیْکَ کے لئے اَبَوَیْکَ (کاف کے نیچے نہ) استعمال ہوتا ہے، اس طرح پڑھنے سے اٰ ز ادا ہو جائے گی، احتیاطاً دہرائی جائے تو بہتر ہے۔

سورہ مجادلہ کی آ ۱ میں [اولئک حزب الشیطن کے بجائے اولئک حزب اللہ پڑھنے سے اٰ ز فاسد ہو جائے گی اور دہر *
 وا۔ #، اٰ قصد پڑھا تو کفر لازم ہوگا، ایسی صورت میں تجبہ ایمان اور تجبہ نکاح ضروری ہے * ہم اٰ بھول کر غلط پڑھنے کے بعد واپس دہرا کر صحیح پڑھ لیا تو اٰ ز صحیح طوبیٰ ادا ہو جائے گی۔

مفتی وقار الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے دُرُیفت کیا کہ امام نے اٰ ز کے * سورۃ الحشر کی آ ۱۰۲ میں ”ہم الفائزون“ کی جگہ ”ہم الفاسقون“ پڑھ لیا، لیکن اسی وقت آ ۱۰۳ کو دے رہے تھے کہ صحیح کر لیا۔ اٰ ز ہو گئی نہیں؟
 وہ جواب میں لکھتے ہیں: اٰ ز میں دوران قراءت غلط پڑھنے کے بعد پھر پڑھ کر صحیح طوبیٰ اسے پڑھا، تو یٰٰ ز ہو جائے گی۔ علامہ سید احمد طحاوی متوفی 1230ھ نے حاشیہ الطحاوی علی الدر المختار میں لکھا:

وفي المضمّرات قرأ فی الصلوٰۃ بخطاً فاحش ثم اعاد وقرأ صحیحاً فصلوٰۃ جائزۃ۔

﴿کتاب الصلوٰۃ، باب ما یفسد الصلوٰۃ، جلد 1، ص: 267، المكتبة العربیہ، کوئٹہ﴾

، ترجمہ: ”اور مضمّرات میں ہے کہ اٰ کسی نے اٰ ز میں فحش غلطی کی، پھر اسے پڑھ کر صحیح پڑھ لیا، تو اس کی اٰ ز جائز ہے۔“

قراءت میں متشابہ لگنا اور ڈی آنے پ واپسی اسی جگہ سے پڑھنا

سوال: 25

۱۔ آدمی نے اٰ ز شروع کی، اس نے سورہ فاتحہ کے بعد قراءت شروع کی، ا۔ سورت پہنچی درمیان میں بھول گیا اور اس سورت کو چھوڑ کر اس کی جگہ دوسری سورت پڑھنا شروع کر دی، کیا اس صورت میں اس پر سجدہ سہوا۔ # ہوگا یہ نہیں؟ ﴿بخت ولی، راولپنڈی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں اُزدر & ہوگئی اور سجدہ سہو کی ضرورت نہیں تھی، لیکن اِ دونوں سورتوں کے درمیان ایہ رکن ادا کرنے کی مقدار خیر ہوئی، تو سجدہ سہو لازم ہوگا۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: سے سوال کیا: H: امام مغرب میں رکوع ”لقد صدق اللہ رُسولہ“ پڑھ رہا تھا۔ #X0nrpY]oE# -- پڑھ لیا، آ# پڑھ 22 کا مشابہ لگا اُس کے بعد ”انما يُريدُ اللہُ لِيُذْهِبَ“ -- پڑھی، پھر۔ #ی# دے اُسے چھوڑ کر مقامِ اصل سے شروع کیا اور اُز ختم کی اور سجدہ سہو نہ کیا اس صورت میں اُز ہوئی؟ نہیں؟، آپ نے جواب میں لکھا: اُز ہوگئی اور سجدہ سہو کی بھی جا۔ # نہ تھی اِ بقدر ادائے رکن سوچتا نہ رہا ہو، ہاں اِ بھولا اور سوچنے میں اتنی دیر خاموش رہا، جس میں کوئی رکن اُز کا ادا ہو سکتا ہے تو سجدہ سہو لازم۔ ”كما في الدر المختار“ I-ātnÆ# نہ کیا تو اُز۔ # بھی ہوگئی۔ قص ہوئی پھیڑ۔ وا۔ # ہے۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 6، ص: 274، رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

پڑیو، ٹی وی پر آ# سجدہ سن کر سجدہ تلاوت کرنے کا حکم

سوال: 26

Radio.T.V اس سے ملتے جلتے آلات میں بیچت چل رہے ہوں۔ پھر تلاوت ہو رہی ہو تو اِ دورانِ تلاوت آیت سجدہ آجائے؟ حضور ﷺ کا اسم اِ امی آئے تو کیا سجدہ کر؟ درود شریف پڑھنا وا۔ # ہے؟۔ احتیاطی طور پر پڑھیں لیکن مسئلے کے اعتبار سے وضو # فرما N۔ ﴿مولانا زاہد اللہ عادل، جامع مسجد اقصیٰ فیڈرل ’بی’، کراچی﴾

جواب:

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: (لا تجب (بسماعہمن الصدی والطیر) ومن کل تال حرفا، ولا بالتہجی اشباہ۔ ترجمہ: ”آ# سجدہ کی گونج *g+ ے (طوطے) کے آ# سجدہ *ر۔ ردہ رائے سے (اِ اسے پیکٹس کرادی گئی ہو) سجدہ تلاوت لازم نہیں۔ اسی طرح کئی افراد آیت سجدہ ایہ ایہ حرف (الگ الگ) پڑھیں تو g والے پ سجدہ تلاوت وا۔ # نہیں ہوتے۔ اس کے حروف ب۔ ا۔ ب۔ اکر کے پڑھے، تو اس کے g پ سجدہ تلاوت وا۔ # نہیں ہوتے۔“

اس کی شرح میں علامہ ابن عثابین شامی نے ”زیلعی“ وغیرہ کے حوالے سے پڑے سے اوڑ۔ زگشت سے آیت سجدہ g پ سجدہ تلاوت کے عدم وجوب کے قول کو رائج قرار دیا ہے۔ # کہ ایہ ضعیف قول کے مطابق اس صورت میں بھی وا۔ # ہے لیکن علامہ شامی عدم وجوب کے قول کو ترجیح دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

قلت والاكثر على تصحيح الاول وبه جزم في نور الايضاح۔ ﴿رد المحتار على الدر المختار، ج: 2، ص: 509﴾

میں کہتا ہوں کہ پہلا یعنی عدم وجوب کا قول اکثر کے دیا۔ صحیح ہے اور نور الايضاح میں بھی اس قول کو اختیار کیا H ہے،

فتاویٰ عالمگیری میں ہے: ولا تجب اذا سمعها من طير هو المختار۔ ﴿ج: 1، ص: 132﴾

جمہ: ”اور (ا) (پ) ے (مثلاً طوطے سے) آ سجده سنی تو g والے سجده تلاوت وا۔ # نہیں ہٹے۔“
 لہذا صورتِ مسئلہ میں ا (پ) ی ٹی وی پر قاری۔ اور (Live) تلاوت کر رہا ہے۔ اتفاق g والے سجده تلاوت
 وا۔ # ہے، ا k رڈ۔ چل رہی ہے تو صحیح۔ ین قول یہ ہے کہ وا۔ # نہیں ہے، ا چہ بعض فقہاء کرام نے وجوب کا قول کیا ہے، لیکن
 جیسا کہ آپ نے تحریر کیا ہے کہ ا آپ متوجہ ہو کر تلاوت سن رہے ہیں اور آ سجده سن کر سجده تلاوت کر e ہیں تو اس کی افضلیت میں
 کوئی شک نہیں ہے، اسی طرح یو، ٹی وی پر رسول اللہ ﷺ کا اسم مبارک سن کر ہڑ۔ رد روڈ پ کپ ھ8 افضل ہے، ”عدم وجوب“ کا
 معنی یہ ہے کہ نہ کرنے پر گنہگار نہیں ہوگا۔

مسجد میں جماعت ثانی

سوال: 27

ہم یہ دیکھتے چلے آئے ہیں کہ مسجد میں جما () کے بعد دوسری جما () کی جاتی ہے لیکن میں نے مسجد بلال ماڑی پور میں لکھا ہوا
 دیکھا ہے کہ مسجد میں دوسری جما () وہ تحریری ہے، وضا # فرمائیے۔ ﴿سید صفی اللہ شاہ، اہی نواب، بنگرام﴾

جواب:

علامہ آ م الدین لکھتے ہیں: المسجد اذا كان له امام معلوم وجماعة معلومة في محلة فصلی اهلہ فیہ بالجماعة لا
 یباح تکرارہا فیہ باذان ثان اما اذا صلوا بغير اذان یباح اجماعاً وکذا فی مسجد قارعة الطريق۔

جمہ: ”مسجد میں۔ # امام مقرر ہو اور پبندی سے جما () ہوتی ہو اور وہاں کے رہنے والے۔ جما () نہ پٹھتے ہوں تو ایسی
 مسجد میں اذان نی کے ساتھ جما () 6 جا نہیں ہے البتہ۔ # وہ بغير اذان کے جما () سلا زاد اکریں۔ اتفاق دوسری جما ()
 جا۔ ہے جیسے شارع عام کی مسجد میں جا۔ ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 83 مکتبہ رشیدیہ کو@﴾
 علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

یکرہ تکرار الجماعة باذان واقامة فی مسجد محلة لا فی مسجد طریق أو مسجد لا امام له ولا مؤذن۔

جمہ: مسجد محلہ میں اذان واقامت کے ساتھ دوسری جما () وہ ہے 1 وہ مسجد جو شارع عام پر ہٹے جس مسجد میں امام ومؤذن
 مقرر نہ ہوں۔

علامہ ابن عابین شامی لکھتے ہیں:

یکرہ تکرار الجماعة فی مسجد محلة بأذان واقامة، الا اذا صلی بہما فیہ او لا غیر اهلہ او اهلہ لکن بمخافة
 الاذان، ولو کرر اهلہ بدو نہما او کان مسجد طریق جاز اجماعاً کما فی مسجد لیس له امام ولا مؤذن ویصلی الناس
 فیہ فوجاً فوجاً، فان الافضل ان یصلی کل فریق باذان واقامة علی حدة کما فی ”امالی قاضیحان“ اہ۔

جمہ: ”مسجد محلہ میں اذان و اقامت کے ساتھ جما (کی تکرار) وہ ہے، 1 اس صورت میں کہ غیر محلہ والوں نے وہاں اذان و اقامت کے ساتھ اولاً جما (کرائی ہوئی اہل محلہ نے آہستہ اذان n جما (کروائی ہو۔ اور اہل محلہ نے بغیر اذان و اقامت کے تکرار کی، تو یہ لائق جاہ ہے۔ ا مسجد شارع ہے لائق تکرار جما (جاہ ہے، جیسا کہ اس مسجد کا حکم ہے، جس کے لئے امام و مؤذن مقرر نہ ہو اور لوگ اس میں آ وہ در ا وہ ازا کرتے ہوں، تو وہاں افضل یہ ہے کہ ہر فریق اپنی اپنی اذان و اقامت کے ساتھ الگ الگ ان پڑھے، جیسا کہ ”امالی قاضی خان“ میں ہے۔“ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد دوم، ص: 245-246، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

فقہائے احناف کا معتمد مذہب یہ ہے کہ دوسری جما (اذان کے اعادہ کے ساتھ) وہ ہے اور بلا اعادہ اذان دہرہ جما (کرانے میں کوئی حرج نہیں جبکہ وہ جما (نی جما (اولیٰ کی ہیئت پہ نہ ہو، علامہ ابن عثابین شامی لکھتے ہیں:

عن أبي يوسف أنه إذا لم تكن الجماعة على الهيئة الأولى لا تكره، ولا تكره، وهو الصحيح، وبالعدول عن

المحارب تختلف الهيئة۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد دوم، ص: 246، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

جمہ: امام ابو یوسف سے روایہ \$ ہے۔ # جما (پہلی ہیئت پہ نہ ہو، تو) وہ نہیں ورنہ) وہ ہے یہی صحیح ہے اور محراب سے ہٹ کر ادا کرنے سے ہیئت بدل جاتی ہے۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز نے ”القطوف الدانیہ لمن احسن الجماعة الثانیہ“ کلم سے ایہ ہی مسجد میں جما (6 قائم کرنے کے مسئلہ پہ ایہ مستقل رسالہ تصنیف فرمائی ہے، اس میں آپ نے تقریباً 12 ممکنہ صورتیں اور ان کے احکام بیان فرمائے ہیں، ان میں آج کل کے حالات کی مناسبت سے چند اہم صورتیں یہ ہیں:

(1) جو مسجد شارع عام، بس اسٹینڈ، Wے اسٹیشن، ایئر پورٹ، سرائے وغیرہ کی ہے، جہاں لوگوں کے قافلے آتے جاتے رہتے ہیں، نئی اذان و اقامت کے ساتھ کسی کراہت کے بغیر تکرار جما (جاہ ہے۔

(2) ایہ مسجد کسی محلہ بستی کے لئے ہے، وہاں کچھ اجنبی لوگ یہ مسافر اذان و اقامت کے ساتھ جما (کر کے چلے گئے، تو اہل محلہ کے لئے دہرہ اذان و اقامت کے ساتھ جما (کر جاہ ہے، کیوں کہ اس مسجد میں اقامت جما (انہی لوگوں کا حق ہے، جیسے اصولاً تو اذان جنازہ کی تکرار جاہ نہیں ہے، لیکن ا ولی کی اجازت کے بغیر دوسرے لوگوں نے اذان جنازہ پڑھ لی، تو ولی کو اعادہ کا حق ہے۔

(3) محلہ بستی کی جما (میں بعض اہل محلہ نے اذان کے بغیر جما (کر لی، تو اب بھی وہاں اذان و اقامت کے ساتھ تکرار جما (جاہ ہے۔

(4) محلہ بستی کی مسجد میں کچھ لوگوں نے آہستہ اذان دے کر جما (کرالی، تو اہل محلہ کا دہرہ اذان و اقامت کے ساتھ جما (کر جاہ ہے، کیوں کہ اذان کا اصل مقصد اعلان عام ہے، جو آہستہ اذان اول سے حاصل نہیں ہوا۔

(5) امام کسی دوسرے مسلک کا ہو، مثلاً شافعی، اور اس کے رے میں ظن غا) * یقین ہو کہ وہ بعض فقہی مسائل میں ایسا طر i اختیار کرتے ہے کہ مسلک حنفی کے مطابق وضو نہیں ہوتا، مثلاً (الف) وہ پچھنا لگوانے کے بعد نماز کے لئے دُڑ رہ وضو نہیں کرتے۔ (ب) جسم کی کسی عضو یہ مقام سے خون نکل کر بہہ جانے سے دُڑ رہ وضو نہیں کرتے۔ (ج) نماز کے * رقبہ لگا کر ہنسنے سے نماز ٹوٹتا۔ اتفاق فاسد ہو جاتی ہے، 1 شوافع کے د ی۔ وضو نہیں ٹوٹتا، اور اب شافعی امام ایسی صورت میں احتیاطی عمل کرتے ہوئے نماز کے لئے وضو کا اعادہ نہیں کرتے۔ (د) امام شافعی المسلک ہے اور وہ وضو کرتے وقت احتیاطی عمل کرتے ہوئے چوتھائی سر * اس سے * یہ کہ مسح نہیں کرتے بلکہ چبڑا لوں کے مسح پ اکتفا کرتے ہے، تو ان صورتوں میں چوہ احناف کے د ی۔ وضو ہوتا ہی نہیں ہے یہ فاسد ہو جاتا ہے، لیکن اس سے نماز ادا نہیں کی جاسکتی، اب ا کہیں صورت حال ایسی ہے کہ امام شافعی المسلک ہے اور یہ جاننے کے * وجود کہ اس کے مقتدی & کے & * اکثر حنفی ہیں اور وہ مندرجہ * لامسائل میں احتیاطی عمل نہیں کرتے، تو حنفی اپنی نماز کی حفاظت کے لئے جما * نی کر h ہیں۔

(6) پہلی جما * میں امام ایسی قرأت کرتے ہے، جو مو. # فساد نماز ہے۔

(7) ظن غا) * یقین کی حد۔ معلوم ہے کہ پہلی جما * کا امام تو ہیں الو : ورسا { کا مرتکب ہے۔

% میں لکھتے ہیں: ”اب محل A صرف ا۔ صورت رہی کہ مسجد محلہ میں اہل محلہ * اذان و اقامت، وجہ * امام موافق المذہب سالم العقیدہ، متقی مسائل داں، صحیح خواں کے ساتھ جما * اولی خالی عن الکراہت ادا کر لی، پھر * تی * لوگ آئے، انہیں دُڑ رہ اس مسجد میں جما * قائم کرنے کی اجازت ہے یہ نہیں؟، اور ہے تو بکراہت * بے کراہت، اس * رے میں عین تحقیق حق و شیق و حاصل اینق A دقیق و * توفیق یہ ہے کہ اس صورت میں تکرار جما * عادہ اذان ہمارے د ی۔ ممنوع * ہے، یہی ہمارے امام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مذہب مہذب و ظاہر الروایہ ہے، متن متین مجمع البحرین و بحر الرائق علامہ زین میں ہے:

ولا تکررها فی مسجد محلہ باذان ثان۔ ﴿البحر الرائق، باب الامامة جلد: اول، ص: 346﴾

”مسجد محلہ میں دوسری اذان کے ساتھ تکرار جما * جا نہیں۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد: 7 ص: 125 مطبوعہ رضافا * C، لاہور﴾

خواتین کے مخصوص * یم کی نمازوں کی قضا نہیں، صرف روزوں کی قضا ہے

سوال: 28

میں نماز اور روزے جو عورتوں کی مجبوری کے * قضا ہوتے ہیں ان کے رے معلوم کرتے چاہتی ہوں۔ رمضان کے روزے قضا ہوتے تو میں بعد میں پورے کر لیتی تھی اور نماز قضا بھی ادا کر لیتی تھی، پھر بھی ا کوئی کفارہ وغیرہ ہو تو بتادیں۔ آپ سے ا۔ مسئلہ یہ بھی میں نے سنا ہے کہ حج سے پہلے کے تمام H ہندے کے حج کرنے کے بعد معاف ہو جاتے ہیں، میں نے 2002ء میں حج کیا۔ # سے لیکر آج۔۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں پوری بندگی کرتی ہوں نماز قضا وغیرہ بھی ادا کر لیتی ہوں۔ آپ سے ا۔ ارش ہے کہ میری

راہنمائی فرما N اور کوئی کفارہ وغیرہ ادا کرنا۔ بچے نہیں جو بھی بہتر ہے مشورہ عنا \$ فرما N۔ ﴿والدہ محمد R، 865/4 لیاقت 4، دہکراچی﴾

جواب:

عورتوں کا یہ مخصوصہ میں روزے رکھنا اور لا زماً نہ پڑھنا حرام ہے ان دنوں میں لا زماً زیں معاف ہیں ان کی قضاء بھی نہیں، روزوں کی قضاء اور دنوں میں فرض ہے۔

حد \$ مبارک میں ہے:

عن معاذا قال: سألت عائشة فقالت: ما بال الحائض تقضى الصوم، ولا تقضى الصلاة؟ فقالت: أحرورية

أنت؟ قلت: لست بحرورية، ولكنني أسأل۔ قالت: كان يصيبنا ذلك، فنؤمر بقضاء الصوم، ولا نؤمر بقضاء الصلاة۔

ترجمہ: ”معاذہ بیان کرتی ہیں کہ میں نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے پوچھا کہ اس کا کیا بلا ہے کہ حائضہ عورت روزہ تو قضاء کرتی ہے لا زماً قضاء نہیں کرتی، حضرت عائشہ نے پوچھا کیا تو حرور یہ (خوارج میں سے) ہے؟ میں نے عرض کیا کہ میں حرور یہ نہیں ہوں محض جاننا چاہتی ہوں، آپ نے فرمایا کہ حیض کے ایام میں ہمیں روزوں کی قضاء کا تو حکم دیا جاتا تھا لیکن لا زماً کی قضاء کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔“
صحیح مسلم رقم الحد: 747

علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

(منہا) ان يسقط عن الحائض والنفساء الصلاة فلا تقضى هكذا في الكفاية۔

ترجمہ: ”(حیض و آس کے احکام میں ہے) کہ حیض اور آس والی عورت سے لا زماً ساقط ہو جائے گی اور اس پر اس کی قضاء بھی نہیں۔“ (کفاية) میں اسی طرح ہے، آگے چل کر مزید لکھتے ہیں: (ومنہا) ان يحرم عليهما الصوم فتقضيانه هكذا في الكفاية۔
ترجمہ: ”(حیض و آس کے احکام میں ہے) حیض و آس والی عورت پر (اس حال میں) روزے رکھنا حرام ہے، اور بعد میں وہ اس کی قضاء کرے گی۔“ (کفاية) میں اسی طرح ہے۔“
﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 38 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کو﴾

حکم متفق علیہ ہے تمام مسلمانوں کا اسی پر اجماع ہے کہ حیض اور آس کی حا { میں عورت پر لا زماً روزہ وا۔ # نہیں ہے۔ اور اس پر اجماع ہے کہ اس پر روزہ کی قضاء وا۔ # ہے اور لا زماً کی قضاء وا۔ # نہیں ہے، ان میں فرق یہ ہے کہ لا زماً زیں دہ ہیں اور دن میں *۔ ر پڑھی جاتی ہیں اس کے۔ عکس روزے صرف سال میں ای۔ *۔ روا۔ # ہوتے ہیں، یہ حکمت ہمیں معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول (ﷺ) نے ایم حیض و آس میں خواتین کے لئے تخفیف فرمادی اور ایم کی فوت شدہ لا زوں کی قضا وا۔ # نہیں فرمائی۔ *۔ قی احکام شرعیہ ”تعبدی“ ہوتے ہیں یعنی جیسے اور جس طرح شارع سے *۔ \$ ہیں، انہیں قبول کرنا اور ان پر عمل کرنا وا۔ # ہے، ا ان کی حکمت ہماری سمجھ میں آجائے تو یہ ہماری سعادت ہے اور ا ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری عقل و فہم کی رسائی ہے۔

آپ نے جو لکھا ہے کہ ”حج سے پہلے کے تمام H بندے کے حج کرنے کے بعد معاف ہو جاتے ہیں“، ادا نیگی حج کے لئے جانے سے قبل کبیر H ہوں کی توبہ کی جائے، فرائض کی ادا نیگی مثلاً قضا لا زوں کی ادا نیگی *۔ ادا نیگی کا عزم، زکوٰۃ کی ادا نیگی، حق العبد یعنی ا کسی

کا حق اس کے ذمے ہے، تو اس حق کی ادائیگی اس سے اس حق کو معاف کرائے۔

نماز قصر میں وطن کی اصطلاح

سوال: 29

نہ کراچی سے حیدرآباد اپنی فیکٹری میں روزانہ جاتا ہے، وہاں تین ماہوں کا وقت ہے، یہ ان ماہوں میں قصر کرے گا؟
 * یہ نہیں؟ نیز بعض علماء نے کہا ہے کہ نہ فیکٹری کے قیام کے دوران قصر نہیں کرے گا کیونکہ یہ وطنِ زیق ہے، یہ وطنِ زیق کی کوئی اصل ہے یا نہیں؟ ﴿مولا حسین، کراچی﴾

جواب:

کم از کم مسافتِ سفر ”جس کا سفر شروع کرنے سے ”قصر“ وا۔ # ہو جاتی ہے، وہ مقدارِ سفر ہے، جو K ان اوسط رفتار سے یا \$ کی متوسط رفتار سے اپنی طبعی ضروریات و لوازمات (اس سے مراد منا & آرام، کھانے اور د V حاجات کی تکمیل ہے) اور شرعی فرائض (یعنی ماہوں) کی ادائیگی کے ساتھ تین دن میں طے کرے۔ اس میں آرام کے وقفے کے ساتھ دن کا سفر اور رات کا قیام بھی شامل ہے، + لیتے ہوئے حالات کے ساتھ ساتھ مسافت کے پیمانے بھی + لیتے گئے اور پھر مسافت کو پہلے انگریزی میلوں اور بعد میں کلواڈ سے * جانے لگا، لہذا عہدِ حاضر کے علماء نے مسافتِ قصر کا # ازہ انگریزی میلوں سے قائم کیا۔ فقہاء کرام کے اقوال میں مفتی بہ قول اٹھارہ فرسخ ہے اور اٹھارہ فرسخ چوٹن میل شرعی ہیں، جو ا۔ لاکھ آٹھ ہزار / یعنی اکسٹھ انگریزی میل دو فرلات۔ بیس / ہیں اور یہ اٹھانوے اعشاریہ سات تین چار (98.734) کلواڈ کے۔ ا۔ ہے۔

علامہ شامی رحمہ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ثم اختلفوا فقیل احدى وعشرون، وقليل ثمانية عشر، وقليل خمسة عشر، والفتوى على الثاني لانه الاوسط۔

، ترجمہ: ”بعض فقہاء نے اکیس فرسخ قرار دیا ہے اور بعض نے اٹھارہ فرسخ قرار دیا ہے اور بعض نے پندرہ فرسخ قرار دیا ہے اور مفتی بہ قول اٹھارہ فرسخ کا قول ہے۔“ ﴿در مختار: جلد نمبر 2 ص: 526 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی﴾

لہذا مفتی بہ قول کے مطابق تقریباً اٹھانوے (98) کلواڈ کی مسافت کے بعد ہی سفر شرعی اور قصر کے احکام لاگو ہونگے۔

وطن کی دو قسمیں ہیں، وطنِ اصلی، وطنِ اقامت، علامہ علاء الدین حصکفی در مختار میں لکھتے ہیں:

(الوطن الاصلی) هو موطن ولادته او تاهله او توطنه۔

، ترجمہ: ”کسی شخص کا وطن اصلی اس کی جائے ولادت ہے یا جہاں وہ شادی کر کے اپنے اہل کے ساتھ رہتا ہے جسے وہ اپنے وطن کے طور پر اختیار کر لے۔“

اس کی شرح میں علامہ ابن عثابین شامی لکھتے ہیں:

قولہ: (الوطن الاصلی) ویسمى بالاهلی و وطن الفطرة ح عن القهستانی، قولہ: (اوتاهله) ای تزوجہ۔

ترجمہ: ”وطن اصلی“ کو ”وطن اہلی“ اور ”وطن الفطرۃ“ بھی کہا جاتا ہے، اور قہستانی سے منقول ہے کہ (در مختار کی عبارت میں) [”xaxâ'ia“ سے مراد شادی کڑا ہے۔“] ﴿رد المحتار علی الدر المختار، ج: 2، ص: 535، 536، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾ علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

عبارة عامة المشائخ ان الاوطان ثلاثة، وطن اصلی وهو مولد الرجل او البلد الذى تأهل به و وطن سفر و قدسمى وطن اقامة وهو البلد الذى ينوى المسافر الاقامة فيه خمسة عشر يوما او اكثر و وطن سكنى وهو البلد الذى ينوى الاقامة فيه دون خمسة عشر يوما، و عبارة عامة المحققين من مشائخنا ان الوطن و طنان، وطن اصلی و وطن اقامة ولم يعتبروا وطن السكنى و طنا وهو الصحيح هكذا فى الكفاية۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری ج: 1، ص: 143 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

ترجمہ: ”عام علماء کی عبارت یہ ہے کہ وطن تین قسم کے ہیں، ای۔ وطن اصلی اور یہ اس کی جائے پیدائش ہے وہ مقام ہے جہاں وہ شادی کر کے اپنے اہل کے ساتھ رہے، اور دوسرا وطن سفر اور اسے وطن اقامت بھی کہا جاتا ہے، یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی مسافر پندرہ دن کے اس سے زیادہ مدت کے لئے رہنے کا ارادہ کرتا ہے، اور تیسرا وطن سکنی ہے، اور یہ وہ مقام ہے جہاں کوئی مسافر پندرہ دن سے کم مدت کے لئے ٹھہرنے کا ارادہ کرتا ہے، اور ہمارے علماء میں سے عام محققین کا کہنا یہ ہے کہ وطن کی صرف دو ہی قسمیں ہیں، وطن اصلی اور وطن اقامت، اور وہ ”وطن سکنی“ کا اعتبار نہیں کرتے اور یہی قول صحیح ہے، اور کفایہ میں بھی اسی طرح ہے۔“

خلاصہ کلام یہ کہ نہ فیکٹری میں رہتے ہوئے جمائیں جما کے ساتھ مقیم امام کے ساتھ ادا کرے گا انہیں پوری ادا کرے گا، ادا دی طوبہ پہلے گا تو قصر کرے گا یعنی چار رکعتی نماز دو رکعت پہلے گا، اور اسے چاہئے کہ حتی الامکان جما کے ساتھ نماز پہلے ہٹنے کا اہتمام کرے، کہ جما کے 4% کے ساتھ امام کی متابعت میں پوری نماز پہلے ہٹنے کا موقع ملے۔ وطن زینق، (یعنی جہاں نماز کا روزگار وابستہ ہو) کی الگ کوئی قسم اس معنی میں نہیں ہے کہ اس ”وطن اقامت“ سے ہٹ کر کسی خاص حکم کا اطلاق کیا جاتا ہو۔

اذانِ جمعہ اور نماز کی سعی

سوال: 30

قرآن میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”اے ایمان والو! # تمہیں نماز جمعہ کے لئے بلائے جائے تو کاڑھ دو * چھوڑ کر اس کے لئے سعی کرو، یہ تمہارے لئے بہتر ہے، اتم جانو!۔ اس آیت مبارکہ کی رو سے نماز جمعہ کے لئے سعی واجب ہے، ہمارے ہاں جمعہ کے دن دو اذان دی جاتی ہیں، اس سے کون سی اذان مراد ہے، پہلی دوسری، کیا عہد رسا { میں بھی دو اذان 3 دی جاتی تھیں۔

سررحمان، ضلع کوٹلی تحصیل علیال، آزاد کشمیر

جواب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: یا ایہا الذین امنوا اذانوہی للصلوٰۃ من یوم الجمعة فاسعوا الی ذکر اللہ وذروا البیع۔ ذالکم

خیر لکم ان کنتم تعلمون۔ ﴿الجمعة: 9﴾

ترجمہ: ”اے اہل ایمان! # جمعہ کے دن اذان دی جائے، تو تم اللہ کے ذکر کی طرف چل پڑو اور % وفرو # چھوڑ دو، یہ تمہارے لئے بہت بہتر ہے! تم جا... ہو۔“

قرآن مجید کی ایہ مکمل سورت یوم جمعہ کے م سے منسوب ”سورة الجمعة“ ہے، یہ دو رکعات پر مشتمل ہے، اس کے دوسرے رکوع میں ”سعی جمعہ“ کا حکم ہے، ”سعی“ کی تفسیر میں چار اقوال ہیں: (1) دل سے NI کڑ (2) اذان جمعہ کی تیاری کڑ۔ یعنی غسل کڑ۔ (3) اذان کی آواز نہ لیک کہنا (4) اذان کی طرف چل پڑ۔ 1 بھاگتے ہوئے نہیں وقار کے ساتھ۔

امام فخر الدین محمد بن عمر ضیاء الدین عمر رازی متوفی 606ھ لکھتے ہیں:

”سعی“ کے معنی چل پڑنے کے ہیں، دوڑنے کے نہیں ہیں، NI سے بھی سعی ہوتی ہے (یہ عمل قلب ہے)، اور کسی کام کی طرف متوجہ ہو جانے کا م بھی ”سعی“ ہے، لیکن یہاں علماء کی ایہ جما (کے دیہ) ”سعی“ سے مراد عمل ہے، امام مالک اور امام شافعی کا یہی مسلک ہے۔

سورة اللیل، آ 4: میں ہے: ان سعیکم لشتیٰ تمہارا عمل مختلف ہے۔“

اور رسول اللہ ﷺ سے روایہ ہے: ”# تم اذان کی طرف آؤ، تو دوڑتے ہوئے نہ آؤ، بلکہ سکون (دوقار) کے ساتھ آؤ، اس پر علماء کا اتفاق ہے کہ رسول اللہ ﷺ # جمعہ کے لئے تشریف لاتے، تو م روی سے تشریف لاتے۔“

﴿تفسیر کبیر، ج: 10 ص: 542، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ذکر اللہ کی تفسیر میں تین اقوال ہیں: (1) خطبہ میں امام کی نصیحت (2) اذان کا وقت (3) اذان۔ رہا یہ سوال کہ وہ کون سی اذان ہے، جس کے g کے بعد اذان جمعہ کے لئے سعی وا۔ # ہو جاتی ہے، % وفرو # حرام ہو جاتی ہے؟

امام ابو عبد اللہ محمد بن عبد اللہ » ری قرطبی متوفی 1273ھ لکھتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں قی اذانوں کی طرح جمعہ کے لئے بھی ایہ ہی اذان دی جاتی تھی، اور یہ اذان اس وقت دی جاتی تھی۔ # رسول اللہ ﷺ ممبر (خطبہ دینے کے لئے) بیٹھ جاتے تھے، حضرت ابوبکر، حضرت عمر اور کوفہ میں حضرت علی کے دور میں بھی ایسا ہی ہوتا تھا، # مدینہ منورہ میں دی ڈیہ ہو گئی تو حضرت عثمان نے وقت زوال (یعنی ظہر کے وقت کی ابتدا) سے ایہ اذان کا اضافہ فرما ڈیہ، یہ اذان مقام ”زوراء“ ان کے مکان پر دی جاتی تھی، جو زار میں تھا اور منارے کی طرح بلند تھا، لوگ (یہ پہلی اذان) سن کر چل پڑتے، پھر # حضرت عثمان a پر نیہ تو رسول اللہ ﷺ کے مؤذن (دوسری) اذان دیتے اور آپ خطبہ ارشاد فرماتے تھے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں علامہ ماوردی نے (حضرت عثمان کی اضافہ کردہ) اس اذان اول کو ب (قرار ڈیہ ہے، لیکن حضرت عثمان نے شہر کے پھیلاؤ اور ڈی کی کثرت کی بنیاد پر ایسا کیا کہ لوگ تیار ہو کر خطبہ کے لئے پہنچ سکیں، حضرت عمر ؓ نے اپنے دور میں زار میں مسجد کی طرف جانے کے لئے اعلان کرنے کا حکم ڈیہ تھا کہ لوگ کارڈ ر چھوڑ کر مسجد

کی جائے چل پڑیں اور جوں ہی لوگ مسجد میں جمع ہوتے (تو خطبے کے وقت) اذان دلاتے تھے۔

﴿الجامع لاحکام القرآن، ج: 18، ص: 100، مکتبۃ الغرالی، دمشق﴾

نوٹ: عہدِ رسا { مآب ﷺ میں چوہہ مدینہ منورہ کی * دی محد و تھی، اس لئے اذان خطبہ g ہی لوگوں کا پہنچنا آسان تھا۔

علامہ محمود آلوسی بغدادی متوفی: 1270ھ اسخ ت کو بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

”جمہ:“ (کہہ # حضرت عثمان نے اذان اول کا اضافہ فرمایا) تو کسی نے آپ کو 5 مت نہیں کیا، (یعنی اس سے * \$ ہوا کہ اس اذان اول کے اضافہ کو تمام صحابہ کرام نے اتوح کی جما (کی طرح:) حسنہ تسلیم کر لیا تھا، کیوہ اس کا مقصد، شریعت کی منشاء کا احسن و کامل طر ز سے حصول تھا۔ ﴿روح المعانی، ج: 28، ص: 98، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

اسی مقام پہ آگے چل کر علامہ آلوسی لکھتے ہیں:

”ہمارے دیہ صحیحین یہ ہے کہ (جس اذان کو g پ) سعی جمعہ وا # ہوتی ہے، اس سے مراد اذان اول ہے، کیوہ اس کا مقصدًا ز جمعہ کی تیاری کا“ اعلان ہے۔

علامہ محمد بن علی بن محمد حصکفی حنفی متوفی 1088ھ لکھتے ہیں:

”ووجب السعی الیہا وترك البیع، (بالاذان الاول) فی الاصح وان لم یکن فی زمن الرسول ﷺ بل فی زمن عثمان“
”جمہ:“ * یہ صحیح یہ ہے کہ پہلی اذان کے بعد جمعہ کے لئے سعی کزو وا # ہے، ا چہ یہ رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں نہیں تھی، حضرت عثمان کے زمانے میں شروع ہوئی۔

اس کی شرح میں علامہ ابن عثابہ ین شامی متوفی 1252ھ لکھتے ہیں:

”وحاصله ان السعی نفسه فرض والواجب کو نه فی وقت الاذان الاول“۔

”جمہ:“ اس (عبارت کا) حاصل یہ ہے کہ فی نفسہ ”سعی جمعہ“ فرض ہے اور اس کا وجوب اذان اول کے وقت سے شروع ہوتا ہے، آگے چل کر لکھتے ہیں:

قال فی ”شرح المنیہ): واختلفوا فی المراد بالاذان الاول: فقیل الاول باعتبار المشروعية وهو الذی بین یدی المنبر لانه الذی کان اولافى زمنه علیه الصلاة والسلام وزمن ابی بکرو عمر حتی احدث عثمان الاذان الثانی علی ”الزوراء“ حیث کثر الناس۔ والاصح انه الاول باعتبار الوقت، وهو الذی یکون علی المنارة بعد الزوال۔

”شرح المنیہ“ میں کہا: فقہاء کا اس مسئلے میں اختلاف ہے کہ اذان اول کو ہے، ا۔ قول یہ ہے کہ اس سے وہ اذان مراد ہے جو مشروعیت کے اعتبار سے اول ہے اور یہ وہ ہے جو a کے سامنے دی جاتی ہے، کیوہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما کے زمانے میں یہی اذان اول تھی، یہاں ۔ کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں # لوگوں کی * دی۔ گئی تو آپ نے مقام ”زوراء“ دوسری اذان شروع کرائی اور صحیحین قول یہ ہے کہ وقت کے اعتبار سے یہی (مقام زوراء والی اذان) اول ہے، جو زوال کے

خلاصہ بحث یہ ہے کہ عہد رس ﷺ اور عہدِ شیخین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ عنہما) میں جمعہ کے لئے ایہی اذان دی جاتی تھی جو امام کے اندر پہنچنے کے وقت اس کے سامنے دی جاتی تھی، اور اسی وقت سے جمعہ کے لئے سعی وا۔ # ہو جاتی تھی اور وہاں فرو۔ # حرام ہو جاتی تھی۔ لیکن عہدِ عثمان رضی اللہ عنہ میں۔ # جمعے کے لئے ابتدائے وقت میں مقام ”زوراء“ پہلی اذان شروع ہوئی اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا اس پر نیکر اختلاف* ہے، لہذا یہ: (حسنہ قراڑی۔

(3) اس پر اب تعامل ہے اور اسی سے جمعہ کے لئے سعی کا وجوب اور کارؤ رکعت ک وا۔ # ہو جاتا ہے، ۴ دی کے پھیلاؤ اور لوگوں کی کثرت کی وجہ سے اٰ اذان نی سے سعی کے وجوب اور کارؤ رکعت کرنے کا قول کیا جائے تو اکثر صورتوں میں جمعہ کے خطبہ وا۔ # کا استماع (7) چھوٹ جاتا ہے اور بعض صورتوں میں اٰ زکی تکبیر تحریمہ یا۔ رکت بھی چلی جاتی ہے۔ اور حدیث پاک میں ہے کہ امام۔ # خطبے کے لئے کھڑا ہو جاتا ہے تو مسجد کے دروازے پر فرشتے جن نورانی رجسٹروں میں آنے والے ازیوں کے اسماء مت M کے ساتھ لکھتے ہیں اور اسی M کے مطابق ان کے درجہ کے درجات ہیں، وہ رجسٹر بند ہو جاتے ہیں اور وہی سے آنے والے ازی نورانی رجسٹروں میں مومنوں کے راج سے محروم رہ جاتے ہیں۔ لہذا اٰ چہ اذان نی کے ساتھ ”سعی جمعہ“ کے وجوب پر تو اتفاق ہے، لیکن ہمارے بعض فقہائے احناف نے اذان اول سے ”سعی جمعہ“ کے وجوب کے قول کو اصح (صحیح ترین) قرار دیا ہے، لوگوں کی سستی اور غفلت کو دیکھتے ہوئے عمل کے لئے یہی بہتر ہے، اٰ چہ دوسرا قول بھی صحیح ہے۔

سوال: 31

خطبہ جمعہ وعیدین میں پہلے خطبہ کے دوران ہاتھ* ۴۔ ھ کر بیٹھنا اور دوسرے خطبہ میں ہاتھ کھول کر (یعنی بجا) تشہد بیٹھنا، شرعی اعتبار سے اس کی کیا حقیقت ہے؟ ﴿حافظ غلام مرتضیٰ سیالوی، ضلع ۱۷﴾

جواب :

علامہ ام الدین لکھتے ہیں: واذا شهد الرجل عند الخطبة ان شاء جلس محتبياً او متربصاً او كما تيسر لانه ليس بصلاة عملاً وحققة كذا في المضمورات - ويستحب ان يقعد فيها كما يقعد في الصلاة كذا في المعراج الدراية -

جمہ: ”# کوئی شخص دورانِ خطبہ (مسجد میں) آئے تو (اسے رخصت ہے) چاہے تواڑوں بیٹھے (یعنی اس طرح کہ ایہ تہبند میں ہو اور دونوں Rں کو دونوں ہاتھوں کے حلقے میں لیا ہوا ہو) * آلتی* پلتی مار کر (چارزانوں) بیٹھے جس ہیئت میں وہ آسانی محسوس کرے، کیونکہ خطبہ عملاً اور حقیقتاً u ز نہیں ہے، ”مضمرات“ میں اسی طرح ہے، اور مستحب یہ ہے کہ دورانِ خطبہ اسی طرح بیٹھے جیسا زمیں (حاشیہ تشہد) میں بیٹھتا ہے، ”معراج الدرایہ“ میں اسی طرح ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، ص: 148، مکتبہ رشیدیہ، کوا﴾

بعض لوگ خطبہ اولیٰ کو حاکم تشہد میں ہاتھ *+ ھ کر بیٹھے ہوئے g ہیں، یہ کہیں سے *\$ نہیں ہے۔ بس دونوں خطبوں کے دوران حاکم تشہد میں بیٹھنا مستحب اور کسی بھی دوسری منہا & ہیئت بیٹھنا جائز ہے۔

رہا یہ مسئلہ کہ دو خطبوں کے درمیان امام و مقتدی بغیر ہاتھ اٹھا کر دعا کریں نہ کریں، تو امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

مختصر: جملہ خلاطہ کلام یہ ہے کہ دعائے مذکور خطیب کے لئے مطلقاً اور سامعین کے لئے اتفاقاً جائز، اور مذہب امام شافعی و قول امام ابی یوسف ان کے لئے * بن سے بھی قطعاً اجازت اور ارشاد امام کی ایہ (تخریج) وہ، دوسری جائز، ائمہ فتویٰ نے دونوں کی تصحیح کی، تو احد الصحیحین (یعنی دونوں صحیح روایتوں) کے دعائے مذکور امام و مقتدین & کو دل و * بن ہر طرح سے اتفاق مذہبین حنفی و شافعی مطلقاً جائز، و مشروع اور علماء تصریح فرماتے ہیں کہ #، حج مختلف مکانی (بہ درجے کی ہو) ہو تو مکلف کو اختیار ہے کہ ان میں سے جس پر چاہے عمل کرے، اصلاً محل اعتراض و انکار نہیں، بحر الرائق و درمختار میں ہے لا متیٰ کان فی المسئلة قولان مصححان جاز القضاء والافتاء باحدہما، جمہ: # کسی خاص مسئلے میں دو ایسے قول ہوں جن میں سے ہر ایک کو صحیح قرار دیا گیا ہو، تو ان میں کسی بھی ایک کے جواز فیصلہ دینا اور فتویٰ دینا دونوں جائز ہیں، (فتاویٰ رضویہ، جلد 8، ص: 490، رضا فاؤنڈیشن C، لاہور)۔

عیدین ملاز جمعہ میں خطبہ 7 وا۔ # ہے، ہر وہ کام جملہ 1 میں ہے، دوران خطبہ بھی جائز نہیں، سما کے لئے توجہ اور یکسوئی لازم ہے۔ امام مسلم اپنی صحیح میں حدیث U فرماتے ہیں: عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من توضأ فأحسن الوضوء ثم أتى الجمعة فاستمع وأنصت غفر له ما بينه وبين الجمعة وزيادة ثلاثة أيام ومن مس الحصى فقد لغ ﷺ۔

جمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے وضو کیا اور اچھی طرح سے وضو کیا، پھر جمعہ پڑھنے اور خاموشی سے خطبہ سنا، اس جمعہ سے لے کر گذشتہ جمعہ کے اس کے H معاف ہو جاتے ہیں، (اس کے علاوہ مزید تین دن کے H معاف کر دیئے جاتے ہیں اور فرمایا: جس شخص نے کنکریں چھو N اس نے لغو کام کیا، اس حدیث کی شرح میں علامہ تکی بن شرف النووی لکھتے ہیں: قوله ﷺ (ومن مس الحصى فقد لغا) فيه النهی عن مس الحصى وغيره من أنواع العبث في حالة الخطبة وفيه اشارة الى اقبال القلب والجوارح على الخطبة۔

جمہ: ”حضور ﷺ کا ارشاد مبارک ہے: اور جس نے کنکریوں کو چھوا، اس نے لغو کام کیا۔ اس فرمان رسول ﷺ میں اس طرف اشارہ ہے کہ خطبہ کے دوران K ن اپنے قلب اور ظاہری حاکم سے مکمل خطبے کی طرف متوجہ ہو۔“

صحیح مسلم بشرح الامام النووی، جلد 2، الجزء السادس، ص: 147146 مطبوعہ: مکتبۃ الغزالی، دمشق

سماع خطبہ کے متعلق احادیث میں سخت کید وارد ہوئی ہے: عن ابن شہاب قال: أخبرني سعيد بن المسيب: ان ابا هريرة أخبره: ان رسول الله ﷺ قال: ”اذا قلت لصاحبك يوم الجمعة أنصت - والامام يخطب - فقد لغوت -“

جمہ: ”ابن شہاب فرماتے ہیں کہ سعید بن مسیب نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: #

جمعہ کے دن خطبہ جمعہ کے دوران تو نے اپنے ساتھی سے یہ کہا کہ: # رہو، تو تو نے لغوکام کیا۔“ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 934﴾

عن علی قال: قال رسول الله ﷺ: من قال لصاحبه يوم الجمعة صه فقد لغا ومن لغا فليس في جمعته تلك شئى
، ترجمہ: ”حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے جمعہ کے دن اپنے ساتھی سے کہا ”# رہو“ تو اُس نے لغوکام کیا اور جس نے لغوکام کیا اس کے لئے اس جمعہ میں کچھ نہیں۔“ ﴿سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: ۱۰۰۰﴾
عن ابن عباس قال: قال رسول الله ﷺ: من يتكلم يوم الجمعة والامام يخطب فهو كمثل الحمار يحمل اسفاراؤ الذى يقول له انصت ليس له جمعة۔

، ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص جمعہ کے دن اُس وقت کلام کرے، # امام خطبہ دے رہا ہو، تو وہ اس گدھے کی ما # ہے، جس پر کتابیں لدی ہوں، اور جو اس سے کہے ”# ہو جا“، اس کا جمعہ نہیں۔“
﴿مسند امام احمد بن حنبل، جلد 1، ص: 230، مطبوعہ: دار الفکر، بیروت﴾
امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: سے دوران خطبہ جمعہ بت کرے کوئی عمل کرنے سے متعلق سوال ہوا، تو آپ نے جواب میں لکھا:

”عامہ کتب مذہب میں صاف تصریح ہے کہ جو فعل مآز میں حرام ہے، خطبہ ہونے کی حا { میں بھی حرام ہے، خلاصہ و عالمگیریہ و متن و شرح تنویر کی عبارت ۱۰۰% اتہ المفتیین بعینہا عبارت خلاصہ ہے اور اسی سے بحر وحاشیۃ البحر للعلامة الشامی میں بہ ن نہر ماثور، وجیز کردری میں ہے:

ما يحرم فى الصلوة يحرم فى الخطبة كالاكل والشرب حال الخطبة۔

، ترجمہ: ”جو کچھ مآز میں حرام ہے، خطبہ میں بھی حرام ہے، مثلاً خطبہ کے دوران کھانا اور پی۔“
شرح منیہ امام محمد ابن امیر الحاج حلبی میں ہے:

كما يكره الكلام بانواعه يكره ما يجرى مجراه من كتابة ونحوها مما يشغل من سماعها حتى ان فى شرح

الزاهدى ويكره لمستمع الخطبة ما يكره فى الصلوة كالاكل والشرب والعبث والالتفات۔

، ترجمہ: ”جیسے ہر طرح کی گفتگو ۱ ہے ویسے ہی اس کے قائم مقام مثلاً کتاب ۲ وغیرہ جو خطبہ کے سماع میں خلل ڈالے حتی کہ شرح الزاہدی میں ہے کہ خطبہ کے سامع کے لئے ہر وہ شے (وہ ہے جملہ مآز میں) وہ ہے مثلاً کھانا، عبث فعل اور کسی طرف متوجہ ہونا وغیرہ۔ اسی طرح علامہ سید احمد مصری نے حاشیہ شرح نور الایضاح میں بحوالہ شرح الكنز للعلامة عمر بن نجیم و شرح القدوری للختار بن محمود سے کیا، شرح ۱۰۰ علامہ محمد قہستانی میں ہے:

كما منع الكلام منع الاكل والشرب والعبث والالتفات والتخطى وغيرها مما منع فى الصلوة كما فى جلابى۔

، ترجمہ: ”جس طرح (دوران خطبہ کلام ۱ ہے) اسی طرح کھانا، عبث کام، کسی اور طرف متوجہ ہونا اور دن پھلانگنا جو کلام ۲ میں ممنوع ہیں جیسا کہ جلابی میں ہے۔ متن و شرح علامہ حسن شرنبلالی میں ہے: (کرہہ لحاضر الخطبة الاكل والشرب)

وقال الكمال يحرم (والعبث والالتفات) فيحتمل مايجتنبه في الصلوة۔

، ترجمہ: ”(خطبہ میں حاضر شخص کے لئے کھڑی) (وہ ہے) کمال نے کہا حرام ہے (بے فائدہ کام اور کسی اور طرف متوجہ ہونا) پس ہر شے سے اجتناب کرو چاہئے جس سلاز میں اجتناب کیا جائے ہے۔ غیبتہ شرح منیہ للعلامة۔ اہم الحلی میں ہے:

الاستماع والانصات واجب عندنا وعند الجمهور حتى انه يكره قراءة القرآن ونحوها ورد السلام وتشميت العاطس وكذا الاكل والشرب وكل عمل۔

، ترجمہ: ”خطبہ 7: اور اس کی طرف متوجہ ہونا ہمارے اور جمہور علماء کے دیہ۔ وا۔ # ہے حتیٰ کہ اس کے دوران قرأت قرآن وغیرہ، سلام کا جواب، چھینک کا جواب (وہ ہے اور اسی طرح کھڑی اور ہر عمل کا یہی حکم ہے۔“

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 8، ص: 330، 331، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

نماز جمعہ کے بعد طویل دعا

سوال: 32

جمعہ کی نماز کے فوراً بعد کچھ لوگ سنتیں پڑھنے کھڑے ہو جاتے ہیں اور امام صا # دعا مانگ رہے ہوتے ہیں اور جو لوگ نماز جمعہ کے فوراً بعد چاہتے ہیں ان کے لئے بھی رکاوٹ W ہیں، ایسے لوگوں کے لئے کیا حکم ہے؟ نیز امام صا # جو اتنی لمبی دعا کرتے ہیں اس کا کیا حکم ہے؟

﴿سررحمان، ضلع کوٹلی تحصیل نکلیال، آزاد کشمیر﴾

جواب:

وہ فرض نمازیں، جن کے بعد سنتیں ہیں، یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء مختصر دعا کرنی چاہئے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال ہوا کہ ”بعلاً نماز جمعہ آف قبلہ یعنی دا N * N مرکز مناجات کرو جا رہے ہیں۔“

آپ نے جواب میں تحریر فرمائی: ”امام کا بعد سلام قبلہ سے آف تو مطلقاً نہ ہے اور اس کا تک یعنی بعد سلام قبلہ رو بیٹھا رہنا امام کے لئے (لاجماع) وہ ہے، جمعہ وغیرہ نمازیں اس حکم میں ہیں اور بعد سلام دعا و مناجات بھی لاجماع جا رہے ہیں، جس نماز کے بعد نہ ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء اس کے بعد طویل خیر کسی کیلئے بہتر نہیں اور آ کرے تو ابھی نہیں، اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر آں آں رے، عادت مسلمان یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام # دعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دعا رہتے ہیں اور اس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اٹھتے اور یہ آ چہ شرعاً وا۔ # نہیں 1 حسن ادب سے ہے۔ اقول ویمكن الاستيناس له بقوله عز وجل

”واذا كانوا معہ علی امر جامع لم یذهبوا حتی یستأذنوه“ فان فراغه من الدعاء یعد اذنامنه دلالة بذلك العرف جار۔

، ترجمہ: ”(میں کہتا ہوں) اس پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد امی سے استدلال ممکن ہے اور # وہ حضور ﷺ کے ساتھ کسی معاملہ میں جمع ہوتے ہیں، تو آپ کی اجازت کے بغیر جاتے نہیں،“ کیونکہ دعا سے فرا (اذن ہی تصور ہوتا ہے اور اس پر عرف جاری ہے، تو ایسی

ح) میں اتنی طویل دعا کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو بمطلقاً نہ کرنی چاہئے آ چہ اس کے بعد نہ ہو جیسے فجر وعصر۔“

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 8، ص: 356 رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

ای۔ اور مقام پر لکھتے ہیں کہ: ”حدیث میں ہے حضور پر نور سید عالم ﷺ فرماتے ہیں:

ان لربکم فی ایام دھرکم نفحات ، فتعرضوا له لعله ان یصیبکم نفحة منها فلا تشقون بعدها ابدا۔ رواہ الطبرانی

فی الکبیر عن محمد بن مسلمة ؓ۔

ترجمہ: ”بیشک تمہارے رب کی طرف سے تمہارے ایمان کی میں کچھ لمحات ایسے ہوتے ہیں، جن میں رحمت ربی تعالیٰ کے جھوٹے آتے ہیں، تو انہیں پہننے کی بجائے بیر کرو، شاید ان میں سے کوئی مبارک لمحہ تمہیں نصیب ہو جائے تو پھر کبھی بختی تمہارے پاس نہ آئے، اسے طبرانی نے کبیر میں محمد بن مسلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایا کیا۔

اور خود حدیث میں نے اُن اوقات میں سے ای۔ وقت ”اجتماعِ مسلمین“ کا بیان کیا۔ آ وہ مسلمان جمع ہو کر دعا مانگے، کچھ عرض کریں، کچھ آمین کہیں، کتاب المستدرک علی البخاری و مسلم میں ہے: عن حبيب بن مسلمة الفهري ؓ و كان مستجاب الدعوات قال سمعت رسول الله ﷺ يقول لا یجتمع ملاً فیدعوا بعضهم الا اجابهم الله۔

ترجمہ: ”حبیب بن مسلمہ ؓ کہ مستجاب الدعوات تھے، فرماتے ہیں: میں نے حضور پر نور سید عالم ﷺ کو فرماتے سنا کہ۔ # بھی کوئی جما (مسلمین جمع ہو اور ان میں سے بعض دعا کریں اور بعض آمین کہیں، تو اللہ عز و جل ان کی دعا قبول فرمائے گا۔ علماء نے مجمع مسلمین کو اوقات قبولیت دعا میں شمار کیا ہے۔ حصن حصین میں ہے: واجتماع المسلمین یعنی مسلمانوں کا اجتماع اوقات اجابہ سے ہوتا حدیث صحاح ستہ سے مستفاد ہے، علامہ علی القاری شرح میں فرماتے ہیں: ثم کل ما یكون الاجتماع فیہ اکثر

كالجمعة والعیدین وعرفة یتوقع فیہ رجاء الاجابة اظہر۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد 8، ص: 522, 523 رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

یعنی جس قدر مجمع کثیر ہوگا جیسے جمعہ وعیدین و عرفات میں، اسی قدر قبولیت دعا کی امید بہت زیادہ ہوگی۔“

لہذا جہاں پہلے سے یہ امر معروف و معتاد ہے کہ جمعہ کے بعد اجتماعی دعا ہوتی ہے، وہاں لوگوں کی اکثریت کا احترام کثرت چاہئے۔ %خطبہ جمعہ وعید کے وقت سنتیں پڑھنے کی ممانعت بھی اسی احترام کے باعث مشروع ہے۔ اور آ دعا کرنے والوں کے درمیان سے کوئی شخص کسی ضرورت کے تحت اٹھ کر بچا چاہے، تو اس کے لئے کوئی ممانعت نہیں ہے، البتہ آ سنتیں پڑھنی ہیں تو اختتام دعا کا انتظار کر لے۔

کیڑا لٹکا کر چلنے یا گھسیٹے ہوئے چلنے کا حکم

نماز میں ”کف ثوب، جر ثوب اور اسباہ ازار“ کا حکم

محترم جناب مفتی صاحب # روڈ: ۱۰۰ ایکسپریس کی وساطت سے دو اہم مسائل پیش کرتے ہوں، جن کی معاشرے میں اصلاح کڑی فرض عین ہے۔

سوال: 33

دورانِ نماز اور علاوہ نماز شلوار کو نیفے سے دوہرا اور پتلون پہنی ہوئی پٹنوں سے دھرا کڑی شرعی طور پر کیا حیثیت رکھتی ہے؟ کیونکہ ٹخنوں کو ڈھکنا دوزخ کی طرف لے جاتا ہے، اگر شلوار پتلون لمبی ہو تو کیا کیا جائے حالانکہ اس کی لمبائی میں تکبر بھی نہیں ہے ازراہ کرم حدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرمائے۔ ﴿حاجی عبدالشکور میر، راولپنڈی﴾

جواب:

نوٹ: اس مسئلے میں بعض حضرات بہت زیادہ شدت کرتے ہیں اور دوسروں سے بدلت اور تعلیٰ کرتے ہیں، یعنی اپنے تقوے اور پارسائی کا زیادہ ہی کچھ اظہار کرتے ہیں، خالص شرعی و دینی مسئلے میں توازن اور راہِ اعتدال کو چھوڑ دیتے ہیں، اس کے نتیجے میں بعض لبرل مزاج کے لوگ اسلام اور اہل دین پر طعن کرتے ہیں کہ ان کا فہم اسلام فقط نماز میں شلوار پٹنوں کی لمبائی پر مبنی ہے۔ اگر دو پیش میں جواب دے دیں۔ ایسا، ظلم و تعدی، استحصال، لوٹ کھسوٹ، ناجائز خوری، رشوت خوری، حقوقِ مافیہ کی پامالی، قتل و غارت اور دہشت گردی انہیں آتی، نہ ہی وہ ان قومی اور معاشرتی ائمہ کے خلاف آواز اٹھاتے ہیں، خاص طور پر دعوت و تبلیغ کی جماعتیں جنہوں نے نماز کو اسلام کا ایک اساسی رکن سمجھنے کے بجائے کل دین سمجھ لیا ہے اور دین کے باقی شعبے ان کی دعوت و تبلیغ تو جیہات اور تہجیات کا محور نہیں ہیں۔

لہذا ہم نے مندرجہ سمجھا کہ ای۔*۔ رہبر اس مسئلے کے تمام پہلوؤں کو مع دلائل (احادیث و فقہ) تفصیل سے بیان کر دیا جائے، کسی شخص کو خود شارعِ دین کی کوشش نہیں کرنی چاہئے، کسی معاملے میں جو صحیح دینی مسئلہ ہے وہ بیان کر دینا چاہئے، اپنی طرف سے کسی مسئلے کی شدت حرمت میں اضافہ نہ کریں۔

ہمارے ہر دین۔ شلوار کو نیفے کی جانے والا سنا، پتلون کے پٹنوں کی تہیں بنا کر نیچے سے موڑنا اور رکوع اور سجود میں جاتے ہوئے کپڑوں کو سمیٹنا اور کوکھنیچنا، اسی طرح آستینوں کی تہیں بنا کر موڑنا جسے عرف عام میں آستینوں کا ہٹاؤ اور عربی میں ”تشمیر“ کہتے ہیں، تمام پر ”کفِ ثوب“ کا اطلاق ہوتا ہے اور احادیث کی رو سے ممنوع ہے۔

عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ، عن النبی ﷺ قال: ”وما اسفل من الکعبین من الازار ففی النار“۔ ﴿صحیح بخاری رقم الحدیث: 5787﴾

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ازار کا جتنا حصہ ٹخنوں سے نیچے ہو وہ جہنم میں ہے۔“

عن ابی ہریرۃ: ان رسول اللہ ﷺ قال: ”لا ینظر اللہ یوم القیامۃ الی من جر ازارہ بطرا“۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کی طرف قیامت کے روز آنکھیں نہیں

فرمائے گا، جواز راہ تکبر اپنی ازار (تہبند) کو گھسیٹ کر چلتا ہے۔ ﴿صحیح بخاری رقم الحدیث: 5788﴾

عن ابی ہریرۃ قال: بینما رجل یصلی مسبلاً ازارہ اذ قال لہ رسول اللہ ﷺ: ”اذہب فتوضا“، فذہب فتوضا فقال لہ رجل: یرسول اللہ، مالک امرتہ ان يتوضا؟ قال: ”انہ کان یصلی وهو مسبل ازارہ، وان اللہ جل ذکرہ لا یقبل صلاۃ رجل مسبل ازارہ۔“ ﴿سنن ابی داؤد رقم الحدیث: 638﴾

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں اے شخص تہبندہ کے ہوئے اُنہی نے ہر ہاتھ، نبی ﷺ نے اس سے فرمایا: جا کر وضو کرو، اس نے جا کر وضو کیا، اے شخص نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! آپ نے اس کو وضو کرنے کا حکم کیوں کیا؟ آپ نے فرمایا: یہ شخص تہبندہ کے ہوئے اُنہی نے ہر ہاتھ اور اللہ تعالیٰ تہبندہ کے والے کی اُنہی نے قبول نہیں کیا۔“
تکبر کے بغیر اتفاقاً ٹخنے کے نیچے ازار لٹکنے کی رخصت کے متعلق احادیث:

عن سالم بن عبد اللہ، عن ابیہؓ، عن النبی ﷺ قال: ”من جر ثوبہ خیلاء لم ینظر اللہ الیہ یوم القیامۃ۔“ قال ابوبکر: یرسول اللہ، ان احد شقی ازاری یسترخی، الا ان اتعاہد ذلک منہ؟ فقال النبی ﷺ: ”لست ممن یصنعہ خیلاء۔“

ترجمہ: ”حضرت سالم بن عبد اللہ اپنے والد حضرت عبد اللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرتے ہیں کہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جو تکبر کرے (کپڑا گھسیٹے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف آنہی فرمائے گا۔ حضرت ابوبکر عرض کیا: ارہوئے کہ رسول اللہ ﷺ! میری چادر کا اے سراغیر ادا دی طوبی لٹک چکا ہے۔ ماسوائے اس کے کہ ہمہ وقت ادھر متوجہ رہوں۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ تم ان لوگوں میں سے نہیں ہو جو تکبر کرے (ایسا کرتے ہیں۔“ ﴿صحیح بخاری رقم الحدیث: 5784﴾

عن ابی بکرۃؓ قال: خسفت الشمس ونحن عند النبی ﷺ، فقال یجر ثوبہ مستعجلاً، حتی اتی المسجد، وثاب الناس فصلی رکعتین فجلی عنہا، ثم اقبل علینا، وقال: ”ان الشمس والقمر ایتان من آیات اللہ، فاذا رأیتما منها شیئاً فصلوا، وادعوا للہ حتی یکشفھا۔“ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5785﴾

ترجمہ: ”حضرت ابی بکرہؓ فرماتے ہیں کہ سورج کوا ہن لگا اور ہم نبی کریم ﷺ کی: مت میں موجود تھے کہ آپ جلدی سے کپڑا اٹھائے اٹھے یہاں۔ کہ مسجد میں پہنچ گئے اور لوگ بھی جمع ہو گئے تو آپ ہماری طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا کہ سورج اور چاند اللہ تعالیٰ کی نیوں میں سے ہے، تم انہیں گہن لگا ہو ا دیکھو تو اُنہی سے دعا مانگو، یہاں۔ کہ وہ پورا آنے لگے۔“

حدثنا شعبۃ قال: لقیت محارب بن دثار علی فرس، وهو یاتی مکانہ الذی یقضى فیہ، فسالتہ عن هذا الحدیث فحدثنی فقال: سمعت عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما یقول: قال رسول اللہ ﷺ: ”من جر ثوبہ مخیلة لم ینظر اللہ الیہ

یومَ القيامة۔“ فقلت لمحارب: اذكر ازاره؟ قال: ماخص ازاراً ولا قميصاً۔ تابعه جبلة بن سحيم، وزيد بن اسلم، وزيد بن عبدالله، عن ابن عمر، عن النبي ﷺ۔ وقال الليث، عن نافع، عن ابن عمر: مثله۔ وتابعه موسى بن عقبة، وعمر بن محمد، وقدامة بن موسى، عن سالم، عن ابن عمر، عن النبي ﷺ: ”من جر ثوبه خيلاء۔“

ترجمہ: ”شعبہ کا بیان ہے کہ میں محارب بن نفیل (قاضی کوفہ) سے 5 جبکہ وہ گھوڑے پر سوار ہو کر عدا کی طرف جا رہے تھے، تو میں نے ان سے اس حدیث کے بارے میں پوچھا انہوں نے کہا کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو فرماتے ہوئے سنا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جواز راہ تکبر کپڑا گھسیٹ کر چلے اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اس کی طرف آ نہیں فرمائے گا، میں نے محارب سے پوچھا کہ کیا انہوں نے ازار کا ذکر کیا؟ فرمایا کہ ازار یہ قمیص کی تخصیص نہیں کی۔ جبکہ بن سحیم بن اسلم اور زید بن عبداللہ، حضرت ابن عمر نے نبی کریم ﷺ سے اسی کی روایت کی ہے۔ موسیٰ بن عقبہ، عمر بن محمد، قدامہ بن موسیٰ، سالم، حضرت ابن عمر نے نبی کریم ﷺ سے روایت کی کہ جو اپنا کپڑا بطور تکبر گھسیٹ کر چلے گا۔“ صحیح بخاری رقم الحدیث: 5791 ﴿

عن عبدالله بن عمر رضي الله عنهما قال: قال رسول الله ﷺ: ”من جر ثوبه خيلاء، لم ينظر الله اليه يوم القيامة۔“ فقال ابو بكر: ان احشقى ثوبي يسترخي، الا ان اتعاهد ذلك منه؟ فقال رسول الله ﷺ: ”انك لست تصنع ذلك خيلاء۔“ قال موسى: فقلت لسالم: اذكر عبد الله ﷺ: من جرازاره؟ قال لم اسمعه ذكر الا ثوبه۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:۔ جواز راہ تکبر کپڑا گھسیٹے گا قیامت کے روز اللہ تعالیٰ اس کی طرف آ رحمت سے نہیں دیکھے گا۔ حضرت ابو بکر کہنے لگے کہ میرے کپڑے کا ایسا کونہ عموماً ٹٹک جاتا ہے، لہذا اب میں احتیاط کیا کروں گا، پس رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ تم ایسا ازار راہ تکبر نہیں کرتے۔ موسیٰ بن عقبہ نے سالم سے دریافت کیا کہ کیا حضرت عبداللہ بن عمر نے ”لا تلبسوا ثوبا لا يستر خيالك“ (یعنی جو شخص اپنی تہ بند کو گھسیٹے) کہا ہے؟ جواب میں نے یہ الفاظ نہیں سنے، بلکہ میں نے تو یہ سنا کہ انہوں نے ”ثوبہ“ (یعنی مطلقاً کپڑا گھسیٹے ہوئے چلنے کی) کہا ہے۔ صحیح بخاری رقم الحدیث: 3665 ﴿

عن ابن عباس قال: أمر النبي ﷺ أن يسجد على سبعة، ونهى أن يكف شعره وثيابه۔ قال ابو الربيع: على سبعة أعظم، ونهى أن يكف شعره وثيابه، الكفّين والركبتين والقدمين والجبهة۔ صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1076 ﴿

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے سات (۱ | ۷) سجدہ کرنے کا حکم دیا اور سات کی حاکم میں سنوارنے اور کپڑوں کو موڑنے سے ایسا کیا ہے، ابو الربیعہ کی روایت میں سات ہڈیوں پر سجدہ کرنے اور سات لوگوں کو سنوارنے اور کپڑوں کو سمیٹنے کی ممانعت کا ذکر ہے، وہ سات ہڈیوں پر ہیں، دو ہتھیلیاں، دو آنکھیں، دونوں قدم اور پیٹ۔“

اس حدیث میں ”کفّ ثوب“ سے ممانعت کا حکم ہے۔ ہمارے ہاں یہ کپڑوں کو نیچے کی جانب اڑنا، پتلون کے نیچے کی تہیں بنا کر نیچے سے اوپر موڑنا اور رکوع اور سجود میں جاتے ہوئے کپڑوں کو سمیٹنا اور کھینچنا اس کا مصداق ہے، اسی طرح آستینوں کی

تہیں بنا کر موڑا*۔ جسے عرف عام میں آستینہ٪؎ اور عربی میں ”تشمیر“ کہتے ہیں، اس پہ بھی ”کف ثوب“ کا اطلاق ہوتا ہے اور مذکورہ*۔ لاحدۃ مبارک اور د۷ احادیۃ کی روشنی کی رو سے ممنوع ہے۔
علامہ عینی لکھتے ہیں:

من جرازاره من غير قصد التحیل فانه لا باس به من غير كراهة و كذلك يجوز لدفع ضرر يحصل له كان يكون تحت كعبه جراح او حكة او نحو ذلك ان لم يغطيها تؤذيه الهوام كالذباب ونحوه بالجلوس عليها ولا يجد ما يسترها به الا زاره او ردائه او قميصه وهذا كما يجوز كشف العورة للتداوى وغير ذلك۔

، جمہ: ”جس شخص نے بغیر قصد تکبر کے تہ بند ٹخنوں کے نیچے+ ہا اس میں کوئی کراہت نہیں ہے نہ کوئی حرج ہے، اسی طرح کسی ضرر کو دور کرنے کے لئے بھی ٹخنوں سے نیچے لباس d* جا ہے، مثلاً اس کے ٹخنوں کے نیچے کوئی زخم ہو یا خارش ہو یا وہ ٹخنوں کو نہ ڈھا | تو اس پکھیاں اور حشرات الارض کے یہ کا خطرہ ہو اور لمبی قمیص* یا تہ بند اور کوئی چیز ڈھانپنے کے لئے میسر نہ ہو۔
علامہ عینی مزید لکھتے ہیں:

انه لا حرج على من يجر ازاره بغير قصد كما ذكرناه فان قلت روى ابن ابى شيبه عن ابن عمر انه كان يكره جر الازار على كل حال قلت قال ابن بطلال هو من تشديداته والا فقد روى هو حديث الباب فلم يخف عليه الحكم۔

، جمہ: ”حضرت ابن عمر سے روایا ہے کہ۔ # حضرت ابو بکر نے اپنے تہ بند کے ا- جا\$ پھسل جانے کا ذکر کیا تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم تکبر سے ایسا نہیں کرتے، (یعنی تم پہ اس وعید کا اطلاق نہیں ہوتا)، اس حدیث سے معلوم ہوا کہ جس شخص کا تہ بند بلا قصد پھسل جائے اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ا/ یہ اعتراض ہو کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما ہر حال میں تہ بند d نے کو) وہ کہتے تھے، اس کے جواب میں علامہ ابن بطلال نے کہا ہے کہ یہ حضرت ابن عمر کی تشدید ات (یعنی احتیاط کی بنا کسی مسئلے میں شدت کو) میں سے ہے ورنہ حضرت ابن عمر تو خود اس حدیث کے راوی ہیں ان سے یہ حکم کیسے مخفی ہو سکتا ہے۔“
﴿عمدة القاری، جلد 21 ص: 296 مطبوعہ ادارة الطباعة المنيرية، مصر﴾
علامہ علی قاری علیہ رحمۃ الباری لکھتے ہیں:

لدلالة ظواهر الاحادیث علیها فان كان للخیلاء فهو ممنوع منع تحريم والا فممنوع تنزيه۔

، جمہ: ”بخاری کی حدیث اس* بتہ دلا) کرتی ہے کہ تکبر کے ساتھ کپڑا d کر چلنا) وہ تحریمی ہے اور ا/ تکبر کی M سے نہ ہو تو) وہ تنزیہی ہے۔“
﴿مرقات، جلد 8 ص: 239 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ، ملتان﴾

شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں: ا/ کوئی شخص تکبر، اسراف اور طُغیان (سرکشی) کی M سے اپنے تہ بند کو لمبا بنا* ہے اور اس کو گھسیٹتا ہے تو قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اس کی طرف لطف و عناۃ کی آ نہیں فرمائے گا۔ اس قید سے معلوم ہوا کہ ا/ تہ بند اس طرح نہ ہو تو حرام نہیں ہے لیکن) وہ تنزیہی ہے، اور ا/ کوئی عذر ہو مثلاً سردی ہو یا کوئی بیماری ہو (مثلاً ٹخنے کے نیچے کوئی زخم ہو جس پہ پکھیاں بیٹھتی ہوں

ان سے زخم کو بچانے کے لئے ٹخنہ ڈھا | (کُل) وہ نہیں ہے۔“ ﴿اشعة الممعات، جلد 3 ص: 536، 537 مطبوعہ: مکتبہ کما رکھنو﴾
مزید لکھتے ہیں: حرام وہ صورت ہے۔ # کوئی شخص عجب اور تکبر سے کپڑا الے،۔۔۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: طعام اور لباس میں توسیع، اسراف اور تکبر کی وجہ سے) وہ تحریمی ہے اور ا اس طرح نہ ہو تو پھر مباح ہے۔“

﴿اشعة الممعات، جلد 3 ص: 555، 555 مطبوعہ: مکتبہ کما رکھنو﴾

علامہ زین الدین ابن نجیم لکھتے ہیں:

فی الخلاصة ان يكره كذا في شرح منية المصلى ويدخل ايضاً في كف الثوب تشمير كمه كما في فتح القدير وظاهره الاطلاق وفي الخلاصة ومنية المصلى قيد الكراهة بان يكون رافعاً كميته الى المرفقين وظاهره انه لا يكره اذا كان يرفعها الى مادونها والظاهر الاطلاق لصدق كف الثوب على الكل وذكر في المجتبى في كراهية تشمير الكمين قولين -

، ترجمہ: ”خلاصہ میں مذکور ہے کہ مازی کا کپڑا موڑا (وہ ہے، اسی طرح ”شرح منية المصلى“ میں ہے اور کپڑا موڑنے میں آستنیوں کا اڑنا بھی شامل ہے اسی طرح ”فتح القدير“ میں ہے اور یہ بظاہر مطلق ہے، لیکن ”خلاصہ“ اور ”منية المصلى“ میں ہے کہ ا آستنیوں کو کہنیوں سے کم۔۔۔ ۲/۵ ہالیا تو) وہ ہوگا اور کہنیوں سے کم۔۔۔ آستین ۲/۵ ہائی ہیں تو) وہ نہیں ہوگا، لیکن تحقیق یہ ہے کہ ہر حال میں) وہ ہوگا کیونکہ کپڑا موڑنے کا اطلاق ہر صورت میں ہے اور ”مجتبى“ میں آستین ۲/۵ ہانے کی کراہت ہے۔ رے میں دو قول ذکر کئے گئے ہیں، (یعنی ا - کراہت کا اور دوسرا عدم کراہت کا)۔“ ﴿البحر الرائق، جلد 2 ص: 24، مطبوعہ طبعہ علمیہ، مصر﴾

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: (و) کرہ (کفہ) اى رفعه ولو لتراب كمشمركم أو ذيل (وعبثه به) اى بثوبه۔
، ترجمہ: ”اور کپڑے کا سمیٹنا یعنی اوپ اٹھا (وہ ہے، خواہ مٹی سے بچنے کے لئے ایسا کرے، جیسے آستین ۲/۵ ہا * دامن کو اوپ اٹھا اور کپڑے کے ساتھ کھیلنا۔“

اس کی شرح میں علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں: اى كمالو دخل فى الصلاة وهو مشمر كمه أو ذيله ، وأشار بذلك الى أن الكراهة لا تختص بالكف وهو فى الصلاة ، كما افاده فى ”شرح المنية“، لكن قال فى ”القنية“: واختلف فيمن صلى وقد شمر كميته لعمل كان يعمل قبل الصلاة أو هيئته ذلك ومنه مالو شمر للوضوء ثم عجل لادراك الركعة مع الامام - واذا دخل فى الصلاة كذلك وقلنا بالكراهة فهل الافضل إرخاء كميته فيها بعمل قليل أو تركهما؟ لم أره: والأظهر الأول بدليل قوله الآتى: ”ولو سقطت قلنسوته فاعادتها أفضل“ تأمل۔

، ترجمہ: ”یعنی جس طرح ا - شخص مازی میں داخل ہوتے وقت ہی آستین * دامن ۲/۵ ہائے ہوئے تھا، اس سے اس جا \$ اشارہ ہے کہ کراہت صرف اس صورت کے ساتھ خاص نہیں ہے کہ مازی کے * آستین ۲/۵ ہائے تو \$) وہ ہے، جیسا کہ ”شرح المنية“ سے بھی یہی مفہوم مستفاد ہوتا ہے۔ لیکن ”القنية“ میں کہا ہے کہ: ”اس امر میں اختلاف رائے ہے کہ ا - شخص نے مازی ڑھی اور وہ (مازی میں داخل

ہونے سے) پہلے ہی کسی کام کی بناء پر آستین ۱۰۰٪ ہائے ہوئے تھے اس کی ہیئت ہی ایسے ہے۔“ اور انہی میں سے ای۔ صورت یہ ہے کہ اس نے وضو کے لئے آستین ۱۰۰٪ ہائے، پھر امام کے ساتھ رکعت پڑھنے کی خاطر عجلت کرے اور اسی حا { میں اُز میں داخل ہو جائے، تو ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی) وہ ہے، تو اب دُیفت طلب امر یہ ہے کہ اب اُز کے # عمل قلیل کے ذریعے آستینیں کھول دے اپنی حا { یہ چھوڑ دے، میں نے کسی کتاب میں اس کا جواب نہیں پڑا، لیکن دُیفت واضح بت پہلے والی بت ہے (یعنی یہ کہ عمل قلیل سے کھول دے)، اس کی دلیل علامہ حنفی کے اس قول سے ملتی ہے کہ: ”اُز کی ٹوپی اُجائے تو اٹھا کر سر پر رکھ 8 ہی افضل ہے، غور کیجئے۔“

آگے چل کر علامہ شامی لکھتے ہیں کہ: ”وقيد الكراهة في ”الخلاصة“ و ”المنية“ بأن يكون رافعاً كميته الى المرفقين۔

وظاهره أنه لا يكره الى مادونهما۔ قال في ”البحر“: والظاهر الاطلاق لصدق كف الثوب على الكل۔

جمہ: ”خلاصہ“ اور ”منیہ“ میں کراہت کو اس صورت کے ساتھ مقید کیا ہے کہ آستینیں کہنیوں سے ۱۰۰٪ ہائی ہوئی ہیں، اور اس کا ظاہری مفہوم یہ ہے کہ کہنیوں سے نیچے سے ۱۰۰٪ ہائی ہوئی ہوگی۔ (کراہت نہیں ہے، لیکن ”البحر الرائق“ میں لکھا ہے کہ ظاہر یہی ہے کہ مطلقاً آستینیں ۱۰۰٪ ہائی ہوئی ہوگی) کراہت کا با ہے کیونکہ ”کفِ ثوب“ تمام صورتوں پر صادق آتا ہے۔

﴿رد المحتار جلد: 2، ص: 350، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

امام احمد رضا قادری سے پوچھا: ”آستینیں کہنیوں سے ۱۰۰٪ ہائی ہوئی نہ ہوں (یعنی) وہ نیچے نہیں؟“ جواب ڈی: ”ضرور) وہ اور سخت و

شدید) وہ ہے۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 7، ص: 311، مطبوعہ رضافا C لاہور﴾

مفتی محمد ادریس ؒ: ”ہلوی دیوبندی لکھتے ہیں: قوله من جرّازاره بطراً ای تکبراً وفرحاً وطغیاناً ویفہم ان جرّہ بغیر ذالک لایکون حراماً لکنہ مکروہ کراہۃ تنزیہ۔“

جمہ: ”رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کہ: جو شخص تکبر ۱۰۰٪ ط اور سرکشی کی ۱۰۰٪ سے اپنا کپڑا زمین پر گھسیٹ کر، (حدیث مبارک کے ان الفاظ سے) یہ مفہوم سمجھ میں آتا ہے کہ اگر کوئی شخص اپنا لباس گھسیٹے ہوئے زمین پر چلتا ہے، لیکن اس کی ۱۰۰٪ تکبر و سرکشی کی نہیں ہے، تو اس کا یہ عمل حرام نہیں ہوتا، (بلکہ) وہ تنزیہی ہوگا۔“ ﴿تعلیق الصبیح، ج: 4، ص: 383﴾

”کفِ ثوب“ کو بیشتر فقہاء کرام نے) وہ تحریری کہا ہے اور بقول علامہ ابن عثیمین شامی جو کراہت کی ۱۰۰٪ کرتے ہیں وہ کراہت تحریری کی ۱۰۰٪ کرتے ہیں، کراہت تنزیہی & کے دو۔ *۔ \$ ہے، (منہ الخالق حاشیۃ البحر الرائق ج ۲ ص ۲۴) اور اس حکم کراہت میں وہ تمام صورتیں شامل ہیں جو شروع میں ذکر کر دی گئی ہیں اُز میں ہیئت لباس کے رے میں اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے:

يٰۤاَيُّهَا اٰدَمُ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ۔ ﴿الاعراف: 30﴾

جمہ: ”اے بنی آدم! ہر اُز کے وقت اپنا لباس (۱۰۰٪) اختیار کیا کرو۔“

یعنی اُز۔ وقار لباس پہن کر پہنچنی چاہئے اور اپنی ”کفِ ثوب“ کی جتنی صورتیں بیان کی ہیں، یہ & وقار کے منافی ہیں، یہی وجہ ہے کہ کوئی بھی شخص یہ وضع اختیار کر کے کسے۔ وقار اور ذی وجاہت ہستی کے سامنے نہیں جاتا، چہ جائے کہ ”احکم الحاکمین“ کے رگاہ میں

حاضر ہو۔ ا کوئی شخص ہاف ۱۰ آستین والی قمیص پہنے ہوئے ہے، یعنی ایسی قمیص جس کی آستین کی اصل وضع اور سا ۱۰ # ہاف ۱۰ ہے، یعنی کہنیوں * اس سے اوپر ہے، اس کو پہن کر ۱۰ نہ پڑھی جائے تو) وہ نہیں ہوگی، کیونکہ ۱۰ ز میں پہنچوں۔ آستینوں کا رکھنا ضروری نہیں ہے (یعنی قبا # اس میں ہے کہ اپنی سا ۱۰ # میں قمیص پوری آستین والی ہو اور پھر خلاف وضع آستین ۱۰ % ہا کر ۱۰ نہ پڑھے)۔ عہد رسا { سے لے کر آج۔۔ کے مسلمان احرام ۱۰ # ہا کر ۱۰ نہ پڑھتے ہیں اور احرام میں پوری کلاسیاں ڈھکی ہوئی نہیں ہوتیں اور نہ انہیں ڈھکنے کا حکم ۱۰ # ہے، نیز نبی ﷺ اور متعدد صحابہ کرام نے ایہ کپڑا اپنے جسم پر لپیٹ کر بھی ۱۰ نہ پڑھی ہے اور اس صورت میں پوری کلاسیوں کا ڈھکنا متصور ہی نہیں ہے۔

علامہ غلام رسول سعیدی اس مسئلہ مفصل بحث کرتے ہوئے اپنی تحقیقی بیان میں فرماتے ہیں: ہماری تحقیق یہ ہے کہ احادیث میں ”جر ثوب اور ”اسبال ازار“ کے الفاظ ہیں۔ ”جر ثوب“ کا معنی ہے کپڑا گھسیٹنا اور ”اسبال ازار“ کا معنی ہے تہبند کا ٹخنوں سے نیچے پڑنا۔ ا کوئی مرد ۱۰ % ثوب کرے یعنی اس کا تہبند شلوار ۱۰ % نیچے ٹخنوں سے بہت نیچا ہو حتیٰ کہ اس کے قدموں سے نیچے گھسٹ رہا ہو تو یہ بغیر تکبر کے بھی) وہ تحریمی ہے، کیونکہ اس میں بغیر کسی ضرورت اور بغیر کسی ۱۰ # کے کپڑے کو ضائع کرنا ہے، سو یہ اسراف کی وجہ سے) وہ تحریمی ہے اور دوسری وجہ یہ ہے کہ # کپڑا قدموں کے نیچے زمین پر گھسٹتا رہے گا تو • & کے ساتھ آلودہ ہوگا اور کپڑے کو محل • & میں ڈالنا بھی) وہ تحریمی ہے اور تیسری وجہ یہ ہے کہ اس میں عورتوں کے ساتھ مشابہت ہے، کیونکہ عہد رسا { میں عورتیں کپڑا گھسیٹ کر چلتی تھیں اور مردوں کے لئے عورتوں کی مشابہت اختیار کرنا بھی) وہ تحریمی ہے اس لئے ا / جر ثوب بغیر تکبر کے ہو پھر بھی) وہ تحریمی ہے۔ حافظ ابن عبد البر مالکی نے اس کو مذموم فرمایا ہے (تمہید جلد: 3، ص: 244)۔ اور حافظ ابن حجر عسقلانی نے اس کو) وہ تحریمی فرمایا ہے، (فتح الباری، جلد: 10، ص: 263)۔ اور ا / ”جر ثوب“ میں کپڑا ۱۰ % کے ساتھ اظہار تکبر بھی ہو تو یہ شدید) وہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے، اور ا / ”اسبال ازار“ ہو یعنی تہبند شلوار ۱۰ % نیچے ٹخنوں کے نیچے ہو لیکن اس کے قد و قامت کے • ہو گھسٹ نہ رہا ہو تو ا / اس میں تکبر نہیں ہے صرف ز M کی وجہ سے ایسا کیا ہے تو اس میں کوئی حرج نہیں ہے، یہ صرف خلاف اولیٰ ہے اور ا / اس کے ساتھ تکبر کرنا ہے اور ا / ا / کر چلتا ہے اور ۱۰ % ہے تو پھر یہ تکبر کی وجہ سے) وہ تحریمی ہے۔ یہ ملحوظ رہے کہ حرمت کی علت صرف تکبر ہے، ا / ایہ مرد نصف پنڈلیوں۔۔ تہبند ۱۰ # ہوتا ہے اور اس کے ساتھ تکبر کرنا ہے اپنے آپ کو دوسرے مسلمانوں سے ۱۰ % وہ متقی اور ہیز گار سمجھتا ہے اور ان کو حقیر سمجھتا ہے تو یہ بھی) وہ تحریمی ہے بلکہ حرام ہے، اس لئے حرمت میں اصل تکبر ہے۔

ہماری اس تحقیق کی ۱۰ # G حافظ ابن حجر عسقلانی متونی 852ھ کی اس عبارت میں ہے: ”ا / کسی شخص کا لباس بغیر تکبر کے ٹخنوں سے نیچے لٹک رہا ہو تو اس کا حال مختلف ہے ا / وہ کپڑا اس کے ٹخنوں کے نیچے لٹک رہا ہو لیکن وہ کپڑا پہننے والے کے قد اور اس کی قامت کے • ہو تو اس میں تحریم ظاہر نہیں ہوگی، خصوصاً جبکہ بلا قصد ایسا ہو (یعنی غیر ارادی طور پر تہبند شلوار پیٹ سے پھسل کر ٹخنوں سے نیچے لٹک گئی ہو)، جیسا کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے لئے اس طرح واقع ہوا، اور ا / کپڑا پہننے والے کے قد و قامت سے ز ۱۰ # ہو تو اس سے ا / کیا

جائے گا کیونکہ اس میں اسراف ہے اور اس کو حرام کہا جائے گا، اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس میں عورتوں کی مشابہت ہے اور یہ پہلی وجہ سے *یہ وہ قوی وجہ ہے، کیونکہ امام حاکم نے تصحیح سند کے ساتھ حضرت ابوہریرہ سے روایہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس مرد کو لعنت فرمائی ہے جو عورتوں کے لباس کی نوع کا لباس پہنتا ہے، اور یہ اس وجہ سے بھی ممنوع ہوگا کہ اس طرح کا لباس پہننے والا اس: شے سے محفوظ نہیں ہوگا کہ اس کے لباس پر • & لگ جائے (کیونکہ اس کا لباس قدموں کے نیچے لٹک رہا ہے) اور اس مما AE کی طرف اشارہ اس حدیث میں ہے جس کو امام ترمذی نے شامل (رقم الحدیث: 121) میں اور امام کئی نے سنن کبریٰ (رقم الحدیث: 9682, 9683) میں حضرت عبید بن خالد رضی اللہ عنہ سے روایہ کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ میں ا - تہبند * ہے ہوئے جا رہا تھا اور وہ تہبند زمین پر گھسٹ رہا تھا کہ اچا - ا - شخص نے کہا: اپنا کپڑا اوپر اٹھاؤ اس میں * یہ وہ صفائی اور * یہ وہ بقا ہے، میں نے پلٹ کر دیکھا تو وہ نبی ﷺ تھے، میں نے کہا: رسول اللہ! یہ تو ا - سیاہ اور سفید دھاریوں والا تہبند ہے (یعنی اس معمولی کپڑے میں تکبر کرنے کا کوئی معنی نہیں ہے)، آپ نے فرمایا: کیا تمہارے لئے میری شخصیت میں نمونہ نہیں ہے؟، میں نے دیکھا تو آپ نے آدھی پنڈلیوں - تہبند * ہا ہوا تھا (مسند احمد جلد 5 ص: 364) اور اس وجہ سے بھی ممنوع ہے کہ کپڑا * میں تکبر کی * گمانی ہوتی ہے - قامت سے نیچے کپڑا * کپڑا * کو مستلزم ہے اور کپڑا گھسیٹنا تکبر کو مستلزم ہے خواہ پہننے والے نے تکبر کا قصد نہ کیا ہو اور اس کی * اس حدیث سے بھی ہوتی ہے، احمد بن منیع نے حضرت ابن عمر سے روایہ کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم تہبند کو * سے بچو کیونکہ تہبند کو گھسیٹنا تکبر سے ہے۔“

فتح الباری جلد 10 ص: 263, 264 مطبوعہ دار نشر الکتب الاسلامیہ لاہور،

ین القرآن جلد 4 ص: 322, 323, 330, 331 مطبوعہ: فزی - اسٹال، لاہور

تسبیحات فرض کے فوراً بعد پڑھی جائیں یا سنن و نوافل کے بعد؟

سوال: 34

کیا فرض نماز کے فوراً بعد تسبیحات وغیرہ پڑھنا افضل ہے پہلے بقیہ نماز مکمل کر * افضل ہے؟، کیونکہ کچھ نمازی فرض نماز کے بعد تسبیحات وغیرہ پڑھنے بیٹھ جاتے ہیں اور بقیہ نماز بعد میں ادا کرتے ہیں، اس طرح اگلی صف میں بیٹھے ہوئے نمازی جو پہلے نماز مکمل کر * ہیں انہیں، واپس اپنے کام پر جانے کی جلدی ہوتی ہے، اس طرح جلدی جائیں پتے ہیں۔

﴿قاری محمد مختار قیانی، مدرس دارالعلوم نعیمیہ﴾

جواب:

نماز کے بعد تسبیحات واذکار کی فضیلت احادیث میں کثرت سے وارد ہوئی ہیں:

عن کعب بن عجرة قال: قال رسول الله ﷺ: ”مَعْقَبَاتُ لَا يَخِيبُ قَائِلُهُنَّ“ يُسَبِّحُ اللَّهُ فِي دُبْرِ الصَّلَاةِ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيُحَمِّدُهُ ثَلَاثًا وَثَلَاثِينَ، وَيُكَبِّرُهُ أَرْبَعًا وَثَلَاثِينَ۔“

ترجمہ: ”کعب بن عجرہ روایت کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کچھ کلمات (نماز کے بعد بلا فاصلہ کہنے کے ہیں) جن کا کہنے

والہ۔ مراد نہیں رہتا، (ان کلمات میں) U کے بعد تینتیس مرتبہ ”سبحان اللہ“ کہنا، تینتیس مرتبہ ”الحمد للہ“ کہنا، چونتیس مرتبہ ”اللہ اکبر“ کہنا۔ ﴿سنن K، رقم الحدیث: 1348﴾

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: یکرہ تاخیر السنة الا بقدر: اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ الخ۔ قال الحلواني: لا بأس بالفصل بالأوراد، واختاره الكمال، قال الحلبي: ان أُريد بالكرهية التنزيهية ارتفع الخلاف۔ قلت: وفي حفظي حملة على القليلة، ويستحب أن يستغفر ثلاثاً ويقرأ آية الكرسي والمعوذات ويسبح ويحمّد ويكبر ثلاثاً وثلاثين؛ ويهلّل تمام المائة ويدعوا ويختيم بسبحان ربك۔

ترجمہ: ”سنتوں میں* خیر“ اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَام“ (حدیث* ک میں روای* کردہ پورے کلمات یہ ہیں: اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَام، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام) کی مقدار سے* (یہ) وہ ہے۔ حلوانی نے فرمایا: اذکار کے ساتھ فرائض و سنن میں فاصلے میں کوئی حرج نہیں، کمال نے اسی کو اختیار کیا ہے۔ حلبي کہتے ہیں: کہ ا/ کراہت سے کراہت تنزیہی مراد ہے تو اختلاف ختم ہو جاتا ہے۔ (قلت میں کہتا ہوں) اور مجھے یہاں*۔* یہ کہ یہ (تنزیہی) قلیل فصل پر محمول ہے، اور مستحب یہ ہے کہ تین مرتبہ استغفار پڑھے، آیت الکرسی اور معوذات (سورة الفلق وسورة الناس) تلاوت کرے اور ”سبحان اللہ، الحمد للہ، اللہ اکبر“ تینتیس، تینتیس مرتبہ پڑھے، اور سوویں مرتبہ ”لا الہ الا اللہ“ پڑھے، اس کے بعد دعا کرے اور اختتام ”سُبْحَانَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُونَ وَسَلَامٌ عَلَى الْمُرْسَلِينَ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ“ پڑھے۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 2 ص: 218، 219، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

اس کی تشریح میں علامہ ابن عثابین شامی لکھتے ہیں: (الّا بقدر اللّٰهُمَّ الخ) لِمَا رَوَاهُ مُسْلِمٌ وَالتِّرْمِذِيُّ عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهَا قَالَتْ: ”كَانَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ لَا يَقْعُدُ إِلَّا بِمَقْدَارِ مَا يَقُولُ: اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام“ واما ما وَرَدَ مِنَ الْإِحَادِيثِ فِي الْأَذْكَارِ عَقِيبَ الصَّلَاةِ فَلَا دَلَالَةَ فِيهِ عَلَى الْإِتْيَانِ بِهَا قَبْلَ السُّنَّةِ، بَلْ يُحْمَلُ عَلَى الْإِتْيَانِ بِهَا بَعْدَهَا، لِأَنَّ السُّنَّةَ مِنْ لَوَاحِقِ الْفَرِيضَةِ وَتَوَابِعِهَا وَمُكَمَّلَاتِهَا فَلَمْ تُكُنْ أَجْنَبِيَّةً عَنْهَا، فَمَا يَفْعَلُ بَعْدَهَا يُطْلَقُ عَلَيْهِ أَنَّهُ عَقِيبَ الْفَرِيضَةِ۔

ترجمہ: ”(یعنی مقدار اللّٰهُمَّ الخ کیوں مسلم اور ترمذی نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روای کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ صرف ”اللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَمِنْكَ السَّلَامُ، تَبَارَكْتَ يَا ذَا الْجَلَالِ وَالْإِكْرَام“ کی مقدار ہی یہ تھے، اور درود V روایت میں جملہ اذکار کے بعد اذکار کا ذکر ہے اس میں یہ دلائل) نہیں کہ وہ اذکار سنتوں سے پہلے ہوتے تھے بلکہ (ان تسبیحات واوراد کے پڑھنے کو سنتوں کے بعد پر بھی محمول کیا جاسکتا ہے)، کیوں سنتیں فرائض کے ساتھ لاحق ہوتی ہیں اور ان سے ملے جاتی ہیں، اور ان (میں)* دانستہ طور پر کوئی کمی رہ جائے تو اس کی تکمیل کا ل ہیں، لہذا یہ فرائض سے لکل الگ کوئی چیز نہیں ہیں، لہذا جو تسبیحات ان سنتوں کے بعد پڑھی جائے N، ان کے رے میں کہا جاسکتا ہے کہ یہ عمل فرضوں کے بعد ادا ہوا۔“ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 2 ص: 218، 219، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

وہ فرض نمازیں، جن کے بعد سنتیں ہیں، (یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء) ان نمازوں کے بعد دعا بھی مختصر کرنی چاہئے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال ہوا کہ ”بعد نماز جمعہ آف قبلہ یعنی دا N * N مٹر کر مناجات کڑ جاوے چے نہیں۔“

آپ نے جواب میں تحریر فرمائی: ”امام کا بعد سلام قبلہ سے آف تو مطلقاً سنت ہے اور اس کا تک یعنی بعد سلام قبلہ رو بیٹھا رہنا امام کے لئے (لاجماع) وہ ہے، جمعہ وغیرہ نمازیں اس حکم میں ہیں اور بعد سلام دعا و مناجات بھی لاجماع جاوے ہے، 1 جس نماز کے بعد 2 ہے یعنی ظہر و جمعہ و مغرب و عشاء اس کے بعد طویل خیر کسی کیلئے بہتر نہیں اور آ کرے تو 1 بھی نہیں، 1 اس قدر نہ ہو کہ مقتدیوں پر آ اں آ رے، عادت مسلمین یوں جاری ہے کہ امام بعد سلام # - دعا سے فارغ نہ ہو مقتدی شریک دعا رہتے ہیں اور اس سے قبل اُسے چھوڑ کر نہیں اٹھتے اور یہ آ چہ شرعاً وا۔ # نہیں 1 حسن ادب سے ہے۔ اقول ویمکن الاستیناس له بقوله عز وجل ”واذا كانوا معاً على امرٍ جامعٍ لم يذهبوا حتى يستأذنوه“ فَإِنْ فَرَغَهُ مِنَ الدُّعَاءِ يُعَدُّ إِذْنًا مِنْهُ دَلَالَةٌ بِذَلِكَ الْعُرْفُ جار۔

، جمہ: ”(میں کہتا ہوں) اس پر اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد امی سے استدلال ممکن ہے اور # وہ حضور ﷺ کے ساتھ کسی معاملہ میں جمع ہوتے ہیں، تو آپ کی اجازت کے بغیر جاتے نہیں“، کیونکہ دعا سے فرا (اذن ہی تصور ہوتا ہے اور اس پر عرف جاری ہے، تو ایسی حا) میں اتنی طویل دعا کہ بعض مقتدیوں پر ثقیل ہو مطلقاً نہ کرنی چاہئے آ چہ اس کے بعد 2 نہ ہو جیسے فجر و عصر۔“

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 8 ص: 356 رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

فرض کے بعد اذکار کڑے میں یہ دو احادیث بھی 5 حظہ ہوں: قال رسول الله ﷺ من قرأ آية الكرسي دبر كل صلاة مكتوبة لم يمنعه من دخول الجنة الا الموت وزاد الطبرانی وقل هو الله احد۔

، جمہ ”رسول اللہ ﷺ نے فرمائی جس شخص نے ہر فرض نماز کے بعد آیت الکرسی پڑھی اس کے لئے A میں جانے سے موت کے سوا اور کوئی چیز رکاوٹ نہیں ہے۔ اور طبرانی نے قل هو الله احد پڑھنے کی ڈیوتی بھی روایت کی ہے۔“ ﴿سنن K، رقم الحدیث: 1335﴾

عن عقبه بن عامر قال امرني رسول الله ﷺ ان اقرأ المعوذات في دبر كل صلاة۔

، جمہ ”حضرت عقبہ بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھے حکم دیا کہ میں ہر نماز کے بعد

قل اعوذ برب الفلق اور قل اعوذ برب الناس، (یہ سورتیں) پڑھا کروں۔“ ﴿سنن K، رقم الحدیث: 1335﴾

ان پر بحث کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

”امام ابن ہمام نے ان اذکار کی بیہ ویل کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ سنتیں پڑھنے کے بعد یہ اذکار پڑھا کرتے تھے اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ حدیث میں یہ الفاظ ہیں کہ آپ فرض کے بعد یہ اذکار پڑھتے تھے جیسا کہ صحیح مسلم کی (حدیث نمبر 1243) اور ابن حبان K کی اور طبرانی کی آ K الکرسی والی حدیث ہے علامہ ابن ہمام نے کہا سنتیں چونکہ فرض کے بعد پڑھی جاتی ہیں اس لیے جو ذکر سنتوں کے بعد ہوگا وہ فرض کے بعد ہی ہوگا۔ اس پر پھر اعتراض ہوا کہ رسول اللہ ﷺ سنن اور نوافل گھر میں پڑھتے تھے پھر صحابہ کرام کو کیسے پتا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد یہ ذکر کرتے تھے۔ مثلاً صحیح مسلم میں ہے: حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہر نماز کا سلام

ابن قیم جوزی سند ذکر کرنے کے بعد کہتے ہیں ابو بکر بن محمد بیان کرتے ہیں کہ میں ابو بکر بن مجاہد کے پاس بیٹھا ہوا تھا، اچانک وہاں شبلی آ گئے، تو ابو بکر بن مجاہد نے اٹھ کر ان سے معاہدہ کیا اور ان کی آنکھوں کے درمیان (بینہ) بوسہ دیا، میں نے ان سے کہا: سیدی آپ شبلی کی اس قدر تعظیم کر رہے ہیں، حالانکہ بشمول آپ کے تمام اہل بغداد کے خیال میں یہ دیوانہ ہے۔ ابو بکر بن مجاہد نے کہا میں نے شبلی کی اس طرح تعظیم کی ہے، جس طرح رسول اللہ ﷺ نے اس کی تعظیم کی تھی، کیونکہ میں نے خواب میں رسول اللہ ﷺ کی زیارت کی۔ آپ کی: مت میں شبلی حاضر ہوا، آپ نے کھڑے ہو کر اس کی بینہ دیا، میں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! آپ شبلی کو کیوں سرفراز فرما رہے ہیں؟، آپ نے فرمایا: یہ ہر فرض کے بعد یہ آیت پڑھتا ہے۔ ”لقد جاءكم رسول من انفسكم“ (یعنی سورہ توبہ کی 5 ویں آیت)، اس کے بعد تین مرتبہ کہتا ہے ”صلی اللہ علیک یا محمد“۔ بعد میں میری شبلی سے 5 قات ہوئی، میں نے اس سے پوچھا تم درود کس طرح پڑھتے ہو؟، انہوں نے اسی طرح بتایا۔“ ﴿شرح صحیح مسلم، جلد: 2، ص: 194، 195﴾

جیسا کہ معلوم ہوا کہ جما (۲) فرض کے بعد سنتیں گھر پہنچنا افضل ہیں ۛ ہم مسجد میں بھی پہنچنا ہیں، البتہ جما (۲) کے بعد مسجد میں نہ۔۔۔ سنن و نوافل پہنچنے والے حضرات اس امر کا اہتمام ضرور کریں کہ مسجد سننے ہر جانے والوں کے لئے راستہ موجود ہو اور انہیں نازی کے آگے سے نہ آنا پڑے، آ کہیں دیوار یا پلر ہے تو اسے سترہ بنا کر کھڑے ہو جائیں۔ یہ بھی دیکھنے میں آئے ہے کہ فرائض

کے بعد بعض نمازی جلدی سے 5% صف میں سنتوں کی نوافل کی 14+ ہر کھڑے ہو جاتے ہیں اور نماز ختم کر کے 3 ہر والے نمازیوں کے لئے اس کے سوا کوئی راستہ بتی نہیں رہتا کہ وہ نماز کی حرمت کچھ مال کر کے اس کے آگے سے آریں، اسی طرح بعض نمازی پچھلی صفوں میں دروازوں کے عین سامنے سنتوں کی نوافل کی 14+ ہر کھڑے ہو جاتے ہیں اور نمازی کے لئے پیچھے نکل کر جانے کا راستہ ہی نہیں رہتا، پس نمازیوں کو ان تمام امور کا خیال رکھنا چاہئے۔

﴿کتاب المساجد﴾

مسجد کی چھت پر بالغ طالبات کے مدرسے کا حکم

سوال: 35

ا/ کوئی شخص مسجد کی چھت پر بالغ لڑکیوں کا مدرسہ قائم کرے، اور اس میں بالغ لڑکیاں تعلیم حاصل کریں۔ سوال یہ ہے کہ مسجد کی چھت کو ایسے مدرسہ کے لئے وقف کرنا جائز ہے یا نہیں؟ ازراہ کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں وضاحت فرما کر ثواب دارین حاصل کریں۔ ﴿مولانا محمد بہرام خان نعیمی، جامع مسجد قادریہ، ملیر کالونی، کراچی﴾

جواب:

فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد آسمان کی بلندی اور زمین کی گہرائی (تحت الثری)۔۔ مسجد ہی ہے، علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: قوله الى عنان السماء بفتح العين وكذا الى تحت الثرى كما فى البيرى عن الاستيعابى -

ترجمہ: ”مسجد آسمان کی بلندی سے تحت الثری“۔۔ مسجد ہی ہے، جیسا کہ ”بیری“ میں ”استیعابی“ کے حوالے سے منقول ہے۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 2: ص 271-270، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ آم الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

وسطح المسجد له حکم المسجد کذا فی الجوہرۃ النیرہ۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد اول: ص 38، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

ترجمہ: ”اور مسجد کی چھت مسجد ہی کے حکم میں ہے، جو ہرہ۔“ میں اسی طرح سے ہے۔“ مسجد کی چھت پر مدرسے کا قیام، وقف میں تبدل ہے اور مسجد مکمل ہونے کے بعد اس کے مصرف میں تغیر کرنا جائز نہیں ہے، علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

ولا يجوز تغیر الوقف عن ہیئته۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 2: ص 490، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

ترجمہ: ”وقف کی ہیئت کو بدلنا جائز نہیں۔“

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: اما لو تمت المسجد یتثم اراد البناء منع۔

جمہ: ”ا کسی مسجد کی مسجد \$ تمام ہو جائے پھر ا اس میں مزید تعمیر کا ارادہ ہو (جس سے اس وقف کے مصرف میں تبد - ہوتی ہو) تو اسے روک دیا جائے گا۔“ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار جلد 6 ص: 428 دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

چوہ مسجد کی چھت بھی مسجد ہی کے حکم میں ہے، اس لئے اس کی مسجد \$ کا تبدیل کرنا قطعاً جائز نہیں ہے، البتہ مسجد میں دینی درس دینے کے لئے جائز ہے، علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

يجوز الدرس فی المسجد وان كان فيه استعمال اللبود والبوارى المسبله لاجل المسجد كذا فی القنیہ ۔

جمہ: ”اور مسجد میں درس دینے کے لئے جائز ہے ا چہ اس میں مسجد کی دڑیں، نمدے جو مسجد کے لئے وقف ہیں، استعمال ہوں،“ ”قنیہ“ میں بھی اسی طرح ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 5 ص: 320 مکتبہ رشیدیہ کو﴾

البتہ مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھنا ضروری ہے، بچوں کا شور مارتیوں کی نماز میں خلل ازنہ ہو، ورنہ اوقات نماز میں درس دینے کے لئے ریس کا سلسلہ بند کر دیا جائے۔ لغ طالبات کا مسجد کی چھت پر مدرسہ قائم کرنا بوجہ در و نہیں ہے، ای - تو یہ کہ ایسی طالبات اور ان کی معلمات کے فطری طور پر حیض بھی آتے ہیں، اور ان میں عورت کا مطلقاً مسجد میں داخل ہونا ا ہے، علامہ ابن عثیم شامی لکھتے ہیں:

ولا یحل للجنب والحائض والنفساء الوقوف علیہ۔

جمہ: ”اور جنبی، اور حیض و آس والی عورت کا مسجد کی چھت پر ٹھہرنا جائز نہیں ہے۔“

﴿ردالمحتار علی الدر المختار، جلد 2: ص: 370، مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

در مختار محل مذکور: یحرم فیہ السؤال ویکرہ الاعطاء وانشاد ضالۃ وشعر الامافیہ ذکر ورفع صوت بذکر الالمتفقہ

ویمنع منہ کل مؤذول وبلسانہ۔

جمہ: ”مسجد میں سوال کرنا حرام اور مسائل کو مسجد میں دینا (وہ ہے، اور اسی طرح گمشدہ چیز کا مسجد میں اعلان کرنا۔ اور ایسے اشعار پڑھنا جن میں ذکر نہ ہو، اور فقہ کی تعلیم و تعلم کے علاوہ آواز بلند کرنا) وہ ہے، اور ہر ایسی چیز کے لئے مسجد سے ا کیا جائیگا ا چہ جن سے ا اپنیچہ ہو۔“ اور ا ایسے نہ ہوں تو انہیں مسجد میں غیر اوقات نماز میں پڑھنا مضابطہ نہیں کرتے۔ کہ معلم بلا تنخواہ محض لوجہ اللہ پڑھنا ہو ورنہ ہر جائز نہیں ا چہ جوان اور بوڑھے ہی پڑھیں کہ اب یہ اور پیشوں کی طرح دیکھا ہے اور مسجد میں اس کی اجازت نہیں۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 5: ص: 122، ”لو جلس المعلم فی المسجد والوراق یکتب فان کان المعلم یعلم للحسبۃ والوراق یکتب

لنفسہ فلا یباس بہ لانه قربۃ وان کان بالاجرة یکرہ الا ان یقع لهما الضرورة کذا فی محیط السرخی۔“

جمہ: ”ا معلم مسجد میں بیٹھ کر تعلیم دیتا ہے اور کا \$ مسجد میں بیٹھ کر لکھتا ہے ا تو معلم ثواب کی M سے ایسا کرنا ہے اور کا \$ اپنے لئے لکھتا ہے نہ کہ % تہی تو حرج نہیں کیونکہ یہ قر \$ وعبادت ہے، اور ا % ت کے لئے ہے تو بلا ضرورت ایسا کرنا (وہ ہے، امام

سرخسی کی محیط میں بھی ایسا ہی ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 5: ص: 122﴾ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد 16: ص: 459، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

صدر الشریعہ علامہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں: ”مسجد کے علم دین کی تعلیم جاوے اور اس کے جوان پ قرآن وحدیث شہد، قال اللہ تعالیٰ ومن اظلم ممن منع مسجدا للہ ان یذکر فیہا اسمہ وسعی فی خرابہا۔ حدیث میں ہے: خرج رسول اللہ ﷺ ونحن فی الصفۃ فقال ایکم یحب ان یغدو کل یوم الی بطحان او العقیق فیاتنی بناقتین کوماوین فی غیراثم ولا قطع رحم فقلنا یارسول اللہ کلنا نحب ذالک قال افلا یغدو احدکم الی المسجد فیعلم او یقرأ یتین من کتاب اللہ خیر لہ من ناقتین وثلاث خیر لہ من ثلث واربع خیر لہ من اربع ومن اعدادہن من الابل رواہ مسلم عن عقبۃ بن عامرؓ۔

ترجمہ: ”اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہوگا، جو مساجد میں ذکر الہی کو روکے اور انہیں ویان کرنے کی کوشش کرے، حدیث میں ہے: ”رسول اللہ ﷺ (اپنے حجرہ اقدس سے) نکلے اور ہم (اس وقت) صفہ میں تھے، تو آپ نے فرمایا: تم میں سے کون اس بات کو پسند کرے گا کہ ہر روز صبح بطحان یا عقیق کی طرف نکلے اور کسی H یا قطع رحمی کے بغیر دو بلند کوہان والی اونٹنیاں لائے، تو ہم نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! (بلاشبہ) ہم میں سے ہر ایک اس بات کو پسند کرے گا، (تو رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا: تو تم میں سے ہر شخص (ہر روز) صبح کے وقت مسجد کی طرف کیوں نہیں نکلے؟ کہ وہ کتاب اللہ کی دو آیتیں پڑھا کر پڑھے، یہ (عمل) اس کے لئے دو بلند کوہان والی اونٹنیوں سے بہتر ہے اور تین آیتوں کا پڑھنا پڑھا کر تین اونٹنیوں سے اور چار آیتوں کا پڑھنا چار اونٹنیوں سے اور ان سے زیادہ آیتوں کا پڑھنا اتنی ہی تعداد کی اونٹنیوں سے بہتر ہے۔“

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 1842 مکتبہ: ارمطبی الباز المکتبہ المکتبہ، اس حدیث کو امام مسلم نے عقبہ بن عامر سے روایا کیا ہے۔

فی نفسہ تعلیم سے مسجد کی کوئی بے حرمتی نہیں ہے، تعلیم کو احترام کے خلاف کہنا غلط ہے، البتہ اگر پڑھنے پڑھانے والے مسجد کی بے حرمتی کرتے ہوں تو ان کو اس سے اکیا جائے اور روکا جائے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص: 256 مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آراخ، غ، کراچی) دوسرے مقام پر لکھتے ہیں: مسجد میں علم دین کی تعلیم جاوے، حضور اقدس ﷺ کے زمانہ پاک میں مسجد میں علم دین کی تعلیم دی جاتی تھی اور اس وقت سے لے کر اب تک۔ دونوں حرم محترم میں علم دین کی تعلیم بلا تکلیف جاری ہے، حدیثوں سے اس کا جوازیہ ہے۔

(فتاویٰ امجدیہ جلد اول ص: 269 مطبوعہ مکتبہ رضویہ، آراخ، غ، کراچی)

خلاصہ یہ کہ فی نفسہ مسجد میں دینی درس پڑھنا ریس جاوے ہے، لیکن مسجد کے آداب کو ملحوظ رکھنا لازم ہے، اور جیسا کہ فتاویٰ عالمگیری میں محیط سرحدی کے حوالے سے لکھا ہے کہ ضرورت کی بنا پر 60% کے عوض بھی مسجد میں پڑھنا ریس جاوے ہے، لیکن بالغ طالبات کے لئے مسجد کی چھت پر درس پڑھنا ریس کا انتظام کرنا درست نہیں ہے، کیونکہ اس میں کئی شرعی مفاسد کا احتمال ہے، اور مسجد کے وقف میں تبدل کر کے کسی بھی طرح کا مدرسہ قائم کرنا بہر صورت جائز نہیں ہے۔

مسجد کے قیام کے بعد اس کی حیثیت کو تبدیل کرنا

ہمارے ہاں ای۔ مسجد موسوم (اڈہ لاڑیں والی مسجد) کی ب۔ تعمیر کی گئی۔ مسجد کا ڈی۔ اُن اس طرح بٹا۔ کہ عین مسجد کو جائے وضو بنا ڈیا۔ ہے۔ اور مسجد کے کچھ حصے کو دکان بنا ڈیا۔ ہے۔ از روئے شریعت ایسا کڑ۔ جا۔ ہے۔ نہیں؟ ﴿محمد جلا۔ کھوڑ، ضلع ا۔﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں جیسا کہ سوال سے واضح ہوتا ہے کہ جس جگہ وضو خانہ بٹا۔ ڈیا، وہ پہلے مسجد تھی، مسجد ہمیشہ کے لئے مسجد ہی ہے اور اس کی مسجد کبھی۔ ٹل نہیں ہو سکتی۔ فقہائے کرام فرماتے ہیں کہ مسجد آسمان کی بلندی اور زمین کی گہرائی (تحت الثریٰ)۔ مسجد ہی ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

قوله الى عنان السماء بفتح العين وكذا الى تحت الثرى كما فى البيرى عن الاستيجابى ۔

، ترجمہ: ”مسجد آسمان کی بلندی سے تحت الثریٰ۔۔ مسجد ہی ہے ”بیری“ میں استیجابی سے اسی طرح منقول ہے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 2: ص 371-370، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ ام الدین لکھتے ہیں: ولا يجوز تغيير الوقف عن هيئته۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 2 ص 490، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

، ترجمہ: ”وقف کی ہیئت کو۔ لانا جا۔ نہیں۔“

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: جو زمین متعلق مسجد ہے وہ مسجد ہی کے کام میں لائی جاسکتی ہے اور اس کے بھی اس کام میں جس کیلئے واقف نے وقف کی، وقف کو اس کے مقصد سے۔ لانا جا۔ نہیں، شرط الواقف کنص الشارع فی وجوب العمل به۔ (واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے)، ﴿فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص 546، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

فتاویٰ عالمگیری کتاب الوقف۔ باب 11 میں محیط امام شمس الائمہ سرخسی سے ہے:

قیم المسجد لا يجوز له ان يبنى حوانيت فى حد المسجد او فى فناءه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسكنا تسقط حرمة وهذا لا يجوز والفناء تبع المسجد فيكون حكمه حكم المسجد۔

، ترجمہ: ”متولی کو مسجد کی حد میں مسجد کے فناء میں دکان 3 بنانے کا کوئی اختیار نہیں، کیونکہ مسجد کو۔ # دکان یا رہائش گاہ بنا ڈیا جائے، تو اس کا احترام ساقط ہو جاتا ہے، جو کڑ۔ جا۔ ہے۔ اور فناء مسجد چوہ مسجد کے لئے ہے لہذا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو مسجد کا ہے۔“

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص 352، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز مسجد کے نیچے دکان بنانے کے مجوزین کی اس دلیل (کہ مسجد کے اوپ۔ امام کے لئے۔ لاخانہ بٹا۔ جا۔ ہے) کے جواب میں لکھتے ہیں: صورتِ مستفسرہ میں وہ دکان 3 قطعی حرام، اور وہ۔ لاخانہ بھی قطعی حرام، ہاں وقت بنائے مسجد قبل تمام مسجدیت نیچے مسجد کے لئے دکان 3 یا اوپ۔ امام کے لئے۔ لاخانہ بنی بنائے اور اسکے بعد اسے مسجد کرے تو جا۔ ہے، اور اگر مسجد بنا کر بٹا۔ چاہے اگر چہ مسجد کی دیوار کا صرف اسارا اس میں لے اور کہے میری پہلے سے یہ مسجد تھی ہر۔ قبول نہ کریں گے اور عمارت کو ڈھا دیں گے، درمختار میں ہے:

لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدية ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذالک لم یُصدّق، تاتارخانیہ فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغيره فیجب هدمه ولو علی جدار المسجد ولا يجوز اخذ الاجرة منه ولا ان يجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیة۔

ترجمہ: ”ا“ واقف نے مسجد کے اوقاف امام کے لئے حجرہ بنا ڈی، تو حرج نہیں کیونکہ وہ مصالح مسجد میں سے ہے، لیکن تمام مسجدیت کے بعد ا“ وہ ایسا کچھ چاہے، تو اس کو ا“ کیا جائے گا، ا“ وہ کہے کہ میرا شروع سے ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی (مسئلہ رخا 6)۔ # خود واقف کا یہ حکم ہے تو کسی اور کو یہ اختیار کیسے ہو سکتا ہے لہذا ایسی عمارت کو * و ا۔ # ہے ا“ چہ صرف دیوار مسجد پر وہ استوار کی گئی ہو، اس کی % ت 8 * مسجد کا کوئی حصہ کرائے کے لئے رہائش کے لئے مقرر کچھ چاہئے نہیں۔“

﴿. ازبہ﴾ فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص: 432, 433 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

صورت مسئلہ میں چوہ ۱۔ جگہ کی مسجدیت متحقق ہو چکی تھی، اسے عین مسجد قرار ڈی جا چکا تھا اور بطور مسجد ہی وہ نہ استعمال رہی، اس لئے اب اس کی مسجدیت کچھ بطل کر کے اس کی جگہ وضو خانہ دوکا 3 بٹا در & نہیں ہے، البتہ اسے مسجد کا حصہ قائم ر p ہوئے اور آداب مسجد کو ملحوظ ر p ہوئے درس ر لیس کے لئے استعمال کیا جاسکتا ہے۔

منبر نبوی ﷺ کی سیڑھیاں

سوال: 37

سرکارِ دو عالم ﷺ کے a کی تین سیڑھیاں تھیں لیکن ا۔ دفعہ سرکارِ دو عالم ﷺ، a، p، ھے تو تین مرتبہ سیڑھیوں پر پڑھتے ہوئے آمین کہا اس سے ظاہر ہو رہا ہے کہ a کی سیڑھیاں چار تھیں اور آپ ﷺ چوتھی سیڑھی پر بیٹھے ہوں گے۔“

﴿سید عالم شاہ، جامع مسجد مصطفیٰ اعظمی گمرلیاقت، دہراچہ﴾

جواب:

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: ردالمحتار میں ہے: منبرہ ﷺ کان ثلث درج غیر المسماء بالمستراح۔ ترجمہ: حضور ﷺ کے مقدس a کے تین زینے اس تخت کے علاوہ تھے جس پر بیٹھا جاتا ہے۔ حضور سید عالم ﷺ درجہ * لاپ خطبہ فرماتے کرتے، صدیق اکبر ﷺ نے دوسرے پر پڑھا، فاروق اعظم ﷺ نے تیسرے پر، # زمانہ ذوالنورین ﷺ کا * پھر اول پر خطبہ فرماتے پوچھا، فرماتے ا“ دوسرے پر پڑھتا لوگ گمان کرتے کہ میں صدیق اکبر کا ہمسر ہوں اور تیسرے پر، تو وہم ہوتا کہ فاروق اعظم کہہ رہے ہوں، لہذا وہاں پڑھا جہاں یہ احتمال متصور ہی نہیں اصل ن اول درجہ پر قیام ہے۔ وما فعلہ الصدیق فكان تأدبا منه مع رسول اللہ ﷺ وما فعل الفاروق فكان تأدبا مع الصدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہما۔ حضرت صدیق اکبر ﷺ نے حضور ﷺ کے ادب کی بنیاد ایسا کیا اور حضرت فاروق اعظم ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق ﷺ کے ادب کی خاطر۔ بلندی a سے اصل مقصود یہ ہے کہ &

حاضرین خطیب کو دیکھیں اور اس کی آواز سنیں جہاں یہ جا۔ # بسبب کثرت حضار و دوری صفوف تین زینوں میں پوری نہ ہو تو زینے ڈیڑھ کرنے کا خود ہی اختیار ہے اور بہتر عدد طاق کی مراعات فانّ اللہ وتر یحبّ الوتر (اللہ تعالیٰ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے) واللہ تعالیٰ اعلم ﴿فتاویٰ رضویہ جلد 8 ص: 343, 344 مطبوعہ رضافا کا C، لاہور﴾

محدثہ Wی امام احمد رضا قادری قدس سرہم العزیز کی تحویہ سے واضح ہے کہ t a ی کی سیڑھیاں تین تھیں اور چوتھا تختہ یہ کی جگہ تھی، خلیفہ اول و دوم نے ادب کو ملحوظ رکھا، حضرت ابوبکرؓ رسولؐ اس جگہ بیٹھے، جہاں حضور ﷺ کے قدم مبارک ہوتے تھے اور پھر حضرت عمر حضرت ابوبکر کے قدموں کی جگہ بیٹھ گئے، یہ دونوں اکابر ادب و احترام کی وجہ سے ۱/۶ N گے، تیسرے خلیفہ راشد حضرت عثمان نے قیامت۔۔۔ آنے والے خطباء حضرات کے لئے یُس (آسانی) کو ملحوظ رکھا، اور وہ بھی اس اخلاص اور نیک نیت ۱/۶ N گے، a کی سیڑھیاں تین سے زائد ۴* پانچ سات بھی بنائی جاسکتی ہیں، طاق عدد بہتر ہے۔

مسجد کی بالائی منزل پر جماعت

سوال: 38

ہماری مسجد جو کہ پچاس سالہ انی بنی ہوئی تھی اس کی جگہ نئی تعمیر تین منزلہ ہوئی ہے لیکن پہلے والے مصلیٰ ابھی نماز ہو رہی ہے ہم لوگ پہلی منزل پہ نماز کی ادائیگی کرتے چاہتے ہیں۔ اس مسئلے میں آپ کی راہنمائی کی ضرورت ہے۔ اپنی نماز جماعت (نماز ادا کرنے میں کوئی مسئلہ نہیں ہے؟ ﴿محمد اسلم، جنرل سیکریٹری جامعہ مسجد غوثیہ لیاقت آباد، کراچی﴾

جواب:

مسجد کی عمارت مجموعہ ۱۰۰% اہم مسجد کہلاتی ہے اور مسجد کے مجموعہ ۱۰۰% اہم حکم یکساں ہے، جس طرح نیچے مسجد کے ۱۰۰% صحیح اور مشروع ہے، اسی طرح فر & فلور پہ بھی نماز جماعت (جاء) ہے، کیونکہ وہ بھی مسجد ہی ہے، لہذا صورتِ مسئلہ میں فر & فلور پہ نماز جماعت (جاء) پڑھنے میں از روئے شرع کوئی حرج نہیں ہے، البتہ فقہاء کرام کی تصریحات کی رو سے فقط امام کا اداء جگہ کھڑا ہوتا ہے، لیکن امام کے ساتھ کچھ مقتدی بھی اپنی کھڑے ہوں اور بتی امام سے نیچے ہوں تو ایسی صورت میں بلا کراہت نماز جائز ہے۔

علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

ویکرہ ان یکون الامام وحده علی الدکان و کذا القلب۔ وان کان بعض القوم معه فالاصح انہ لایکرہ الخ۔

﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 108 مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

صورتِ مسئلہ میں جو لوگ نیچے اپنی منزل میں امام کی اقتداء میں کھڑے ہوں گے، امام کو امام کے انتقالات یعنی رکوع اور

سجدہ میں جانے کا اس طرح تشہد میں : ۱۔ کا اور سلام پھیرنے کا کسی ذریعہ سے خواہ لاؤڈ اسپیکر کے ذریعے یا مکبرین کے ذریعے علم ہو جائے ہے، تو نیچے کھڑے ہو کر ان کا اقتداء کرنا درست ہے اور ان کو امام کے انتقالات کا علم نہیں ہوتا تو پھر ان کا امام کی اقتداء کرنا، اس صورت میں صحیح نہیں بلکہ ناجائز نہیں ہوگی۔

فنائے مسجد کا حکم

سوال: 39

عرض یہ ہے کہ ہماری مسجد میں ای۔ مدرسہ مسجد کمیٹی کے زیر انتظام دینی : مات ۱۰۰ م دے رہا ہے، جس میں بچوں اور بچیوں کی دینی تعلیم کا علیحدہ علیحدہ انتظام ہے، مدرسے میں ای۔ خاتون معلمہ بھی ہیں جن کی کارکردگی سے کمیٹی مطمئن ہے اور سمجھتی ہے کہ مذکورہ خاتون سنیت کی تقویٰ و توجہ کے لئے اچھا کام کر رہی ہیں، ان کا کوئی مکان نہیں ہے، اور شوہر بھی بے روزگار ہے۔ انتظامیہ فنائے مسجد کے احاطے میں جہاں مدرسہ ہے، پہلے مسجد کا وضو خانہ بعد میں لائبریری اور پھر خادم کی رہائش رہی ہے، مدرسے کی اوپو والی منزل میں شروع سے بچوں کے مدرسے کی جگہ ہے، لیکن اب وہاں مؤذن صا # کی رہائش ہے، جہاں اوپو مؤذن صا # اور نیچے خادم کی رہائش ہو، وہاں معلمہ کو بھی رہائش کی اجازت دی جاسکتی ہے کہ نہیں؟ اسی مدرسے کے نظم، جن کا کوئی گھر نہیں ہے اور وہ اچھا کام کر رہے ہیں، اسی احاطے میں ان کو بھی رہائش کی جگہ دی جاسکتی ہے۔ ﴿مخبر غوث محی الدین، 15/1043-R فیڈرل بی اے، کراچی﴾

جواب:

یہاں & سے پہلے یہ جاننا ضروری ہے کہ فنائے مسجد کیا ہے؟ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: ”غنیۃ“ کے حوالے سے لکھتے

ہیں:

فناء المسجد هو المكان المتصل به ليس بينه طريق۔ ﴿غنیۃ المستملی، فصل فی احکام المسجد: 614 سہیل الکیڈی لاہور﴾

ترجمہ: ”فنائے مسجد وہ مکان ہے جو مسجد کے متصل ہو اور درمیان میں راستہ نہ ہو۔“

اور فنائے مسجد کی حرمت مثل مسجد ہے، فتاویٰ عالمگیری کتاب الوقف: باب ۱۱ میں محیط امام شمس اللائمہ سرخسی سے ہے:

قیم المسجد لایجوز له ان یبنی حوانیت فی حد المسجد اوفی فناءه لان المسجد اذا جعل حانوتا ومسکنا

تسقط حرمتہ وهذا لایجوز والفناء تبع المسجد فیکون حکمہ حکم المسجد۔

ترجمہ: ”متولی کو مسجد کی حد میں مسجد کے فناء میں دکان 3 بنانے کا کوئی اختیار نہیں کیونکہ مسجد کو دکان # رہائش گاہ بنا ڈی جائے تو

اس کا احترام ساقط ہو جائے گا۔“ ہے اور فنائے مسجد چوہ مسجد کے تابع ہے لہذا اس کا حکم بھی وہی ہوگا جو مسجد کا ہے۔“

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص: 352 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن C لاہور﴾

دوسری غور طلب بات یہ ہے جیسا کہ آپ نے سوال میں تفصیل سے بتایا کہ: ”انتظامیہ فنائے مسجد کے احاطے میں جہاں مدرسہ

ہے، پہلے مسجد کا وضو خانہ بعد میں لائبریری اور پھر خادم کی رہائش رہی ہے، مدرسے کی اوپو والی منزل میں شروع سے بچوں کے مدرسے کی جگہ ہے، لیکن اب وہاں مؤذن صا # کی رہائش ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ مقام * * * بتغییر و تبدل کی گئی جو کہ جائز نہیں، علامہ آم الدین رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

ولا يجوز تغيير الوقف عن هيئته۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 2 ص: 490، مطبوعہ مکتبہ عرشید، کوئٹہ﴾

جمہ: ”وقف کی ہدیت کو بلا لیا جا رہا نہیں۔“

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: لکھتے ہیں: جو زمین متعلق مسجد ہے وہ مسجد ہی کے کام میں لائی جاسکتی ہے اور اس کے بھی اس کام میں جس کیلئے واقف نے وقف کی، وقف کو اس کے مقصد سے لے لیا جائے نہیں، شرط الواقف كنص الشارع في وجوب العمل به (واقف کی شرط وجوب عمل میں شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نص کی مثل ہے)۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص: 546 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: مسجد کے نیچے دکان بنانے کے مجوزین کی اس دلیل (مسجد کے اوپر امام کے لئے لے لانا خانہ بنا لیا جائے ہے) کے جواب میں لکھتے ہیں: صورت مستفسرہ میں وہ دکان 3 قطعی حرام، اور وہ لے لانا خانہ بھی قطعی حرام، ہاں وقت بنائے مسجد قبل تمام مسجد نیچے مسجد کے لئے دکان 3 یہ اوپر امام کے لئے لے لانا خانہ بنی بنائے اور اسکے بعد اسے مسجد کرے تو جائز ہے اور مسجد بنا کر لے لانا چاہے مسجد کی دیوار کا صرف اسارا اس میں لے اور کہے میری پہلے سے یہ مسجد تھی ہر آیت قبول نہ کریں گے اور عمارت کو ڈھادیں گے، درمختار میں ہے: لو بنی فوقہ بیتا للامام لا یضر لانه من المصالح اما لو تمت المسجدیۃ ثم اراد البناء منع ولو قال عنیت ذالک لم یدق تاتار خانہ فاذا کان هذا فی الواقف فکیف بغیرہ فیجب ہدمہ ولو علی جدار المسجد ولا یجوز اخذ الاجرة منه ولا ان یجعل شیئا منه مستغلا ولا سکنی بزازیۃ۔ ترجمہ: ”اے واقف نے مسجد کے اوپر امام کے لئے حجرہ بنا ڈالی تو حرج نہیں کیونکہ وہ مصالح مسجد میں سے ہے لیکن تمام مسجد کے بعد وہ ایسا کڑا چاہے تو اس کو لے لیا جائے گا، اے وہ کہے کہ میرا شروع سے ارادہ تھا تو اس کی تصدیق نہیں کی جائے گی (مستحکم رضا 6)۔ # خود واقف کا یہ حکم ہے تو کسی اور کو یہ اختیار کیسے ہو سکتا ہے لہذا ایسی عمارت کو لے لانا # ہے اے چہ صرف دیوار مسجد وہ استوار کی گئی ہو، اس کی 80% مسجد کا کوئی حصہ کرائے کے لئے یہ رہائش کے لئے مقرر کر لے جائے نہیں۔ ﴿ازیہ، فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص: 432، 433 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

مذکورہ۔ لاتمام عبارتوں سے واضح ہوتا ہے کہ فنائے مسجد، مسجد کتبہ، اور اس کی حرمت مثل مسجد کے ہے لہذا اس کا حکم بھی مسجد کے حکم میں ہوگا، چوں کہ پہلے بھی مسجد انتظامیہ نے خلاف شرع عمل کیا اور اسے۔ قرار رکھا اور اب پھر اسی غلطی کا اعادہ کرنے کا ارادہ ہے، مسجد مدرسہ کی انتظامیہ اے معلمہ۔** ظم مدرسہ کورہائش دینا ہی چاہتے ہیں تو اپنی۔ A سے انہیں کرائے مکان لے کر دے دیں مال وقف سے نہیں۔

چندہ جس مقصد کے لئے جمع کیا ہے، اسے اس کے بجائے دوسرے مصارف پر صرف کر*۔

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ کے بارے میں کہ ستائیسویں & کو ختم قرآن کے سلسلہ میں چندہ جمع کیا گیا اور اس چندہ کو مختلف جگہوں پر 5% بچ کیا گیا، مثلاً 8000 ہزار روپے کے بجلی، گیس وغیرہ کے بل ادا کئے گئے اور مسجد میں جمعہ کی نماز کے لئے ٹینٹ لگایا گیا، تو اس کا بھی کرایہ ختم قرآن سے نکال دیا گیا اور جمعدار کو 500 سو روپے ختم قرآن سے 5% اور اعتکاف والوں کو پھول کے ہار پہنائے گئے۔ اور کرم قرآن وحدیث کی روشنی میں اس مسئلہ کا حل بتائیے۔ ﴿حبیب اللہ چشتی، اورنگیٹون، کراچی﴾

جواب:

چندہ عظیمہ جمع کرنے میں ہمیشہ یہ ملحوظ رہنا چاہئے کہ جس کام کے لئے جمع کیا گیا ہے صرف اسی کام میں 5% بچ کیا جائے، کسی دوسرے کام میں 5% بچ نہیں کیا جاسکتا اور اگر اس کام میں 5% بچ کرنے کے بعد جو رقم بچ جائے، تو جن لوگوں سے چندہ لیا گیا تھا، ان کو واپس لٹا دیا جائے ان لوگوں سے اجازت لیکر اسے دوسرے کام میں 5% بچ کیا جائے۔

اگر محض ختم قرآن کے نام سے چندہ جمع کیا گیا تھا، تو اس رقم سے دوسرے امور کی ادائیگی نہیں کی جاسکتی، ہاں اگر چندہ عظیمہ وقت، دینے والوں سے یہ اجازت لے لی گئی ہو کہ وہ اس رقم کا 5% بچ میں یہ اختیار دے دیں کہ جس نیک کام میں مناسبت سمجھیں، عظیمہ جمع کرنے والے اس رقم کو وہاں 5% بچ کرنے کے مختار ہوں گے، تو اس صورت میں اس رقم کو دے دیا صرف کیا جاسکتا ہے۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے میلاد و ایصال ثواب کے لئے کئے جانے والے چندے میں سے فاضل چندے کے مصرف سے متعلق سوال ہوا، آپ نے جواب میں فرمایا: ”ایسے چندوں سے جو روپیہ فاضل بچے، وہ چندہ دہندان کا ہے انہیں کی طرف رجوع لازم ہے، وہ دیکھیں وغیرہ جس امر کی اجازت دیں، وہی کیا جائے۔ ان میں جو نہ رہے اس کے عاقل بخل و وارثوں کی طرف رجوع کیا جائے، اگر ان میں کوئی مجنون ہے بخل ہے تو قیوں کی اجازت صرف اپنے حصص کے قدر میں معتبر ہوگی، صبی و مجنون کا حصہ خواہی نخواہی واپس دینا ہوگا، اور اگر وارث بھی معلوم نہ ہوں تو جس کام کے لئے چندہ دہندوں نے دیا تھا، اسی میں صرف کریں، وہ بھی نہ بن پڑے تو فقراء و یتیم کو صدقہ کر دیں، غرض بے اجازت مالکان دیکھیں کی اجازت نہیں۔ درمختار میں ہے:

ان لم یکن بیت المال معموراً او منتظماً فعلى المسلمین تکفینہ فان لم یقدر واسألوا الناس له ثوبا فان فضل شئى

رد للمصدق ان علم والا کفن به مثله والا تصدق به مجتبئاً۔

ترجمہ: ”اگر مال میں مال نہ ہو تو کوئی منتظم نہ ہو تو مسلمانوں پر لازم ہے کہ اس کو کفن پہنا دیں اور اگر کوئی قادر نہ ہو تو لوگوں سے چندہ لیا جائے اور کفن کے چندہ سے کچھ بچ جائے تو یہ چندہ دینے والا معلوم ہو تو اسے لٹا دیا جائے ورنہ اس سے ایسے ہی فقیر کو کفن پہنا دیا جائے، یہ بھی نہ ہو سکے، تو کسی فقیر کو صدقہ کر دیا جائے، مجتبئاً۔

ردالمحتار میں ہے:

(قوله والا كفن به مثله) هذا لم يذكره في "المجتبى" بل زاد عليه في البحر عن التجنيس والواقعات قلت وفي مختارات النوازل لصاحب الهداية فقير مات فجمع من الناس الدراهم وكفنوه وفضل شئى ان عرف صاحبه يرد عليه والا يصرف الى كفن فقيرا خرا او يتصدق به۔

، جمہ: ماتن کا قول کہ اسی جیسے فقیر کو پہنا ڈیا جائے، یہ عبارت مجتبے میں مذکور نہیں بلکہ یہ "البحر الرائق" میں "تجنیس" اور "واقعات" کے حوالے سے مذکور ہے میں کہتا ہوں اور صا # ہدایہ کی کتاب "مختارات النوازل" میں ہے کہ فقیر فوت ہوا تو لوگوں نے چندہ جمع کر کے اس کو کفن ڈیا اور چندہ H، آ اس ز4 چندہ والے شخص معلوم ہو، تو اسے واپس کیا جائے، ورنہ اس کو کسی دوسرے فقیر کے کفن میں 5% چ کیا جائے یہ پھر صدقہ کر ڈیا جائے۔

اسی طرح اور کتب میں ہے:

، جمہ: "قلت (میں کہتا ہوں) ردالمحتار میں "مختارات" کی عبارت 12 کرنے میں یہ اشارہ ہے کہ کسی فقیر کو کفن پہنا ڈیا صدقہ کرنے میں M3 مذکور نہیں ہے، جیسا کہ شرح میں ہے، اقول (میں کہتا ہوں) لیکن خا6 پھر ہندیہ میں ہے کہ آ ز4 چندے والا معلوم ہو، تو اسے واپس کیا جائے اور آ معلوم نہ ہو تو پھر کسی اور محتاج کو کفن ڈیا جائے، اور آ کسی کفن میں صرف کڑ: مقدور نہ ہو تو فقرا پ صدقہ کیا جائے تو یہ عبارت M3 کے لئے نص ہے، اس میں شک نہیں کہ اس M3 کے اپنانے سے یقیناً عہدہ آں ہو سکتا، پھر یہ آ چہ وقف نہیں تو اسکے مشابہ ہے اور اس میں شک نہیں کہ چندہ دینے والے مالک کی غرض کو پورا کڑ: یہ دہ محکم ہے، اسی لئے ہم نے اس M3 کو قابل اعتماد قرار ڈیا ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص: 134 مطبوعہ رضا فا C، لاہور﴾

خلاصہ کلام یہ ہے کہ جس مصرف کے لئے چندہ لیا H ہے، اسی 5% چ کڑ: شرعاً لازم ہے، اور آ اس مصرف سے رقم بچ جائے تو بقیہ رقم یہ تو چندہ دینے والوں کو واپس کر دی جائے ورنہ آ چندہ دہندگان د7 ب نہ ہوں، تو اس رقم کو فقرا پ صدقہ کر ڈیا جائے۔

مسجد کا استعمال شدہ سامان کسی دوسری مسجد میں دینا

سوال: 41

ہماری مسجد میں لاتعداد قرآن پک، صفیں اور مدرسہ میں قرآن پک رکھ کر پڑھنے والی بچیں ہیں قرآن وحدی کی روشنی میں ہمیں مشورہ دیں کہ یہ مسجد کا سامان کسی اور مسجد مدرسہ میں دے h ہیں جہاں ان چیزوں کی ضرورت ہو؟

﴿انتظامیہ جامع مسجد نورانی۔ لیاقت آباد، کراچی﴾

جواب:

مسجد میں پڑھنے کے لئے جو قرآن مجید کے نسخے رکھے جاتے ہیں، آ کمیٹی کے لوگ چاہیں تو انہیں دوسری مسجد کو بھی دے h ہیں، کہ وہ صرف اسی مسجد میں قرأت کرنے کے لئے موقوف نہیں ہوں گے علامہ ابن نجیم لکھتے ہیں:

انه لو وقف مصحفاً على المسجد جاز ويقرء في ذلك المسجد وفي موضع آخر ولا يكون مقصوداً على هذا المسجد فهذا يدل على عدم تعيين المكان ۔

ترجمہ: ”# کوئی مصحف (قرآن مجید کا نسخہ) کسی مسجد کے لئے تلاوت کی غرض سے وقف کیا، تو جہاں ہے کہ اس مسجد والے اس قرآن کی اسی مسجد میں تلاوت کریں اور دوسری جگہ بھی تلاوت کر h ہیں، صرف اسی مسجد کے لئے مخصوص نہیں ہوگا، پس یہ تعیین مکان کی دلیل ہے، مزید لکھتے ہیں کہ:

وأما الحصر والقناديل فالصحيح من مذهب أبي يوسف أنه لا يعود الى ملك متخذ بل يحول الى مسجد آخر أو يبيعه قيم المسجد للمسجد ۔

ترجمہ: ”چٹائیاں اور قندیلیں ا مسجد کے لئے بے کار ہو جا N تو امام ابو یوسف رحمہ اللہ کا صحیح مذہب یہ ہے کہ وہ دینے والے کی ملک کی طرف نہیں لوٹیں گی بلکہ کسی دوسری مسجد کو دے دی جا N گی۔ متولی مسجد انہیں مسجد کے کام میں صرف کر دے۔“

﴿الحر الرائق، جلد 5، ص: 381، ص: 421 مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

لہذا # ضرورت سے ز+ قرآنی نسخے موجود ہوں تو ان کو کسی دوسری مسجد یا ایسی جگہوں پہ جہاں پڑھنے والے زیادہ تعداد میں جمع ہو جاتے ہوں اور ان کو قرآن کی ضرورت ہے، تو دینے میں کوئی حرج نہیں ہے، اسی طرح چٹائیاں اور ڈا بھی ا مسجد کے استعمال کے لئے کارآمد نہ ہوں، تو دوسری مسجد کو دیئے جا h ہیں اور متولی مسجد انہیں فرو # کر کے د v مصالح مسجد کے لئے استعمال کر سکتا ہے۔

خزانچی کے گھر سے مسجد کی رقم کی چوری

سوال: 42

مسجد کمیٹی کے %ae دوسرا ذمہ دار جس کے پاس مسجد کا فنڈ موجود ہے، اسکے گھر پہ ڈکیتی پڑی اور ڈاکو مسجد کا فنڈ بھی لے گئے جو کہ تقریباً پچیس ہزار اور گھر کا د v سامان، T.V، کمپیوٹر، زیورات، مٹو بئل وغیرہ لے گئے۔ اب کمیٹی کا ذمہ دار یہ فنڈ مسجد کو دے گا یا معاف ہو جائے گا؟ ﴿محمد توفیق، 11-C بلاک N رتھ، ظم، د، کراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں مذکورہ شخص %ae ذمہ دار کی حیثیت امین کی سی ہے اور مسجد کا مال اس کے پاس بطور امانا \$ تھا لہذا اس نے اس کی حفاظت میں کوئی کٹ ہی نہیں کی تو اس پہ کوئی ضمان نہیں اور صورتِ مسئلہ سے یہی ظاہر ہے کہ اس کی جا \$ سے کوئی غفلت نہیں پائی گئی۔ ہاں ا حفاظت میں کسی قسم کی کٹ ہی کی تو ضمان ہوگا جیسا کہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: ا متولی نے کوئی بے احتیاطی نہ کی تو اس پہ وان نہیں لانہ کالوصی امین فالقول قوله بیمين۔ (کیو وہ) (متولی) وصی کی طرح امین ہے تو قسم کے ساتھ اس کی بت مان لی جائے گی) اور ا بے احتیاطی کی مثلاً صندوق کھلا چھوڑ دینا غیر محفوظ جگہ رکھا تو اس پہ وان ہے لان

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 16 ص: 570 رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

مسجد اور مسلک

ہمارے علاقے کی جامع مسجد ابو ہریرہ واقع سیکٹر ۷ گلشن معمار 1996ء میں ۛ ہوئی یہ مسجد مسلک حقہ اہلسنت و جما ۛ حنفیہ ۛ W ی کچے م سہ ۛ ہوئی اس مسجد کا مکمل انتظام مسلک حقہ اہلسنت حنفیہ ۛ W ی کے زیر انتظام ۛ چاہے چند دن پہلے مسجد انتظامیہ نے سائن بورڈ سے لفظ ۛ W ی مٹوا دیا ان سے ۛ # پوچھا یہ تو ان کا جواب تھا کہ ہم نے ۛ W ی لکھ کر اپنے آپ کو ۛ W ی ۛ محدود کر لیا ہے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ ہمارے قول و فعل سے کسی کی دل آزاری نہ ہو، کیونکہ مسجد اللہ کا گھر ہے اس میں ۛ کلمات نہ پڑھنے کا حق ہے اس لئے لفظ ۛ W ی مٹا دیا ہے۔ اب چونکہ لفظ ۛ W ی مٹا نہ پڑھا شروع ہو چکا ہے، لہذا آپ سے التماس ہے کہ دلائل کی روشنی میں واضح فرما N کہ کیا مسجد انتظامیہ کا مذکورہ ۛ لاموقفہ در ۛ ہے، جبکہ یہ لفظ پہلے سے ۛ دستاویزات میں بھی تحریر شدہ ہے کیا اس کو دہرا لکھوا دیا جائے ضروری نہیں؟ مفصل جواب عنایہ فرما N ۔ ﴿محمد آفتاب قادری، سیکٹر ۷ گلشن معمار، کراچی﴾

جواب:

ہمارے دین اسلام کے صراطِ مستقیم کی صحیح تعبیر کا حامل مسلک اہلسنت و جما (ۛ) ہے، جو رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث مبارک سے مستفاد ہے جس میں آپ ﷺ نے فرقہ جیہ (یعنی فرقہ جیہ) میں ۛ تپنے والے مکتبہ فکر) کی توضیح کرتے ہوئے فرمایا کہ: ”ما انا علیہ واصحابی“ یعنی فرقہ جیہ وہ کہلائے گا جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق (حق) پر قائم ہے۔ ہو، اس کو ہم ”اہل ۛ وجما (ۛ) سے تعبیر کرتے ہیں، اب اہل ۛ وجما (ۛ) میں چار مسلمہ مکا فکر ہیں، جنہیں حنفی، مالکی، شافعی اور حنبلی کہا جاتا ہے، ۛ پاکستان میں چوہا (ۛ) اکثر ۛ حنفی مکتبہ فکر کی ہے، اس لئے امتیاز کے لئے ”سنی حنفی“ بھی لکھا جاتا ہے۔ لیکن چوہا ”اہل ۛ وجما (ۛ)“ ”سنی حنفی“ میں بھی ۛ پاکستان کے تناظر میں ایہ ابہام رہ جاتا ہے، کیونکہ صغیر ۛ ک و ہند کے عرف میں سنی حنفی مکتبہ فکر کے دو آ وہ ہیں، ایہ کو عرف عام میں ۛ کہا جاتا ہے، جو امام احمد رضا خان قادری حنفی ۛ ی قدس سرہم العزیز کی طرف منسوب ہے کیونکہ اس وقت کے ہندوستان کے تناظر میں بعض کلامی و اعتقادی مسائل ۛ اختلاف ہوا اور بعض علماء کی عبارات سے توہین الو : ورسا) کا

ایہام ۛ، پیداہو ۛ تھا، جس کی ۛ ہی انہوں نے فرمائی اور متنبہ فرمائی، اس کے مقابل ایہ مکتبہ فکر علماء دیوبند کی طرف منسوب ہو کر دیوبندی کہلائی۔ اب یہ تقسیم عرف ۛ ہے اور عوام و خواص میں شائع و ذائع ہے۔ اور بعض مساب ۛ کے ۛ کے اغراض و مقاصد ۛ انجمن اساسی دستاویزات میں بھی لکھا ۛ ہے اور بعض جگہ مساب ۛ کے بورڈ نوپ بھی لکھا ۛ ہے اور یہ اس لئے کہ بعد میں فرقہ وارانہ تنازعات کا سد ۛ ہو سکے، جس مسجد کی ۛ جس نے ڈالی ہے وہ اسی کے پس رہے اور اسی کا استحقاق تسلیم کیا جائے، لہذا مستقبل کے تنازعات کو رفع کرنے، مسجد ۛ ہی آویزش سے بچانے کے لئے ۛ کستان کے عرف عام کے تناظر میں ۛ لکھنے میں کوئی حرج نہیں ہے، البتہ درس، تقریر اور خطبات میں ائمہ و خطباء کو مثبت ۛ از بیان اختیار کرنا چاہئے، اپنے مسلک کی حق ۛ کو کتاب و ۛ اور فقہ حنفی کے دلائل سے مزین کر کے بیان کرنے میں کوئی قبا ۛ نہیں ہے، فقط واللہ اعلم ۛ لصاب۔

مسجد میں ۛ جنازہ ۛ ہٹانے کی کراہت اور عذر کی بنیاد جواز کی صورتیں

سوال: 44

ہماری مسجد سے متصل جنازہ گاہ ہے، جس میں میت کو لانے کے لئے ۛ ہر سے دروازہ ہے اور ۛ زی حضرات کے لئے مسجد ہی سے دروازہ ہے، بعض اوقات جنازہ گاہ بھر جاتی ہے اور بقیہ ۛ زی مسجد میں صف بنا ۛ ہیں ایہ صا ۛ کا کہنا ہے کہ مسجد میں ۛ جنازہ نہ ۛھی جائے یا ۛ کا کام ہے۔ اور کرم واضح فرمائیے کیا ایسی صورت میں د ۛ شرکاء مسجد میں صف بنا ۛ ۛ جنازہ سے محروم رہیں؟
﴿انتظامیہ جامع مسجد غوثیہ، آ ۛ ج کالونی لیاری، کراچی﴾

جواب:

فقہائے احناف کے ۛ د ۛ مسجد میں جنازہ رکھ کر ۛ جنازہ ۛ ہٹا ۛ لاتفاق) وہ ہے اور اس کی دلیل یہ حدیث ہے:

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی لہ۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے مسجد میں (رکھی ہوئی) میت کی ۛ جنازہ ۛھی، اس کے لئے کوئی (ۛ) نہیں ہے۔“ ﴿سنن ابوداؤد رقم الحدیث: 3184﴾

اس حدیث کو امام ابن ماجہ، امام عبدالرزاق، امام ابن ابی شیبہ اور امام بیہقی نے بھی روا کیا ہے۔ فقہاء کا اس میں اختلاف ہے کہ یہ کراہت تحریمی ہے یا تنزیہی، علامہ ابن ہمام نے کراہت تنزیہی کو ترجیح دی ہے اور کہا ہے کہ یہ افضل اور اولیٰ کا خلاف ہے، یعنی مسجد میں ۛ جنازہ ۛ ہٹنا بھی مباح ہے لیکن افضل یہ ہے کہ خارج مسجد ۛھی جائے۔“

﴿فتح القدیر، بحوالہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، جلد 2، ص: 1026﴾

علامہ خواری لکھتے ہیں: ”اس اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ حدیث ۛ میں ہے: من صلی علی جنازۃ فی المسجد فلا شئی لہ۔ اس حدیث میں ظرف (فی المسجد) کا تعلق ۛ صلی کے ساتھ کیا جائے تو پھر مسجد میں ۛ جنازہ ۛ ہٹنا مطلقاً (وہ ہوگا) کیونکہ ایسی صورت

میں معنی یہ ہوگا کہ جس نے مسجد میں کھڑے ہو کر میت کی نماز جنازہ پڑھی، خواہ میت مسجد میں رکھی ہو، مسجد سے باہر، نمازی مسجد کے # ر کھڑا ہے تو یہ نماز جنازہ بہر صورت (وہ ہے) اور اگر ظرف (فی المسجد) کو جنازہ کی صفت بٹایا جائے، تو پھر صرف اس وقت مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (وہ ہوگا) # جنازہ مسجد میں رکھا ہوا ہو، دوسری وجہ یہ ہے کہ اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد کو صرف فرض پڑھنے کے لئے بٹایا ہے، تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً (وہ ہے، اور اگر کراہت کی علت یہ ہو کہ مسجد (میں نماز جنازہ پڑھنے کی صورت میں مسجد) کے • & میں آلودہ ہونے کا: شہ ہے، تو # جنازہ مسجد سے باہر ہو تو پھر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (وہ نہیں ہوگا، شمس الائمہ نے مبسوط میں اسی طرف میلان کیا ہے۔ ﴿کفایہ مع فتح القدیر، بحوالہ شرح صحیح مسلم، علامہ غلام رسول سعیدی، جلد: 2، ص: 29, 1028﴾

شمس الائمہ محمد بن احمد سرخسی حنفی لکھتے ہیں:

وعندنا اذا كانت الجنابة خارج المسجد لم يكره ان يصلي الناس عليها في المسجد انما الكراهة في ادخال الجنابة لقوله ﷺ جَنَبُوا مَسَاجِدَكُمْ صَبِيَانَكُمْ وَمَجَانِيَكُمْ فَاِذَا كَانَ الصَّبِيُّ يُنْهَى عَنِ الْمَسْجِدِ فَالْمَيْتُ اُولَىٰ۔

ترجمہ: ”# جنازہ مسجد سے باہر ہو، تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (وہ نہیں ہے، کراہت صرف میت کو مسجد کے داخل کرنے میں ہے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بچوں اور چنگلوں کو اپنی مسجد سے دور رکھو، # بچوں کو مسجد سے دور رکھنا p کا حکم ہے، تو میت کو دور رکھنا اولیٰ ہے۔“ ﴿المبسوط جلد 2 ص: 68، مطبوعہ دار المعرفۃ، بیروت﴾

علامہ سید طحاوی لکھتے ہیں: وکلام شمس الائمہ السرخسی یفیدان هذا هو المذهب حيث قال وعندنا ان كانت الجنابة خارج المسجد لم يكره ان يصلي عليها في المسجد۔ ﴿حاشیۃ الطحاوی علی مراقی الفلاح جلد 2 ص: 240 المکتبۃ الغوثیہ، کراچی﴾

ترجمہ: ”شمس الائمہ سرخسی کی (اس) عبارت سے یہ مستفاد ہوتا ہے کہ احناف کا مذہب (مختار) یہی ہے، کیونکہ انہوں نے کہا کہ نماز جنازہ مسجد سے باہر ہو تو ہمارے نزدیک مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (وہ نہیں ہے)۔“

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(وكرهت تحريماً) وقيل (تنزيهاً في مسجد جماعة هو) ای الميت (فيه) وحده او مع القوم (واختلف في الخارجة) عن المسجد وحده او مع بعض القوم (والمختار الكراهة) مطلقاً۔

ترجمہ: ”اور ایسی مسجد میں جہاں جماعت (کا اہتمام ہو، نماز جنازہ) وہ تحریمی ہے اور ایہ قول یہ ہے کہ (وہ تنزیہی ہے، خواہ صرف میت مسجد میں رکھی میت اولاً نہ پڑھنے والے & مسجد میں ہوں، # صرف میت مسجد سے باہر رکھی ہو) (اولاً نمازی مسجد کے # ر ہوں) میت کے ساتھ کچھ نمازی بھی مسجد سے باہر ہوں (اور کچھ نمازی مسجد کے # ر ہوں) تو اس صورت میں فقہاء کا اختلاف ہے، اور مختار قول یہ ہے کہ بہر صورت مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً (وہ ہے، یعنی میت اور & نمازی مسجد کے # ر ہوں) میت اور بعض نمازی مسجد سے باہر ہوں اور کچھ نمازی مسجد کے # ر ہوں 1 ظاہر ہے کہ کراہت صرف ان نمازیوں کے حق میں ہوگی، جو مسجد کے # ر کھڑے

ہیں)۔ درمختار کی اس عبارت کے تحت علامہ ابن عثیمین شامی نے طویل بحث کی ہے اور اس بحث کے دوران اس امر پر بھی کلام کیا ہے کہ حدیث *پک (”من صلیٰ علی جنازة فی المسجد فلا شئی له۔“ (یعنی جس نے مسجد میں میت کی نماز جنازہ پڑھی، اس کے لئے کوئی نفع نہیں) اور ایہ - رواۃ میں ہے ”فلیس له اجر“۔ اس حدیث میں ”فی المسجد“ میں تین احتمالات ہیں: (1) یہ کہ ظرف ”صلیٰ“ سے متعلق ہو (تو معنی یہ ہوں گے کہ: جس نے مسجد میں کھڑے ہو کر کسی میت کا جنازہ پڑھا، تو اس کے لئے کوئی نفع نہیں،) اس کی رو سے دو نوا احتمالات یکساں ہیں، خواہ میت مسجد میں رکھی ہو یا خارج مسجد، (2) یہ کہ ظرف ”فی المسجد“ میت سے متعلق ہو (تو معنی یہ ہوں گے کہ جس شخص نے کسی کی نماز جنازہ پڑھی، دراصل حالیکہ میت مسجد میں رکھی ہو، تو اس کے لئے کوئی نفع نہیں، اس کی رو سے دونوں احتمالات کا یکساں حکم ہوگا، خواہ نماز پڑھنے والے مسجد میں کھڑے ہوں یا خارج مسجد۔ (3) یہ کہ ظرف (فی المسجد) ”صلیٰ“ اور ”میت“ دونوں کے ساتھ متعلق ہو، تو اس صورت میں # نمازی اور میت دونوں مسجد میں ہوں گے، تو نماز جنازہ (وہ ہوگی، اور/ کوئی ایہ - (نماز یہ میت خارج مسجد ہے تو نماز) وہ نہیں ہے، (اس پر تبصرہ کرتے ہوئے علامہ شامی لکھتے ہیں: اور ان تمام صورتوں میں یہ مفہوم مذہب مختار کے خلاف ہے، (کیونکہ مذہب مختار یہ ہے) مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا مطلقاً) وہ ہے۔“

﴿رواۃ مختار علی الدر المختار، ج: 3، ص: 118، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

و صلاة الجنائزة فی المسجد الذی تقام فیہ الجماعة مکروهة سواء کان المیت والقوم فی المسجد أو کان المیت خارج المسجد والقوم فی المسجد او کان الامام مع بعض القوم خارج المسجد والقوم الباقی فی المسجد او المیت فی المسجد والامام والقوم خارج المسجد، هو المختار کذا فی الخلاصة۔

ترجمہ: ”جس مسجد میں نماز جنازہ (قاعدگی سے) ہوتی ہو، اس میں نماز جنازہ (وہ ہے، خواہ (1) میت اور نماز پڑھنے والے مسجد میں ہوں، (2) میت مسجد سے باہر ہو اور نماز پڑھنے والے مسجد میں ہوں، (3) امام اور بعض نماز پڑھنے والے مسجد سے باہر ہوں اور باقی لوگ مسجد میں ہوں یا میت مسجد میں ہو اور امام اور مقتدی مسجد سے باہر ہوں، یہی مذہب مختار ہے اور ”خلاصہ“ میں اسی طرح ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد: 1، ص: 165، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

ا/ * رش ہو رہی ہو تو اس صورت میں مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (وہ نہیں ہے، علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

”ولا تکره بعذر المطر ونحوه هکذا فی الکافی۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری، ج: 1، ص: 165، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

ترجمہ: ”اور رش یا اس جیسے دوا عذار کی بنا پر مسجد میں نماز جنازہ پڑھنا (وہ نہیں ہے۔“

بعض تنگ شہری علاقوں میں مسجد کے باہر کھلی جگہ ہوتی ہی نہیں، جہاں نماز جنازہ پڑھی جاسکے، ایسی صورت میں بعض مقامات پر لوگ سڑکوں پر گلیوں کو بلاک کر کے وہاں پر جنازہ پڑھتے ہیں، جبکہ شارع عام اور دوسرے کی زمین پر بلا اجازت جنازہ پڑھنا (وہ ہے، علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

”تکرہ فی الشارع وارض الناس کذا فی المضممرات“۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، ج: 1، ص: 165، مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

ترجمہ: ”سڑک پر اور لوگوں کی زمین پر (بلا اجازت و منظوری) جنازہ چڑھنا (وہ ہے)۔“

تو جس طرح ہمارے فقہائے کرام نے کہا ہے کہ: رش اور اس جیسے دھڑا اُزار کی بناء پر مسجد میں جنازہ (وہ نہیں ہے، تو دھڑا اُزار میں جگہ کی تنگی کسی مقام پر کھلی جگہ کا لکل نہ ہوگا۔ بھی ان اُزار میں شامل ہے، لہذا ایسی صورت میں مسجد میں جنازہ چڑھنا جائز ہے اور بعض مسابہ میں مخراب کے آگے میت، امام اور ایسی چند صفوں کی لوگوں کے لئے جگہ ہوتی ہے، اور بقیہ لوگ مسجد کے متصل صف بندی کرتے ہیں۔ بناء عذریہ بھی جائز ہے اور) وہ نہیں ہے پھر سڑک پر کا حق ہے، اسے لوگوں کی آمد و رفت کے لئے بند کر دینا مستحسن نہیں ہے خواہ تقریبات کے لئے ہو، مجھے میرے استاد علامہ مفتی محمد عبدالقیوم ہزاروی رحمہ اللہ تعالیٰ نے بتایا کہ ان کے استاد (محدث اعظم پاکستان رحمہ اللہ تعالیٰ کو ہم ایسی تنگ راستہ پر لے جا رہے تھے اور ہم آگے سے لوگوں کو ہٹا کر راستہ بنا رہے تھے، آپ نے فرمایا ایسا نہ کرو، راستہ پر کا حق ہے۔ آپ نے اپنے محلے اور مسجد کی جو صورت حال بیان کی ہے کہ جنازہ گاہ موجود ہے اور جنازے کی جنازہ گاہ ہی میں ادا کی جاتی ہے لیکن جگہ کی تنگی کے لئے کچھ اُزاری متصلاً مسجد میں صفیں بنا دی ہیں، جگہ کی تنگی کے عذر کی بنا پر یہ جائز ہے، البتہ جہاں مسجد سے ہر جنازہ گاہ کھلا میدان موجود ہو اور اُزاری جنازہ گاہ میں سما جاتے ہوں، وہاں پر مسجد میں مطلقاً جنازہ چڑھنا (وہ ہے اور جو مسجد صرف جنازہ گاہ کے طوبہ بنائی گئی ہے، وہاں پر مطلقاً جنازہ چڑھنا جائز ہے۔

نامکمل وقف

سوال 45:

میری ملکیت ایسی پلاٹ تھا جس کا K-D-A کے کاغذات کے مطابق ایسی اور دعوے دار موجود تھا مطلب کہ پلاٹ متنازعہ تھا ہمارے علاقے میں مدرسے کی ضرورت تھی میں نے وقتی طور پر فی الحال کی M سے مدرسے والوں کو پلاٹ کی فائل دی، گھر والوں کو خبر ہوئی تو زوجہ نے کہا کہ پلاٹ تو آپ نے بچی کھائی م کرنے کی M سے لیا تھا اب میں فائل واپس مانگتا ہوں تو مدرسے کے منتظمین فتویٰ مانگتے ہیں، کہتے ہیں کہ وقف کی ہوئی چیز واپس نہیں لی جاسکتی 1 میں حلفیہ کہتا ہوں کہ میں نے وقف یہ ہبہ نہیں کیا تھا صرف وقتی طور پر فائل دی تھی دوسرے بتاتے ہیں کہ قانونی طور پر متنازعہ پلاٹ مسجد مدرسے کو نہیں دیا جاسکتا۔ اے کرم رہنمائی فرما N میں کافی عرصے سے پیشانی کا شکار ہوں۔ ﴿سید محفوظ علی، فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

وقف یہ ہبہ کی شرائط میں سے ایسی شرط یہ بھی ہے کہ واقف (وقف کرنے والا) وقت وقف اس شے کا مالک ہو، جسے وہ وقف کر رہا ہے A وقت وقف مالک نہ تھا اور پھر مالک H، # بھی یہ وقف در & نہیں ہوگا۔ علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

ومنها الملك وقت الوقف حتى لو غصب ارضاً فوققها ثم اشتراها من مالکها ودفع الثمن اليه أو صالح على مال

دفعه اليه لا تكون وقفاً كذا في البحر الرائق۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 2 ص: 353 مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

ترجمہ: ”(وقف کی شرائط میں سے) ای۔ شرط یہ بھی ہے کہ وقف کرتے وقت واقف اس شے کا مالک ہو یہاں۔۔ کہ ا/ کوئی (شخص کسی) زمین کو غصب کر کے وقف کر دے پھر اس کے مالک سے اس زمین کا 10% لے اور قیمت مالک کو ادا کر دے۔ کچھ دینے پر مصالحت کر لی تو یہ وقف (در &) نہیں ہو سکتا، ”البحر الرائق“ میں بھی اسی طرح ہے۔“

وقف کے لئے مخصوص الفاظ ہیں جن سے وقف صحیح ہوتا ہے، مثلاً میری یہ جا G اد صدقہ موقوفہ ہے کہ ہمیشہ مساکین پر اس کی آمدنی صرف ہوتی رہے۔ اللہ تعالیٰ کے لئے میں نے اسے وقف کیا۔ مسجد یا مدرسہ یا فلاں نیک کام میں نے وقف کیا۔ فقراء پر وقف کیا۔ اس چیز کو میں نے اللہ کی راہ کے لئے کر دیا۔ صورتِ مسئلہ میں ا/ سائل کا بیان در & ہے تو یہ وقف مکمل ہے محض فائل دینے سے وقف مکمل نہیں ہوتا، مدرسہ والوں کو چاہئے کہ آپ کی فائل واپس کر دیں، فقط واللہ اعلم۔ ل صواب۔

﴿کتاب الجنائز﴾

غسل میت سے پہلے ایصالِ ثواب یا قرآن خوانی

سوال: 46

ا/ کسی کا انتقال ہو جائے اور لوگ فوری طور پر قرآن خوانی کرنا چاہیں تو کیا اس کی اجازت ہے؟ بعض لوگوں کا کہنا ہے کہ۔ #
۔۔ میت کو غسل نہ دیا جائے، قرآن خوانی کا آغاز نہیں کیا جاسکتا۔ ازراہ کرم رہنمائی فرمادیجئے۔ ﴿سیدنا علی، کراچی﴾

جواب:

فی نفسہ ۛ ۛ یہ مردہ کسی بھی شخص کے لئے کسی بھی وقت میں ایصالِ ثواب یا دعائے مغفرت کی ممانعت نہیں ہے۔ اسی طرح ا/ کسی شخص کا انتقال ہوا ہو تو غسل یا ۛ فین سے پہلے اس کے لئے دعائے مغفرت یا ایصالِ ثواب جائز ہے، اس کی کوئی ممانعت نہیں ہے۔ البتہ فقہاء کرام نے اس پر بحث کی ہے کہ میت سامنے رکھی ہو اور ابھی اسے غسل نہ دیا ہو تو اس کے سامنے اسی مقام پر تلاوت قرآن کی جاسکتی ہے یا نہیں؟ فقہاء نے اس پر گفتگو کی ہے اور اس کی وجوہ بحث کی ہے۔ چنانچہ امام احمد رضا قادری قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: بلکہ جن کے دیہ موت سے ۛ ن ہو جائے اور غسل میت اُسے • & حقیقہ سے تطہیر کے لئے رکھا گیا ہے، وہ قبل غسل میت کئے چس بیٹھ کر تلاوت کو کرتے ہیں۔ #۔۔ اسے لکل ڈھا۔ نہ دیا جائے کہ • & منکشفہ کا قرب ہوگا، تنہا میں ہے:

کرہ قرأۃ القرآن عنده الی تمام غسلہ۔

ترجمہ: ”میت کو غسل دینے۔۔ اس کے چس قرآن مجید پڑھنا (وہ ہے)۔ درمختار میں ہے:

عللہ الشر نبلا لالی فی امداد الفتح تنزیہا للقرآن عن نجاسة الميت لتنجسه بالموت قیل نجاسة خبث وقیل حدث

وعلیه فینبغی جوازها كقراءة المحدث۔

جمہ: امدادالفتاح میں علامہ شرنبلالی نے اس کی یہ علت بیان فرمائی کہ قرآن مجید کو میت کی • & اور * کی سے بچایا جائے، کیونکہ وہ (میت) موت کی وجہ سے * کی ہو جاتی ہے، پھر اس • & میں اختلاف ہے، چنانچہ بعض نے کہا کہ یہ • & A ہے جبکہ بعض کے • دے۔ حدیث ہے۔ لہذا اس • دے لازم ہے کہ میت کے * پس تلاوت قرآن مجید جائز ہو، جیسے بے وضو * دے سے قرآن پڑھنا۔ ردالمحتار میں ہے: **وذكر ان محل الكراهة اذا كان قريبا منه اما اذا بعد عنه فلا كراهة قلت والظاهر ان هذا ايضا اذالم يكن الميت مسجى بشوب ليستر جميع بدنه۔**

جمہ: ”علامہ طحاوی نے ذکر کیا کہ اس کراہت کا محل یہ ہے کہ • (تلاوت کرنے والا) میت کے قریب • بیٹھا ہو، لیکن • وہ اس سے دور بیٹھا ہے، (اور قرآن مجید پڑھ رہا ہے) تو پھر کراہت نہ ہوگی، میں کہتا ہوں ظاہر یہ ہے کہ یہ کراہت بھی • ہوگی • میت کسی ایسے کپڑے سے جو اس کے سارے جسم کو چھپائے ڈھا { ہوئی نہ ہو۔“ (فتاویٰ رضویہ جلد: 23، ص: 453-454، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور) امام احمد رضا قادری رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بحث کی کا استفادہ یہ ہے کہ فی نفسہ غسل میت سے پہلے میت سے ہٹ کر دوسری جگہ بیٹھ کر میت کے لئے ایصالِ ثواب کرے۔ قرآن خوانی کی کوئی ممانعت نہیں ہے، ہاں / میت کے قریب • بیٹھ کر تلاوت کریں اور میت کو کپڑے * چادر سے ڈھا • کر رکھ دیا • ہو، • بھی حرج نہیں ہے، ہاں / میت کو کپڑے سے ڈھا • ہوا نہیں ہے، کھلی ہے، تو اس میں فقہاء کرام کے دو اقوال ہیں، جو اسے بے وضو (محدث) کی محمول کرتے ہیں، ان کے • دے۔ جائز ہے اور جو اسے A • (حقیقی) کی محمول کرتے ہیں، ان کے • دے۔ وہاں تلاوت) وہ ہے۔

مصنوعی دانتوں کے ساتھ تدفین

سوال: 47

کسی شخص کے انتقال کے بعد • فین کے وقت مصنوعی دانتوں (جو کہ | ہیں اور نکالے نہیں جا • th)، کے ساتھ دفن کیا جاسکتا ہے؟ ﴿جمال سیکٹر 3-7D: 77﴾ تھ کراچی ﴿﴾

جواب:

مسلمان میت کی تجہیز و تکفین • فین اور • فین کے بعد اس کی قبر کی تکریم لازم ہے، کوئی ایسا عمل جس سے میت کو تکلیف ہو، نہ کیا جائے۔ مسلمان کی قبر کی تعظیم کا حکم احادیث مبارکہ میں جس قدر ہے اس سے مسلمان میت کی تعظیم و تکریم کا • ازہ • ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت • ہ و مردہ • ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر، جلد: 2، ص: 102، (مکتبہ نوریہ رضویہ سکھر) میں فرماتے ہیں: **وتوضيحه الاتفاق على ان حرمة المسلم ميتاً كحرمة حياً۔** جمہ: اس

* تبہ اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت و حرمت ﷺ ہ مسلمان کی طرح ہے۔ (ت)۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: کسر عظم المیت واذاہ ککسرہ حیاً۔ رواہ امام احمد وابوداؤد وابن ماجہ باسناد حسن عن أم المؤمنين عائشة الصديقة رضي الله تعالى عنها۔ ترجمہ: ”مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے پیچنا ایسا ہی ہے جیسا کہ ہڈی کو توڑنا، اسے امام احمد وابوداؤد وابن ماجہ نے سند حسن ام المؤمنین عائشہ صدی رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایا کیا۔“ یہ حدیث مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے، المیت يؤذيه في قبره ما يؤذيه في بيته۔ ترجمہ: ”سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: مردے کو قبر میں بھی اس جت سے پیچنا اہوتی ہے، جس سے گھر میں اسے اذیت ہوتی۔ علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں: افادان حرمة المؤمن بعد موته باقية۔ اس حدیث شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی رہتی ہے۔ سیّد حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: اذى المؤمن في موته كاذاه في حياته رواہ ابی بکر بن ابی شیبہ۔ مسلمان مردہ کو پیچنا ادینا ایسا ہے جیسے زندہ کو اسے ابوبکر بن ابی شیبہ نے روایا کیا۔ علماء فرماتے ہیں: المیت يتأذى بما يتأذى به الحي۔ کذا فی ردالمحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

جس جت سے زندہ کو پیچنا اہوتی ہے، مردے بھی اس سے تکلیف پڑتی ہے، جیسا کہ ردالمحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔ (ت) علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اشعة اللمعات میں امام علامہ ابو عمر یوسف بن عبد البر سلفا فرماتے ہیں: ازیں جا مستفاد دد کہ میت متالم دد جمیع انچہ متالم دد ان جی و لازم اینست کہ متلد ذ/ دد تمام انچہ متلد ذی شو ان ن، اتنی۔ اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو درد پہنچتا ہے، ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے، اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے زندہ کو لذت حاصل ہو ان سے میت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے، اتنی (ت)۔ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص: 442-441، رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال ہوا ”کاٹنا مرد کے بل بعد مرنے کے جائز ہے یا نہیں؟“ اس کے جواب میں لکھتے ہیں:

* جائز ہے، فی الدر لا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریمہ ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن، و فی ردالمحتار عن النهر عن القنیة التزین بعد موتها و الامتشاط و قطع الشعر لا یجوز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: ”در مختار میں ہے: میت کے بالوں میں کنگھانہ کیا جائے یعنی یہ (وہ تحریمی ہے، اور اس کے بالوں میں خن نہ آئے جتنے جابجا N، 1 وہ جوڑے ہوئے نہ ہوں، بل آئے جابجا N، نہ ختنہ کیا جائے، ردالمختار میں ”نہر“ سے، اس میں ”قنیہ“ سے منقول ہے، اس کے مرنے کے بعد ز M کرنا، کنگھا کرنا بال کا پٹا جائز ہے۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص: 9291، رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

نہ صرف میت کی تعظیم و تکریم لازم ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ قبور مسلمین کی تعظیم و ادب کا بھی حکم ارشاد فرماتے ہیں، چند احادیث 5 حطہ ہوں:

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ”لأن یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه حتی یتخلص الی جلدہ

خيرله من أن يجلس على قبر۔

ترجمہ: ”ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”تم میں سے کسی کا آگ بپ بیٹھنا یہاں۔۔ کہ وہ کپڑے جلا کر چمڑے۔۔ پہنچ جائے، *یہ وہ بہتر ہے اس سے کہ قبر بپ بیٹھے۔“ ﴿ابوداؤد، رقم الحدیث: 3220، مطبوعہ مؤسسة الریان بیروت﴾

عن عقبۃ بن عامر، قال: قال رسول اللہ ﷺ: لأن امشی علی جمرة أو سیف، أو اخصف نعلی برجلی، أحب الی من ان امشی علی قبر مسلم۔ وما أبالی اوسط القبور قضیت حاجتی، أو وسط السوق۔

ترجمہ: ”عقبہ بن عامر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: مجھے *یہ وہ پسند ہے آگ *یہ تلوار بپ چلا *وہ سے جو تپ پپ * لگا، بہ نسبت اس کے کہ قبر مسلم بپ چلوں، اور مجھے اس *بت کی بپ وہ نہیں کہ قبر کے وسط میں میری جا۔ # پوری ہوتی ہے *۔ زار کے درمیان۔“ ﴿ابن ماجہ، رقم الحدیث: 1568، مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

صورتِ مسئلہ میں چوہ مصنوعی دا \$ اس طور بپ نصب کیے ہوئے ہیں جنہیں نکالا نہیں جاسکتا، اور انہیں نکالنے کی کوشش کڑ۔ میت کو اذی دینا ہے، اور میت کو اذی دینا جائز نہیں ہے، لہذا مصنوعی دانتوں کے ساتھ میت کی *ت فین جائز ہے۔

پوسٹ مارٹم کی شرعی حیثیت

سوال: 48

کیا شریعت میں پو & مارٹم کی اجازت ہے؟، ا/ اجازت ہے تو قرآن پ ک * حدیث میں ہے اس کی کوئی مثال موجود ہے؟

سوال: 49

کیا شہید کا پو & مارٹم کیا جاسکتا ہے؟، کیوہ آپ کو تو معلوم ہوگا کہ سر (چہرے) سے لے کر پیٹ۔۔ اس کو کاٹتے ہیں، صرف یہ دیکھنے کے لئے کہ گولی سے مرا ہے کسی چاقو سے *یہ گولی کتنی دور سے لگی ہے *یہ زخم کتنا گہرا ہے۔ اور اس کے بعد قانون میں اتنا ہے کہ یہ میڈ p رپورٹ صرف موت کا با جانے کے لئے کی جاتی ہے، اور قانون میں صرف اس رپورٹ بپ اعتبار نہیں کیا جاسکتا یہ تو صرف گواہوں کی گواہی سے مشابہت کرنے کے لئے ہوتی ہے، کہ واقعی گواہان سچ بول رہے ہیں کورٹ میں۔

سوال: 50

کیا کسی بھی آدمی (مردہ) کو قبر سے نکال کر اس کا پو & مارٹم کیا جاسکتا ہے، شریعت اجازت دیتی ہے؟ یہ & اور آپ کو تو معلوم ہے کہ *پکستان میں میڈ p رپورٹس کیسے دی جاتی ہیں، کیا اس کے وجود بھی پو & مارٹم کیا جاسکتا ہے؟

﴿منصور علی * وکیٹ، ڈسٹر لارڈ کانہ تحصیل میر و خان ولج نیوٹھار وودھو﴾

جواب:

آپ کے سوالات کا جواب دینے سے پیشتر مسلمان میت کی حرمت سے متعلق ہم چند حوالے لاتے ہیں: مسلمان میت کی تجہیز

تکفین + فین او + فین کے بعد اس کی قبر کی تکریم لازم ہے، کوئی ایسا عمل جس سے میت کو تکلیف ہو، نہ کیا جائے۔ مسلمان کی قبر کی تعظیم کا حکم احادی مبارکہ میں جس قدر ہے اس سے مسلمان میت کی تعظیم و تکریم کا + ازہ ہو + ہے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

”علمائے کرام کا اتفاق ہے کہ مسلمان کی عزت + ہ و مردہ + ہے۔ محقق علی الاطلاق رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فتح القدیر، (جلد: 2، ص: 102، مکتبہ نوریہ رضویہ، سکھر) میں فرماتے ہیں: **وتوضیحه الاتفاق علی ان حرمة المسلم میتاً کحرمته حیاً**۔ ترجمہ: اس +۔ تبہ اتفاق ہے کہ مردہ مسلمان کی عزت و حرمت + ہ مسلمان کی طرح ہے۔ (ت)۔ نبی ﷺ فرماتے ہیں: **کسر عظم المیت و اذاہ ککسرہ حیاً**۔ رواہ امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ باسناد حسن عن أم المؤمنین عائشہ الصدیقة رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔ ترجمہ: ”مردے کی ہڈی کو توڑنا اور اسے + اپہچا + ایسا ہی ہے جیسا + ہ کی ہڈی کو توڑنا +، اسے امام احمد و ابوداؤد و ابن ماجہ نے بسند حسن ام المؤمنین عائشہ صد ا رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روا کیا +۔ یہ حدی مسند الفردوس میں ان لفظوں سے ہے، **المیت یؤذیہ فی قبرہ ما یؤذیہ فی بیتہ**۔ ترجمہ: ”سید عالم ﷺ فرماتے ہیں: مردے کو قبر میں بھی اس +۔ ت سے + اہوتی ہے، جس سے گھر میں اسے اذی + ہوتی۔ علامہ مناوی شرح میں فرماتے ہیں: **افادان حرمة المؤمن بعد موته باقیۃ**۔ اس حدی شریف سے معلوم ہوا کہ مسلمان کی حرمت بعد موت کے بھی ویسے ہی + تی ہے۔ سیذ + حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: **اذی المؤمن فی موته کاذاہ فی حیاتہ** رواہ ابی بکر بن ابی شیبہ۔ مسلمان مردہ کو + ا دینا ایسا ہے جیسے + ہ کو اسے ابو بکر بن ابی شیبہ نے روا کیا +۔ علماء فرماتے ہیں: المیت یتاذی بما یتاذی بہ الحی۔ کذا فی رد المحتار وغیرہ من معتمدات الاسفار۔

جس +۔ ت سے + ہ وں کو + ا پہنچتی ہے، مردے بھی اس سے تکلیف + تے ہیں، جیسا کہ رد المحتار وغیرہ معتمد کتب میں مذکور ہے۔ (ت) علامہ شیخ محقق رحمۃ اللہ علیہ اشعۃ اللمعات میں امام علامہ ابو عمر یوسف بن عبدالبر سنا فرماتے ہیں: ازیں جا مستفاد + د کہ میت متالم + د + جمیع انچہ متالم + د + ان جی و لازم اینست کہ متلذ + د و تمام انچہ متلذ + د شو + ان + ہ، انتہی۔ اس جگہ یہ مستفاد ہوتا ہے کہ جن چیزوں سے + ہ کو درد پہنچتا ہے، ان تمام سے مردہ کو بھی الم پہنچتا ہے، اور یہ لازم ہے کہ جن چیزوں سے + ہ کو لذت حاصل ہو ان + سے میت کو بھی لذت حاصل ہوتی ہے، انتہی۔ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص: 441-442، رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال ہوا ”کاٹنا مرد کے بل بعد مرنے کے جائز ہے یا نہیں؟“ اس کے جواب میں لکھتے ہیں: +۔ جائز ہے، فی الدر لا یسرح شعرہ ای یکرہ تحریمہ ولا یقص ظفرہ الا المکسور ولا شعرہ ولا یختن، و فی رد المحتار عن النہر عن القنیۃ التزیین بعد موتہا و الامتشاط و قطع الشعر لا یجوز۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: ”رد مختار میں ہے: میت کے بلوں میں کنگھانہ کیا جائے یعنی یہ (وہ تحریمی ہے، اور اس کے بلوں میں خن نہ + اشے جا N، 1 وہ جوڑا ہوا ہے، نہ ہی +۔ بل + اشے جا N، نہ ختنہ کیا جائے، رد المختار میں ”نہر“ سے، اس میں ”قنیۃ“ سے منقول ہے، اس کے مرنے کے بعد

ز M کنگھا کڑا جلا جاوے۔ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 9، ص: 92-91، رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

نہ صرف میت کی تعظیم و تکریم لازم ہے، بلکہ نبی کریم ﷺ قبور مسلمین کی تعظیم و ادب کا بھی حکم ارشاد فرماتے ہیں، چند احادیث

5 حصہ ہوں:

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: "لأن یجلس احدکم علی جمرة فتحرق ثیابه حتی تخلص الی جلدہ

خیرلہ من أن یجلس علی قبر۔"

ترجمہ: ”ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: ”تم میں سے کسی کا آگ پہ بیٹھنا یہاں۔۔ کہ وہ کپڑے جلا کر

چمڑے۔۔ پہنچ جائے، یہ دہ بہتر ہے اس سے کہ قبر پہ بیٹھے۔“ ﴿ابوداؤد، رقم الحدیث: 3220، مطبوعہ مؤسسة الین بیروت﴾

میت کے پو & مارٹم کی ضرورت دو جگہ پیش آتی ہے، ا۔ یہ ضرورت تعلیم، اس کے لئے عام طور پر کسی لاوارث میت کو قبضے میں کرنے کے بعد میڈ p کالج کے طلباء اس کے جسم پر آپ c کی مشق کرتے ہیں اور اس کے جسم کے مختلف ا | عو طبی نوعیت کے تجربات کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمارا A یہ یہ ہے کہ 90% کی مشق کے لئے جانوروں اور غیر مسلم اموات کو حاصل کڑا چاہئے اور مسلم اموات پر 90% کی مشق کڑا جاوے نہیں ہے اور غیر مسلم اموات کا حصول اس قدر دشوار نہیں ہوتا جس کی بنا پر مسلمان میت کی چیر پھاڑ کر کے اس کی بے حرمتی کی جائے۔

آج کل K نی جان کو بچانے کے لئے 90% اور آپ c ا۔ ضروری طریقہ علاج ہے پتہ مشانہ میں پتھری کی صورت میں آپ c کے ذریعے پتھری کڑا ہر نکالا جاتا ہے، ا / 10% اب ہو جائے تو اس کو آپ c کر کے ہر نکال دیتے ہیں، بعض دفعہ عورت کے پیٹ میں بچہ آڑا ہوتا چھا ہوتا ہے اور ا آپ c کے ذریعے ڈیوری نہ کی جائے تو ماں اور بچہ دونوں مر جاتے ہیں، بعض دفعہ جسم کے کسی عضو میں کوئی سور ہو جاتا ہے اور بقی جسم کو اس کے زہر سے محفوظ p کے لئے اس عضو کو کاٹ لیا جاتا ہے، بعض حادثات میں جسم کی مختلف ہڈیاں ٹوٹ جاتی ہیں اس موقع پر ہڈی جوڑنے کے لئے آپ c / 10% ہے اسی طرح ہم کے ٹکڑوں اور گولیوں کو جسم سے نکالنے کے لئے آپ c کی ضرورت پڑتی ہے۔

پو & مارٹم کی دوسری وجہ جو بے عموم پیش آتی ہے وہ ہے مقدمہ کی تحقیق اور کسی بے قصور مسلمان کو قتل کی سزا سے بچانے کا مسئلہ مثلاً ا۔ شخص کو پولیس نے پستول سمیت پکڑ لیا اور اس پر الزام ہے کہ اس نے اپنے پستول سے فلاں شخص کو گولی مار کر ہلاک کر ڈیا ہے، جبکہ ملزم یہ کہتا ہے کہ میں نے اس گولی نہیں نی اور تمام شواہد اور قرائن ملزم کے خلاف ہیں، اب صرف یہ دیکھنا ہے کہ مقتول کے جسم میں جو گولی ہے؟ یہ وہ اس نمبر کی گولی ہے جو ملزم کے پستول میں ہے؟ یہ کوئی اور گولی ہے، ا / 10% ہو جائے کہ مقتول کے جسم میں ملزم کے پستول کی گولی ہے تو وہ قاتل ہے۔ ہو جائے گا اور ا وہ گولی اس کے پستول کی نہیں ہے، تو وہ ی ہو جائے گا، ایسی صورت میں جبکہ پو & مارٹم کے ذریعے کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پو & مارٹم کڑا صرف جاوے ہی نہیں، بلکہ ضروری ہے اور فقہاء اربعہ کے مذاہب میں

اس کی G موجود ہے۔

مذکورہ لامسلے کی تحقیق انتہائی مفصل # از میں شیخ الحدید حضرت علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے اپنی تصنیف شرح صحیح مسلم (جلد دوم، ص: 830-823) میں کی ہے، جس کا خلاصہ ہم نے بیان کیا ہے۔ میت کو دفن کرنے کے بعد پھر قبر کو کھودا جا رہا نہیں 1۔
کسی آدمی کے حق کے لئے کھودا ہو مثلاً زمین مغصوب میں دفن کیا گیا H دفن کے وقت کسی کا مال قبر میں آ پڑا تو ایسی صورت میں قبر کھودنے کی اجازت ہے، علامہ شامی لکھتے ہیں:

(لا یخرج منه) بعد اہالہ التراب (الا) لحق آدمی، (کأن تكون الارض مغصوبة أو أخذت بشفعة) و یخیر المالك

بین اخراجه و مساواته بالأرض۔ ﴿رد المحتار جلد 3 صفحہ 136، 135؛ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

، ترجمہ: ”(میت کو قبر سے نہیں نکالا جائے گا) مٹی ڈال دینے کے بعد (1) کسی K ن کے حق کی وجہ سے، مثلاً (زمین غصب کی ہو) شفعہ کی وجہ سے لی گئی ہو) اور مالک کو اختیار ہوگا کہ مردے کو نکال دے قبر زمین کے برابر کر دے۔“
تمام حوالہ جات کی روشنی میں یہ واضح ہے کہ ایسی صورت میں جبکہ پو & مارٹم کے ذریعے کسی بے قصور کی جان بچانے کا مسئلہ ہو تو پو & مارٹم کڑ صرف جا رہا ہی نہیں، بلکہ ضروری ہے (کیو ẽ . # مسلمان میت کی حرمت اس قدر ہے جیسا کہ ہم نے اس فتویٰ کی ابتداء میں بیان کی ہے تو H کی رجہ اولیٰ ہے) اور فقہاء اربعہ کے مذاہب میں اس کی G موجود ہے۔

جھوٹی قبر بنانا اور اس کی تعظیم کرنا

سوال: 51

ای۔ ایسی جگہ جہاں کسی رگ و ولی کی قبر نہ ہو اور نہ ہی وہاں کوئی دفن ہو، بس اتنا کہا جائے ہو کہ یہاں کسی زمانے میں گذرتے ہوئے کسی قافلے کا یا۔ بچہ غا \$ H تھا (یہ معلوم نہیں کہ یہ بچہ ہندو، سکھ، عیسائی ہے، جن کا تھا) H ہ پیر کا م دے کر عرس کڑ منتیں 6% صدقات دینا اور مقدس جان کر حاضری دینا، درختوں کا نہ کاٹنا، وہاں کی خاک کو شفا یب سمجھنا وغیرہ وغیرہ، جا رہے۔
* جا رہے؟۔ اب یہ جگہ محکمہ اوقاف کے پاس ہے عرس تو نہیں ہوتا، لیکن عورتوں اور مردوں کی حاضری جیسے معامت 5 جاری ہیں۔ اس صورت حال کو روکنا جا رہے ہیں؟ ﴿مولا محمد جہانگیر صدیقی، علیہ مسجد، ظم، دہراچہ﴾

جواب:

جھوٹی قبر بنا کر اس کی تعظیم کڑ جا رہا ہے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال ہوا ”کسی ولی اللہ کا مزار شریف فرضی بٹا اور اس پچادرو غیر 6% H، اور اس پچا تھ پھنا اور اصل مزار کا سادب و لحاظ کڑ جا رہے ہیں؟“
جواب میں لکھتے ہیں: فرضی مزار بٹا اور اس کے ساتھ اصل کا سامعاملہ کڑ جا رہا۔ (ہے، مزار سوال ہوا کہ ”زی نے ای۔ قبر فرضی اور مصنوعی، جس کا پہلے سے کوئی وجود نہ تھا، بنا کر یہ مشہور کی کہ اس قبر میں امروہہ کے زین العابدین تشریف لائے ہیں، مجھ کو

خواب میں ✱ رت ہوئی ہے، ایسی روڈیت کا ذبہ سے اس قبر کی عظمت لوگوں کے سامنے بیان کر کے قبر پرستی کی طرف بلانے لگا، حتیٰ کہ اس میں اس کو کامیابی ہونے لگی اور بہت سی مخلوق اس کی طرف متوجہ ہو گئی۔ اس قبر پر چادریں اور مرغ اور بکری اور مٹھائیاں، روپیہ اور پیسہ 60% ہانے لگے، اور اپنی مرادیں اور منتیں اس قبر سے مانگنے لگے اور زنیہ اس آمدنی سے متمتع ہوتی ہے، ایسے شخص کے واسطے شریعت کیا حکم لگاتی ہے؟

آپ نے جواب دیا: ”قبر بلامقبور (یعنی جس میں کوئی دفن نہ ہو) کی طرف بلا اور اس کے لئے وہ افعال کر ✱ H ہے، اور جبکہ وہ اس پر مصر ہے اور بلا علان اسے کر رہا ہے، تو فاسق معین ہے اور فاسق معین کو امام بلا ✱ H اور پھیرنی وا۔ #۔ اس جلسہ رت قبر بے مقبور میں شر! جا نہیں۔ نی کے اس معاملے سے جو خوش ہیں خصوصاً وہ جو مہمہ و معاون ہیں، H& ہ گارو فاسق ہیں، قال اللہ تعالیٰ: **ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان، H** اور دتی پ ا۔ دوسرے کی مدد نہ کرو۔ بلکہ وہ بھی جو وصف قدرت سا! ہے، قال اللہ تعالیٰ: **كانوا لا يتناھون عن منكر فعلوه لبئس ما كانوا يفعلون۔** وہ کام سے ا۔ دوسرے کو روکتے نہ تھے، کیا ہی اکام وہ کرتے تھے۔

ا۔ اور سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: جھٹ مزار بلا اور اس کی تعظیم کر جا نہیں۔

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 9 ص: 425، 426، 427 مطبوعہ رضافا C، لاہور﴾

مردہ پیدا ہونے والے بچے کے کفن دفن، غسل دینے اور ✱ م p کا مسئلہ

سوال: 52

ا/ کوئی بچہ مسلمان کے گھر مردہ حا { میں پیدا ہو تو ایسی صورت میں اس کی فین کٹے۔ رے میں کیا حکم ہے کیا اسے مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کیا جائے گا کسی الگ جگہ؟ اور اس کو غسل دینے اور ✱ م p کٹے۔ رے میں شرعی حکم کیا ہے؟

﴿طارق عزیہ، دستگیر کالونی، کراچی﴾

جواب :

وہ بچہ جو ماں کے لطن سے مردہ حا { میں پیدا ہوا، یعنی دورانِ تولد بعد میں اس نے کوئی آواز نہیں نکالی، کوئی حر! نہیں کی، سانس نہیں لیا، نہ گی کی کوئی علامت ظاہر نہیں ہوئی، تو اس کی اناز جنازہ نہیں پھی جائے گی، غسل دینا بہتر ہے، اسے معمول کا مسنون کفن دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، بس ✱ ک کپڑے میں لپیٹ کر مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کر دیا جائے، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن کرنے کا فائدہ یہ ہے کہ وہ قبر کی وجہ سے اس میت کے ✱ رکی بے حرمتی کی نوبت نہیں آئے گی۔ علامہ A م الدین لکھتے ہیں:

وان لم يستهل ادرج فی خرقۃ ولم یصل علیہ ویغسل فی غیر ظاہر الروایۃ وهو المختار کذا فی الہدایۃ۔

ترجمہ: ”اور ا/ بچہ (مردہ پیدا ہوا اور) کوئی آواز نہیں نکالی، تو اسے ✱ ک کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیا جائے اور اس کی اناز جنازہ

نہیں پٹھی جائے گی، (فقہ حنفی کی ظاہر الروایہ میں تو اسے غسل دینا *\$ نہیں ہے لیکن) غیر ظاہر الروایہ کی ای۔ روا۔\$ میں ہے کہ اسے غسل دیا جائے گا، اور یہی (قول) مختار ہے اور ”ہدایہ“ میں اسی طرح ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1 ص: 159، مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾
علامہ علاؤ الدین حنفی لکھتے ہیں:

(والا) يستهل (غُسل و يُسمی) عند الثانی و هو الاصح، فَيُفْتَى به علیٰ خلاف ظاہر الروایۃ اکراماً لبنی ادم کما فی ”ملتقى البحار“ و اذا ستبان بعض خلقه غُسل و حشر و هو المختار۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3 ص: 122﴾

جمہ: اور آ بچہ پیدا ہونے پر آواز نہ نکالے تو دوسری روا۔\$ کے مطابق اسے غسل دیا جائے اور م رکھا جائے، یہی صحیح تین ہے۔ اور بنی آدم کے اکرام کی خاطر ”ظاہر الروایہ“ کے خلاف اسی فتویٰ دیا جائے گا، جیسا کہ ”ملتقى البحار“ میں ہے۔
امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: سے سوال ہوا کہ ”اکثر دیکھا H مرا ہوا بچہ کسی کے ہاں پیدا ہوتا ہے، اس کو ہٹا دیں رکھ کر گورستان سے علیحدہ دفن کرتے ہیں اور کہتے ہیں یہ پکا مسان (یعنی اس سے + فالی مراد e ہیں) ہے، اس سے اہل ہنود کی طرح بچتے ہیں، یہ کیونکر ہے؟

آپ نے جواب دیا: ”یہ شیطانی خیال ہے اسے مسلمانوں کے گورستان ہی میں دفن کریں۔“

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 9 ص: 390، رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

علامہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

مسلمان مرثیہ عورت کا بچہ نہ پیدا ہوا یعنی اکثر حصہ ہر ہونے کے وقت نہ ہوا، پھر مرثیہ تو اس کو غسل و کفن دیں گے اور اس کی لانا پٹھیں گے ورنہ اسے ویسے ہی نہلا کرا۔ کپڑے میں لپیٹ کر دفن کر دیں گے اس کے لئے غسل و کفن بطریق مسنون نہیں اولاً زبھی اس کی نہیں پٹھی جائے گی۔ ﴿بہار شریعت، جلد اول ص: 335، 336، مطبوعہ مکتبہ امجدیہ، کراچی﴾

﴿کتاب الزکوۃ﴾

زکوۃ کی رقم سے قرض کی ادائی

سوال: 53

ای۔ شخص جو کہ قرض دار ہے اور بینک سے سوڈپ رقم قرض لی ہے گھرا دی ہے کچھ اور لوگوں کا پیسہ بھی دینا ہے جو کہ لاکھوں میں ہے، ضرورت نہ گی کی اشیاء گھر میں موجود ہیں۔ دژیف ت یہ کہہ کہ آ کوئی قر R رشتہ دار زکوۃ کی رقم سے اس کا قرضہ ادا کرے چاہے تو کتنی رقم زکوۃ کی مد میں اسے دے سکتا ہے؟

سوال: 54

۱۔ شخص مختلف لوگوں سے قرض 8 ہے اور پھر کچھ عرصے بعد اس کا انتقال ہو جاتا ہے اس کے گھر کے افراد وہ قرض چکانے کی استطاعت نہیں رکھتے کیا کوئی قرض R رشتہ دار یہ قرض زکوٰۃ کی رقم سے ادا کر سکتا ہے؟ ﴿سعید غنی آرا N، بلاک E-5 62/10 نیو کراچی﴾

جواب:

ایسا قرض دار جس کے پاس ادائے قرض کے وسائل نہ ہوں اور قرض کی رقم اس کی موجودہ 5 لاکھ سے زیادہ ہو اور کوئی حسن سلوک کے طور پر اس کے قرض کی ادائیگی نہ کرے چاہے تو وہ اپنی استطاعت وصولی کے مطابق کر سکتا ہے قرض کی رقم خواہ بینک کی ہو یا شخصی قرض کے سلسلے میں۔ ہاں البتہ شخصی قرض میں سود نہیں ہوتا چاہئے جبکہ بینک کے قرض میں سود دینا ہوتا ہے اس لئے یہ شخصی قرض سے زیادہ ہوتا ہے۔

زکوٰۃ کی رقم سے دار کے قرض کی ادائی زکوٰۃ کی رقم سے قرض کہہ کر دینا

سوال: 55

کیا زکوٰۃ کی رقم ایسے عزیز کو دی جاسکتی ہے، جو اپنی قلیل تنخواہ کی وجہ سے مقروض ہے اور اس کی لڑکی کی شادی طے ہو گئی ہے، 1 شادی کا 6% چہ نہ ہونے کی وجہ سے رکی ہوئی ہے، معلوم ہے کہ وہ شخص زکوٰۃ کی رقم 2 پتیار نہیں ہوگا تو کیا اس کو بغیر بتائے، اس کے قرض R رشتہ دار زکوٰۃ کی رقم دے گا، کیا اس طرح زکوٰۃ کی ادائی ہو جائے گی؟ ﴿واب: حسین، A-286/1 گلشن اقبال، کراچی﴾

جواب:

زکوٰۃ کی صحیح ادائی کے لئے ضروری ہے کہ جسے زکوٰۃ دی جا رہی ہے، وہ مستحق زکوٰۃ ہو، صاحب «ب نہ ہو، سید نہ ہو، تو ایسے شخص کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے۔ مستحق زکوٰۃ وہ شخص ہے، جس کے پاس کم از کم «ب کے مساوی C دی ضرورت سے فاضل مال موجود نہ ہو، «ب شرعی کی مقدار یہ ہے 612.36 / ام چاہے اس کی رائج الوقت قیمت کے مساوی X رقم یا مال تجارت جو اس کی C دی ضرورت سے زیادہ ہو۔ قرض دار صاحب «ب نہ ہوں بلکہ مفلس ہو، دار ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز ہے بلکہ افضل ہے۔ زکوٰۃ کی رقم سے اس کا قرض بھی ادا کیا جاسکتا ہے اور اسے یعنی مستحق زکوٰۃ شخص کو یہ بتائے بغیر بھی دی جاسکتی ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے، جبکہ + بیشہ ہو کہ خود داری کی بنا پر نہیں لے گا، بلکہ ہبہ یہ قرض کہہ کر بھی دی جاسکتی ہے اور دل میں یہ M ہو کہ واپس نہیں لوں گا، علامہ A م الدین لکھتے ہیں:

ومن أعطی مسکیناً دراهم وسماءاً هبةً أو قرضاً ونوی الزكاة فانها تجزیه وهو الاصح هكذا فی البحر الرائق
ناقلًا عن المبتغی والقنیة۔

ترجمہ: ”اور جو شخص کسی مسکین (مستحق زکوٰۃ شخص) کو کچھ درہم (زکوٰۃ کی مد میں) یہ کہہ کر دے کہ یہ ہبہ یہ قرضہ ہے اور زکوٰۃ کی ادائی کی M کر لے تو یہ عمل ادائے زکوٰۃ کے لئے کافی ہے اور یہی قول صحیح ترین ہے ”بحر الرائق“ میں ”المبتغی“ اور ”القنیة“ سے اسی طرح

ادھار کی رقم سے زکوٰۃ کی ادائیگی

سوال: 56

میں نے زکوٰۃ کے پیسے رکھے تھے، جو ای۔ صا # کو جو انتہائی مجبور تھے، ادھار میں دیے، سوال یہ پوچھنا ہے کہ کیا زکوٰۃ میں سے رقم بطور ادھار دی جاسکتی ہے۔ کیا سال آنے کے بعد # ادھار دی ہوئی رقم مل جائے، اس وقت زکوٰۃ دینے پر کوئی حرج تو نہیں؟
﴿محمد حامد علی، گلشن اقبال﴾

جواب:

اپنے مال میں سے زکوٰۃ کی رقم نکال کر اسے اپنے پاس الگ رقم p سے زکوٰۃ ادا نہیں ہوتی، بلکہ اسے مستحق۔ پہنچا۔ اور اسے اس کا مالک بنا۔ ضروری ہے، اور ا/ اس رقم کو رکھے ہوئے سال آنے پر # ہے * اسے آپ نے ادھار کسی کو دے رکھا ہے، تو آپ # آئندہ سال کی زکوٰۃ ادا کریں گے، تو زکوٰۃ کی M سے الگ رکھی ہوئی کسی کو قرض دی ہوئی اس رقم پر بھی آپ کو زکوٰۃ ادا کرنی لازمی ہوگی۔ اور ا/ آپ نے گزشتہ کئی سالوں سے اس رقم کی زکوٰۃ ادا نہیں کی، تو مقدار وا # کو چھوڑ کر بقیہ رقم ا/ » ب کی مقدار کو پہنچتی ہے تو اس پر زکوٰۃ وا # ہے، مثلاً آپ کے * * * * * لاکھ روپے ہیں اور سال گزرنے پر ساڑھے * رہ ہزار روپے زکوٰۃ وا # ہو گئی اور اس سال آپ نے زکوٰۃ ادا نہیں کی تو آئندہ سال کی زکوٰۃ # ادا کریں گے تو مقدار وا # یعنی ساڑھے * رہ ہزار کو چھوڑ کر بقیہ چار لاکھ ستاسی ہزار * سو کی زکوٰۃ آپ پر وا # ہوگی۔ صورتِ مسئلہ میں زکوٰۃ کی M سے اپنے کل رقم میں سے جو پیسے آپ نے علیحدہ کئے اور پھر وہ رقم آپ نے دوسرے کو بطور قرض دے دی اب آپ آئندہ سال # زکوٰۃ ادا کریں گے تو گزشتہ سال آپ کی رقم جتنی زکوٰۃ وا # تھی اس مقدار وا # کو چھوڑ کر بقیہ رقم زکوٰۃ وا # ہوگی، لہذا جو پیسے آپ نے قرض میں دیئے وہ کل رقم میں سے شمار نہیں ہونگے بلکہ قرض کی وصولیابی کے بعد گزشتہ سال کی زکوٰۃ کی مد میں ان % چھوڑے وا # ہوگا۔

اسپتال کے لئے زکوٰۃ کی رقم سے آلات طب کی خریداری

سوال: 57

میرا ای۔ ہسپتال ہے اس میں غرضاء، مساکین کا مفت علاج کیا جاتا ہے، آنکھوں کے علاج و آپ c کا شعبہ بھی ہے۔ غیر مستحق افراد سے منافع و فیس % چھ لیا جاتا ہے اس آمدنی سے بھی غرضاء و مساکین کے علاج میں رقم % چھ کی جاتی ہے۔ اب ہم ہسپتال میں آلات و مشینری وغیرہ کا اضافہ کرنا چاہتے ہیں خصوصاً شعبہ امراض چشم میں۔ سوال یہ ہے کہ کیا زکوٰۃ کی رقم سے آلات و مشینری ائے ہسپتال % ی جاسکتی ہیں؟
﴿اخلاق احمد، پشاور﴾

جواب:

محتاج صورت تو یہ ہے کہ آلات و مشینری زکوٰۃ کی رقم سے لے کر کسی بھی مستحق زکوٰۃ کی ملک کر دی جائے اور وہ اسے آپ کے ہسپتال کو ہبہ کر دے، پھر اسے آپ مستحق زکوٰۃ مریضوں، نصف فیس* مکمل فیس دینے والے^۱ غیر مستحق زکوٰۃ مریضوں کے لئے بھی بلا فیس استعمال کر^۲ ہیں اور کسی سے پوری فیس بھی چارج کر^۳ ہیں، فقط واللہ اعلم۔ لصوص۔

زکوٰۃ کی رقم سے مقامی بچوں کے لئے تعلیم القرآن کا مدرسہ *

سوال: 58

میں اپنی سالانہ زکوٰۃ میں سے محلے کے دو مدرسے اس طرح * ہوں کہ محلے کے بچہ پڑھنے کے لئے آتے ہیں، کوئی رہا *۔ مسافر طا () علم نہیں ہے۔ لڑکوں کو معلم قاری صا # اور لڑکیوں کو معلمہ قاریہ صاحبہ پڑھاتی ہیں۔ ان دونوں کا ماہانہ وظیفہ، مدرسے کے لئے ڈیسکیں، پنکھا اور د % اجات زکوٰۃ کی رقم سے ادا کرتے ہوں، گزشتہ دو سال سے اسی مذکورہ لاٹرنپ یہ دو مدارس میں رہا ہوں، کیا میری ادا کردہ زکوٰۃ در & ہے؟ ﴿حافظ نعیم احمد، کراچی﴾

جواب:

اللہ تعالیٰ نے مصارفِ زکوٰۃ قرآن مجید کی سورۃ التوبہ: 60 میں متعین فرمادیئے ہیں اور وہ آٹھ مدات ہیں:

(1) فقراء (2) مساکین (3) عاملین زکوٰۃ (4) مؤلفۃ القلوب (5) جن کی اَدَن کسی بڑے مالچ رتلے دبی ہوئی ہو (6) جن پ کوئی بھاری * وان آی ہو، جس سے گلو خلاصی کی کوئی سبیل نہ ہو (7) جو اپنے آپ کو ہمہ وقتی اللہ کے دین کے لئے وقف کر چکے ہوں اور معاشی۔ و دو کے لئے انہیں وقت میسر نہ ہو (8) جو مسافر کسی ایسے مقام پہ گھر گئے ہوں کہ قوت لایموت دی ب نہ ہو اور گھر سے رابطہ اور مالی معاوضہ کا حصول ممکن نہ ہو۔ زکوٰۃ کا مال صرف اس پ صرف کیا جاسکتا ہے جو قرآن مجید میں بیان کردہ ان مدات میں سے کسی ای۔ کے تحت مستحق زکوٰۃ قرار ڈیتے ہو۔ وہ مقامی شہری بچے جو مدارس ی مکاتب تعلیم القرآن میں حفظ ظہر کی تعلیم پ رہے ہوتے ہیں اور جن کے والدین اور کفیل خود زکوٰۃ و صدقات ادا کرتے ہیں، ان پ بلا واسطہ یا بواسطہ زکوٰۃ کی رقم صرف کتدر نہیں ہے؛ بواسطہ اس طرح کہ ان کے معلم و مدرس کو اس لئے زکوٰۃ کی رقم میں سے تنخواہ دی جائے کہ وہ ان بچوں کو پڑھاتا ہے۔ ہاں البتہ ایسا کوئی مدرس فی نفسہ مستحق زکوٰۃ ہے تو اسے زکوٰۃ دی جاسکتی ہے، عام ازیں کہ وہ بچوں کو پڑھا ئے نہ پڑھا ئے، اسے زکوٰۃ غیر مشروط طور پ استحقاق کی بنیاد دی جارہی ہو اور وہ رضا کارانہ طور پ رضائے الہی کے لئے قرآن مجید کی تعلیم دے رہا ہو، اسے اس پ شرط ی لازم نہ قرار ڈیتے ہو تو در & ہے۔ البتہ زیر تعلیم بچے بھی ایسے لوگوں کے ہیں، جو دار اور مستحق زکوٰۃ ہیں، تو ادارے کا سرورہ زکوٰۃ دینے والوں کا وکیل بن کر ان پ زکوٰۃ کی رقم چکر سکتا ہے۔

ٹرکے کی تقسیم سے پہلے کی مدت پر زکوٰۃ واجب نہیں

سوال: 59

۱۔ شخص کا قضاء الہی سے انتقال H اور اس کی جا 4 اداس کے شرعی وراثہ میں 2 سال کے بعد تقسیم کی گئی * تقسیم کے بعد گزشتہ دو سالوں کی زکوٰۃ ان کے ذمے وا۔ # الادا ہٹے نہیں؟ ﴿منور صدیقی، بلیر کراچی﴾

جواب:

واضح رہے کہ وجوب زکوٰۃ کے لئے بعض شرائط ہیں، # یہ تمام شرائط پائی جا N تو اس مال پر زکوٰۃ وا۔ # ہوگی، اور ا ان میں سے کل * بعض شرائط نہ پائی جا N، تو زکوٰۃ وا۔ # نہ ہوگی۔ وجوب زکوٰۃ کی شرائط میں سے ا۔ شرط ”ملک * م“ (Complete Ownership) ہے۔

علامہ آم الدین لکھتے ہیں: (ومنها الملك التام) وهو ما اجتمع فيه الملك واليد واما اذا وجد فيه الملك دون اليد كالصدق قبل القبض او وجد اليد دون الملك كملك المكاتب والمديون لا تجب فيه الزکوۃ كذافی السراج الوہاج۔
ترجمہ: ”(اور وجوب زکوٰۃ کی شرائط میں سے ا۔ ”ملک * م“ ہے) اور (ملک * م) اسے کہتے ہیں کہ جس میں ملکیت اور قبضہ دونوں پائے جا N، لیکن # ملکیت * پائی جائے 1 قبضہ نہ پائی جائے، اس کی مثال (دین) مہر ہے، جو ابھی (بیوی کے) قبضے میں نہیں * قبضہ نہ پائی جائے 1 ملکیت نہ ہو، جیسے (عبد) مکاتب * مقروض کے قبضے میں مال کا ہٹو۔ (کہ اس میں ملکیت نہیں ہے)، تو ان دونوں صورتوں میں اس مال پر زکوٰۃ وا۔ # نہیں ہوگی، ”ا۔ اج الوہاج میں اسی طرح ہے“۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد اول: ص: 172، مکتبہ رشیدیہ کو﴾
اور ملک * م \$ ہی ہوگا، جبکہ اصل یعنی ”مالک مال“، مال پر قبضہ کر لے یا اس کا وکیل مال پر قبضہ کر لے، علامہ ابن عثامین شامی لکھتے ہیں: وقد مران المراد بالملك التام رقبة ويدا۔

﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد: 3، ص: 168، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”اور تحقیق (پیچھے) گذر چکا ہے کہ (ملک * م) سے مراد یہ ہے کہ مملوک پر ملکیت بھی کامل ہو اور قبضہ بھی ہو۔“
اور وجوب زکوٰۃ کی شرائط میں سے ا۔ شرط یہ ہے کہ مال » ب حقیقت * تقبیر * می ہو۔ او * می ہٹو۔ یہ ہے کہ اس کو مال تجارت سے ہٹا سکے اور تجارت قبضہ سے پہلے ہو ہی نہیں سکتی۔ علامہ آم الدین لکھتے ہیں: (ومنها كون النصاب ناميا) حقيقة بالتوالد و التناسل و التجارة أو تقدیرا بان يتمكن من الاستمناء بكون المال في يده أو في يد نائبه۔

ترجمہ: ”وجوب زکوٰۃ کی شرائط میں سے ا۔ » ب * می (بہت سی کے قابل) ہٹو۔ ہے، حقیقت میں تو نمو (Growth) یہ ہے کہ توالد و تناسل (جیسے جانوروں کی افزائش ± ہوتی ہے) تجارت کے ذریعے ہو * تقبیر * نمو ہو، کہ مال کا مالک اپنے مال میں نمو اور

اضافے کی قدرت ۲ ہو اور یہ \$ ہو سکتا ہے۔ # مال اس کے (۔ اور & * اس کے \$ کے قبضے میں ہو۔“

﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1: ص: 174، مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

آگے چل کر لکھتے ہیں:

وَأَمَّا سَائِرُ الدِّيُونِ الْمُقَرَّبَةِ فَهِيَ عَلَى ثَلَاثِ مَرَاتِبٍ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى ضَعِيفٌ وَهُوَ كُلُّ دَيْنٍ مُلْكُهُ بَغِيرِ فَعْلِهِ لَا بَدَ لَاعْنِ شَيْءٍ نَحْوِ الْمِيرَاثِ أَوْ بِفَعْلِهِ لَا بَدَ لَاعْنِ شَيْءٍ كَالْوَصِيَّةِ أَوْ بِفَعْلِهِ بَدَلًا عَمَّا لَيْسَ بِمَالٍ كَالْمَهْرِ وَبَدَلِ الْخَلْعِ وَالصَّلْحِ عَنْ دَمِ الْعَمْدِ وَالْذِيَّةِ وَبَدَلِ الْكِتَابَةِ لَا زَكَاةَ فِيهِ عِنْدَهُ حَتَّى يَقْبِضَ نَصَابًا وَيَحُولَ عَلَيْهِ الْحَوْلُ۔

ترجمہ: ”لیکن ایسے تمام قرضے جن کا اقرار کیا جا چکا ہو، امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک۔ ان کے تین درجے ہیں، (۱)۔ دین (ضعیف، یہ وہ دین ہے جس کا وہ اپنے کسی فعل کے بغیر مالک بن گیا ہو، اور وہ مال کسی چیز کے بدلے میں اسے نہ 5 ہو، جیسے مال وراثت * اس کے فعل سے تو ہو لیکن کسی چیز کے بدلے میں نہ ہو، جیسے وصیت * اسکے فعل سے تو ہو لیکن کسی مال کے بدلے میں نہ 5 ہو، جیسے مہر * لخلع، قتل، عمو، صلح کے عوض ملنے والا مال، دی * اور بدل کتاب *، ایسے اموال میں امام اعظم کے نزدیک۔ زکوٰۃ نہیں ہے * وقتیکہ کے وہ قبضے میں آجائے اور » ب زکوٰۃ کہہ۔ ہو اور اس پر سال / رجائے (بشرطیکہ وہ شخص پہلے سے صا # » ب نہ ہو)۔“

﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1: ص: 174، مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

خلاصہ کلام یہ ہے کہ: کسی شخص کی وفات کے ساتھ ہی، اس کا مال کہ بن جائے ہے اور حکماً اس مال کی ملکیت وراثت کو منتقل ہو جاتی ہے، لیکن تقسیم وراثت سے پہلے وراثت کا اس مال پر ”ملک * م“ (یعنی ملکیت مع قبضہ) نہیں ہوتا * وقتیکہ تقسیم وراثت کے بعد وہ اس پر قبضہ کر لیں، لہذا صورتِ مسئلہ میں * کے کی تقسیم سے پہلے سالوں کی زکوٰۃ اس مال پر وا # نہیں ہوگی۔

زکوٰۃ کی رقم سے ڈائلیسس مشین کی خریداری

سوال: 60

عرض یہ ہے کہ ہم عزیزِ مہربانہ فاضلہ C کے نہایت اہتمام فیڈرل ”بی“ میں ای۔ ڈائلیسس سینٹر رہے ہیں جہاں پر * کارہا دے کے مریضوں کا ڈائلیسس کیا جاتا ہے اور اس سے زیادہ زکوٰۃ کے مستحق لوگوں کا ڈائلیسس کیا جاتا ہے۔ # کہ کچھ لوگ آدھے چارج پر پورے چارج دیتے ہیں ان کا بھی ڈائلیسس کیا جاتا ہے۔

ہمیں کچھ صا #، و حضرات زکوٰۃ کی مدد سے ڈائلیسس کی مشین دینا چاہتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ آپ ہماری رہنمائی

فرما N کہ:

۱۔ کیا زکوٰۃ فنڈ سے ڈائلیسس مشین لی جائے گی نہیں؟

۲۔ / مشین لی جائے تو اس پر پورے آدھے چارج دینے والے مریضوں کا علاج کیا جاسکتا ہے؟ نہیں؟ / چارج دینے

والوں کا علاج زکوٰۃ فنڈ سے لی ہوئی ڈائلیس مشین سے نہیں کر h تو۔ اے مہر! نی شریعت اسلامیہ کے مطابق اسکا کوئی حل ہو سکتا ہے۔
 کہ عوام الناس کے 4% کے کیلئے زکوٰۃ فنڈ 10% ی ہوئی ڈائلیس مشین استعمال ہو سکے؟ ﴿احمد عبدالشکور نشی﴾

جواب:

محتاط صورت تو یہ ہے کہ ڈائلیس مشین زکوٰۃ کی رقم سے لے کر کسی بھی مستحق کی ملک کر دی جائے اور وہ اسے آپ کے ڈائلیس h کو ہبہ کر دے، پھر اسے آپ مستحق زکوٰۃ مریضوں، نصف فیس* مکمل فیس دینے والے یہ غیر مستحق زکوٰۃ مریضوں کے لئے بھی بلا فیس استعمال کر h ہیں اور کسی سے پوری فیس بھی چارج کر h ہیں۔

دوسری صورت۔ سبیل تنزل یہ ہے کہ ائمہ احناف کے ہاں تو زکوٰۃ میں تملیک یعنی مستحق کو مالک بنا* شرط ہے لیکن اہلسنت کے د V ائمہ ثلاثہ کے د یہ تملیک شرط نہیں ہے۔ ہمارے مفسرین احناف میں سے علامہ خفاجی، علامہ شیخ زادہ، علامہ ابوسعود اور علامہ محمود آلوسی نے فقراء، مساکین، عاملین اور مؤلفۃ القلوب کے لئے تو تملیک کی شرط کو ب۔ قرار رکھا ہے لیکن مکاتب غلاموں کی آزادی، مقروض افراد* کسی* وان 10% مانے میں پھنسے ہوئے افراد، مسافروں اور ان لوگوں کے لئے جو ہمہ وقت اللہ کے دین کے کسی کام کے لئے اپنے آپ کو وقف کئے ہوئے ہیں، جیسے مجاہدین فی سبیل اللہ* دینی طلبہ، لیکن مستحق زکوٰۃ ہیں، ان کے لئے تملیک کو شرط لازم قرار نہیں دیا بلکہ ان کے مصالح 10% چ کر h ہیں، پس ا/ ڈائلیس مشینیں زکوٰۃ فنڈ 10% ی جا N تو پھر ان 0 ں سے صرف 10% ہی استفادہ کر سکیں گے۔

علامہ قاضی شہاب الدین احمد بن محمد بن عمر خفاجی حنفی متوفی 1069ھ سورة التوبة آ 60، جس میں اللہ تعالیٰ نے مصارف زکوٰۃ کا بیان فرمایا ہے، اس کی تفسیر میں لکھتے ہیں: پہلے چار مصارف کے ساتھ ”لام“ اور 10% ی چار مصارف کے ساتھ ”فی“ ذکر کرنے میں نکتہ یہ ہے کہ پہلے چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ سے ان کا حصہ ادا کر کے ان کو ان حصوں کا مالک بنا دیا جائے۔ اور 10% ی چار مصارف میں ان کو زکوٰۃ میں سے ان کے حصے کا مالک نہیں بنایا جائے گا، بلکہ ان کا حصہ ان کی فلاح اور ان کے مصالح میں 10% چ کیا جائے گا، مکاتب کا مال اس کے مالک کو دیا جائے گا اور مقروض کا مال (اس کے حصے کی زکوٰۃ) اس کے قرض خواہ کو دیا جائے گا، اور اللہ کے راستے میں 10% چ ک*۔
 * لکل واضح ہے۔ ﴿عنا القاضی جلد 4 ص: 558، دارالکتب العلمیہ بیروت﴾

چوہا 10% دے کی بیماری ایہ خطر* ک مہلک بیماری ہے، جو جان لیو* \$ ہو سکتی ہے، مریض کی بقاء حیات کیلئے ڈائلیس طبی طور پ* آ 10% ہے، اس لئے ہم نے اس میں دوسرے ائمہ کے قول کو اس اصول کی C پ اختیار کیا ہے کہ: ”ضرورت ممنوعات کو بھی مباح کر دیتی ہے“ لیکن اس کے ساتھ ساتھ یہ اصول بھی پیش آ رہے کہ: ”ضرورت کی بناء پ دی جانے والی رخصت* جواز کو اس کے دے میں محدود رکھنا چاہئے“۔ ہم نے اس مسئلے میں بعض حنفی مفسرین کے بیان کردہ 8 (آسانی) والے قول کو ن کیا ہے، لیکن فقہ حنفی کا مسلمہ اور مختار مسلک یہی ہے کہ زکوٰۃ میں تملیک شرط ہے، لہذا ہماری بیان کردہ اس رخصت کو دوسرے مقامات* مواقع کے لئے استعمال نہ کیا جائے۔

مقامی مدارس میں زکوٰۃ اور نفلی صدقات کا استعمال

سوال: 61

مسجد میں ای - مدرسہ ہے اور اس مدرسہ میں بچے اور بچیاں فی سبیل اللہ قرآن چپک کی تعلیم حاصل کرتے ہیں اس مدرسے میں نہ مستقل رہائش کا انتظام ہے نہ قیام کا اور نہ طعام کا، اس مدرسے کے اجات جس میں مدرسے کی دیکھ بھال اور استاد کی تنخواہ وغیرہ شامل ہے ان اجات کو پورا کرنے کے لئے درج ذیل میں سے کچھ استعمال کرتا ہے؟ ۵۔ ۶۔ ۷۔ ۸۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱۔ ۱۲۔ ۱۳۔ ۱۴۔ ۱۵۔ ۱۶۔ ۱۷۔ ۱۸۔ ۱۹۔ ۲۰۔ ۲۱۔ ۲۲۔ ۲۳۔ ۲۴۔ ۲۵۔ ۲۶۔ ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹۔ ۳۰۔ ۳۱۔ ۳۲۔ ۳۳۔ ۳۴۔ ۳۵۔ ۳۶۔ ۳۷۔ ۳۸۔ ۳۹۔ ۴۰۔ ۴۱۔ ۴۲۔ ۴۳۔ ۴۴۔ ۴۵۔ ۴۶۔ ۴۷۔ ۴۸۔ ۴۹۔ ۵۰۔ ۵۱۔ ۵۲۔ ۵۳۔ ۵۴۔ ۵۵۔ ۵۶۔ ۵۷۔ ۵۸۔ ۵۹۔ ۶۰۔ ۶۱۔ ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴۔ ۶۵۔ ۶۶۔ ۶۷۔ ۶۸۔ ۶۹۔ ۷۰۔ ۷۱۔ ۷۲۔ ۷۳۔ ۷۴۔ ۷۵۔ ۷۶۔ ۷۷۔ ۷۸۔ ۷۹۔ ۸۰۔ ۸۱۔ ۸۲۔ ۸۳۔ ۸۴۔ ۸۵۔ ۸۶۔ ۸۷۔ ۸۸۔ ۸۹۔ ۹۰۔ ۹۱۔ ۹۲۔ ۹۳۔ ۹۴۔ ۹۵۔ ۹۶۔ ۹۷۔ ۹۸۔ ۹۹۔ ۱۰۰۔ ۱۰۱۔ ۱۰۲۔ ۱۰۳۔ ۱۰۴۔ ۱۰۵۔ ۱۰۶۔ ۱۰۷۔ ۱۰۸۔ ۱۰۹۔ ۱۱۰۔ ۱۱۱۔ ۱۱۲۔ ۱۱۳۔ ۱۱۴۔ ۱۱۵۔ ۱۱۶۔ ۱۱۷۔ ۱۱۸۔ ۱۱۹۔ ۱۲۰۔ ۱۲۱۔ ۱۲۲۔ ۱۲۳۔ ۱۲۴۔ ۱۲۵۔ ۱۲۶۔ ۱۲۷۔ ۱۲۸۔ ۱۲۹۔ ۱۳۰۔ ۱۳۱۔ ۱۳۲۔ ۱۳۳۔ ۱۳۴۔ ۱۳۵۔ ۱۳۶۔ ۱۳۷۔ ۱۳۸۔ ۱۳۹۔ ۱۴۰۔ ۱۴۱۔ ۱۴۲۔ ۱۴۳۔ ۱۴۴۔ ۱۴۵۔ ۱۴۶۔ ۱۴۷۔ ۱۴۸۔ ۱۴۹۔ ۱۵۰۔ ۱۵۱۔ ۱۵۲۔ ۱۵۳۔ ۱۵۴۔ ۱۵۵۔ ۱۵۶۔ ۱۵۷۔ ۱۵۸۔ ۱۵۹۔ ۱۶۰۔ ۱۶۱۔ ۱۶۲۔ ۱۶۳۔ ۱۶۴۔ ۱۶۵۔ ۱۶۶۔ ۱۶۷۔ ۱۶۸۔ ۱۶۹۔ ۱۷۰۔ ۱۷۱۔ ۱۷۲۔ ۱۷۳۔ ۱۷۴۔ ۱۷۵۔ ۱۷۶۔ ۱۷۷۔ ۱۷۸۔ ۱۷۹۔ ۱۸۰۔ ۱۸۱۔ ۱۸۲۔ ۱۸۳۔ ۱۸۴۔ ۱۸۵۔ ۱۸۶۔ ۱۸۷۔ ۱۸۸۔ ۱۸۹۔ ۱۹۰۔ ۱۹۱۔ ۱۹۲۔ ۱۹۳۔ ۱۹۴۔ ۱۹۵۔ ۱۹۶۔ ۱۹۷۔ ۱۹۸۔ ۱۹۹۔ ۲۰۰۔ ۲۰۱۔ ۲۰۲۔ ۲۰۳۔ ۲۰۴۔ ۲۰۵۔ ۲۰۶۔ ۲۰۷۔ ۲۰۸۔ ۲۰۹۔ ۲۱۰۔ ۲۱۱۔ ۲۱۲۔ ۲۱۳۔ ۲۱۴۔ ۲۱۵۔ ۲۱۶۔ ۲۱۷۔ ۲۱۸۔ ۲۱۹۔ ۲۲۰۔ ۲۲۱۔ ۲۲۲۔ ۲۲۳۔ ۲۲۴۔ ۲۲۵۔ ۲۲۶۔ ۲۲۷۔ ۲۲۸۔ ۲۲۹۔ ۲۳۰۔ ۲۳۱۔ ۲۳۲۔ ۲۳۳۔ ۲۳۴۔ ۲۳۵۔ ۲۳۶۔ ۲۳۷۔ ۲۳۸۔ ۲۳۹۔ ۲۴۰۔ ۲۴۱۔ ۲۴۲۔ ۲۴۳۔ ۲۴۴۔ ۲۴۵۔ ۲۴۶۔ ۲۴۷۔ ۲۴۸۔ ۲۴۹۔ ۲۵۰۔ ۲۵۱۔ ۲۵۲۔ ۲۵۳۔ ۲۵۴۔ ۲۵۵۔ ۲۵۶۔ ۲۵۷۔ ۲۵۸۔ ۲۵۹۔ ۲۶۰۔ ۲۶۱۔ ۲۶۲۔ ۲۶۳۔ ۲۶۴۔ ۲۶۵۔ ۲۶۶۔ ۲۶۷۔ ۲۶۸۔ ۲۶۹۔ ۲۷۰۔ ۲۷۱۔ ۲۷۲۔ ۲۷۳۔ ۲۷۴۔ ۲۷۵۔ ۲۷۶۔ ۲۷۷۔ ۲۷۸۔ ۲۷۹۔ ۲۸۰۔ ۲۸۱۔ ۲۸۲۔ ۲۸۳۔ ۲۸۴۔ ۲۸۵۔ ۲۸۶۔ ۲۸۷۔ ۲۸۸۔ ۲۸۹۔ ۲۹۰۔ ۲۹۱۔ ۲۹۲۔ ۲۹۳۔ ۲۹۴۔ ۲۹۵۔ ۲۹۶۔ ۲۹۷۔ ۲۹۸۔ ۲۹۹۔ ۳۰۰۔ ۳۰۱۔ ۳۰۲۔ ۳۰۳۔ ۳۰۴۔ ۳۰۵۔ ۳۰۶۔ ۳۰۷۔ ۳۰۸۔ ۳۰۹۔ ۳۱۰۔ ۳۱۱۔ ۳۱۲۔ ۳۱۳۔ ۳۱۴۔ ۳۱۵۔ ۳۱۶۔ ۳۱۷۔ ۳۱۸۔ ۳۱۹۔ ۳۲۰۔ ۳۲۱۔ ۳۲۲۔ ۳۲۳۔ ۳۲۴۔ ۳۲۵۔ ۳۲۶۔ ۳۲۷۔ ۳۲۸۔ ۳۲۹۔ ۳۳۰۔ ۳۳۱۔ ۳۳۲۔ ۳۳۳۔ ۳۳۴۔ ۳۳۵۔ ۳۳۶۔ ۳۳۷۔ ۳۳۸۔ ۳۳۹۔ ۳۴۰۔ ۳۴۱۔ ۳۴۲۔ ۳۴۳۔ ۳۴۴۔ ۳۴۵۔ ۳۴۶۔ ۳۴۷۔ ۳۴۸۔ ۳۴۹۔ ۳۵۰۔ ۳۵۱۔ ۳۵۲۔ ۳۵۳۔ ۳۵۴۔ ۳۵۵۔ ۳۵۶۔ ۳۵۷۔ ۳۵۸۔ ۳۵۹۔ ۳۶۰۔ ۳۶۱۔ ۳۶۲۔ ۳۶۳۔ ۳۶۴۔ ۳۶۵۔ ۳۶۶۔ ۳۶۷۔ ۳۶۸۔ ۳۶۹۔ ۳۷۰۔ ۳۷۱۔ ۳۷۲۔ ۳۷۳۔ ۳۷۴۔ ۳۷۵۔ ۳۷۶۔ ۳۷۷۔ ۳۷۸۔ ۳۷۹۔ ۳۸۰۔ ۳۸۱۔ ۳۸۲۔ ۳۸۳۔ ۳۸۴۔ ۳۸۵۔ ۳۸۶۔ ۳۸۷۔ ۳۸۸۔ ۳۸۹۔ ۳۹۰۔ ۳۹۱۔ ۳۹۲۔ ۳۹۳۔ ۳۹۴۔ ۳۹۵۔ ۳۹۶۔ ۳۹۷۔ ۳۹۸۔ ۳۹۹۔ ۴۰۰۔ ۴۰۱۔ ۴۰۲۔ ۴۰۳۔ ۴۰۴۔ ۴۰۵۔ ۴۰۶۔ ۴۰۷۔ ۴۰۸۔ ۴۰۹۔ ۴۱۰۔ ۴۱۱۔ ۴۱۲۔ ۴۱۳۔ ۴۱۴۔ ۴۱۵۔ ۴۱۶۔ ۴۱۷۔ ۴۱۸۔ ۴۱۹۔ ۴۲۰۔ ۴۲۱۔ ۴۲۲۔ ۴۲۳۔ ۴۲۴۔ ۴۲۵۔ ۴۲۶۔ ۴۲۷۔ ۴۲۸۔ ۴۲۹۔ ۴۳۰۔ ۴۳۱۔ ۴۳۲۔ ۴۳۳۔ ۴۳۴۔ ۴۳۵۔ ۴۳۶۔ ۴۳۷۔ ۴۳۸۔ ۴۳۹۔ ۴۴۰۔ ۴۴۱۔ ۴۴۲۔ ۴۴۳۔ ۴۴۴۔ ۴۴۵۔ ۴۴۶۔ ۴۴۷۔ ۴۴۸۔ ۴۴۹۔ ۴۵۰۔ ۴۵۱۔ ۴۵۲۔ ۴۵۳۔ ۴۵۴۔ ۴۵۵۔ ۴۵۶۔ ۴۵۷۔ ۴۵۸۔ ۴۵۹۔ ۴۶۰۔ ۴۶۱۔ ۴۶۲۔ ۴۶۳۔ ۴۶۴۔ ۴۶۵۔ ۴۶۶۔ ۴۶۷۔ ۴۶۸۔ ۴۶۹۔ ۴۷۰۔ ۴۷۱۔ ۴۷۲۔ ۴۷۳۔ ۴۷۴۔ ۴۷۵۔ ۴۷۶۔ ۴۷۷۔ ۴۷۸۔ ۴۷۹۔ ۴۸۰۔ ۴۸۱۔ ۴۸۲۔ ۴۸۳۔ ۴۸۴۔ ۴۸۵۔ ۴۸۶۔ ۴۸۷۔ ۴۸۸۔ ۴۸۹۔ ۴۹۰۔ ۴۹۱۔ ۴۹۲۔ ۴۹۳۔ ۴۹۴۔ ۴۹۵۔ ۴۹۶۔ ۴۹۷۔ ۴۹۸۔ ۴۹۹۔ ۵۰۰۔ ۵۰۱۔ ۵۰۲۔ ۵۰۳۔ ۵۰۴۔ ۵۰۵۔ ۵۰۶۔ ۵۰۷۔ ۵۰۸۔ ۵۰۹۔ ۵۱۰۔ ۵۱۱۔ ۵۱۲۔ ۵۱۳۔ ۵۱۴۔ ۵۱۵۔ ۵۱۶۔ ۵۱۷۔ ۵۱۸۔ ۵۱۹۔ ۵۲۰۔ ۵۲۱۔ ۵۲۲۔ ۵۲۳۔ ۵۲۴۔ ۵۲۵۔ ۵۲۶۔ ۵۲

جواب:

بعض جگہ مقامی طور پر مسابہ میں بعض دینی، تبلیغی اور رفاہی تنظیموں کے تحت مکاتب تعلیم القرآن کا ایم۔ ورک قائم کیا ہے، ان مدارس و مکاتب میں ان مقامی لوگوں کے بچے حفظ و نظرہ کی تعلیم حاصل کرتے ہیں جو زکوٰۃ فطرہ ان اداروں کو دیتے ہیں، ان مدارس و مکاتب کے معلمین کے مشاہرے ادا کرنے کے لئے زکوٰۃ، فدیہ، عیوض و کفارہ کی رقوم جمع کی جاتی ہیں۔ ایسے مصرف کے لئے زکوٰۃ اور دینا جائز نہیں، کیونکہ یہ خود اپنی زکوٰۃ سے استفادہ کیلئے واسطہ صورت ہے۔

ایسے مدارس میں ۱۰٪ قرض کی مد میں حاصل شدہ رقم، عام خیرات یعنی نفلی صدقات اور عطیات کی رقوم صرف کی جاسکتی ہیں، اسی طرح کوئی نفلی طور پر ایصال ثواب کیلئے چاہے تو وہ بھی کر سکتا ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

زکوٰۃ کی ادائیگی میں تملیک کی شرط

سوال: 62:

اس خط کے ذریعے ای۔ اہم مسئلہ آپ کی رائے کا خواستگار ہوں امید ہے کہ اپنے قیمتی وقت سے چند لمحات نکال کر مجھے اپنی رائے سے مستفیض فرما N گے۔ میں نے بہت سال پہلے اپنے ہر بچے کو مہم * اس کے لئے اپنے مہم قسطوں میں پلاٹ لئے تھے، M خالصتاً یہ تھی کہ یہ پلاٹ بچوں کے بڑے ہونے پر ان کے حوالے کر دوں گا کہ اس مکان بنا N * اسے @ کر اس رقم سے کہیں اور مکان بنا N * حالات کے مطابق اس کا کوئی مصرف نکالیں، تین سوالات جو غور طلب ہیں وہ عرض کر رہا ہوں۔

۱۔ جو پلاٹ بچوں کے، مہ ۱۰٪ سے ہوئے ہیں اور ان کے، مہ ۱۰٪ ہی سرکاری طور پر رجسٹرڈ ہیں، کیا مجھے یہ بچوں کو ان پر زکوٰۃ دینا پڑے گی؟

۲۔ جو پلاٹ میں نے اپنے ۱۰% سے تھے، لیکن بچوں کے لئے ۱۰% سے تھے اور سرکاری طور پر ان کو ان کے ۱۰% رجسٹری کروادی گئی ہے، کیا اس پر مجھے بچوں کو ماضی میں مستقبل میں زکوٰۃ دینا ہے؟

۳۔ جو پلاٹ ابھی ۲۰ میرے ۱۰% ہیں لیکن منہ ۱۰% وقت بچوں کے ۱۰% م کر دیئے جا N گے، تو کیا ان پر ماضی میں مستقبل میں زکوٰۃ لازم ہے؟ ﴿پروفیسر مبشر کریم گورا، E-131 فیئر ڈیفنس، لاہور﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں۔ صدقِ بیان سائل جو پلاٹ آپ نے بچوں کے ۱۰% م کر دیئے ہیں اور انہیں کے ۱۰% رجسٹرڈ ہیں اور M یہی ہے کہ وہ اس پر اپنا رہا د مکان بنا N، تو ان پر زکوٰۃ نہیں ہے، کیونکہ آپ کی ملکیت سے یہ خارج ہو چکے ہیں اور بچوں کی ملکیت ہیں۔ بچوں کے ۱۰% لغ ہونے کے بعد بھی ان کی M یہی ہے کہ وہ ان پر مکان بنا N گے، تو ان پر ان کی زکوٰۃ وا۔ # نہیں ہوگی، البتہ ان کی M تبدیل ہوگئی اور ارادہ یہ ہوا کہ اسے Q دیں گے یہ سرمایہ کاری کے طور پر رکھیں گے، تو اس کے بعد انہیں ان پلاٹوں کی مروجہ مارکیٹ قیمت کے مطابق زکوٰۃ دینی ہوگی۔ جن مزید پلاٹوں کا آپ نے ۱۰% کرہ کیا ہے، جو خود آپ کے ۱۰% م ہیں، اور جن کے ۱۰% رے میں خود آپ نے لکھا ہے کہ مستقبل میں ان کے ۱۰% رے میں فیصلہ کیا جائے گا، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی M ان پلاٹوں کے ۱۰% رے میں فی الحال سرمایہ کاری کی نہیں ہے، لہذا اس صورت میں ان پلاٹوں کی مالیت پر زکوٰۃ وا۔ # نہیں ہوگی۔ علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں:

فلا يصير للتجاره مع التردد الا بالنية۔ ﴿فتاویٰ شامی، جلد: 2، ص: 10، مکتبہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”کوئی مال M قطعاً کے بغیر تجارت کے لئے نہیں ہوگا۔

واللہ اعلم بالصواب۔

زکوٰۃ کا استحقاق

سوال: 63

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین اس مسئلے کی ذیل میں، کیا خالہ خالو، ماموں ممانی کو زکوٰۃ دی جاسکتی ہے؟

﴿محمد میر: رحمہ اللہ﴾

جواب:

قرا۔ \$ دارا/ صاحب «ب نہ ہوں بلکہ مفلس»۔ دار ہوں تو ان کو زکوٰۃ دینا نہ صرف جائز ہے بلکہ افضل ہے۔ ہم اپنے اصول (یعنی ماں، پ، دادا دادی، بی بی، پوتی، نواسا نواسی وغیرہ) اور فروغ (یعنی بی بی، پوتی، نواسا نواسی وغیرہ) کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی، یہی حکم صدقہ فطر، فدیہ، راور کفارہ کی رقوم کا ہے۔ خالہ، خالو، ماموں، ممانی، بہنو، داماد، سوتیلی، پ، سوتیلی ماں، دوسری ازواج سے شوہر کی اولاد، شوہر کی اپنی بیوی کی کسی سابقہ شوہر کی اولاد (دارا/ صاحب «ب نہ ہوں) کو زکوٰۃ دے h ہیں۔ میاں بیوی ایہ دوسرے کو زکوٰۃ نہیں دے

h۔ البتہ بہن بھائی بشرط استحقاق ا۔ دوسرے کو زکوٰۃ دے h ہیں، واللہ اعلم۔ لصواب۔

﴿کتاب الصوم﴾

دودھ پلانے والی ماں کے لئے روزے کا حکم

سوال : 64

میری بہو کی بچی کی عمر 3 ماہ ہے، پہلی بچی ہے، روزہ r سے بچی کی خوراک پوری نہیں ہوتی اور نہ ہی کوئی دوسرا دودھ پیچے ہے ماں کی صحت پہلے ہی کمزور ہے (100/60/80/60) BP رہتا ہے۔ رمضان المبارک کے بعد بھی روزوں کی قضا رکھنا مریضہ کے لئے مشکل ہے ایسی حا { میں کیا کیا جائے؟ ﴿حاجی سید محمد، مرشد﴾ د * یں شریف آزاد کشمیر ﴿

جواب :

عن انس بن مالك، قال: رخص رسول الله اللّٰه الحبلۃ التي تخاف على نفسها، أن تفطر وللمرضع التي تخاف على ولدها۔ ﴿سنن ابن ماجه رقم الحديث: 1668﴾

، ترجمہ: ”حضرت انس بن مالک بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے، ایسی حاملہ عورت کو، جسے (روزہ r کی صورت میں) اپنی جان تلف ہونے کا #یشہ ہو اور ایسی دودھ پلانے والی عورت کو کہ جسے (روزہ r کی صورت میں) اپنے بچے (کی جان) کا خوف ہو، (عذر شرعی کی بنیاد پر رمضان المبارک کا) روزہ چھوڑنے کی رخصت « فرمائی ہے۔ علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(أو حامل أو مرضع) أمّا كانت أو ظئراً على الظاهر (خافت بغلبة الظن على نفسها أو ولدها)۔

، ترجمہ: *یہ حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت ہو، خواہ وہ بچے کی ماں ہو یا دودھ پلانے والی دائی، اسے اپنی بچے کی صحت کو نقصان پہنچنے کا غا (گمان ہو، ظاہر الروایہ کی رو سے، رمضان کا روزہ چھوڑنے کی رخصت ہے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 3 ص: 359 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ Am الدین لکھتے ہیں:

(ومنها حبل المرأة وارضاعها) الحامل والمرضع اذا خافتا على أنفسهما أو ولدتهما أفطرتا وقضتا ولا

كفارة عليهما كذا في الخلاصة۔

، ترجمہ: ”(اور ان بعض معذوروں میں سے ا۔ حمل والی اور دوسری دودھ پلانے والی عورت ہے) حاملہ اور دودھ پلانے والی عورت کو رمضان کا روزہ عذر کی بنیاد پر چھوڑنے کی رخصت ہے، #کہ ان دونوں کو خوف ہو اپنی جان یا بچے کا تو وہ افطار کریں گی یعنی روزہ

نہیں رکھیں گی اور (بعد میں) اس کی قضا کریں گی اور ان دونوں پر کفارہ نہیں ہے جیسا کہ خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے۔“

﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، ص: 207 مکتبہ رشیدیہ کو@﴾

پس مرضہ کو چاہئے کہ ا/ اس وقت روزے نہیں رکھ سکتی تو بعد میں ا/ صحت در & رہے تو ان کی قضا کرے اور ا/ بعد کو بھی نہیں رکھ سکتی تو ان روزوں کا فدیہ ادا کرے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

بغلبة الظن بامارة او تجربة او باخبار طبيب حاذق مسلم مستور۔

، ترجمہ: ”غلبہ ظن، علامات، تجربہ یا خبر ماہر مستور الحال طبیب کے بتانے سے“ ہوگا۔“

﴿رد المحتار علی المختار، ج 3، ص: 359-360؛ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ا/ تندر & شخص کو روزہ ر p سے بیمار پڑنے کا: شہ ہو تو ان کے لئے (رمضان میں) روزہ نہ رکھنا جائز ہے، اور # وہ روزہ ر p بہ قادر ہو تو اس کی لازماً قضا کریں، جو بہت عمر رسیدہ ہو یا جس کو ایسا مرض لاحق ہو جس سے شفا کی امید نہیں ہے (جیسے ڈی بیٹس اور ہائی بلڈ پ b) اور اس وجہ سے اس کو روزہ ر p کی طاقت نہ ہو اس کے لئے روزہ نہ ر p کی رخصت ہے اور اس پر ہر روزہ کے لے میں ا- مسکین کے طعام کا (تقریباً دو کلو گرام) فدیہ دینا لازم ہے، قرآن مجید میں ہے:

وعلى الذين يطيقونه فدية طعام مسكين ط ﴿البقرة: 184﴾

، ترجمہ: ”اور جو لوگ روزہ کی بمشکل طاقت ر p ہوں، ان پر ا- مسکین کے طعام کا فدیہ لازم ہے۔“

علامہ شامی لکھتے ہیں:

(قوله العاجز عن الصوم) ای عجزاً مستمراً كما يأتي أما لولم يقدر عليه لشدة الحر كان له ان يفطر ويقضيه في

الشتاء۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، ج 3، ص 359، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، ترجمہ: ”اور جس شخص کو ایسا مرض لاحق ہو کہ جس سے شفا کی امید نہ ہو، جیسا کہ آگے آئے گا وہ (اس رخصت میں داخل ہے) (اور) ا/ کوئی شخص ا/ می کی شدت کی وجہ سے روزہ ر p بہ قادر نہ ہو تو اسے ا/ میوں میں روزہ نہ ر p کی اجازت ہے اور سردیوں میں ان کی قضا رکھ لے گا۔“

عذر کی بنا پر روزے چھوڑنا

سوال: 65

سائنس کے مریضوں کو وینٹیلین کے پمپ استعمال کڑ پڑتے ہیں، ایسی صورت میں روزہ رکھا جاسکتا ہے یا نہیں؟

﴿محمد اکبر، لیاقت﴾

جواب:

ا) مریض اس اسٹیج پہ ہے کہ پمپ کے استعمال کے بغیر مریض کا دن آٹھ مشکل ہے تو وہ معذور ہے، یہ آلہ استعمال کرے، روزہ چھوڑ دے، اور روزے کے لے میں فدیہ دے، کیونکہ اس آلے کے ذریعے ایہ کیمیکل گیس سیال شکل میں K ن کے حلق سے # ر جاتا ہے، جس سے سکڑے ہوئے پھیپھڑے کھل جاتے ہیں اور تنفس یعنی سانس 8 آسان ہو جاتا ہے۔

غسل واجب ہو اور صبح صادق

سوال: 66

ماہ رمضان میں ا - شخص ایسے وقت بیدار ہوا کہ سحری کا وقت ختم ہونے میں انتہائی قلیل وقت بقی ہے، اور اس پہ غسل جناب \$ وا. # ہے، تو ایسے میں وہ شخص کیا کرے؟ پہلے سحری کرے؟ غسل؟ # حالت جناب \$ میں روزہ در & ہوگا یا نہیں؟

جواب:

قرآن مجید میں (ماہ رمضان میں) f ع فجر - کھانے پینے اور عمل ازدواج کی اجازت ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

فَالْأَن بَاشِرُوهُنَّ وَابْتَغُوا مَا كَتَبَ اللَّهُ لَكُمْ وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ -

﴿البقرة: 187﴾

ترجمہ: ”پس اب (چاہو تو) اپنی بیویوں سے مباشرت کرو، اور طلب کرو جو اللہ تعالیٰ نے تمہارے لئے لکھا ہو، اور کھاؤ اور پیو، یہاں - کہ (ممتاز ہو کر) ظاہر ہو جائے تمہارے لئے صبح کا سفید دھاگہ (رات کے) سیاہ دھاگے سے (یعنی صبح صادق شروع ہو جائے) # f ع فجر - ازدواجی فعل میں مشغول رہنا جائز ہو، تو حالت جناب \$ میں روزے کی M کڑ بھی جائز ہے - H - ® میں ام المؤمنین حضرت عائشہ اور ام المؤمنین ام سلمہ رضی اللہ عنہما سے روایہ \$ ہے:

اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ كَانَ يَدْرِكُهُ الْفَجْرُ ، وَهُوَ حَنْبٌ مِنْ اَهْلِهِ ، ثُمَّ يَغْتَسِلُ وَيَصُومُ -

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ ازواج مطہرات سے قرب \$ فرماتے اور (کبھی) حا { جناب \$ میں صبح صادق ہو جاتی، پھر آپ غسل فرماتے، اور روزہ r p -“ صحیح بخاری، رقم الحدیث \$: 1926 ﴿

عن عائشة زوج النبي ﷺ قالت قد كان رسول الله ﷺ يدركه الفجر في رمضان وهو جنب من غير حلم

فيغتسل ويصوم -

ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ماہ رمضان میں کبھی رسول اللہ ﷺ احتلام کے بغیر حا { جناب \$ میں صبح صادق آ جاتی آپ غسل فرماتے اور روزہ r p -“ صحیح مسلم، رقم الحدیث \$: 2486 ﴿

عن عائشة رضي الله عنها ان رجلاً جاء الى النبي ﷺ يستفتيه وهي تسمع من وراء الباب فقال يا رسول الله ﷺ

تدركني الصلوة وانا جنب فاصوم فقال رسول الله ﷺ وانا تدركني الصلوة وانا جنب فاصوم فقال لست مثلنا يا رسول

اللہ قد غفر اللہ لك ماتقدم من ذنبك و ماتأخر فقال واللہ انی لارجوا ان اکون اخشاكم للہ واعلمكم بما اتقى۔

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ کی: مت میں ای۔ شخص مسئلہ معلوم کرنے کی دریاں حالیکہ وہ بھی دروازے کے پیچھے سے سن رہی تھیں، اس نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! (کبھی) ح { جناب \$ میں نماز فجر کا وقت آج ہے، تو میں (اس وقت غسل کر کے پک ہٹا ہوں) اور روزہ 2 ہوں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کبھی ح {، جناب \$ میں مجھ پر بھی نماز فجر کا وقت آج ہے، میں (غسل کر کے نماز پڑھتا ہوں) اور میں روزہ رکھ 8 ہوں، اس نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! ہم آپ کی مثل! ہیں! اللہ تعالیٰ نے تو آپ کے اگلے پچھلے ذ \$ کی قطعی مغفرت فرمادی ہے! آپ ﷺ نے فرمایا: بخدا مجھے یہ یقین ہے کہ میں تم & سے ڈیہ اللہ تعالیٰ سے خشیت R p والا ہوں اور جن چیزوں سے بچنا چاہئے ان کا میں تم & سے ڈیہ عالم ہوں۔“ صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2489

علامہ آم الدین لکھتے ہیں: ومن اصبح جنباً أو احتلم في النهار لم يضربه كذا في محيط السرخسی۔

ترجمہ: ”اور جس نے ح { جناب \$ میں صبح کی ڈیہ دن میں احتلام H یا تو یہ اس کے (روزے) کے لئے نقصان دہ نہیں، محیط سرخسی میں اسی طرح ہے۔“ (فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، ص: 200، مکتبہ رشیدیہ، کو @)

مذکورہ صورت میں چاہئے کہ پہلے اچھی طرح ہاتھ دھو کر، کلی وغیرہ کر کے سحری کرے اور بعد میں غسل کرے، پھر نماز پڑھے اور اس صورت میں اس کا روزہ در & ہوگا، لیکن لازم یہ ہے کہ غسل کرنے میں اتنی خیر نہ کرے کہ فرض نماز کا وقت جاتا رہے، ا نماز قضا ہوگئی تو H ہگار ہوگا۔

﴿کتاب الحج﴾

فلسفہ و روح حج

اسلام کی کامل روح تو یہ ہے کہ بنده بومن کی نگہ کی مجسم عبادت بن جائے، اس کی چال ڈھال، رفتار و گفتمان، نشست و برخاست، غذا، & Eادی و اجتماعی معاملات، حتیٰ کہ ہر شعبہ نگہ کی اور ہر لمحہ حیات میں اللہ تعالیٰ کی مکمل بندگی اور اس کے رسول ﷺ کی کامل اطاعت کی جھلک آئے۔ ہم نے جو نگہ کی کو دین اور دنیا کے م سے دو خانوں میں تقسیم کر ڈیہ ہے اس دورنگی اور دوئی کا خاتمہ ہو جائے۔ ا K ن نگہ کی کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا اور اطاعت کے قائل میں ڈھال لے اور اس کا وجود اللہ کے بندوں کے لئے فیض رساں اور وسیلہ رحمت بن جائے تو اس کی معیشت، تجارت اور دنیا & کچھ عبادت بن جائے گی۔ اور خوف: اور اخلاقیات / فت سے عاری نگہ کی جو K M کے لئے۔ (آزار بن گئی ہے، اس سے • تل جائے گی۔

لیکن اس عمومی اور جامع (Comprehensive) اور کامل (Perfect) تصور عبادت کے ساتھ اسلام نے رسمی عبادات (Rituals) کا ای۔ حکیمانہ اور مربوط آM بھی « کیا ہے، جن کا حقیقی اور اعلیٰ مقصد بندہ بومن کے قلب میں اس جامع و کامل تصور

عبادت کو ابھارتا ہے، یہ عبادات تین قسم پر مشتمل ہیں۔

(1) خالص: نی عبادات: جیسے نماز اور روزہ، یہ بہر صورت ہر بندے کو خود ادا کرنی ہوتی ہیں اور ان میں *\$. (Assistance) کا کوئی تصور نہیں۔

(2) خالص مالی عبادت: جیسے زکوٰۃ فطرہ وغیرہ، ان میں *\$. چل جاتی ہے یعنی کوئی شخص دوسرے کا وکیل اور مالِ سندہ بن کی بھی ادا کر سکتا ہے۔

(3) مخلوط عبادت: یعنی جو نی بھی ہو اور مالی بھی، اس میں بھی اصل روح تو یہی ہے کہ بندہ خود ادا کرے لیکن ا/، بنائے معذوری و مجبوری خود نہ ادا کر سکتا ہو تو اس کی *\$. میں اس کی خواہش اور مصارف پر دوسرا قابل اعتماد آدمی بھی کر سکتا ہے، اسے ”جج + ل“ کہتے ہیں۔

حج کا معنی و مفہوم :

لغت میں حج کے معنی ہیں، کسی قابل تعظیم چیز کا قصد کرنا، اور اصطلاح شریعت میں عبادت کی غرض سے م. اللہ کے قصد کو حج کہتے ہیں، بشرطیکہ اس میں مقررہ ارکان، شرائط، فرائض و واجبات اور سنن و مستحبات کی ادائیگی کا پورا اہتمام کیا گیا ہو اور محرمات و وہات سے اجتناب کیا گیا ہو۔

حج کی اہمیت:

حج کا م. ل. اللہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: م. اللہ کا حج کرنا لوگوں پر اللہ کا حق ہے، جو بھی وہاں سے پہنچنے کی استطاعت رکھتا ہو، جامعہ مذی میں حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص سفر کا 5% اور سواری پر قادر ہو، جس کے ذریعے وہ م. اللہ سے پہنچ سکے اور اس کے وجود وہ حج نہ کرے، تو عملاً اس سے کوئی فرق نہیں کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا 3/4 انی ہو کر مرے۔ امام بیہقی (Imam Baihaqi) نے حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایہ کیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جو شخص حج کے لئے زاد راہ اور سواری کی استطاعت رکھتا ہو، کوئی شدید مجبوری، معذوری، بیمار یا کوئی ظالم دشاہ رکاوٹ نہ بنے اور اس کے وجود وہ حج نہ کرے تو اللہ تعالیٰ کو اس سے کیا غرض کہ وہ یہودی ہو کر مرے یا 3/4 انی ہو کر مرے۔ قرآن وحدیث کی یہ وعید شدید (Strong Threats of Punishment) پر شکوہ اور بے * زانہ از تخاطب یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہے کہ اللہ اور رسول ﷺ کے وعدے حج کی اہمیت کیا ہے اور بلا عذر کسی رک حج کا مقام اسلام کیا ہے؟ اور یہ کہ اس کا عمل یہود و » ری سے کچھ مختلف نہیں ہے۔

اسلام دین فطرت ہے :

اسلام دین فطرت ہے اس کی تعلیمات عقل سلیم (Sance) کے عین مطابق ہیں، اسلام کی کوئی بھی تعلیم عقل و دانش سے متصادم نہیں ہے، لیکن بعض اوقات ایسا ہوتا ہے کہ K ن اپنی کلمہ بنی، عقل رسا اور فہم کی کمی کی بناء پر کسی امر الہی کی حکمت کو سمجھ نہیں پتے لہذا اسے

ہم ماورائے عقل (Beyond the Reach of Rationality) تو کہہ h ہیں کہ خلاف عقل (Contrary to the Rationality) ہر آ نہیں۔

جج ایہ کیفیت اور ب: ب وجنوں کا م ہے: جج میں بھی K ن کو سوچ اور فکر و آگہی کے ان مراحل سے آ: پ: ہے، K ن سوچتا ہے کہ طویل مسافتیں طے کر کے اور مشقتیں۔ دا ش: کر کے اطراف عالم کے مسلمانوں کو ایہ مقام پہنچانے میں ۵% کیا راز پنہاں ہے؟ & لوگوں کا اپنا روایتی لباس آ: رکرد و چادریں پہن دینے میں کیا مصلحت ہے؟ ۵% اس میں کیا حکمت ہے کہ لاکھوں K ن دیوانہ وار پتھر کی ایہ عمارت کے آ: دچکر کاٹ رہے ہیں، دو پہاڑیوں کے درمیان دوڑ رہے ہیں، ایہ خاص دن اور آ: رخ کو ایہ خاص مقام پہنچا رہا ہے اور شام ۵% آ: ہے لاکھوں لوگ پتھروں کے علامتی ستون پہ کنگڑے ہیں۔ سارے ہیں، ایہ خاص مقام پہنچا ہے ہی دن لاکھوں لوگ جمع ہو کر لاکھوں جانوروں کی ق: نی پیش کرتے ہیں، ۵% کیوں؟

یہ سارے آ: از یہ بتاتے ہیں کہ جج معمول کے ش: و روز کا م نہیں بلکہ معمول کی ق: گی کو تک کر کے مجاہدانہ آ: از سے (Camp Life) آ: ار نے آ: م ہے، ایہ محدود عرصے کے لئے لباس، ر:، علاقیت، آ: ن اور © و ± کے تمام امتیازات کو کلی طور پر، تک کر دینے کا م ہے، یہ & کچھ دراصل امام O، ابوالقاسم، مرا: الملک، اولو العزم رسول حضرت اب: اہیم علیہ السلام، ان کے صا: ا دے حضرت اسماعیل علیہ السلام اور ان کی اہلیہ حضرت ۵% رضی اللہ عنہا کی اداؤں کو اپنانے کا م ہے، عالمی اسلامی اخوت، وحدت و اتحاد اور آ: تی ہم آہنگی کے بھرپور مظاہرے کا م ہے، اور اس عزم کے عملی اظہار کا م ہے کہ آ: اللہ تعالیٰ کے دین کا تقاضا ہوا تو ہم حضرت اب: اہیم علیہ السلام کے نقش قدم پہ چلتے ہوئے اپنا & کچھ اللہ کی راہ میں لٹانے کا عزم p ہیں اور جج اسی عزم مصمم کے اظہار کا م ہے، اور آ: یہ ”روح جج ہمارے قلب وقا“ میں صحیح معنوں میں آ: گئی تو ہم نے مقصد حیات پہ لیا، ورنہ محض مشقت سفر کے سوا اور حکم الہی کی ظاہری تعمیل کے سوا ہمارے ہاتھ کچھ نہ آ:۔۔۔ ایہ دفعہ ایہ حاجی، جج کر کے واپسی پہ اللہ کے ایہ محبوب و مقرب ولی سے ملنے H۔ اللہ کے اس ولی نے اس سے سفر جج کی تفصیلات پوچھیں تو اس نے ایہ ایہ کر کے مناسک جج بیان کرنے شروع کئے، اللہ کے ولی نے کہا کہ دو & یہ بتاؤ۔ # پورے ب: بے اور جوش ۵% و ش کے ساتھ تم شیطان کو کنگڑے مار رہے تھے، تو کیا تم نے اس شیطان کو بھی سکسار کیا تھا جو ”N امارہ کی شکل میں تمہارے وجود کے آ: ر آسن جمائے بیٹھا ہوا ہے؟ اس نے جواب آ: نہیں ایسا تو نہیں ہوا۔ انہوں نے پوچھا کہ ”# تم ق: نی کے جانور کے گلے چھری رہے تھے تو اس مرحلے پہ کبھی تم نے یہ بھی سوچا تھا کہ آ: حضرت اسماعیل علیہ السلام کی طرح، میرے خالق و مالک کو میری جان کا رانہ بھی مطلوب ہوا تو میں اپنی جان و مال کی ہر ق: نی دین اسلام کے لئے پیش کر دوں گا؟ اس نے کہا: ایسا تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا، تو یہ سن کر اللہ کے نیک بندے نے کہا: ”پھر د: رہ جج کرو تم نے درحقیقت جج کیا ہی نہیں۔ تو جج دراصل اس کیفیت عشق اور اللہ کی راہ میں اس وارفتگی اور ب: ب وجنوں کا م ہے، جس کی روایت حضرت اب: اہیم و اسماعیل علیہما السلام نے ڈالی ہے۔

کعبہ معبود نہیں، ۵ عبادت ہے: # ہم عین M اللہ کی چوکھٹ کے سامنے سجدہ کر رہے ہوں \$ بھی M اللہ ہمارا مسجودو معبود نہیں ہوتا، مسجودو معبود تو صرف اور صرف اللہ کی ذات ہوتی ہے، M اللہ تو صرف ”۵ سجدہ“ ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے غالباً اس میں حکمت یہ مستور رکھی ہے کہ کعبے کو اپنے انوار و تجلیات کا مرا / مہبط (Focusing Point) بنا کر ہمیں اس کی جا \$ رخ کر کے اُز پٹھنے اور اس کے ا دطواف کرنے کا حکم دیا کہ ہم کعبہ کی کات کے طفیل اس کی رحمتوں، کتوں اور انوار و تجلیات کا ول ہو، دوسری حکمت یہ ہے کہ ہماری عبادت کے لئے مرا / \$، ایہ نقطہ ارتکاز توجہ (Point of concentration) ہوتا ہے کہ ہم مختلف سمتوں کی جا \$ ۷۰ سے محفوظ رہیں، اطراف عالم کے مسلمانوں میں ایہ مثالی وحدت اور یہ رنگی پیدا ہو جائے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے اسی قبلے کو مومن کی شنا # اور پہچان کا وسیلہ قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”جس نے ہماری طرح اُز نہ پٹھی، ہمارے قبلے کی جا \$ عبادت میں رخ کیا اور ہمارا ذبیحہ کھٹایا تو وہ ظاہری علامات کے اعتبار سے مسلم ہے۔“

حج زندگی میں تبدیلی کا فیصلہ کن موڑ اور نقطہ آغاز:

اسلام یہ چاہتا ہے کہ حج مومن کی نگہ میں تبدلہ لائے بلکہ چاہئے کہ یہ ایہ فیصلہ کن موڑ (Turning Point) بن جائے، H ہوں کو تک کر کے کیزہ نہ گی / ارنے کا نقطہ آغاز ہو، بندہ اپنے رب سے شعوری طور پر ایہ عہد و پیمان اور تجدید وفا کا عزم کر کے، صرف سلا ہوا لباس ہی نہ رے بلکہ وہ لباس معصیت جس میں ستر چکڑا ہوا ہے اسے بھی رچھینکے، صرف دوسفید چادروں پر مشتمل اجلا لباس ہی نہ پہنے بلکہ ایمان و ایقان اور کردار کو بھی اتنا ہی مصلیٰ، مرکزی اور مؤثر بنادے، جس طرح اس نے وہ لباس پہنا ہے جو فطرت سے قریب، زیہ و M اور بناؤ سنگھار کے تکلفات سے آزاد ہے، خود اپنے آپ، اپنی روح اور جسم کو بھی اسی فطرت سلیم کے سانچے میں ڈھال لے، جس پر خالق نے اسے پہلے روز تخلیق فرمایا تھا، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”ہر بچہ دین فطرت پر پیدا ہوتا ہے، پھر اس کے والدین اسے یہودی 3/4، مجوسی (Adgerent of Mazdaism) بنادیتے ہیں۔“ یعنی حج کا لباس بھی یہ ظاہر کرتا ہے کہ K ن اپنے آپ H ہوں کی ان آلودگیوں سے دور کر کے جو معاشرے نے اس پر تھوپی دی ہیں اور فطرت سے قریب، بلکہ عین مطابق ہو جائے اسی حقیقت کو رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں بیان فرمایا: ”جس نے خالص اللہ کی رضا کے لئے حج کیا اور اس کے دوران نہ تو شہوت رانی (Abscentity) کی اور نہ ہی H کیا تو وہ H ہوں سے ایسا پاک و صاف ہو کر لوٹے گا جیسے اپنی پیدائش کے دن H ہوں سے پاک تھا۔“ ایسے ہی کامل و مکمل حج کو رسول اللہ ﷺ نے حج مبرور (Accept into the Grace of Allah) قرار دیتے ہوئے فرمایا: ”حج مبرور کی 100% A کے سوا اور کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔“ اور ا / ہم نے حج سے یہ مقصد حاصل نہ کیا تو گویا ہم نے حج کی حقیقت کو سمجھا ہی نہیں، ایسی بے رخ عبادت صرف صورت عبادت ہوتی ہیں، حقیقتاً نہیں جیسا کہ فرمان رسول ﷺ ہے: ”بہت سے روزے دار ایسے ہیں، جنہیں ان کے رزوں سے بھوک کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا اور بہت سے قائم اللیل (راتوں کو اٹھ کر عبادت کرنے والے) ایسے ہیں، جنہیں اپنی عبادتوں سے بیداری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔“

حج بنیادی طور پر مشقت کی عبادت ہے :

حج دی طوبہ، مشقت و کلفت (Hardship) کی عبادت ہے، حج کی یہ کیفیت آج سے ہزار سال پہلے بھی تھی اور آج بھی ہے، ماضی میں سفر کی صعوبتیں، زادراہ کی دشواریاں، موسم کی گواڑیاں، سنگریہوں، نوکیلے پتھروں اور کالوں پہ چلنا پنی کی عدم دستیابی، وسائل کی کمی وغیرہ، آج مادی لحاظ سے تصورات و توقعات سے زیادہ راتوں، آسائشیں بلکہ تعیشات موجود ہیں، لیکن مشقت کی روح آج بھی موجود ہے اس مشقت کا % سے 10% لکھنؤ کا ہجوم، ن کا آسائشوں اور تعیشات کا دلدادہ ہونا، محنت و مشقت کا عادی نہ ہونا، بہ ایثار و قربانی کا فقدان، صرف اپنی ذات اور اپنے مفادات کا اسیر ہونا وغیرہ، چنانچہ آج طواف، سعی اور رمی جمرات اور منی میں حاجت پہلے سے راجہاز ہوتے ہیں۔ حاجی # حج سے واپس آئے ہیں تو اس کے تجربے میں طرح طرح کے شکوہ، شکایت، معلمین کے روا سلوک کی شکایت اور اپنی اور سعودی حکومت کے اعمال کی سلوکی کے سوا کچھ نہیں ہوتا یہ طرز فکر و عمل اس لئے ہے کہ ہم ذہنی طور پر اس عمل کے لئے تیار ہو کر نہیں جاتے کہ ہم ایہ سپاہی کی طرح ”کیمپ لائف“ میں جا رہے ہیں ہمیں ایہ ذہنی مشقت کے عمل سے آگاہ ہے۔ آرام اور تعیش ہمارا مقصود و مطلوب نہیں ہے! ہم ایسی سوچ لیکر جا N تو پھر ہر ذہنی تکلیف ہمیں چھوٹی آئے، اور ہمیں یہ احساس ہو کہ اتنا % اسی تکلیف و مشقت کا صلہ و A م ہے۔ پھر ہم معلم وغیرہ کی شکایتیں وقت صرف کرنے کے بجائے زیادہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت اور ذکر و فکر میں آریں گے، اور کلفت کا % کا وسیلہ سمجھ کر اسے دل سے قبول کریں گے۔

قرعہ اندازی اسکیم پر حج

سوال: 67

عرض یہ ہے کہ سوئی سدرن گیس کمپنی کے افسران اپنی مرضی سے ہر ماہ ایہ مقررہ رقم حج کنٹری بیوشن کے مہم اپنی تنخواہ سے کٹواتے ہیں۔ ہر سال حج کی قرعہ ازی ہوتی ہے، اور جس خوش نصیب کو مقررہ رقم نکل آئے، اسے حج فنڈ سے حج بھیجا جاتا ہے۔ اس مرتبہ ایہ ایسے افسر کا م نکل آیا ہے، جو قاضی نی ہے اور ہر ماہ ایہ مقررہ رقم حج کنٹری بیوشن کے لئے اس کی تنخواہ سے کاٹی جاتی ہے (اور اس رے میں ہمیں پہلے علم نہ تھا)۔ اس رے میں شریعت اور قانون کیا کہتا ہے؟ کیا اس شخص کو حج کے لئے بھیج h ہیں؟ کیا سعودیہ کستانی حکومت کی طرف سے ان کے حج کرنے کوئی قانونی پابندی ہے؟

کیا اس شخص کی رقم حج فنڈ میں شامل کی جاسکتی ہے۔ اے مہربانی مسئلے کے حل کے جا \$ رہنمائی فرما کر شکریہ کا موقع عنایت

فرمان N - ﴿اشفاق احمد، سوئی سدرن گیس کمپنی لمیٹڈ، گلشن اقبال روڈ، کراچی﴾

جواب:

ا یہ کنٹری بیوشن & شرکاء کی طرف سے رضا کارانہ ہے، کسی افسر کے ذہنی کسی اور با سے نہیں ہے۔ اور & شرکاء کی اجازت ہے کہ ان کی جمع شدہ رقم سے جس M سے قرعہ ازی میں لوگوں کا م نہ ہے، انہیں حج بھیج دیا جائے، تو کوئی حرج نہیں

اور اس میں شرعاً کوئی قبا # نہیں ہے، ایسے امور، جن میں تمام شرکاء کا استحقاق ہے۔ ہ، کا فیصلہ از روئے قرآن وحدیٰ قرعہ # ازی سے ہو سکتا ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وما كنت لديهم اذ يلقون اقلامهم ايهم يكفل مريم۔ ﴿آل عمران : 44﴾

ترجمہ: ”اور آپ ان کے پاس نہ تھے۔ # وہ (قرعہ # ازی کے لئے) اپنے قلموں کو ڈالتے تھے کہ مریم کی کفا) ان میں سے کون کرے۔“

البتہ قاضی نی کو اس اسکیم میں شامل کڑ۔ در & نہیں ہے، ا/ ایسا کوئی شخص ہے تو اسے اسکیم سے الگ کر ڈی جائے اور اس کی رقم اسے واپس کر دی جائے، کیوے قاضی نی پ کستان میں آئے طور پ اور شرعاً جماع امت مت مڑ ہیں۔ وہ ا/ سچ بول کر اپنے آپ کو غیر مسلم اور قاضی نی لکھیں تو انہیں حج عمرے کا ویہ ای نہیں مل سکتا، کیوے یہ & مسلمانوں کے لئے ہے، اور ا/ وہ کتمان حق کر کے، دھوکہ دہی اور فریڈ سٹے سپورٹ اور حج کی درخواست & فارم میں اپنے آپ کو مسلم لکھیں تو یہ کذب صریح اور دھوکہ دہی ہے۔ حج فارم، شناختی کارڈ اور * سپورٹ فارم سمیت تمام دستاویزات میں مسلمان کیلئے ختم t کا اقرار اور قاضی نی ولاہوری ا/ وپ سے۔ اءت کا حلفیہ اقرار * مہ لازمی ہے اور قاضی نی ا/ اپنے غیر مسلم ہونے کا اقرار کر کے سپورٹ بنائے، حج فارم بھرے، شناختی کارڈ فارم بھرے تو وہ شرعاً و قانوناً کسی بھی طر z سے حج نہیں جاسکتا ہے اور ا/ جھوٹ مسلم ہونے کا حلف * مہ بھڑ ہے تو صریح دغا ز ہے۔

اسقاط فرض کے لئے حج بدل سے متعلق ایک اہم مسئلہ

سوال: 68

ای۔ شخص دوسرے کی طرف سے حج کڑ ہو، کیا وہ صرف حج افراد کا احرام * ہے گا۔ یہ کہ حج تمتع اور قرآن بھی کر سکتا ہے؟، حج اور عمرہ کے موضوع پ۔ ای۔ کتاب ہے، جس کا م ہے: ”بیان مناسک حج و عمرہ“، اس کے صفحہ نمبر 39 پ لکھا ہوا ہے: ”جو حضرات حج * ل کے لئے جارہے ہیں، وہ صرف حج افراد کا احرام * ہیں، دوسرا احرام * ہیں۔“

سررحمان، نکلیال آزاد کشمیر

جواب:

حج * ل کی منجملہ شرائط میں سے ای۔ شرط یہ ہے کہ حج کرنے والا، جس کی طرف سے حج کر رہا ہے، ا/ اس نے صرف حج افراد کرنے کا کہا ہے، تو اس پ ضروری ہے کہ وہ حج قرآن * تمتع کا احرام * ہے، ا/ * ہے گا، تو بھیجنے والے کا حج ادا نہ ہوگا۔ علامہ شامی لکھتے ہیں:

الرابع عشر: عدم المخالفة فلو أمره بالافراد ففرن أو تمتع ولو للميت لم يقع عنه ويضمن النفقة۔

ترجمہ: ”حج * ل کی چودھویں شرط یہ ہے کہ جو شخص حج * ل پ مامور ہے، وہ اپنے آمر یعنی بھیجنے والے کے حکم کی مخالفت نہ کرے،

اَلْ اس نے اسے حج افراد کا حکم دیا ہے اور حج لپہ مامور شخص نے ”حج قرآن“ کیا۔ ”حج تمتع“ کیا، خواہ وہ میت کی جائے سے ہو، تو وہ حج بھیجنے والے کی طرف سے واقع نہیں ہوگا، اور وہ حج ل کرنے والا اس حج کے اجازت کا خود ضامن ہوگا۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد: 4، ص: 18، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

البتہ اے ای۔ شخص نے کسی کو اپنی طرف سے عمرہ کرنے کے لئے بھیج دیا حج کے لئے بھیجا اور اس نے بھیجنے والے کی طرف سے پہلے عمرہ کر کے پھر اپنی طرف سے حج کیا۔ بھیجنے والے کی طرف سے حج کرنے کے بعد پھر اپنی طرف سے عمرہ کیا، تو یہ دونوں صورتیں جائز ہیں، جیسا کہ علامہ شامی لکھتے ہیں:

ولو أمره بالعمرة فاعتمر ثم حج عن نفسه او بالحج فحج ثم اعتمر عن نفسه جاز الخ۔۔۔

﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد: 4، ص: 18، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

لہذا اے بھیجنے والا خود اجازت دے کہ میری طرف سے ”حج تمتع“ کرو۔ ”حج قرآن“ کرو تو پھر وہ مامور شخص اس کے حکم کی تعمیل میں حج تمتع حج قرآن کر سکتا ہے، اور اس میں شرعاً کوئی قباہ نہیں ہے۔

حج قرآن میں جنائے، صورت مسئلہ کے مطابق ای۔ دم یا ای۔ صدقہ لازم آئے گا یا دودو

سوال: 69

کیا قارن یعنی جو شخص اپنے میقات سے بیک وقت حج اور عمرے کا احرام بٹھاتا ہے اور پھر وہ احرام کے بٹھاتے ہوئے کسی ایسی جنائے کا ارتکاب کرتا ہے، جس سے دم لازم آتا ہے، تو کیا اس پ دو احرام کی وجہ سے دودم لازم آئے گا یا ای۔ ہی دم کافی ہوگا؟، اسی طرح ان امور میں جہاں بدعتیہ صدقہ لازم آتا ہے، ای۔ ہی بدعتیہ صدقہ کافی ہوگا یا دودو لازم آئے گا؟

﴿پروفیسر رضی الدین، فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

علامہ علاء الدین حنفی لکھتے ہیں:

(ويجب دمان على قارن حلق قبل ذبحه) دم للقران ودم للتاخير على ”المذهب“ كما حرره المصنف قال: وبه

اندفع ما توهمه بعضهم من جعل الدمين للحناية۔

ترجمہ: ”حج قرآن کا احرام بٹھانے والے نے اَلْ قرآنی سے پہلے حلق کر لیا (یعنی بٹھال منڈھا دیئے)، تو اس پ مذہب صحیح کے مطابق دودم لازم آئے گا، ای۔ دم قرآن اور ای۔ ذبح کو حلق سے مبرا کرنے کے۔ (دم لازم آئے گا، جیسا کہ مصنف (علامہ ترمذی) نے لکھا ہے، انہوں نے فرمایا: اور اس سے بعض لوگوں کا یہ وہم دور ہو، جنہوں نے دونوں دم جنائے کے۔ (دم لازم قرار دیئے ہیں۔“

اس کی تشریح میں کلام کرتے ہوئے علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں:

وعن الثاني بأن التضاعف على القارن انما يكون فيما اذا ادخل نقصا في احرام عمرته ، والا فلا يجب الا دم واحد، ولهذا اذا افاض القارن قبل الامام او طاف للزيارة جنبا او محدثا لا يلزمه الا دم واحد لانه لا تعلق للعمرة بالوقوف وطواف الزيارة۔

”قارن پ دو دم \$ لازم آتے ہیں، # اس کے عمرے کے احرام میں U لازم آئے ہو، ورنہ (عمرے کے بعد قارن پ بھی) صرف ای۔ ہی دم لازم آئے گا، لہذا # قارن نے امام سے پہلے طوافِ افاضہ کیٹا بے وضوئی حالت جنبا \$ میں طواف کر دیا، تو اس پ صرف ای۔ دم لازم آئے گا، کیونکہ عمرہ کا وقوف عرفہ اور طواف کر دیا رت سے کوئی تعلق نہیں ہے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3، ص: 521، باب الجنائت، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری لکھتے ہیں:

مسئلہ: ”جہاں ای۔ دم صدقہ ہے قارن پ دو ہیں۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 10، ص: 762، مطبوعہ رضافا \$ C، لاہور﴾

”جہاں ای۔ دم صدقہ ہے، قارن پ دو ہیں۔“ ﴿عامہ کتب \$، بہار شریعت، جلد ششم، ص: 499 مکتبہ رضویہ﴾

علامہ شامی نے البحر الرائق کے حوالے سے جو تفصیلی بحث کی ہے، اس کی روشنی میں قارن نے A عمرے کی ادائیگی کے دوران پ اس سے پہلے کسی جنبا \$ کا ارتکاب کیا ہو تو اس پ صورت مسئلہ کی نوعیت کے مطابق دو دم صدقہ لازم آئے گا، اور A عمرے کی ادائیگی کے بعد اس نے جنبا \$ کا ارتکاب کیا ہو تو صرف ای۔ دم ای۔ صدقہ لازم آئے گا، جہاں ۔ دم قرآن کا تعلق ہے، وہ اپنی جگہ ہے، اعلیٰ حضرت اور صدر الشریعہ رحمہما اللہ تعالیٰ کی عبارات سے A چہ بظاہر یہ \$ ملتا ہے کہ قارن پ علی الاطلاق دو دم صدقہ لازم آئے گا، خواہ جنبا \$ کا ارتکاب عمرے سے پہلے کیا ہو یا بعد میں، لیکن علامہ شامی کی مذکورہ وضاحت # کی روشنی میں ان دونوں اکابر کے اقوال کو مطلق نہ سمجھا جائے بلکہ اس پ محمول کیا جائے کہ A جنبا \$ کا ارتکاب عمرے کی ادائیگی سے پہلے ہی عمرے کی ادائیگی کے دوران کیا ہو تو دو دم صدقہ لازم آئے گا، اور عمرے کی ادائیگی کے بعد ای۔ دم ای۔ ہی صدقہ کافی ہوگا۔

دم کی ادائیگی حدود حرم میں

سوال: 70

ہم لوگ ابھی عمرہ کر کے آئے ہیں، وہاں میرے شوہر نے عمرہ مکمل کرنے سے پہلے احرام کر ڈیا تھا۔ وہ فالج کے مریض ہیں، کچھ رہائش کا مسئلہ H تھا، اس لئے ہم انہیں فوراً سعی نہیں کروا سکے، انہوں نے A می کی وجہ سے احرام کر ڈیا تھا، دوسرے دن دفعہ رہ مسجد عائشہ سے احرام کر ڈیا۔ ہر عمرہ مکمل کر ڈیا، اب ہمیں اس کا کتنا دم دینا ہوگا، اور یہ دم حدود حرم ہی میں دینا ہوگا یہاں بھی ادا ہو سکتا ہے۔ ﴿ہدایہ \$ اللہ، النور سوسائٹی، کراچی﴾

جواب:

عمرے کی ادائیگی میں سعی کڑا وا۔ # ہے اور وا۔ # کے تکیہ دم دینا وا۔ # ہو جا۔ # ہے اور دم میں ای۔ بکری بھڑدی جائے گی۔

جنا۔ \$ کا دم زمین حرم پہ دینا ضروری ہے، دوسری جگہ ادا نہیں ہوگا۔ اور اس کے لئے کوئی وقت مقرر نہیں، # چاہے دے سکتا ہے۔

علامہ علاؤ الدین حنفی متوفی ۱۰۸۸ھ نے الدر المختار میں لکھا:

ويتعين يوم النحر اى وقته وهو الايام الثلاثة للذبح المتعة والقران فقط فلم يجز قبله بل بعده وعليه دم ويتعين

الحرم لامنى للكل۔

یعنی (قربانی کے لئے) متعین ہے یوم نحر اور اس کے لئے وقت صرف تین دن ہیں، واسطے تمتع اور قرآن والے کی قربانی کے۔ پس اس سے پہلے اور بعد جا۔ نہیں اور / کسی نے اس کے خلاف کیا تو اس پہ ”دم“ ہے۔ اور دم زمین حرم میں کسی جگہ بھی ڈی جا سکتا ہے اور اس کے لئے ”منی“ مخصوص نہیں۔

در مختار کی درج۔ لاء عبارت کے لفظ ”فقط“ پہ علامہ شامی نے لکھا:

لا يتعين غيرهما فيها۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 4، ص: 36-35 مطبوعه دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، جمہ: ”ان دونوں (تمتع وقارن) کے علاوہ ان اوقات میں ذبح کڑا ضروری نہیں ہے۔“

احرام کی حا { میں دا۔ \$ سے خون * یو اسیر کا خون اور اس کا حکم

سوال: 71

- احرام کی حا { میں دا۔ \$ سے اور یو اسیر کے مسے سے خون آنے پہ کیا دم دینا پڑے ہے یا نہیں؟
- 2۔ حج کی ادائیگی کے بعد خا۔ ان اور۔ ادری کے افراد کو مدعو کر کے انہیں کھا۔ کھلا یا جا۔ ہے کیا حج کا یہ کھا۔ کھلا ضروری ہے؟
- 3۔ حج کے دن والد اور والدہ نے کمزرو ہونے کی وجہ سے کسی دوسرے فرد کو رقم n یہ فریضہ ادا کیا یہ صحیح یا اس پہ دم دینا پڑے گا؟
- 4۔ والدہ صاحبہ نے حج کے دن قربانی کی ادائیگی کے بعد اپنے لوں کی ای۔ پور کاٹی تھی اور احرام کھول ڈیا ان پہ کم۔ ل کاٹنے پہ دم

ہوگا یا نہیں؟ ﴿سید محمد علی۔ 3/3۔ تھ، کراچی﴾

جواب:

احرام کی حا { میں خون 3 سے دم وا۔ # نہیں پڑے، منہ یا دانتوں سے خون نکلا / آ تھو کہ پ غا) ہے تو وضو ٹوٹ جائے گا ورنہ

نہیں، غلبے کی شنا # یہ ہے کہ آ تھوک کا ر۔ سرخ ہو جائے تو خون غا) سمجھا جائے اور آ زرد ہو تو مغلوب۔ خون، P۔ زر پنی جسم کے کسی بھی حصے سے نکل کر بہا اور بننے میں ایسی جگہ پہنچنے کی صلا A تھی جس کا وضو غسل میں دھو فرض ہے تو وضو ج۔ رہا، 1 صرف چمکا۔ ابھرا اور بننے کی صلا A اس میں نہیں تو وضو نہیں ٹوٹے گا، اسی طرح مسواک * انگلی سے دا \$ صاف کرتے ہوئے دانتوں سے کوئی چیز کاٹی اور اس پہ خون کا! *H * ک میں انگلی ڈالی اور اس پہ خون کی سرخی آ گئی 1 وہ بننے کے قابل نہیں تو وضو نہیں ٹوٹے گا، ان تمام صورتوں کے۔ وجود محرمہ احرام کی حا) میں خون آنے پہ کوئی دم وا۔ # نہیں ہوگا۔

2۔ حاجی صاحبان کا خ۔ ان اور۔ اداری کے افراد کو مدعو کر کے کھٹا۔ کھٹا۔ شرعاً ضروری نہیں ہے، آ کوئی شخص حج کے بعد تشکرِ نعمت کے طور پہ احباب کی دعوت کرتا ہے تو اس میں کوئی شرعی قبا # بھی نہیں ہے بلکہ عند اللہ پڑے گا، آ محض نمود ملانش مقصود ہے، تہ % % ت سے محروم رہے گا، بہتر یہ ہے کہ دعوتوں میں امراء کے ساتھ دار لوگوں کو بھی شریہ کیا جائے، جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کا ولیمہ کے۔ رے میں فرمان ہے:

عن ابی ہریرۃؓ انہ کان یقول: بشر الطعام طعام الولیمۃ، یدعی لہا الا غنیاء ویترک الفقراء، ومن ترک الدعوة فقد عصی اللہ تعالیٰ ورسولہ ﷺ۔

، ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہؓ نے نبی کریم ﷺ سے روایہ فرماتے ہیں کہ بُرا کھٹا۔ ولیمہ کا کھٹا۔ ہے جس میں مالدار لوگ بلائے جاتے ہیں اور فقراء چھوڑ دیئے جاتے ہیں اور جس نے دعوت کو تک (یعنی بلا یا انکار کر ڈیا) اس نے اللہ اور رسول ﷺ کی فرمائی کی۔“

3۔ رمی میں * \$ مقرر نہیں کر h ضعف اور کمزوری اس کے لئے مانع نہیں، لہذا بوڑھے اور عورتیں % % ی وقت میں جا N رات میں رمی کرتا۔ آ (چہ) وہ ہے 1 عذر کی وجہ سے یہ کراہت۔ قی نہیں رہتی، رمی کسی وجہ سے نہ کر سکے تو دم دینا وا۔ # ہے 1 ایہ دن کی رمی، تک ہونے سے بھی ایہ دم اور صرف ایہ جمرہ کی رمی تک ہونے سے بھی ایہ دم اور تینوں دنوں کی رمی تک ہونے سے بھی ایہ دم لا زم آئے گا، لہذا۔ # آ ایسا عذر ہو جس کی وجہ سے رمی نہیں کر سکتا تو تیسرے دن دم دے گا اور یہ دم حد و حرم میں دینا ضروری ہے۔

4۔ عورتیں اپنے لوں میں سے ایہ پور کے۔ ل۔ لے کر کاٹ دیں، علامہ A م الدین لکھتے ہیں:

والتقصیر ان یا خد الرجل والمرأة من رؤس الشعر ربع الرأس مقدار الانملة كذا فی التبیین۔

، ترجمہ: ”اور تقصیر یہ ہے کہ مرد اور عورت اپنے سر کے۔ ل۔ چوتھائی سر سے ایہ پور کے۔ ل۔ لے لیں ”تبین“ میں اسی طرح سے

ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 231 مکتبہ رشیدیہ کو﴾

دورانِ حج ناپاکی

جواب:

ا خاتون نے حج کا احرام *+ ہ لیا ہے، تو وہ محرمہ ہے، یعنی احرام میں داخل ہو چکی ہے۔ اب ا دورانِ حج اسے حیض آجائے، تو وہ تمام مناسکِ حج معمول کے مطابق جاری رکھے گی، یعنی وقوفِ منی، وقوفِ عرفات، وقوفِ مزدلفہ، رمی جمار (یعنی شیطانوں کو کنکڑیاں مارنا)، قربانی اور احرام سے *+ ہر آنے کا عمل و حاج کرام کے ساتھ جاری رکھے گی۔ اس دوران وہ دعا N کر سکتی ہے، 1 تلاوت نہیں کر سکتی اور ا ز بھی نہیں پڑھ سکتی۔ اسی طرح حیض سے فرا *+ طوافِ زیارت کو مہر کرے گی، حرم میں بھی نہیں جائے گی۔ اور چوہ "طوافِ زیارت" میں *+ خیر اس کی اپنی کسی بشری کھڑی ہی کی وجہ سے نہیں ہوئی، بلکہ یہ مانع "عذرِ خیر" اسے اللہ کی جا \$ سے پیش *+ ہے، اس لئے اس *+ خیر کی بنا پر اس کوئی دم وا # نہیں ہوگا، لہذا # وہ حیض سے *+ ک ہو جائے تو غسل کر کے *+ ک ہو جائے اور "طوافِ زیارت" کر لے۔

حج و عمرہ کے مسائل

حج و عمرہ اور زیارتِ روضہ رسول ﷺ کے متعلق چند اشکالات کے جواب قرآن و ن و فقہ حنفی کی روشنی میں « فرما کر عند اللہ ماجور ہوں ۵٪ اک اللہ - ﴿سید محمد طاہر الحسین، مکان نمبر 48-R-3-C-11 *+ تھ کراچی﴾

سوال: 73

حرم کے رہنے والے عمرے کے لئے احرام کہاں سے *+ ہیں؟

جواب:

حدثنا همام وقال : اعتمر أربع عمر في ذي القعدة، إلا التي أعتمر مع حجته: عمرته من الحديبية، ومن العام المقبل، ومن الجعرانة حيث قسم غنائم حنين، وعمره مع حجته۔

ترجمہ: ”ہمام سے روای \$ ہے کہ آپ ﷺ نے چار عمرے کئے، سارے ذی القعدہ میں سوائے اس ای۔ کے جو اپنے حج کے ساتھ کیا۔ ای۔ عمرہ حدیبیہ والا، ای۔ اگلے سال تیسرا جعرانہ سے جبکہ » کا مالِ غنیمت تقسیم کیا اور چوتھا عمرہ اپنے حج کے ساتھ۔“
﴿صحیح بخاری رقم الحد : 1780﴾

ا عبد الرحمن بن ابی بکر رضی اللہ عنہما أخبرہ: أن النبي ﷺ أمره أن يردف عائشة ويعمرها من التنعيم۔
ترجمہ: ”عبد الرحمن بن ابی بکر سے روای \$ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے انہیں حکم *+ کیا کہ عائشہ کو سواری کے پیچھے بٹھا کر تنعيم سے عمرہ کرواؤ۔“
﴿صحیح بخاری رقم الحد : 1784﴾

رد المحتار میں علامہ ابن عابین شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ لکھتے ہیں:

(والتنعيم افضله) هو موضع قريب من مكة عند مسجد عائشه، وهو اقرب موضع من الحل اى الاحرام منه للعمرة افضل من الاحرام لها من الجعرانة وغيرها من الحل عندنا، وان كان ﷺ احرم منها، لأمره عليه الصلاة والسلام عبدالرحمن بان يذهب باخته عائشة الى التنعيم لتحرم منه۔

ترجمہ: ”(تنعيم سے احرام + ہنا افضل ہے) یہ وہ جگہ ہے، جو مکہ سے انتہائی قریب مسجد عائشہ کے نزدیک ہے اور حل سے قریب + ین جگہ ہے۔ یعنی عمرہ کے لئے تنعيم سے احرام + ہنا جعرانہ اور حل کے ۷ مقامات سے ہمارے نزدیک۔ افضل ہے، اے چہ رسول اللہ ﷺ نے جعرانہ سے بھی احرام + ہا ہے اور ہمارے اس موقف پر حجت نبی کریم ﷺ کی یہ حدیث ہے کہ آپ نے عبدالرحمن بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ اپنی بہن (ام المؤمنین) عائشہ کو تنعيم لے جا N کہ وہ وہاں احرام + ہیں۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3 ص: 429 مطبوعہ: دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

مندرجہ بالا تفصیل کی روشنی میں اے چہ مسجد عائشہ (تنعيم) اور جعرانہ دونوں جگہ سے عمرے کا احرام + ہا جاسکتا ہے، لیکن مقام تنعيم (مسجد عائشہ) سے + ہنا افضل ہے۔

سوال: 74

کیا احرام کے لئے دو رکعت ۵ ادا کرنا حدیث مبارک سے \$ نہیں؟

جواب:

احرام کے لئے دو رکعت ۵، پھنا N ہے اور حدیث مبارک سے \$ ہے، جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

حدثني خصيف بن عبدالرحمن الجزري، عن سعيد بن جبير، قال: قلت لعبدالله بن عباس: يا أبا العباس، عجت لاختلاف أصحاب رسول الله ﷺ في اهلل رسول الله ﷺ حين أوجب؟! فقال اني لأعلم الناس بذلك، انها انما كانت من رسول الله ﷺ حجة واحدة، فمن هناك اختلفوا۔ خرج رسول الله ﷺ حاجاً، فلما صلى في مسجده بذي الحليفة ركعتين أوجب في مجلسه، فأهلّ بالحج حين فرغ من ركعتين، فسمع ذلك منه أقوام فحفظته عنه، ثم ركب فلما استقلت به ناقته أهلّ، وأدرك ذلك منه أقوام، وذلك أن الناس انما كانوا يأتون أرسالاً، فسمعوه حين استقلت به ناقته يهلّ، فقالوا: انما أهلّ [رسول الله] حين استقلت به ناقته، ثم مضى رسول الله ﷺ فلما علا على شرف البيداء أهلّ، وأدرك ذلك منه أقوام فقالوا: انما أهلّ حين علا شرف البيداء۔ [قال سعيد:] وايم الله لقد أوجب في مصلاه، وأهلّ حين استقلت به ناقته، وأهلّ حين علا شرف البيداء۔ [قال سعيد:] فمن أخذ بقول عبد الله بن عباس أهلّ في مصلاه اذا فرغ من ركعتين۔

ترجمہ: ”خصيف بن عبدالرحمن بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے کہا کہ: ابو العباس مجھے اس سے تعجب ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کا اس بات میں اختلاف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے کس جگہ سے احرام + ہا۔ حضرت ابن عباس

رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اس مسئلے کو تمام لوگوں میں & سے ڈیوہ جاؤ ہوں۔ رسول اللہ ﷺ نے اے۔ ہی حج کیا ہے اور اسی وجہ سے اختلاف ہوا۔ # رسول اللہ ﷺ حج کے لئے تشریف لے گئے تو آپ نے مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھی اور نماز سے فارغ ہونے کے بعد اسی مجلس میں آپ نے تلبیہ کہہ کر احرام # پڑھا اور کچھ لوگوں نے آپ سے یہ تلبیہ سنا اور اس کو یاد رکھا، پھر آپ ان کے پیچھے سواری ہوئے، # آپ ان کے صحیح طریقے سے بیٹھ گئے، تو آپ نے تلبیہ کہا اور کچھ لوگوں نے اس موقع پر آپ سے سنا، اور اس (اختلاف میں غلط فہمی) کا با یہ ہے کہ لوگ وہ دریا وہ آرہے تھے، اور (کچھ لوگوں نے) اس وقت آپ سے تلبیہ سنا، # آپ ان کے پیچھے بیٹھ گئے تو انہوں نے (اپنے مشاہدے کے بنا پر) یہ کہا: رسول اللہ ﷺ # ان کے پیچھے بیٹھ گئے، تو آپ نے اس وقت تلبیہ پڑھی (یعنی احرام # پڑھا)، پھر # آپ شرف البیداعی پہنچے تو آپ نے تلبیہ پڑھی، اور کچھ لوگوں نے (پہلی بار) آپ سے اسی موقع پر تلبیہ سنی، تو انہوں نے یہ کہا کہ آپ نے شرف البیداعی احرام کی M کی ہے اور (سعید نے کہا: اللہ کی قسم آپ نے احرام کی M اس جگہ کی تھی جہاں آپ نے (دو رکعت) نماز پڑھی تھی اور پھر آپ نے ان کے پیچھے سواری ہو کر بھی تلبیہ پڑھی اور شرف البیداعی پہنچ کر بھی تلبیہ پڑھی۔ (سعید بن جبیر کہتے ہیں کہ) جو شخص حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کے قول پر عمل کرتا ہے وہ مسجد ذوالحلیفہ میں دو رکعت نماز پڑھنے کے بعد احرام # پڑھے (اور تلبیہ پڑھے)۔“

سنن ابی داؤد رقم الحدیث: 1768

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(وصلی ندباً) بعد ذالک (شفعاً) یعنی رکعتین فی غیر وقت مکروہ و تجزیہ المکتوبہ۔

ترجمہ: اور لباس احرام پہننے کے بعد نماز پڑھنا مستحب ہے یعنی دو رکعت وقت غیر) وہ میں، اور (ا) وہ فرض کا وقت ہے تو فرض بھی اس مقصد کے لئے کافی ہے۔

علامہ شامی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

(ندبا) وفي الغاية انها سنة ”نهر“ وبه جزم في ”البحر“ و ”السراج“۔ قوله: (بعد ذالک) ای بعد اللبس والتطیب۔ ”بحر“ قوله: (یعنی رکعتین) یشیر الی ان الاولی التعبير بهما کما فعل فی ”الکنز“۔ لان الشفع یشمل الرابع۔ قوله: ”و تجزیہ المکتوبہ“ کذا فی ”الزیلعی“ و ”الفتح“ و ”النهر“ و ”اللباب“ وغیرها و شبهوها بتحیة المسجد۔ وفي ”شرح اللباب“ انه قیاس مع الفارق لان صلاة الاحرام سنة مستقلة كصلاة الاستحارة وغیرها مما لا تنوب الفریضة منابها، بخلاف تحیة المسجد و شكر الوضوء، فانه ليس لهما صلاة على حدة كما حققه فی ”فتاوی الحجة“۔ فتأدی فی ضمن غیرها ایضاً

اھ۔

ترجمہ: ”(بطور # پڑھے) اور ”الغایة“ میں ہے کہ (بوقت احرام) دو رکعت پڑھنا # ہے، اور ”البحر الرائق“ اور ”ا۔ ج۔“ میں اسی قول کو قطعی قرار دیا ہے، علامہ حصکفی کے قول: (اس کے بعد) کا مطلب یہ ہے کہ لباس احرام پہننے اور خوشبو لگانے کے بعد، ”البحر

الرائق“ میں ہے کہ علامہ حکفی کے قول (یعنی دو رکعت پڑھے) سے مراد یہ ہے کہ اُزاحرام کو کم از کم دو رکعت سے تعبیر کرو۔ اولیٰ (بہتر) ہے، جیسا کہ ”کنز الدقائق“ میں کیا ہے، کیونکہ دو رکعت چار کو بھی شامل ہے (یعنی اُ) اس وقت چار رکعات پڑھ لیں) تو ان کے ضمن میں دو رکعات بطریق اولیٰ آجا N گی (اور چار پڑی یہ سے مما AE مقصود نہیں ہے)، اور علامہ حکفی کا یہ کہنا کہ ”اور فرض اُز کے ضمن میں بھی یہ دو گانہ احرام ادا ہو جا N گی، جیسا کہ الزیلعی، فتح القدیر، النہر، اللباب میں ہے اور انہوں نے اس (دو گانہ احرام) کو (دو گانہ) تحیۃ المسجد سے تشبیہ دی ہے (جو تنگی وقت یا قیام جماعت کی صورت میں فرض کے ضمن میں بھی ادا ہو جاتی ہے)، اور ”شرح اللباب“ میں ہے کہ یہ قیاس مع الفارق ہے، کیونکہ اُز استخارہ وغیرہ کی طرح اُز احرام مستقل N ہے، تو فرض اُز اس کے قائم مقام نہیں ہو سکتی، بخلاف تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء کہ ان کے لئے مستقل بذات اُز مسنون نہیں ہے، جیسا کہ ”فتاویٰ الحجۃ“ میں اس کی (خوب) تحقیق کی ہے کہ یہ اُز (تحیۃ المسجد اور تحیۃ الوضوء) دوسری اُزوں (فرض وغیرہ) کے ضمن میں بھی ادا ہو جاتی ہیں۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 3 ص 432: دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

سوال: 75

کیا حجر اسود کو بوسہ دینے چھونے کے وقت حصولِ N کی M کڑب (ہے؟)۔

جواب:

استلام حجر اسود یعنی حجر اسود کو بوسہ دیتے وقت حصولِ خیر۔ N اور ثواب کی M کڑب (نہیں بلکہ عین عبادت ہے کیونکہ حج و عمرہ کے اہم رکن طوافِ M اللہ کے موقع پر حجر اسود کو بوسہ دینا N ہے۔ علامہ ابن عثامین شامی لکھتے ہیں:

من الاستلام فهو سنة بين كل شوطين كما في ”غاية البيان“ وذكر في ”المحيط“ و ”الوالجیة“ - أنه في الابتداء والانتهاء سنة، وفيما بين ذلك أدب - ”بحر“ - ووفق في ”شرح اللباب“ بانه في الطرفين أكد مما بينهما۔
ترجمہ: ”استلام حجر ہر دو چکروں کے درمیان N ہے، جیسا کہ ”غایۃ البیان“ میں ہے اور ”المحیط“ اور ”الوالجیۃ“ میں ہے کہ طوافِ M اللہ کی ابتدا اور انتہا کے موقع پر N اور درمیان کے چکروں میں آداب میں سے یعنی مستحب ہے، ”البحر الرائق“ (میں بھی اسی طرح ہے)، اور ”شرح اللباب“ میں بھی اسی کے موافق کہا کہ طواف کی ابتدا و انتہا میں حجر اسود کا استلام پڑی وہ مؤکد ہے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 3، ص: 453 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

تو۔ # حجر اسود کو بوسہ دینا عبادت حج و عمرہ کے اہم رکن طوافِ M اللہ کے دوران ہر چکر کے موقع پر N کم از کم مستحب ہے، عبادت تو ثواب اور خیر۔ N کے لئے ہوتی ہے، عبادت مشروع اورب (دو متضاد چیزیں ہیں، بعض لوگوں کو شتا اس حدیث مبارک سے غلط فہمی ہوئی ہے:

عن عبد الله بن سرجس قال: رأيت الأصلحة (يعني عمر بن الخطاب) يقبل الحجر ويقول: والله اني لأقبلك، واني اعلم انك حجر، وانك لا تضر ولا تنفع۔ ولو لا اني رأيت رسول الله ﷺ قبلك ما قبلتك۔

جمہ: ”عبداللہ بن سرجس بیان کرتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ حجر اسود کو بوسہ دے رہے تھے۔ اور کہہ رہے تھے بخدا میں تجھے بوسہ دے رہا ہوں، حالانکہ میں خوب جاؤ ہوں کہ تو ایہ پتھر ہے، تو نفع دیتا ہے نہ نقصان، اور ا میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا۔“ (صحیح مسلم رقم الحدیث: 3016)

حضرت عمرؓ کا حجر اسود کو مخاطب کر کے یہ کہنا کہ: میں خوب جاؤ ہوں کہ تو ایہ پتھر ہے، تو نفع دیتا ہے نہ نقصان، اور ا میں نے رسول اللہ ﷺ کو تجھے بوسہ دیتے ہوئے نہ دیکھا ہوتا، تو میں تجھے کبھی بوسہ نہ دیتا، اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ حجر اسود کوئی بھی مخلوق اپنی ذات سے نفع یا ضرر رساں نہیں ہے، جس مخلوق میں جو بھی کمال ہے اللہ تعالیٰ کی « سے ہے اور یہ بت انہوں نے اس تناظر میں فرمائی کہ عہد جاہلیت میں لوگ پتھر کے بتوں کی عبادت کرتے تھے اور انہیں بت لذات نفع دینے والا اور نقصان پہنچانے والا سمجھتے تھے، مزید یہ کہ وہ عقیدہ توحید کو لوگوں کے دلوں میں راسخ کرتے چاہتے تھے اور اعمال خیر و عبادات میں اتباع رسول کو اصل مقصود سمجھنے کے تصور کو لوگوں کے ذہن نشین کرتے چاہتے تھے اور یہ بت عیاں ہے کہ بت حجر اسود کو بوسہ دینا، اتباع رسول ہے، تو رسول اللہ ﷺ کی اتباع میں ثواب بھی ہے، خیر ہے۔ بت بھی ہے اور اتباع بت ایسی بت سے کرنی چاہئے، چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بت بن سے حضرت علیؓ نے یہ کلمات سنے تو انہوں نے فرمایا: نہیں! یہ نفع بھی دیتا ہے اور نقصان بھی دیتا ہے، حضرت عمر نے پوچھا! اس کا ثبوت کس سے ہے، حضرت علیؓ نے کہا! قرآن مجید سے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

وَإِذَا اخَذَ رَبُّكَ مِنْ بَنِي آدَمَ مِنْ ظُهُورِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَأَشْهَدَهُمْ عَلَىٰ أَنْفُسِهِمْ أَلَسْتَ بِرَبِّكُمْ قَالُوا بَلَىٰ-

جمہ: ”اور بت آپ کے رب نے بنو آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد کو نکالا اور ان سے ان کی جانوں پر اقرار کرایا، کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں، بت نے کہا، کیوں نہیں!“

اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کو پیدا کیا اور ان کی پشت پر ہاتھ پھیرا اور ان سے اقرار کرایا، اللہ ان کا رب ہے اور وہ اس کے بندے ہیں، اور ان سے اس کا عہد و پیمان لیا اور اس کو ایہ کاغذ میں لکھ دیا اور پتھر کی دو آنکھیں اور ایہ بت بن تھی، اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا: منہ کھول، اس نے منہ کھولا، اللہ تعالیٰ نے وہ کاغذ اس کے منہ میں ڈال دیا اور فرمایا: جو تجھ سے وفا کرے قیامت کے دن اس کی گواہی دینا اور میں گواہی دیتا ہوں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے، آپ نے فرمایا: قیامت کے دن حجر اسود کو لایا جائے گا اور جو شخص اس کی تعظیم کرے گا یہ قیامت کے دن اس کی گواہی دے گا، پس اے امیر المؤمنین یہ ضرر بھی دیتا ہے اور نفع بھی دیتا ہے، حضرت عمر نے کہا: میں اس بت سے اللہ کی پناہ میں آتا ہوں کہ میں اس قوم میں رہوں، جس میں اے ابوالحسن تم نہ ہو۔“

(شرح المؤمن طاہر جلد 2 ص: 287 مطبوعہ مطبع خیر مصر بحوالہ شرح صحیح مسلم جلد 3 ص: 498-499 مطبوعہ فز - اسٹال، لاہور)

سوال: 76

رمی جمرات کیلئے حجاج کرام مزدلفہ سے نکلتے ہیں اپنے ہمراہ چن کر منیٰ لے جاتے ہیں کیا یہ مشروع ہے؟ یہ حدودِ حرام چمک میں کہیں سے بھی چنی جاسکتی ہے؟

جواب:

مزدلفہ سے منیٰ جاتے ہوئے تینوں دن جمرات پہ مارنے کے لئے کنکڑیاں یہیں سے لے لی جا N* کسی اور جگہ سے لی جا 1N نہ ' جگہ کی ہوں اور نہ مسجد کی نہ جمرہ کے پس کی۔ جمرہ کے پس کی کنکڑیاں اٹھائی (وہ ہے کہ وہاں وہی کنکڑیاں رہتی ہیں جو مقبول نہیں ہوتیں اور مردود ہو جاتی ہیں، اور جو مقبول ہو جاتی ہیں وہ اٹھالی جاتی ہیں۔
علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(ویکرہ) أخذها (من عند الجمرۃ) لأنها مردود لحديث "من قبلت حجته رفعت جمرته (و) یکرہ (أن يلتقط حجراً واحداً فیکسره سبعین حجراً صغیراً)۔

، جمہ: اور جمرے کے پس سے کنکڑیاں اٹھائی (وہ ہے، اس لئے کہ وہ مردود ہوتی ہیں حدیث شریف میں ہے کہ "جس کا حج قبول ہو جائے ہے اس کی کنکڑیاں اٹھالی جاتی ہیں"، اس کی تشریح میں علامہ شامی لکھتے ہیں:

وما هی الا کراہۃ تنزیہ۔ "فتح"۔ أشار الیٰ أنه یجوز أخذہ من اى موضع سواہ۔ وفی "اللباب": یتحب أن یرفع من مزدلفۃ سبع حصیات ویرمی بها جمرۃ العقبة وان رفع من المزدلفۃ سبعین أو من الطریق فهو جائز، وقیل مستحب
اہ۔ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار جلد 3 ص: 473، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، جمہ: "جمرہ کے پس سے کنکڑیاں اٹھائی (وہ تنزیہی ہے "فتح القدر" میں اسی طرح ہے۔ اور اس میں اس جا \$ اشارہ ہے کہ اس کے سوا کسی دوسرے مقام سے اٹھائی جاوے ہے۔ اور "اللباب" میں ہے: مستحب ہے کہ جمرہ سے سات کنکڑیاں اٹھائی جا N اور جمرہ عقبہ رمی کی جائے، اور ا/ مزدلفہ ہی سے کسی اور راستے سے 70 کنکڑیاں اٹھالی جا N تو یہ جاوے ہے اور بعض علماء نے مستحب فرمائی ہے

سوال: 77

کیا تیسری رات بھی منیٰ میں آ* افضل ہے تیسرے دن (۱۲ ذی الحجہ) کو غروب آفتاب سے قبل منیٰ سے روانہ ہو* افضل ہے؟

جواب:

* رہویں کی رمی کر کے غروب آفتاب سے پہلے پہلے اختیار ہے کہ مکہ روانہ ہو جائے یعنی اس کی رخصت ہے، یہ افضل نہیں ہے، 1 غروب کے بعد ج* معیوب ہے اب ای۔ دن اور ٹھہرے اور تیرہویں کو دوپہر ڈھلے رمی کر کے روانہ ہو یہی افضل ہے۔ تیرہویں کی صبح ہو گئی تو بغیر رمی کئے ج* جاوے نہیں ا/ جائے گا تو دم وا۔ # ہوگا۔

سوال: 78

ا/ کوئی محرم بھول کر* عدم علم کے با حالت احرام میں سلا ہوا کپڑا چند لمحوں کے لئے پہن لے* سر کوڈھا۔ لے* خوشبو

استعمال کرے۔ لے۔ خن۔ اش لے تو کیا دم وا۔ # ہوگا؟

جواب:

جی ہاں! دم وا۔ # ہوگا، علامہ علاؤ الدین حصفی لکھتے ہیں:

(الواجب دم علی محرم بالغ ولو ناسیاً) او جاہلاً او مکرہاً فیجب علی نائم غطی راسہ (ان طیب عضواً)۔۔۔ (أو لبس مخیطاً)۔

او ستر راسہ بمعتاد، اما بحمل اجانة او عدل فلا شیء علیہ یوما کاملاً او لیلة كاملة، وفي الاقل صدقة۔

، جمہ: ”ہر محرم۔ لے۔ (ا) اس نے تک وا۔ # کیا ہو تو) دم وا۔ # ہو، خواہ اس نے وہ عمل بھول کر کیا ہو۔ لے۔ علمی میں کیا ہو۔ (ح)۔ مجبوری میں کیا ہو، تو ا/ نیند کی (ح) میں محرم نے سر ڈھا۔ \$ لیا، کسی پورے عضو پر خوشبو لگائی۔۔۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: ایسا سلا ہوا کپڑا پہنا، جیسے عادتاً پہنا جاتا ہے، لیکن ا/ اسے چادر کے طو پر اوڑھ لیا۔ اپنے کندھے پر رکھا، تو کوئی حرج نہیں، پورا دن۔ پوری رات سر ڈھا۔ \$ لیا، جیسے عام طو پر ڈھا جاتا ہے، (تمام سر۔ چوتھائی حصہ) تو دم لازم ہوگا، لیکن ا/ پورے دن۔ پوری رات سے کم وقت ڈھا، تو صدقہ دینا ہوگا۔ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار جلد 3 ص: 507, 511, 508 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

سوال: 79

کیا طوافِ افاضہ، طوافِ رت دونوں ا۔ ہیں؟

جواب:

جی ہاں! دونوں ا۔ ہیں، علامہ شامی لکھتے ہیں:

(ثم طاف للزيارة) أي لفعل طواف الزيارة الذي هو ثاني ركني الحج۔ قال في ”السراج“ ويسمى الافاضة و

طواف يوم النحر وطواف المفروض۔ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار: جلد 3 ص: 476 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، جمہ: ”(پھر طوافِ رت کڑ) یعنی طوافِ رت کڑ۔ حج کا دوسرا اہم رکن ہے اور ”ا۔ اج“ میں فرماتا: اس کا م طوافِ

افاضہ، طوافِ یوم النحر اور طوافِ فرض بھی ہے۔“

سوال: 80

دس ذی الحجہ کے اعمال (رمی جمرہ عقبہ، تھرنی، حلق، طوافِ رت) میں M قائم نہ رہ سکے تو کیا کفارہ لازم آئے گا۔ شریعت

کی طرف سے تقدیم کڑ خیر جائز ہے؟ نیز حج M اللہ قص تو نہ ہوگا؟

جواب:

دس ذی الحجہ کے اعمال حج میں M لازم ہے، خلاف M کرنے سے (یعنی تقدیم کڑ خیر سے) دم لازم آتا ہے، اور اللہ تعالیٰ

کے کرم سے امید ہے کہ دم ادا کرنے سے حج قص نہیں رہے گا، علامہ ابوالحسن مرغینانی حنفی لکھتے ہیں:

”افعال حج کو ایہ - دوسرے پہ مقدم کرنے کے حکم میں اختلاف ہے، جیسے سرمندانے کو کنکڑیاں مارنے سے پہلے قزنی کو کنکڑیاں مارنے سے پہلے سرمندانے کو قزنی سے پہلے کیا جائے، امام ابو یوسف اور امام محمد کے ہاں یہ دلیل یہ ہے کہ جو چیز فوت ہوگئی ہے اس کی تلافی قضا سے ہو جاتی ہے اور قضا کیساتھ کوئی اور چیز لازم نہیں ہوتی، امام ابوحنیفہ کے ہاں یہ دلیل یہ ہے کہ خلاف کرنے سے دم لازم ہے، ان کی دلیل یہ ہے کہ حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ”من قدم نسکا علی نسك فعليه دم“۔ جس شخص نے حج کے ایہ - فعل کو دوسرے پہ مقدم کر ڈیا اس پہ دم لازم ہے۔“

علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ:

”امام ابو یوسف اور امام محمد کی دلیل یہ ہے کہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ نبی ﷺ حجة الوداع میں کھڑے ہوئے تھے، ایہ - شخص نے کہا: رسول اللہ میں نے لا علمی میں سرمند لیا، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب ذبح کر لو، ایہ - اور شخص نے کہا: میں نے لا علمی میں کنکڑیاں مارنے سے پہلے قزنی کر دی، آپ نے فرمایا: کوئی حرج نہیں، اب کنکڑیاں مار لو اور اس دن جس چیز کے بھی مقدم $\frac{1}{6}$ کرنے کے۔ رے میں پوچھا: تو آپ نے یہی فرمایا کہ اب کر لو کوئی حرج نہیں ہے، اس حدیث کا جواب یہ ہے کہ حرج نہ ہونے کا معنی یہ ہے کہ اس $\frac{1}{6}$ نہیں ہوگا اور حج فاسد نہیں ہوگا، یہ معنی نہیں ہے کہ اس پہ کوئی $\frac{1}{6}$ فدیہ نہیں ہے، کیونکہ کہنے والے نے یہ کہا کہ میں نے لا علمی میں یہ کام کیا ہے، جس کا مفاد یہ ہے کہ کام کرنے کے بعد اس پہ منکشف ہوا کہ یہ تقدیم خیر ممنوع تھی، اسی وجہ سے اس نے سوال کرنے سے پہلے اپنا عذر بیان کیا کہ میں نے لا علمی کی بنا پہ اس کو مقدم $\frac{1}{6}$ کیا ہے، امام ابو یوسف اور امام محمد کی طرف سے یہ کہا جاسکتا ہے کہ یہ بھی احتمال ہے کہ سائل نے $\frac{1}{6}$ یہ دیکھا کہ اس کی $\frac{1}{6}$ رسول اللہ ﷺ کی $\frac{1}{6}$ کے مخالف ہے اور اس نے یہ گمان کیا کہ یہ $\frac{1}{6}$ معین ہے تو اس نے عذر پیش کر کے یہ سوال کیا اور نبی ﷺ نے جواب میں حرج کی $\frac{1}{6}$ کر کے یہ ظاہر فرمایا کہ یہ $\frac{1}{6}$ اس پہ معین نہیں ہے بلکہ یہ $\frac{1}{6}$ مسنون ہے نہ کہ وا۔ $\frac{1}{6}$ ، حق یہ ہے کہ جس طرح یہ احتمال ہے اسی طرح یہ بھی احتمال ہے کہ یہ $\frac{1}{6}$ وا۔ $\frac{1}{6}$ ہو اور نبی ﷺ نے اس کو جہل کی وجہ سے معذور قرار دیا ہو۔ آپ نے صحابہ کو افعال حج سیکھنے کا حکم دیا اور جہل کی وجہ سے ان کو معذور قرار دیا، کیونکہ یہ فرضیت حج کا ابتدائی دور تھا، اور $\frac{1}{6}$ اس معاملے میں یہ دونوں احتمال موجود ہیں تو احتیاطاً $\frac{1}{6}$ کے وجوب کے قول پہ عمل کرنا چاہئے اور اس سے امام ابوحنیفہ کی دلیل مضبوط ہوتی ہے اور ان کی $\frac{1}{6}$ حضرت ابن مسعود کے اس قول سے ہوتی ہے: من قدم نسکا علی نسك فعليه دم۔ (جس نے حج کی ایہ - عبادت کو دوسری پہ مقدم کر ڈیا اس پہ دم ہے) بلکہ یہ ایہ - مستقل دلیل ہے، ہدایہ کے بعض نسخوں میں حضرت ابن مسعود کی جگہ حضرت ابن عباس کا ذکر ہے اور یہ $\frac{1}{6}$ وہ معروف ہے۔ امام ابن ابی شیبہ نے یہ روایت ذکر کی ہے، ایہ - اور روایت $\frac{1}{6}$ میں یہ الفاظ ہیں ۱ من قدم شیئاً من حجه او اخره فليهرق دمًا۔

، ترجمہ: ”جو شخص اپنے حج میں کسی عبادت کو مقدم $\frac{1}{6}$ کر دے وہ ایہ - قزنی دے۔“

اس کی سند میں ای۔ راوی ای۔ اہیم بن مہبہ % ہے جس کو ضعیف کہا ہے۔ امام طحاوی نے یہ روایہ § ای۔ اور سند سے بیان کی ہے جس میں یہ ضعیف راوی نہیں ہے وہ سند یہ ہے | حدثنا ابن مرزوق حدثنا الخصب حدثنا وهيب عن ايوب عن سعيد بن جبير عن ابن عباس مثله۔ امام طحاوی کہتے ہیں کہ حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما ان راویوں میں سے ای۔ ہیں جنہوں نے یہ روایہ § بیان کی ہے کہ ”کوئی حرج نہیں اب کرلو“ اور یہ حدیث § ان کے دی۔ اجازت اور #۔ یہ محمول نہیں ہے بلکہ ان کے دی۔ اس پر محمول ہے کہ انہوں نے جہل اور لاعلمی کی وجہ سے بعض عبادات کو مقدم % کر ڈیا تھا، آپ نے ان کو معذور قرار دیا اور حج کی عبادات سیکھنے کا حکم دیا، علامہ ابن ہمام لکھتے ہیں کہ: امام ابو حنیفہ کے آ۔ یہ اس آ۔ سے بھی استدلال ہے: فمن كان منكم مريضاً أو به اذى من راسه ففدية۔ ”تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا اس کے سر میں تکلیف ہو تو وہ فدیہ دے“۔ اس آ۔ میں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا ہے کہ جو شخص بیماری کے عذر کی بنا پر اپنے وقت سے پہلے سر منڈا دے تو وہ فدیہ دے تو۔ # عذر کے۔ وجود وقت سے پہلے سر منڈا نہ پ فدیہ لازم آ۔ ہے، تو وقت سے پہلے بلا عذر سر منڈا نہ پ تو بطریق اولیٰ فدیہ لازم آئے گا۔“

فتح القدیر جلد 3 ص: 55 مطبوعہ مرکز اہل بیت۔ کاتر رضا، گجرات، *۔

الغرض امام اعظم کے دی۔ رمی، قربانی (متمنع اور قارن کے لئے) اور حلق میں ت۔ M۔ وا۔ # ہے، حج افراد والے چوے قربانی وا۔ # نہیں ہے لہذا اس پر صرف دو امور (رمی اور حلق) میں ت۔ M۔ وا۔ # ہے، البتہ طوافِ رت میں ت۔ M۔ وا۔ # نہیں ہے، یہ خلاف ت۔ M۔ (یعنی رمی، قربانی اور حلق سے پہلے) بھی کیا جاسکتا ہے۔
علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

فيجب في يوم النحر اربعة اشياء: الرمي، ثم الذبح لغير المفرد، ثم الحلق، ثم الطواف، لكن لا شئ على من طاف قبل الرمي والحلق، نعم يكره۔

، جمہ: ”پس Z (قربانی) کے دن (یعنی دس ذی الحجہ کو) چار امور وا۔ # ہیں: (1) رمی (یعنی بٹے شیطان کو نکلیں ما۔)، (2) غیر مفرد (یعنی حج قرآن اور حج تمتع کرنے والے کے لئے) ذبح یعنی قربانی کر، (3) اور حلق کر، (یعنی سر منڈا کر)۔ ل کاٹنا، (4) طوافِ رت کر۔ (اسے طوافِ افاضہ بھی کہتے ہیں)، لیکن کسی نے رمی اور حلق سے پہلے طواف کر لیا، تو اس پر کوئی چیز (یعنی د۔ صدقہ) وا۔ # نہیں ہے، ہاں! اس طرح کر۔ (وہ ہے۔۔۔۔۔ اس کی شرح میں علامہ ابن ع۔ بن شامی لکھتے ہیں:

والحاصل أن الطواف لا يجب ترتيبه على شئ من الثلاثة، وإنما يجب ترتيب الثلاثة: الرمي ثم الذبح ثم الحلق، لكن المفرد لا ذبح عليه فيجب عليه الترتيب بين الرمي والحلق فقط۔

، جمہ: ”اس کلام کا حاصل یہ ہے کہ طوافِ رت کی ت۔ M۔ ان تینوں چیزوں میں سے کسی چیز پر بھی وا۔ # نہیں ہے، ت۔ M۔ فقط ان تین چیزوں کے درمیان وا۔ # ہے، یعنی پہلے ”رمی“ کرے، پھر ”قربانی“ کرے اور پھر ”حلق“ کرے، لیکن مفرد (یعنی جس نے صرف حج کا احرام ب۔ ہا ہو) چوے قربانی نہیں ہے، لہذا اس کے لئے صرف دو چیزوں یعنی رمی اور حلق کے درمیان ت۔ M۔ وا۔ #

سوال: 81

بعض احباب حج و عمرہ کی M سے وطن سے حجاز مقدس روانہ ہوتے ہیں، 1 احرام کے بغیر میقات سے آنے والے ہیں، پہلے چند دن بھٹائیہ ضلعی وہاں کے V شہروں میں اپنے عزیز واقارب کے گھر قیام کر کے پھر ان کے ہمراہ احرام بھٹائیہ حج کی ادائیگی کے لئے جاتے ہیں، کیا ان کا یہ عمل مناسک حج و عمرہ میں نقص کا باعث تو نہیں؟، اس تناظر میں کیا ان پر دم واجب ہوگا؟

جواب:

مکہ معظمہ جانے کا ارادہ نہ ہو بلکہ میقات کے بعد (یعنی حلّ میں، جو حدود حرم کے اختتام اور میقات کے درمیان کا علاقہ ہے) کسی اور جگہ مثلاً بھٹائیہ چاہتا ہے تو اسے احرام کی ضرورت نہیں پھر وہاں سے A مکہ معظمہ جاتا ہے تو بغیر احرام جاسکتا ہے لہذا جو شخص حرم میں بغیر احرام جاتا ہے وہ یہ حیلہ کر سکتا ہے بشرطیکہ واقعی اس کا ارادہ پہلے مثلاً بھٹائیہ کسی اور مقام حلّ میں جانے کا ہو، نیز مکہ معظمہ حج اور عمرہ کے ارادے سے نہ جاتا ہو مثلاً تجارت کے لئے بھٹائیہ ہے اور وہاں سے فارغ ہو کر مکہ معظمہ جانے کا ارادہ ہے اور A پہلے ہی سے مکہ معظمہ کا ارادہ ہے تو پھر بغیر احرام نہیں جاتا۔ چاہئے علامہ علاء الدین حصفی لکھتے ہیں:

(قصد دخول مكة) یعنی الحرم (ولو لحاجة) غیر الحج، أما لو قصد موضعاً من الحل كخليص وجدة حلّ لہ

مجاوزتہ بلا احرام، فاذا حلّ به التحق بأهله فله دخول مكة بلا احرام۔

ترجمہ: ”حج کے علاوہ اپنی کسی ضرورت کے لئے مکہ میں داخل ہونے کا ارادہ کیا پھر ارادہ کیا ہے A حدود حلّ میں کسی مقام پر جانے کا ارادہ کیا، جیسے خلیص جدہ، تو پھر اس کے لئے میقات سے احرام کے بغیر گزرتا ہے۔ وہاں A کر اپنے گھر والوں سے مل جائے، تو اب وہ احرام کے بغیر مکہ میں داخل ہو سکتا ہے۔“ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 3 ص: 427 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

بہت سے آفاقی لوگ، جیسے اہل پاکستان، جن کے عزیز واقارب سعودی عرب میں جدہ کسی اور مقام حلّ میں رہتے ہیں، B حج عمرہ کیلئے جاتا ہے، تو سہو پسندی کی وجہ سے یہاں سے احرام بھٹائیہ نہیں جاتے ہیں، بلکہ پہلے جدہ کسی دوسرے مقام پر جاتے ہیں اور پھر وہاں سے اپنے عزیز واقارب کے ساتھ احرام بھٹائیہ کر جاتا ہے۔ ایسا کرنا ان کے لئے جائز ہے، افضل ہر آنہ نہیں ہے اور یقیناً 10% و ثواب میں کمی کا بھی۔ (ہوگا۔ کیونکہ وہ یہاں سے عمرے کی M سے سفر کر رہے ہیں تو بغیر احرام کے ان کا میقات سے گزرتا ہے۔ اور A وہ یہاں سے دوستوں عزیزوں کی 5 قات کی M سے جدہ کسی اور مقام حلّ کا سفر کرتے ہیں، تو یہاں سے ان کا یہ سفر عبادت میں شمار نہیں ہوگا۔ ہم اس سے ان پر دم واجب نہیں ہوگا، البتہ 10% میں کمی کا۔) ہوگا۔ اس لئے ہمارے نزدیک افضل یہ ہے کہ وہ یہاں سے احرام بھٹائیہ کر روانہ ہوں تو ان کا یہ پورا سفر اور کل مصارف سفر عبادت میں شمار ہوں گے، اور: انخواستہ کسی حادثہ گہانی کا شکار ہو گئے تو روزِ حشر حالتِ احرام میں اٹھیں گے، جیسا کہ حدیث پاک میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما قال: بينما رجل واقف مع رسول الله ﷺ بعرفة، اذ وقع عن راحلته فوقصته، أو قال فأقصته، فقال رسول الله ﷺ: "اغسلوه بماءٍ وسدر، وكفنوه في ثوبين، ولا تحنطوه، ولا تخمروا رأسه، فإن الله يبعثه يوم القيامة ملبياً"۔

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: ایہ آدمی عرفات میں نبی کریم ﷺ کے ساتھ کھڑا تھا کہ سواری سے اُپڑا جس نے اس کی اُردن کچل دی وہ کچلا، نبی کریم ﷺ نے فرمایا: اسے پانی اور بیری کے پتوں سے غسل دو اور دو کپڑوں کا کفن دو، اسے خوشبو نہ لگاؤ اور نہ اس کا سر چھپاؤ۔ اللہ تعالیٰ قیامت کے روز اسے اس حال میں اٹھائے گا کہ تلبیہ کہہ رہا ہوگا۔“ ﴿صحیح بخاری رقم الحدیث: 1449﴾

مزید یہ کہ اُ یہاں سے احرام باندھ کر عمرہ حج کی نماز سے روانہ ہوئے ہیں اور درمیان میں ایہ دو دن انہیں جدہ میں ٹھہرنا پڑے تو یہ سارا وقت بھی عبادت میں شمار ہوگا، احرام میں کوئی وزن تو نہیں اٹھاتا، بس صرف احرام باندھنے کا خیال رکھنا ہے۔

سوال: 82

بعض حج اپنے آپ کے افراد کو، ذی الحجہ کو منیٰ اور ۸، ذی الحجہ کی شب کو عرفات میں قیام کراتے ہیں، بعض احباب کے استفسار پر یہ جواز پیش کرتے ہیں، اس عجلت سے ہم ٹیفک کے اثر دھام اور سفر کے مصائب و مشکلات سے محفوظ ہو جاتے ہیں اور ہر دو مقام پر جگہ بھی ملنا مل جاتی ہے، کیا از روئے شرع ان کا یہ عمل حج کے اعمال میں نقص کا باعث تو نہ بنے گا؟

جواب:

۷، ذی الحجہ کو بعد از ظہر امام خطبہ پڑھتا ہے اس خطبہ کو سننے، یوم الترویہ (۸، ذی الحجہ) کو آفتاب نکل آئے تو منیٰ کو روانہ ہو آفتاب سے پہلے تو بھی جائز 1 بعد میں بچا بہتر ہے زوال کے وقت بھی جاسکتا ہے 1 ظہر کی نماز منیٰ میں پڑھے، رات منیٰ میں ٹھہرے فجر پڑھ کر عرفات روانہ ہو۔

(وخطب الامام اولیٰ خطب الحج الثلاث سابع ذی الحجۃ بعد الزوال و) بعد (صلاة الظهر) و کرہ قبلہ (و علم فیہا المناسک فاذا صلی بمکۃ الفجر) یوم الترویہ (ثامن الشهر الی منیٰ و مکث بها الی فجر عرفة ثم) بعد طلوع الشمس (راح الی عرفات) علی طریق ضب (و عرفات) کلھا موقف الا بطن عرنة (فبعد الزوال قبل) صلاة (الظهر) خطب الامام)۔

ترجمہ: (اور امام خطبہ پڑھے گا، ذی الحجہ کو بعد زوال اور بعد از ظہر) اس سے پہلے (وہ ہے) اور مناسک حج سیکھے پھر نماز فجر مکہ میں پڑھے، ۸ ذی الحجہ کو منیٰ روانہ ہو اور فجر۔ عرفہ میں ٹھہرے پھر بعد عرفات کو چلے پورا عرفات موقف ہے سوائے بطن عرنة کے پھر بعد زوال نماز ظہر سے پہلے امام خطبہ پڑھے گا۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 3 ص: 459458، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

”آج کل بعض مطوفوں نے یہ نکالی ہے کہ آٹھویں کو منیٰ میں نہیں ٹھہرتے سیدھے عرفات پہنچتے ہیں ان کی نہ مانے اور اس نہ

عظیمہ کو ہرگز نہ چھوڑے۔“ ﴿بہار شریعت جلد اول، ص: 478 مکتبہ رضویہ آرام، غ، کراچی﴾

ای۔ تو یہ ہے کہ کابلی، سہل پسندی اور نہ کو اہمیت نہ دیتے ہوئے قیام منیٰ کو تک کر ڈیے جائے، یہ سوچ اور طرز عمل بلاشبہ %b و ثواب میں کمی کا۔ (بے گناہ اور عبادت حج کے کامل و اکمل ہونے میں مانع اور حارج ہوگا، آچہ اداے فرض ہو جائے گا، لیکن عبادت کا اجر کامل اور مرتبہ کمال کسی عبادت کے # فرض ووا۔ # کے ساتھ سنن و مستحبات اور آداب کی کامل رعایا اور محرمات اور ممنوعات اور وہات سے اجتناب سے نصیب ہوتا ہے ہم آ بندہ اپنی طرف سے پوری۔ وجہد کرے 1 یفک میں پھنس جائے منیٰ میں جگہ نہ ملنے کے۔ (قیام منیٰ نہ کر سکا ہو تو اللہ تعالیٰ نیتوں کا حال جاننے والا ہے، لیکن چوہے یہ بلا تک نہ اللہ کی طرف سے نہیں ہے بلکہ بندوں کی اپنی طرف سے ہے اسی لئے احتیاط پسند اور تقویٰ شعار علماء یہ کہتے ہیں کہ بندے کو حج کے اختتام پہ D توفیق دے دے دینا چاہیے کہ دانستہ دانستہ مجبوری و مشکلات کے۔ عبادت میں کچھ کمی رہ گئی ہو تو اس کی تلافی ہو جائے۔“

سوال: 83

ای۔ کلمہ گو حضور ﷺ کی ذات مقدسہ کے رے میں شفیع المذنبین کا عقیدہ r ہوئے، حضور ﷺ کی رگاہ میں درخوا & شفا (پیش کرتے ہیں، یہ کہتا ہے کہ آ درخوا & شفا (پیش کی اور اس پہ بھروسہ کیا۔ جماع امت کا فرہا، نیز حضور ﷺ سے کس طرح کا سوال کرتے شرک ہے؟

جواب:

چوہے اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے ماذو 2 کی شفا (کا قرآن مجید میں خود ذکر فرمایا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کے ۱۱ کرام و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اولیاء کرام، مقررین و مکررین و محبوبین ﷺ حتیٰ کہ از روئے حدیث حافظ و عامل قرآن اور تمام پیدا شدہ بچے کی شفا (بھی از روئے حدیث ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

من الذی یشفع عنده الا باذنه۔ ﴿البقرة: 255﴾

ترجمہ: ”کس کی مجال ہے کہ اس کے رگاہ میں شفا (کرے 1 جسے وہ خود اذن شفا (دے دے۔“

ہمارا عقیدہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ ماذون الشفا (ہیں اور احادیث مشہورہ سے آپ کی شفا (کبریٰ ہے۔ اسی طرح سے بچے کی جنازہ میں اسی M کے بعد جو بھی دعلیٰ بھی جاتی ہے، اس میں ہم & پڑھتے ہیں:

اللہم اجعلہ لنا شافعاً و مشفعاً۔

ترجمہ: ”اے اللہ اس بچے کو ہمارے لئے شفا (کرنے والا اور مقبول شفا (بنادے۔“

عن جابر؛ قال: سمعت رسول الله ﷺ يقول: ”ان شفاعتي يوم القيامة لاهل الكبائر من امتي۔

، ترجمہ: ”حضرت جابر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری شفا (قیامت کے دن میری امت کے H و کبیرہ والوں کے لئے ہے۔“ ﴿سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4310﴾

اسی طرح حدیث *ک میں تمام بچوں کے رے میں *ی ہے کہ # ان کے مانچ پ کو جہنمی قرار دیا جائے گا تو وہ اللہ تعالیٰ کی *رگاہ میں اس کے » کردہ اذن سے بطور خاص احتجاج کرے گا، تو اللہ تعالیٰ فرمائے گا

أَيُّهَا السَّقِطُ الْمَرَاغِمُ رَبِّهِ! أَدْخِلْ أَبُوبِكُ الْجَنَّةَ۔ ﴿سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 1608 مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

، ترجمہ: ”اے اپنے رب سے جھگڑنے والے تمام بچے، جا اپنے مانچ پ کو A میں لے جا۔“ حافظ قرآن کے رے میں حدیث ہے:

عن علي قال: قال رسول الله ا: من قرأ القرآن واستظهره فاحلّ حلاله وحرّم حرامه ادخله الله به الجنة وشفّعه

في عشرة من اهل بيته كلهم قد وجبت له النار۔ ﴿سنن ترمذی رقم الحدیث: 2905﴾

، ترجمہ: ”حضرت علی سے روایت ہے رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں: جس نے قرآن پڑھا اس کو (حفظ) کیا، پس حلال کو حلال اور حرام کو حرام دے گا، تو اللہ تعالیٰ اس کو A میں داخل فرمائے گا اور اس کی شفا (سے اس کے گھر والوں میں سے ایسے دس افراد جن پر جہنم لازم ہوگئی ہو) A میں داخل فرمائے گا۔“

عن عثمان ابن عفان قال: قال رسول الله ﷺ: ”يشفع يوم القيامة ثلاثة: الانبياء ثم العلماء ثم الشهداء۔“

، ترجمہ: ”حضرت عثمان ابن عفان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: قیامت کے دن تین جماعتیں شفا (دے کریں گی،

۱ پھر علماء پھر شہید لوگ۔“ ﴿سنن ابن ماجہ، رقم الحدیث: 4313﴾

سوال: 84

نہ یہ کہتا ہے کہ رت روضۃ النبی ﷺ مشروع نہیں، جن احادیث سے دلائل پیش کئے جاتے ہیں، وہ ضعیف موضوع ہیں و نیز زائین کے لئے مسجد اقصیٰ کی رت مسنون ہے، خواہ قبل از حج ہو بعد از حج؟

جواب:

* رت روضۃ النبی ﷺ کے ثبوت میں جو روایات بیان کی جاتی ہیں وہ پیش: مت ہیں:

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ من حج فزار قبري بعد وفاتي كانما زارني في حياتي ۔

، ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا اور میری وفات کے بعد میری قبر

کی رت کی گئی کہ اس نے میری رت کی ہے۔“ ﴿سنن دارقطنی جلد 2 ص: 378 مطبوعہ دار نشر السنۃ لمٹان﴾

اس حدیث کو امام بیہقی نے (السنن الکبریٰ جلد 2 ص: 246 مطبوعہ دار نشر السنۃ ملتان)، حافظ الہیثمی نے (مجمع الزوائد جلد 4 ص: 4 ص: 2 دار الکتب العربیہ بیروت)، علامہ علی متقی ہندی نے (کنز العمال جلد 5 ص: 135 مؤسسۃ الرسالۃ بیروت)، اور حافظ دیلمی (فردوس الاخبار جلد 4 ص: 72 دار الکتب العربیہ بیروت) نے بھی ذکر کیا ہے۔

عن حاطب قال: قال رسول الله ا: من زارني بعد موتي، فكانما زارني في حياتي ومن مات باحد الحرمين بعث من الامنين يوم القيامة۔ ﴿سنن دارقطني جلد 2 ص: 378 مطبوعہ دار نشر السنۃ ملتان﴾

ترجمہ: ”حاطب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میرے وصال کے بعد میری قبر پر رت کی اس نے گڑیہ کہ میری قبر پر رت کی اور جو شخص حرمین میں سے کسی جگہ فوت ہوا، وہ قیامت کے دن امن والوں میں سے اٹھے گا۔ اس حدیث کو علامہ علی متقی ہندی نے (کنز العمال جلد 5 ص: 136 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) بھی ذکر کیا ہے:

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ من زار قبري وجبت له شفاعتي۔

ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے میری قبر پر رت کی اس کے لئے میری شفا (وا. # ہوگی)۔“ ﴿سنن دارقطني جلد 2 ص: 378 مطبوعہ دار نشر السنۃ ملتان﴾

حافظ الہیثمی نے (كشف الاستار عن زوائد البزار ج 2 ص: 57، مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت) اس کو امام بزار کے حوالے سے ذکر کیا ہے:

عن ابن عمر قال: قال رسول الله ﷺ من حج البيت ولم يزرني فقد جفاني۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے M اللہ کا حج کیا اور میری قبر پر رت کے لئے نہیں آیا، اس نے مجھ سے بے وفائی کی۔“ ﴿فردوس الاخبار ج 4 ص: 71 مطبوعہ دار الکتب العربیہ، بیروت﴾

اس حدیث کو علامہ علی متقی ہندی نے (کنز العمال جلد 5 ص: 136 مطبوعہ مؤسسۃ الرسالۃ بیروت) بھی ذکر کیا ہے۔

نوٹ: مندرجہ بالا حوالہ جات شرح صحیح مسلم مصنفہ علامہ غلام رسول سعیدی جلد 3 صفحات 766 سے 767 کئے گئے ہیں، وہاں یہ بحث مفصل 5 خطہ کی جاسکتی ہے۔

ان روایات کے ضعف کا قول تو کیا H ہے، لیکن شیخ ابن تیمیہ اور ان کے متبعین کے سوا کسی نے انہیں موضوع قرار نہیں کیا، حج و عمرے کے موقع پر رت روضہ رسول اکرم ﷺ کو کسی نے وا. # نہیں قرار دیا، بلکہ یہ احادیث رسول اللہ ﷺ کی روشنی میں مسنون و مستحب امر ہے، اور چونکہ بعض روایات میں تکبیر رت پر وعید بھی آئی ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اسے اپنے ساتھ جفا قرار دیا ہے تو اس کا L نہ ہوگا۔ یہ مؤکد قرینہ بہ وا. # ہوگا۔ ہے۔

کسی حدیث کو ماہرین اسماء الرجال نے ضعیف قرار دیا۔ علمی اور فنی بحث ہے، اسے حدیث کا عمل کا سہارا نہیں

بنا چاہئے، اور ویسے بھی علماء کے دے دیے۔ یہ امر مسلم ہے کہ ”فضائل اعمال میں ضعیف احادیث معتبر ہوتی ہیں“، اور کسی ای۔ موضوع پر متعدد ضعیف احادیث ای۔ دوسرے کی تقویٰ کا۔ (۱) ہے، اس کی ای۔ عملی مثال یوں سمجھ لیجئے کہ ای۔ شخص آپ کو آکرا۔ خبر سنا ہے، آپ اسے یہ واقعہ اور معتمد نہیں سمجھتے، لیکن پھر مختلف جہات سے اس جیسے کئی افراد اپنے مشاہدے کی بناء پر وہی خبر سناتے ہیں تو آپ یقین کر لیں گے کہ یہ واقعہ ضرور ہوا ہوگا۔ اور ویسے بھی یہ۔ بی جفا، شقاوت اور احسان فراموشی کا۔ بت ہوگی کہ جس ذات والا صفات، خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین ﷺ کے وسیلے سے ایم۔ اللہ کا عرفان 5، عبادات حج و عمرہ نصیب ہو N، دو ایمان ملی، نعمت قرآن ملی، ان کے قریب جا کر، سلام عرض کئے اور یہ رت و حاضری کا شرف حاصل کئے بغیر بندہ واپس آجائے۔

ہم لوگ تو ویسے ہی گنہگار ہیں، عصیاں شعار ہیں، اپنی اعمالیوں کے با خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے رہتے ہیں اور عبادت حج کا ای۔ مقصد حلیل تعمیل حکم۔ ری تعالیٰ کے علاوہ یہ بھی ہے کہ ہمارے H ہوں کی عفو و مغفرت کی کوئی صورت نکل آئے اور اس کی صورت اللہ جل شانہ نے قرآن مجید میں ارشاد فرمائی ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله تواباً رحيمًا O

ترجمہ: اور۔ # یہ اپنی جانوں پر ظلم کر بیٹھے تھے، تو یہ آپ کے پاس آجاتے، پھر اللہ سے مغفرت طلب کرتے اور رسول بھی ان کے لئے استغفار کرتے، تو یہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا، بے حد رحم فرمانے والا پتے۔ ﴿سورة النساء: 64﴾
بیشتر مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ اس آیت مبارکہ کی رو سے جس طرح رسول اللہ ﷺ کی حیات ظاہری میں گنہگار ان امت کے لئے آپ کا رگہ میں حاضر ہو کر اللہ تعالیٰ سے دعاء مغفرت کرتے اور رسول اللہ ﷺ کا ان کے لئے استغفار کرتے وسیلہ مغفرت تھا، اسی طرح آپ کے وصال فرمانے کے بعد آپ کے روضہ اقدس پر حاضری بھی وسیلہ مغفرت ہے، چنانچہ حافظ عماد الدین اسماعیل بن عمر بن کثیر متوفی 774ھ لکھتے ہیں:

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں عاصیوں اور گنہگاروں کو یہ ہدایت دی ہے کہ۔ # ان سے خطا اور H ہو جائے تو وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس آ N اور آپ کے پاس آ کر استغفار کریں، پھر رسول اللہ ﷺ سے یہ درخواست کریں کہ آپ بھی ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کی درخواست کریں اور۔ # وہ ایسا کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کی توبہ قبول فرمائے گا، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ ضرور اللہ کو بہت توبہ قبول کرنے والا اور بہت مہربان N گے۔ مفسرین کی ای۔ جما نے ذکر کیا ہے ان میں # ابو منصور الصباغ بھی ہیں، انہوں نے اپنی کتاب الشامل میں عتی کی یہ مشہور حکایت لکھی ہے کہ میں (رسول اللہ ﷺ کے وصال کے بعد) نبی ﷺ کی قبر پر بیٹھا ہوا تھا کہ ای۔ اعرابی نے آ کر کہا السلام علیک یہ رسول اللہ، میں نے اللہ عز و جل کا یہ ارشاد سنا ہے: ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك الاستغفار لوجدوا الله تواباً رحيمًا۔ آپ کے پاس آ H ہوں اور آپ H اللہ سے استغفار کرتے ہوں اور اپنے رب کا رگہ میں آپ سے شفا طلب کرنے والا ہوں، پھر اس نے عربی کے دو شعر پڑھے، جن کا ترجمہ یہ ہے:

اے وہ جو زمین کے مدفون 2 میں & سے بہتر ہیں
جن کی خوشبو سے زمین اور ٹیلے خوشبودار ہو گئے

میری جان اس قبر پر فدا ہو جس میں آپ ساکن ہیں

اس میں عفو ہے اس میں سخاوت ہے اور لطف و کرم ہے

پھر وہ اعرابی H، عبتی بیان کرتے ہیں کہ مجھ پر نیند غا (آگئی، میں نے خواب میں نبی ﷺ کی رت کی اور آپ نے فرمایا
اے عبتی! اس اعرابی کے پس جا کر اس کو خوشوYی دو کہ اللہ نے اس کی مغفرت کر دی ہے۔

﴿تفسیر ابن کثیر ج 2 ص: 328-329، الجامع لاحکام القرآن ج 5 ص: 265، المحرر المحیط ج 3 ص: 694، مدارک التنزیل علی ہامش الخازن ج 1 ص: 399﴾

مفتی محمد شفیع متونی 1396ھ لکھتے ہیں:

یہ آ \$ ا / چہ خاص واقعہ منافقین کے رے میں * زل ہوئی ہے، لیکن اس کے الفاظ سے ا - عام ضابطہ نکل * یہ کہ جو شخص رسول
اللہ ﷺ کی : مت میں حاضر ہو جائے اور آپ اس کے لیے دعاء مغفرت کر دیں اس کی مغفرت ضرور ہو جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی
: مت میں حاضری جیسے آپ کی د * وی حیات کے زمانہ میں ہو سکتی تھی، اسی طرح آج بھی روضہ اقدس پہ حاضری اسی حکم میں ہے، اس
کے بعد مفتی صا # نے بھی عبتی کی مذکور الصدر حکا \$ بیان کی ہے۔ ﴿معارف القرآن ج 2 ص: 459-460، مطبوعہ ادارۃ المعارف، کراچی﴾
معروف دیوبندی عالم شیخ محمد سرفراز لکھڑوی لکھتے ہیں:

عبتی کی حکا \$ اس میں مشہور ہے اور تمام مذاہب کے مصنفین نے مناسک کی کتابوں میں اور مورخین نے اس کا ذکر کیا ہے اور
& نے اس کو مستحسن قرار دیا ہے، اسی طرح د 7 متعدد علماء کرام نے قدیم و حدیثاً اس کو ن کیا ہے اور حضرت تھانوی لکھتے ہیں کہ مواہب
میں بہ سند امام ابو منصور صباغ اور ابن النجار اور ابن عساکر اور ابن الجوزی رحمہم اللہ تعالیٰ نے محمد بن حرب ہلالی سے روایا \$ کیا ہے کہ میں
قبر مبارک کی * رت کر کے سامنے بیٹھا تھا کہ ا - اعرابی * اور * رت کر کے عرض کیا کہ * یہ خیر الرسل، اللہ تعالیٰ نے آپ پہ ا - سچی
کتاب * زل فرمائی جس میں ارشاد ہے:

ولو انهم اذ ظلموا انفسهم جاءوك فاستغفروا الله واستغفر لهم الرسول لوجدوا الله توابا رحيماً

اور میں آپ کے پس اپنا H ہوں سے استغفار کرتا ہوا اور اپنے رب کے حضور میں آپ کے وسیلہ سے شفا (چاہتا ہوا *
ہوں پھر دو شعر پڑھے۔ اور اس محمد بن حرب کی وفات 228ھ میں ہوئی ہے، غرض زمانہ خیر القرون کا تھا اور کسی سے اس وقت نکیر منقول
نہیں، پس حجت H (نشر الطیب ص 254) اور حضرت مولانا * نو تو ی یہ آ \$ کریمہ لکھ کر فرماتے ہیں: ”کیونکہ اس میں کسی کی تخصیص
نہیں، آپ کے ہم عصر ہوں * بعد کے امتی ہوں، اور تخصیص ہو تو کیونکر ہو آپ کا وجود M تمام امت کے لئے یکساں رحمت ہے کہ پچھلے
امتیوں کا آپ کی : مت میں * اور استغفار کرتا * اور کر * . # ہی متصور ہے کہ قبر میں * ہ ہوں (آب حیات ص: 40) اور حضرت مولانا *
ظفر احمد عثمانی یہ سابق واقعہ ذکر کر کے % میں لکھتے ہیں: پس * \$ ہوا کہ اس آ \$ کریمہ کا حکم آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد بھی * تی

ان اکابر کے بیان سے معلوم ہوا کہ قبر پہ حاضر ہو کر شفا ﴿۱﴾ و مغفرت کی درخوا ﴿۲﴾ قرآن کریم کی آیہ کے عموم سے ﴿۳﴾ ہے، بلکہ امام ۵ فرماتے ہیں کہ یہ آیہ کریمہ اس معنی میں صریح ہے (شفاء السقام ص: 128) اور خیر القرون میں یہ کاروائی ہوئی کسی نے انکار نہیں کیا جو اس کے صحیح ہونے کی واضح دلیل ہے۔ ﴿تسکین الصدور ص: 366-365، ملخصاً، مطبوعہ ادارہ 3/4 ت العلوم ۱۰۸۰۸۰۸۰﴾

نوٹ: یہ تمام حوالہ جات تفسیر قرآن مصنفہ علامہ غلام رسول سعیدی جلد 2 صفحات 714* 716 سے لے گئے ہیں، وہاں یہ بحث مفصل 5 خطہ کی جاسکتی ہے۔

اس سے ﴿۴﴾ ہوا کہ ﴿۵﴾ ری تعالیٰ سے طلب مغفرت کے لئے اور رسول اللہ ﷺ سے طلب شفا ﴿۶﴾ کے لئے روضہ رسول اور ختم المرسلین علیہ السلام میں حاضری از سلف و خلف متفق علیہ امر ہے اور رسول اللہ ﷺ اپنی حیات ظاہری کی طرح اس د* سے پہلے دہ فرمانے کے بعد بھی ہمارے احوال و اعمال کا مشاہدہ فرماتے ہیں، اذبح ﴿۷﴾ ری تعالیٰ سے ہماری 3/4 ت اور دستگیری فرماتے ہیں اور ﴿۸﴾ رگاہ رب العلیٰ میں ہمارے لئے عفو و مغفرت اور شفا ﴿۹﴾ کا وسیلہ کاملہ قطعہ ہیں۔

عمرے کی ادائیگی کے لئے محرم

سوال: 85

کوئی شخص اپنی ساس* یا ساس کی والدہ* (نی ساس) کے ساتھ حج عمرے کی ادائیگی کے لئے جاسکتا ہے؟

﴿حافظ سلیم محمود، R-772 سیکٹر 3-D-7* تھ کراچی﴾

جواب :

خواتین کیلئے حج و عمرے کی وہی شرائط ہیں، جو مردوں کیلئے، ہاں! ای۔ شرط 4 ہے کہ اسے سفر حج کے دوران اپنے شوہر* کسی محرم کی رفاقت میسر ہو۔ محرم سے مراد ©، رضا ﴿۱﴾ (دودھ شری۔ کارشتہ*) مصاہرت کے رشتے سے ایسے قر R رشتہ دار ہیں، جن کے ساتھ اس عورت کا نکاح ہمیشہ ہمیشہ کیلئے حرام ہو، جیسے ب. پ، چچا، ماموں C، بھتیجا، بھابھ، داماد، سر اور دودھ کے رشتے سے بھائی، * پ وغیرہ۔

امام علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود لکھتے ہیں:

واما الذی یخص النساء فشرطان: احدهما: ان یکون معها زوجها او محرم لها فان لم یوجد احدهما لا یجب

علیها الحج۔

ترجمہ: اور عورتوں کے لئے دو شرطیں خاص ہیں، ان میں سے ای۔ شرط یہ ہے کہ اس کا شوہر* یا اس کا محرم اس کے ساتھ ہو، پس اگر ان دونوں میں سے کسی ای۔ کوٹہ پئے تو اس حج وا۔ # نہیں، دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

ثم صفة المحرم أن يكون ممن لا يجوز له نكاحها على التابيد اما بالقرابة أو الرضاع أو الصهرية لأن الحرمة المؤبدة تنزيل التهمة في الخلوة، ولهذا قالوا: ان المحرم اذا لم يكن مأموماً عليه لم يجوز أن تسافر معه۔

ترجمہ: ”محرم وہ شخص ہے جس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکاح حرام ہو، خواہ حرمت نکاح رشتہ قرابت کی وجہ سے ہو۔ رشتہ رضا کی وجہ سے ہو۔ رشتہ سسرالی کی وجہ سے (مثلاً داماد)، کیونکہ حرمت سے خلوت میں تہمت کا پیشہ زائل ہو جاتا ہے، اسی لئے فقہاء کرام نے کہا ہے کہ اگر محرم بھی قابل اعتماد نہ ہو (یعنی اس سے آپس میں محفوظ نہ ہو) تو اس کے ساتھ بھی عورت کا سفر نہ کیا جائے۔“

﴿الصلوات﴾ 6/106 نی صفحہ 188، 87 مطبوعہ اہل بیت، کات رضا، گجرات، ہند

علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

(القسم الثانی المحرمات بالصهرية) وہی اربع فرق (الاولی) امهات الزوجات وجداتهن من قبل الاب والام وان علون۔

ترجمہ: ”(دوسری قسم سسرالی رشتے سے محرمات کے بیان میں) اور وہ چار قسموں میں ہیں (ان میں سے ایک) بیوی بیویوں کی ماں اور دادا کی ماں، (خواہ وہ بپ کی طرف سے ہوں یا کی طرف سے) اگرچہ اپنی ہوں۔“

﴿فتاویٰ عالمگیری جلد اول ص 274 مکتبہ رشیدیہ کوٹہ﴾

لہذا داماد سسرالی سسرالی کی والدہ کی سسرالی کے ہمراہ حج عمرے کے سفر نہ جاسکتا ہے، کیونکہ وہ سسرالی رشتے کی بناء پر اس کا محرم ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

حج سے تمام گناہوں کا معاف ہو جانا

سوال : 86

آپ سے ایک مسئلہ یہ میں نے سنا ہے کہ حج سے پہلے کے تمام گناہوں کے معاف ہونے کے بعد معاف ہو جاتے ہیں، میں نے 2002ء میں حج کیا۔ # سے لے کر آج۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے میں پوری پوری بندہ بن کر رہا ہوں اور قضاء وغیرہ بھی ادا کر لیتی ہوں۔ ﴿عذرا جہاں، کورنگی﴾

جواب :

آپ نے جو لکھا ہے کہ ”حج سے پہلے کے تمام گناہوں کے معاف ہونے کے بعد معاف ہو جاتے ہیں“، ادا کی گئی حج کے لئے جانے سے قبل کبیرہ ہوں کی توبہ کی جائے، فرائض کی ادائیگی مثلاً قضاؤں کی ادائیگی کا عزم، زکوٰۃ کی ادائیگی، حق العبد یعنی اگر کسی کا حق اس کے ذمے ہے، تو اس حق کی ادائیگی اس سے اس حق کو معاف کرائے۔ حدیث مبارک میں ہے: نبی کریم ﷺ نے فرمایا: جس نے حج کیا اور فحش کلام نہ کیا اور فسق نہ کیا تو حاکم ہوں سے ایسا چک ہو کر لڑے جیسے اس دن چک تھا جس دن اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا تھا

(صحیح بخاری و مسلم)۔ ای۔ اور حدیث میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: عمرہ سے عمرہ۔۔ ان H ہوں کا کفارہ ہے جو درمیان میں ہوئے اور حج مبرور کا ثواب A ہی ہے۔ ﴿صحیح بخاری و مسلم﴾

اس حدیث کا مفہوم یہ ہے کہ بندے سے جو صغیر H * دانستہ طور پر سرزد ہو جاتے ہیں اعمال صالحہ کی۔۔ سے اللہ تعالیٰ انہیں معاف فرما دیتا ہے، چنانچہ حدیث * پک میں ہے: حضرت ابو ہریرہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: * پچھڑیں (ای۔ U از سے دوسری U از۔) اور جمعہ دوسرے جمعہ۔۔ اور ای۔ رمضان سے دوسرے رمضان۔۔ کفارہ ہے ان H ہوں کے لئے جو اس درمیان ہوئے۔ # کہ وہ H کبیرہ سے اجتناب کرتے ہو۔ ﴿صحیح مسلم﴾

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایہ * ہے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: بتاؤ تو کسی دروازے پر نہر ہو وہ اس میں ہر روز پچھڑیں غسل کرے، کیا اس کے بعد اپنی میل رہ جائے گا عرض کی نہیں اس کے + نہ کوئی میل * بتی نہیں رہے گا فرمایا: یہی مثال * پچھڑیں U زوں کی ہے اللہ تعالیٰ ان کے با خطاؤں کو بخیر (مٹا) فرما دیتا ہے۔ ﴿صحیح بخاری و مسلم﴾

حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے فرماتے ہیں: ای۔ صا # آئے عرض کی رسول اللہ ﷺ مجھ پر حد قائم فرمائیے آپ نے اس سے کوئی سوال نہ فرمایا اور U از کا وقت H پھر اس شخص نے نبی ﷺ کے ساتھ U از ادا کی، رسول اللہ ﷺ U از سے فارغ ہوئے تو وہ شخص پھر کھڑا H اور عرض کیا: رسول اللہ ﷺ میں نے ایسا فعل کیا ہے کہ جس کے * مجھ پر حدوا۔ # ہوگئی ہے تو مجھ پر حد قائم فرمائیے جو کتاب اللہ میں ہے، آپ نے ارشاد فرمایا: کیا تم نے ہمارے ساتھ U از ادا نہیں کی اس عرض کی جی ہاں! آپ نے فرمایا بے شک اللہ تعالیٰ نے تیرے لئے تیر H کو جو تیرے * دی۔ مو۔ # حد تھا معاف فرما دیا۔ ﴿بخاری و مسلم﴾

ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے مروی ہے کہ ای۔ صا # سے ای۔ H صادر ہوا حاضر ہو کر عرض کیا، اس پر یہ آ * زل ہوئی۔، جمہ: ”U از قائم کرو دن کے دنوں کناروں اور رات کے کچھ حصے میں بیشک نیکیاں H ہوں کو دور کرتی ہیں، یہ نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔“ ﴿سورۃ ہود: 114﴾

انہوں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! کیا یہ خاص میرے لئے ہے؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: میری تمام امت کے لئے، ای۔ روایہ میں یہ بھی * آپ نے فرمایا: کہ میری امت سے جو بھی نیک عمل کرے۔ ﴿صحیح بخاری و مسلم﴾

ان احادیث مبارکہ کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ عبادات کی۔۔ سے صغیرہ اور غیر ارادی H ہوں کو معاف فرما دیتا ہے کسی عذر شرعی کی بناء پر فرض تک H ہے تو وہ معذور ہے عذر اٹھ جانے کے بعد اسے ادا کرے۔ ا/ بلا عذر شرعی محض * یہی سرکشی کی بناء پر مثلاً فرض U از وقت نہیں پڑھی * رمضان میں روزہ بلا عذر شرعی تک کر * تو یہ عمل بجائے خود فسق اور کبیرہ H ہے، ان قضاء شدہ U زوں اور روزوں کی قضاء کرے اور بلا عذر قضاء کا H کیا ہے، اس کی اللہ تعالیٰ سے معافی بھی مانگے اور توبہ کرے، واللہ اعلم۔ لصوصاب۔

کتاب النکاح

حرمت رضاعت

سوال: 87

کیا فرماتے ہیں علماء کرام قرآن و سنہ کی روشنی میں ازراہ کرم جواب سے جلد از جلد مرحمت فرما N، کہ میرے ایک دو & کے بھائی محمد صالح شاہ اور اس کی / ن چچا کی بیٹی فاطمہ M رحیم شاہ کی شادی ان کے والدین طے کڑ چاہتے ہیں، 1 دونوں کے والدین یہ جا... ہیں کہ محمد صالح شاہ نے اپنی چچی فاطمہ کی والدہ کا شیرخوارگی کی عمر میں دودھ پیا تھا۔ جہاں۔۔۔ میری معلومات ہے کہ ان دونوں کا نکاح نہیں ہو سکتا جو کہ میں نے اپنے دو & کو بیٹا تھا 1 اس نے کہا کہ کوئی شرعی فتویٰ ثبوت کے طوہر ہو، جو وہ والدین اور اپنے چچا کو دکھائے کہ کسی بھی غلطی او H سے بچا جاسکے۔ دوسری بات یہ ہے کہ کیا محمد صالح شاہ کے کسی بھی بھائی سے نکاح ہو سکتا ہے یا نہیں؟

﴿محمد عباس ہاشمی اختر القادری رضوی، ڈاٹا نہ ٹنڈو مٹھا خان تحصیل ضلع ساہیوال﴾

جواب :

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وامهتکم اللّٰتی ارضعنکم و اخواتکم من الرضاعة۔ ﴿النساء: آیت: 23﴾

ترجمہ: ”اور تمہاری ماں N، جنہوں نے تمہیں دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی بہنیں (تمہی حرام کی گئیں)۔

M عن عائشة قالت: قال لی رسول اللہ ﷺ: ”یحرم من الرضاعة ما یحرم من الولادة“۔

ترجمہ: ”حضرت عائشہ بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا: رضا (سے وہ تمام رشتے حرام ہو جاتے ہیں جو ©

سے حرام ہوتے ہیں۔ ﴿صحیح مسلم، رقم الحدیث: 3505، مکتبہ نزار مصطفیٰ الباز، مکہ المکرمہ﴾

۲۔ عن ابن عباس قال: قيل للنبي ﷺ: الا تتزوج ابنة حمزة؟ قال: ”انها ابنة اخي من الرضاعة“۔

ترجمہ: ”ابن عباس فرماتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ سے عرض کی گئی کہ آپ حضرت حمزہ کی صاحبہ n ادی سے نکاح کیوں نہیں کریں؟

ارشاد فرمایا: ”وہ میرے رضاعی بھائی کی بیٹی ہے“۔ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5100، مکتبہ العصریہ، بیروت﴾

علامہ ام الدین رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عالمگیری میں لکھتے ہیں:

”یحرم علی الرضیع ابواه من الرضاع واصبو لهما وفروعهما من النسب والرضاع جميعاً حتی ان المرضعة لو ولدت من هذا الرجل او غيره قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت رضیعاً او ولد لهذا الرجل من غير هذه المرأة قبل هذا الارضاع او بعده او ارضعت امرأة من لبنه رضیعاً فالكل اخوة الرضیع واخواته واولادهم واولاد اخواته واخواته

ترجمہ: ”دودھ W والے پ۔ اس کے رضاعی مان۔ پ اور ان کے تمام اصول اور فروع حرام ہو جاتے ہیں، خواہ وہ نسباً اصول و فروع ہوں۔ رضاعاً حتی کہ A دودھ پلانے والی کے ہاں اس کے موجودہ شوہر سے کسی اور شوہر سے کوئی اولاد ہو، خواہ دودھ پلانے سے پہلے ہوں۔ دودھ پلانے کے بعد ہوں۔ وہ کسی اور بچے کو دودھ پلائے۔ دودھ پلانے والی کے شوہر کی کسی اور بیوی سے اولاد ہو، خواہ اس کو دودھ پلانے سے پہلے یا بعد، تو یہ & دودھ W والے کے بھائی اور بہن اور ان کی اولاد اس کے بھائیوں اور بہنوں کی اولاد ہیں، دودھ پلانے والی کے شوہر کا بھائی اس کا چچا ہے اور اس کی بہن اس کی پھوپھی ہے اور دودھ پلانے والی کا بھائی اس کا ماموں ہے اور بہن اس کی خالہ ہے، اسی طرح دادا، دادی اور ***۔ نی کے رشتے ہیں۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد اول، ص: 343 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

رضا (دودھ شری۔) رشتہ دوطرفہ متعدی نہیں ہوتا۔ بلکہ جانب واحد سے متعدی ہوتا ہے، یعنی جس بچے نے کسی عورت کا دودھ پیا ہے، اس پ رضاعی مان۔ پ کی ساری اولاد حرام ہے، جبکہ رضاعی مان۔ پ کی اولاد پ صرف یہ بچہ یا بچی حرام ہے، جس نے دودھ پیا ہے، اس کے۔ قی بہن بھائی حرام نہیں ہے (بشرطیکہ حرمت کا کوئی اور با نہ ہو)۔ لہذا فاطمہ M رحیم شاہ کی شادی محمد صالح شاہ کے دوسرے بھائیوں سے ہو سکتی ہے، رضا (دودھ شری۔) کا رشتہ صرف محمد صالح کے ساتھ قائم ہوا ہے، دوسرے بھائیوں کے ساتھ نہیں۔

ثبوت رضاعت

سوال: 88

میری بیٹی آمنہ کا رشتہ میرے چچا زاد بھائی کے W عامر شہزاد سے ہو رہا تھا، عامر شہزاد نے اپنی خالہ مر+ اں کا دودھ پیا ہے، # میری بیٹی آمنہ چھ ماہ کی تھی تو میں اسے گاؤں لے گئی، وہاں ای۔ روز میں گھر میں کام کاج میں مصروف تھی کہ آمنہ رونے لگی مر+ اں نے اسے دودھ دینے کی غرض سے گود میں ڈال لیا اور کپڑا اٹھا ہی رہی تھی کہ میں وہاں آ گئی اور اس پ غصہ کرنے لگی کہ میرے شوہر کی اجازت نہیں ہے، اس نے آمنہ کو میری گود میں دے ڈیا، # میں نے اسے گود میں لیا تو: اگواہ ہے کہ اس کا منہ سوکھا ہوا تھا، اس وقت آمنہ کی عمر ای۔ سال تھی اور مر+ اں کی بیٹی کی ساڑھے تین سال تھی، پھر تین سال قبل # میں نے مر+ اں سے پوچھا کہ کیا تم نے میری بیٹی آمنہ کو دودھ پلایا ہے؟ تو اس نے کہا کہ مجھے تو معلوم نہیں کہ میں نے آمنہ کو دودھ پلایا ہے۔ اب # رشتے کل۔ بت چلی تو وہ کہتی ہے کہ میں نے آمنہ کو دودھ پلایا ہے اور اس۔ بت کوئی گواہ بھی نہیں ہے، ایسی صورت میں سوال یہ ہے کہ کیا عامر شہزاد اور آمنہ اقبال کا آپس میں نکاح جائز ہے یا نہیں؟ ﴿غلام سکینہ، فیڈرل بی ای* کراچی﴾

جواب:

رضا (دودھ ثبوت دودھ پلانے والی کے اقرار سے ہوگا یا گواہان شرعیہ سے ہوگا۔ عالمگیری میں ہے:

الرضاع يظهر باحد أمرين أحدهما الاقرار والثاني البينة كذا في البدائع۔ ولا يقبل في الرضاع الا شهادة

رجلین اور رجل وامرأتین عدول کذا فی المحيط۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 صفحہ 347، مکتبہ رشیدیہ کو﴾

، ترجمہ: ”رضا (دو طرفہ) سے ہوگی، ایہ یہ ہے کہ مرضعہ (دودھ پلانے والی) خود اقرار کرے، دوسرا یہ کہ اس پر شرعی گواہ ہوں، اور شہادت قبول نہیں کی جائے گی 1 یہ کہ دو عادل مرد ہوں۔ ایہ مرد اور دو عادل عورتیں ہوں ”محیط“ میں اس طرح سے ہے۔“ صورت مسئلہ میں شہادت شرعیہ موجود نہیں ہے، مدعیہ کے بیان میں اضطراب** چاہتا ہے، جس سے صورت حال مشکوک ہوگئی ہے، فتاویٰ عالمگیری میں ہے:

لا تثبت الحرمة بالشك۔

، ترجمہ: ”شک سے حرمت رضا (**) سے نہیں ہوتی۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1 صفحہ 344 مکتبہ رشیدیہ کو﴾
لہذا صورت مسئلہ میں عامر شہزاد اور آمنہ کا آپس میں نکاح جائز ہے۔ فقط واللہ اعلم۔ لصواب۔

خالہ کے نکاح میں رہتے ہوئے اس کی بھانجی سے نکاح حرام ہے

سوال: 89

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ فاطمہ کی خالہ زینہ کے نکاح میں ہے۔ کیا فاطمہ بھی زینہ کے ساتھ نکاح کر سکتی ہے؟ آ کر سکتی ہے تو کیسے اور نہیں کر سکتی تو کیسے، مہر نی فرما کر قرآن وحدیث کی روشنی میں تفصیلاً وضاحت فرما۔
﴿محمد جان نعیمی ہزاروی، ضلع تحصیل مانسہرہ﴾

جواب:

محرمات نکاح کی نو اقسام میں سے تیسری قسم ”جمع بین المحارم“ ہے، یعنی وہ عورتیں کہ ان میں آئی۔ کو مرد فرض کریں تو دوسری اس کے لئے حرام ہو، مثلاً ”دوبہنیں“ کہ آئی۔ کو مرد فرض کریں، تو بھائی بہن کا رشتہ ہوتا ہے ”پھوپھی بھتیجی“ کہ پھوپھی کو مرد فرض کریں، تو چچا اور بھتیجی کا رشتہ ہوا اور بھتیجی کو مرد فرض کریں، تو ”پھوپھی اور بھتیجی“ کا رشتہ ہے ”خالہ بھانجی“ کہ خالہ کو مرد فرض کریں، تو ”ماموں اور بھانجی“ کا رشتہ ہوا اور بھانجی کو مرد فرض کریں، تو بھانجی اور خالہ کا رشتہ ہوا، علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

والاصل ان کل امرأتین لو صورنا احدهما من أى جانب ذکرالم یجز النکاح بینہما برضاع أو نسب لم یجز

الجمع بینہما ہکذا فی المحيط۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1: ص 277، مکتبہ رشیدیہ کو﴾

، ترجمہ: ”اور قاعدہ یہ ہے کہ ایسی دو عورتیں جن میں سے آئی۔ کو مرد فرض کریں تو ان کا آپس میں نکاح جائز نہ ہو، © کے رشتے سے ہی خاص نہیں بلکہ رضاعی رشتے میں بھی دونوں کا جمع کرنا حرام ہے، ”محیط“ میں بھی اسی طرح ہے۔“
اللہ جل شانہ نے محرمات نکاح کے تفصیلی احکام میں ارشاد فرمایا:

وان تجمع بين الاختين۔ ﴿سورة النساء﴾

(ترجمہ) ”اور کسی شخص کا (بیک وقت) اپنے نکاح میں دو بہنوں کا جمع کڑا بھی حرام ہے۔“

آ میں ا چہ صرا # کے ساتھ دو بہنوں کو نکاح میں جمع کڑا حرام قرار دیا ہے، لیکن مفسرین کرام اور فقہاء کرام کا اس پر اجماع ہے کہ ایسی ہر دو عورتوں کو بیک وقت ایہ شخص کے نکاح میں جمع کڑا حرام ہے، جن میں سے ایہ کو مرد فرض کریں تو ان دونوں میں حرمت کا رشتہ قائم ہو جائے۔

عن ابی ہریرۃ ؓ: اَنْ رسول اللہ ﷺ قال: ”لا یُجمع بین المرأة وعمّتها، ولا بین المرأة وخالتها“۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”بہتیجی اور اس کی پھوپھی“ کو اور ”بھائی اور اس کی خالہ“ کو نکاح میں ایہ ساتھ جمع نہ کیا جائے۔“ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5109﴾

عن ابی ہریرۃ ؓ: اَنْ رسول اللہ ﷺ نہی عن اربع نسوة ان یجمع بینھن ”المرأة وعمّتها“ ”والمرأة وخالتها“۔ ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے چار عورتوں کو نکاح میں جمع کرنے سے ا فرمایا ہے، ”بہتیجی اور اس کی پھوپھی“ اور ”بھائی اور اس کی خالہ“۔ ﴿صحیح مسلم، رقم الحدیث: 3333﴾

عن الزہری قال: حدثنی قبیصة بن ذؤیب: اَنّہ سمع ابا ہریرۃ یقول: نہی النبی ﷺ اَنْ تنکح المرأة علی عمّتها، والمرأة علی خالتها۔ فمری خالۃ اُبیہا بتلك المنزلة۔ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5110﴾

ترجمہ: ”زہری فرماتے ہیں کہ قبیصہ بن ذؤیب نے یہ حدیث بیان کی کہ انہوں نے ابو ہریرہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں: نبی کریم ﷺ نے ”عورت اور اس کی پھوپھی“ کو ایہ نکاح میں (جمع) کرنے سے ا فرمایا، اور اسی طرح ”عورت اور اس کی خالہ“ کو (جمع کرنے سے ا فرمایا)۔ (زہری کہتے ہیں) ہمارا خیال یہ ہے بیوی کے پ کی خالہ کا بھی یہی حکم ہے۔“

عن ابی ہریرۃ، عن رسول اللہ ﷺ: ”اَنّہ نہی اَنْ تنکح المرأة علی عمّتها، اَوْ خالتها“۔ ﴿سنن کئی، رقم الحدیث: 3290﴾ ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روایا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے ا فرمایا کہ پھوپھی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بہتیجی سے نکاح کیا جائے۔ بہتیجی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی پھوپھی کے ساتھ خالہ کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی بھائی کے ساتھ بھائی کے نکاح میں ہوتے ہوئے اس کی خالہ سے نکاح کیا جائے۔“

علامہ ام الدین مزہ لکھتے ہیں: فان تزوج الاختین فی عقدۃ واحدة یفرق بینھما و بینہ فان کان قبل الدخول فلا شئی لھما وان کان بعد الدخول یجب لكل واحدة منھما الاقل من مہر مثلھا ومن المسمی کذا فی المضمرات۔ وان تزوجھما فی عقدتین فنکاح الاخیرۃ فاسد ویجب علیہ اَنْ یفارقھا ولو علم القاضی بذلك یفرق بینھما فان فارقھا قبل الدخول لا یشبث شئی من الاحکام وان فارقھا بعد الدخول فلھا المہر ویجب الاقل من المسمی ومن مہر المثل علیہا

العِدَّةُ وَيُثَبِّتُ النِّسْبَ وَيَعْتَزِلُ عَنْ امْرَأَتِهِ حَتَّى تَنْقَضِيَ عِدَّةُ اخْتِهَا كَذَا فِي مَحِيطِ السَّرْحَسِيِّ -

ترجمہ: ”اے دو بہنوں سے بیک وقت نکاح کیا تو کسی سے بھی نکاح نہیں ہوا، فوراً دونوں کے درمیان علیحدگی کر دی جائے گی، اے ازدواجی تعلق قائم ہونے سے پہلے ہی علیحدگی کی گئی تو کوئی مہر وا۔ # نہ ہوا اور اے اس کے بعد علیحدگی ہوئی، تو ان میں سے ہر ایک کو (اے دونوں سے دخول ہوا ہو تو) ”مہر مثل“ اور ”مقرر مہر“ میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا، ”مضمرات“ میں اسی طرح ہے۔ اور اے دونوں سے یکے بعد دیگرے نکاح کیا ہو، تو جس سے بعد میں نکاح کیا، وہ فاسد ہوگا اور شوہر وا۔ # ہے کہ اس سے فوراً علیحدگی اختیار کر لے، (اے قاضی کو علم ہو جائے) تو وہ تفریق کر دے پس اے مباشرت سے پہلے تفریق کی تو اس کے لئے کوئی حکم نہیں ہے، اور اے مباشرت کے بعد تفریق ہوئی، تو اس کے لئے مہر مثل مقرر مہر میں سے جو کم ہو وہ دیا جائے گا، اور اس پر عدت لازم ہوگی، (بچہ پیدا ہو تو) *۔ \$ النسب ہوگا، اور اپنی بیوی سے دور رہے گا۔ #۔ اس کی بہن کی عدت پوری نہ ہو جائے، ”محیط سرحسی“ میں اسی طرح ہے۔“

﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1 ص: 277، 278، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کوٹا﴾

صورت مذکورہ میں فاطمہ اور اس کی خالہ زینہ کے نکاح میں جمع نہیں ہو سکتیں، اور یہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی قائم کردہ حدیں ہیں جن کی پابندی از حد ضروری ہے۔

حرمت مصاہرت

سوال: 90

محترم مفتی صاحب! یہ سوال میری چھوٹی ہمشیرہ کا ہے، جو میں ان کے الفاظ میں بیان کر رہا ہوں، اس امید کے ساتھ کہ آپ اپنی علمی قابلیت کو بے کار لاتے ہوئے شریعت محمدی کی روشنی میں اس کا جواب مرحمت فرما N گے۔ میری شادی میرے *۔ * زادن سے فروری 2002ء میں آج سے تقریباً چار سال پہلے ہوئی، سن 1994ء میں ہماری منگنی ہوئی شادی سے تقریباً دو سال پہلے کی بات ہے، میں اور میرا بھائی اپنے *۔ کے گھر میں رہ رہے تھے (پڑھائی کے سلسلے میں کیوے والدین سعودیہ میں رہتے تھے) میرے *۔ مجھ سے اور میرے بھائی سے کافی پیار کرتے تھے، اکثر مجھ سے اپنی *۔ نکلیں دہواتے تھے، ایہ دن وہ اخبار پڑھ رہے تھے، اور انہوں نے کہا کہ میری *۔ نکلیں *۔، # میں ان کی *۔ نکلیں رہی تھی، تو انہوں نے پوچھا تمہارا پیسہ % اب ہے تو اپنی *۔ بن دکھاؤ، تھوڑی دیر کے بعد انہوں نے کہا کہ اپنی *۔ بن ہر نکالو اور ہاتھ لگا کر کہا کہ تمہاری *۔ بن تو کافی کم ہے، اور پھر انہوں نے *۔ بن چوس لی، یہ عمل انہوں نے دہڑا کر کیا، اللہ گواہ ہے کہ اس میں لکھا & سچ ہے، اس بات سے میں بہت روئی تھی۔

اس واقعہ کے بعد گھر میں کافی جھگڑا ہوا *۔ اس بات سے سرے سے ہی G ہو گئے، *۔ ان کے لوگ میرے *۔ بات کو مانتے... بھی تھے، لیکن *۔ کے سامنے کہنے کا % ات نہ کر سکے، نہ ہی کسی نے اسے *۔ شریعت سے رجوع کرنے کے *۔ بات کی *۔ کوشش کی *۔ کیوے *۔ ان میں & سے *۔ ہیں، اور ان کا *۔ ان میں کافی ر (و *۔ بہ ہے، جس کی وجہ سے کوئی ان سے بحث نہیں کرتا، میرے

*. ژ. را کرنے کے۔ وجود خدا ان کے۔ ٲوں نے میری شادی** کے W کے ساتھ کردی، مگنی کے تقریباً 8 سال آ. رنے کے بعد میرے دل میں** زاد کے لئے پسند گی کے *. بت بھی تھے۔ ہماری شادی ہوئی، اس واقعہ کے بعد جو کہ. ٲی مشکل سے ہوئی، شادی کے بعد اس گھر میں، مجھ. ہر وقت ای۔ خوف طاری رہتا تھا، شادی سے پہلے کا واقعہ میرے دماغ. ہر وقت سوار رہتا ہے اور مجھے انتہائی خوف محسوس ہ. ہے، مختلف جھگڑے ہوئے۔

** کا بیان ہے کہ: ”بلکہ وہ لڑکی آس کریم کھا رہی تھی، میں نے اس سے مانگی تو اس نے کہا کہ ختم ہو گئی ہے اور صرف میرے منہ میں. ٲتی ہے، جو کہ میں نے (یعنی** نے) اپنے ژ. بن کے ساتھ اٹھالی، اس وقت اس کی ژ. بن بھی میرے منہ میں آ گئی تھی، اور کہ اس میں کسی قسم کی شہوت نہ تھی اور میں اس. ٲ قرآن اٹھانے کو تیار ہوں۔“

اب اصل صورتحال (جو کہ میں نے سوال میں بیان کی ہے) کی روشنی میں، میں حلفاً کہتی ہوں کہ** کا یہ بیان مکمل طور. ٲ جھوٹ ہے۔

میں اور میرے گھروالے اس مسئلہ کی وجہ سے بہت. ٲ نشان ہیں، اور ہم نے ابھی۔۔ اس سلسلے میں کوئی تحریری فتویٰ نہیں لیا، اس لئے جناب سے گزارش ہے کہ شریعت کی روشنی میں تفصیل سے بتا N کہ میری ہمشرہ کے لئے کیا حکم ہے؟ تحریر فرما N۔

﴿حماد آصف، رجسٹرار آفس، نیشنل الیکٹریکٹ. ٲ ورریگیو لیٹری اتھارٹی، سیکٹر 5/2-G، اسلام. ٲ﴾

جواب:

وہ عورتیں، جن سے نکاح حرام ہے، ان کو 9 قسم. ٲ منقسم کیا جا. ہے، جس میں ای۔ قسم حرمت مصاہرت ہے، مرد و عورت ای۔ دوسرے کو شہوت سے چھو N. یا۔ دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھیں، تو عورت کے اصول و فروع مرد. ٲ حرام ہو جا N گے۔ اور مرد کے اصول و فروع عورت. ٲ حرام ہو جا N گے۔ اس کو حرمت مصاہرة کہتے ہیں۔

اس کے. رے میں علامہ A م الدین لکھتے ہیں:

و كما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت بالمس والتقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة۔

، ترجمہ: ”حرمت مصاہرت، جس طرح وطی (مباشرت) سے. ٲ \$ ہوتی ہے، اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے، بوسہ ٲ اور فرج (شرمگاہ) کی طرف A کرنے سے بھی. ٲ \$ ہوتی ہے، جیسا کہ ”ذخیرہ“ میں ہے، آگے چل کر لکھتے ہیں:

و كذا لو عضها بشهوة هكذا في الخلاصة۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1 ص: 274، 275۔، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کو. ٲ﴾

، ترجمہ: ”اور اسی طرح A شہوت کے ساتھ دا \$ سے. ٲ ہو تو اس سے بھی حرمت. ٲ \$ ہو جائے گی۔“ خلاصہ“ میں بھی اسی طرح ہے۔

علامہ ابن عاب. ٲ ین شامی لکھتے ہیں:

قال في ”الذخيرة“: واذا قبلها او لمسها او نظر الى فرجها ثم قال: لم يكن عن شهوة، ذكر الصدر الشهيد انه في

القبلة يفتى بالحرمة، ما لم يتبين انه بلا شهوة، وفي المس والنظر لا، الا ان تبين انه بشهوة لان الاصل في التقبيل الشهوة، بخلاف المس والنظر،..... ومنهم من فصل في القبلة فقال: ان كانت على الفم يفتى بالحرمة، ولا يصدق انه بلا شهوة، وان كانت على الرأس او الذقن او الخد فلا الا اذا تبين انه بشهوة وكان الامام ظهير الدين يفتى بالحرمة في القبلة مطلقا، ويقول: لا يصدق في انه لم يكن بشهوة۔

ترجمہ: ”ذخیرہ“ میں فرماتا ہے: # (کسی عورت کو) بوسہ * چھو * اس کی شرمگاہ (فرج) کی طرف A کی، پھر کہتا ہے کہ یہ عمل شہوت سے نہیں تھا، صدر الشہید ذکر کرتے ہیں کہ بوسہ e میں حرمت کا فتویٰ * جائے گا، #۔ کہ یہ * لکل واضح نہ ہو کہ یہ بوسہ 8 شہوت کے بغیر تھا اور چھونے اور (شرمگاہ کی طرف) A کرنے پر حرمت کا فتویٰ نہیں * جائے گا، سوائے اس صورت کے کہ (ان دونوں امور کا) شہوت کے ساتھ ہو * لکل واضح ہو، کیونکہ بوسہ e میں اصل شہوت ہے اور دیکھنے میں ایسا نہیں ہے (یعنی اصل شہوت نہیں ہے)، بعض فقہاء نے بوسہ e میں بھی تفصیل بیان کی ہے اور فرماتا ہے کہ: A بوسہ منہ پر لیا ہو، تو فتویٰ حرمت مصاہرت * ہے اور اس کا شہوت کے بغیر ہو * سچا نہیں * جائے گا، اور A بوسہ Q نی پر لیا ہو * ٹھوڑی * رخسار پر تو حرمت مصاہرت * نہیں ہوگی، #۔ کہ شہوت سے نہ ہو۔ اور امام ظہیر الدین بوسہ e میں مطلقاً حرمت کا فتویٰ دیتے ہیں، اور فرماتے ہیں: کہ اس کا بلا شہوت ہونے کا دعویٰ سچا نہیں * جائے گا۔

علامہ شامی آگے چل کر لکھتے ہیں:

وقال فی ”الفيض“: ولو قام اليها وعانقها منتشرا او قبلها وقال لم يكن عن شهوة لا يصدق، ولو قبل ولم تنتشر آله وقال كان عن غير شهوة يصدق، وقيل لا يصدق لو قبلها على الفم، وبه يفتى اه۔

ترجمہ: ”اور“ فیض“ میں فرماتا ہے: کہ A اٹھ کر اس عورت کی طرف * ہا اور اس کو گلے لگا *، اس حال میں کہ A رآلہ تھا * بوسہ لیا اور کہتا ہے کہ شہوت سے نہیں تھا، تو اس کے قول کو نہیں * جائے گا۔ اور A اس نے بوسہ لیا اور A رآلہ نہیں ہوا اور وہ کہتا ہے کہ شہوت سے نہیں تھا تو اس کا قول معتبر * جائے گا اور بعض فقہاء نے فرماتا ہے کہ A منہ پر بوسہ لیا ہے، تو اس کے بلا شہوت ہونے کے دعویٰ کی تصدیق نہیں کی جائے گی۔“ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 4 ص: 90 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

ويشترط أن تكون المرأة مشتتة كذا في التبيين، والفتوى على أن بنت تسع محل الشهوة لا مادونها كذا في معراج الدراية وقال الفقيه ابو الليث مادون تسع سنين لا تكون مشتتة وعليه الفتوى كذا في فتاوى قاضى خان۔

ترجمہ: ”اور حرمت مصاہرت کے لئے شرط ہے کہ عورت مشتتہ ہو (یعنی وہ عمر اور جسمانی وضع کے اعتبار سے ایسی ہو کہ اسے دیکھ کر مرد کو جنسی شہوت آئے)“، ”تبيين“، میں اسی طرح ہے، اور فتویٰ اس پر ہے کہ نو سال کی عمر والی لڑکی محل شہوت ہے، A اس کی عمر اس سے

کم ہو تو وہ محلِ شہوت نہیں ہے، ”معراج الدرایہ“ میں بھی اسی طرح ہے، اور فقیہ ابواللیث فرماتے ہیں کہ جو لڑکی نو سال سے کم عمر کی ہو، وہ مشتہاۃ نہیں ہے، (یعنی اس پہ شہوت کی آ ڈالنے سے حرمت مصاہرت * \$ نہیں ہوتی)، اسی پہ فتویٰ ہے، فتاویٰ قاضی خان میں بھی اسی طرح ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1 ص: 275-274، مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

اب صورتِ مسئلہ میں یہ تقدیر صدقِ سائل لڑکی کے * اور خسر نے اس کی * بن چوسی اور خسر اس * ت کا اقرار بھی کرتا ہے، اور منہ کا بوسہ * کی صورت میں مرد کا دعوائے عدمِ شہوت غیر معتبر ہے، # کہ یہاں اس سے بھی * ہ کر * بن بھی چوسی گئی ہے، جبکہ قرآن بھی اس حقیقت کے مؤید * ہیں کہ اس شخص نے یہ عمل شہوت سے کیا ہے، اس لئے مذکورہ * لا لڑکی اور اس کے شوہر کے درمیان حرمت مصاہرت کا تعلق قائم ہو جاتا ہے اور دونوں کا آپس میں نکاح شروع ہی ہوتا تھا، اس لئے دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے۔

حرمت مصاہرت ثابت نہیں

سوال: 91

۱۔ گھر میں تقریباً 14 سال سے Joint Family رہتی ہے، ابھی پچھلے جمعہ اچا - بھابھی نے اپنے دیور (سائل) پر الزام لگایا کہ اس نے ان کے کمرے میں آکر (جہاں وہ اپنے شوہر اور بچوں کے ساتھ سو رہی تھی) ان کے رخسار پہ بوسہ * ہے یہ بھابھی کا قول ہے، جبکہ دیور (سائل) کا قول یہ ہے کہ یہ * ڈرائنگ روم میں سو رہے تھے، میں اپنے کسی کام سے کمرے میں داخل ہوا تو میں نے یہ دیکھا کہ بھابھی کی قمیص حد سے ز * پیچھے سے اٹھی ہوئی ہے، میں اس کو ڈھانپنے کے لئے *، ان کو بھی ساتھ سو رہا تھا ڈھانپا * ہوئے اچا - میرا ہاتھ بھابھی کے چہرے * لگا * جس سے وہ اٹھ گئیں اور انہوں نے غلط * سمجھی۔

جواب طلب * ت یہ ہے کہ * بھابھی کا قول معتبر ہوگا دیور کا؟ میری بیوی کے بقول بھابھی نے مجھ کو معاف کر * ہے لیکن بھائی اور بھابھی نے تک کلام کیا ہوا ہے، میرے لئے شریعت کا کیا حکم ہے؟ ﴿خالد احمد، بلاک 6 گلشن اقبال، کراچی﴾

جواب:

علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(وان ادعت الشهوة) فی تقبیله أو تقبیلها ابنه (وأنکرها الرجل فهو مصدق)۔

ترجمہ: ”اور اگر عورت نے دعویٰ کیا کہ مرد نے اس کو بشہوت چھوا * اس عورت نے اس کے * کو بشہوت چھوا اور مرد نے اس کا انکار کیا تو مرد کا قول معتبر * جائے گا۔“ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد: 4 ص: 92 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

حد * میں ہے: عن عقبہ بن عامر أن رسول الله ﷺ قال: ”ایاکم والدخول علی النساء“ فقال رجل من الانصار: یا رسول الله افرأیت الحموقال الحموموت۔ ﴿صحیح مسلم، رقم الحدیث: 5570، جلد 9، مکتبہ: المصطفیٰ البازمکة المکرمہ﴾

”(اجنبی) عورتوں کے * پس جانے سے اجتناب کرو، «ر میں سے ا - شخص نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! دیور کا کیا حکم ہے؟

جواب:

زمانہ قدیم سے ہی حیاتِ K نی کے تمام شعبوں میں طرزِ بود و آش، معاشرتی میل جول اور خوشی و غم کے بہت و احساسات کے پیرائے اظہار کے طور پر j + لے چلے آ رہے ہیں، اس حوالے سے مزید غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ہر قوم کی اپنی ایہ ثقافت ہوتی ہے، جو اس قوم کی شناخت # بھی ہوتی ہے اور ہر قوم خوشی کا اظہار زمانے کے تقاضوں کو مدد p آ رہی ہوئے اپنی ثقافت کے مطابق کرتی رہی ہے، مروجہ زمانہ کے ساتھ ساتھ رسوم و رواج اور ثقافتیں بھی + لیتی رہتی ہیں، کہیں سادگی کا عنصر ہیں، تو کہیں اظہارِ ثقافت کی زیادہ سے زیادہ نمود ملنا کٹ پٹی جاتی ہے، اور وہ رسومات #۔۔ شریعت سے متصادم نہ ہوں، شرعاً ان پر طعن نہیں کیا جاسکتا، اور ان رسومات کے مذموم و محمود ہونے کا مدار M پر ہے جیسا کہ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: فی الواقع نکاح میں بغرض اعلان بندوقیں چھوڑنے کی مما AE شرع میں کہیں \$ نہیں۔ ہلالِ عید اور رمضان میں صدہا سال سے توپوں کے فلاب کئے جاتے ہیں اس سے بھی اعلان ہی مقصود ہوتا ہے اس اعلان پر شرعاً عمل کا % یہ ردالمحتار میں مذکور ہے۔ نیت % نہ فقط شادی کی بندوقوں بلکہ زکوٰۃ کی بندوقیں ہے، رسم کا اعتبار #۔۔ کسی فساد عقیدہ پر مشتمل نہ ہو اصل رسم کے حکم میں رہتا ہے / رسم محمود ہو محمود ہے، مذموم ہو مذموم ہے، مباح ہو مباح ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔“

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 24، ص: 119، رضا فاؤنڈیشن C لاہور﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے شادیوں میں کی جانے والی مختلف رسومات مثلاً آتش بازی، بندوق اور گلاب پھیرنے، کھیلنا، نوشہ (دولہا) کچھ لکڑی میں سوار کرنے سے متعلق سوال ہوا، آپ نے جواب میں فرمایا: نوشہ کچھ لکڑی میں سوار کرنا مباح و جائز ہے لان من الرسوم العامة التي لا مضر فيها من الشرع، (اس لئے کہ یہ ان عادی رسموں میں سے ہے شریعت میں جن پر کوئی طعن نہیں) اور لکڑی پھینکنا، بندوقیں چھوڑنا اور اس قسم کے & کھیل جائز ہیں جبکہ اپنے اور دوسرے کی مضرت کا + بیشہ نہ ہو، ایہ اور سوال کہ ”اعلان کے لئے شادی میں بندوقیں چھوڑنا جائز ہے یا نہیں؟“ کے جواب میں لکھتے ہیں: جائز ہے۔

اخرج الترمذی عن ام المؤمنين الصديقة رضى الله تعالى عنها قالت قال رسول الله ﷺ اعلنوا هذا النكاح واجعلوه فى المساجد واضربوه عليه بالدفوف وروى احمد بسند صحيح وابن حبان فى صحيحه والطبرانى فى الكبير وابو نعيم فى الحلية والحاكم فى المستدرک عن عبد الله بن الزبير رضى الله تعالى عنهما عن النبى ﷺ قال اعلنوا النكاح، واللہ تعالیٰ اعلم۔

ترجمہ: ”امام ترمذی نے سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے تخریج فرمائی کہ آپ نے فرمایا کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! نکاح کا اعلان کیا کرو (یعنی اس کی تشہیر کیا کرو) اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو اور اس کی تشہیر کے لئے دف بجا کرو۔ امام احمد نے سند صحیح سے ابن حبان نے اپنی صحیح میں، طبرانی نے الکبیر میں، اور ابو نعیم نے الحلیہ میں اور حاکم نے المستدرک میں حضرت عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کے حوالے سے نبی کریم ﷺ سے روایا \$ فرمائی کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ نکاح کا اعلان کیا کرو۔“

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 23، ص: 277، 289، 290، رضا فاؤنڈیشن C لاہور﴾

آج کل آتش زی کی مما AE کا قانون موجود ہے اور تقریبات کے موقع پر فلا۔۔۔ سے بعض اوقات حادثات بھی رونما ہو جاتے ہیں، اس لئے قانون کی پابندی بھی ضروری ہے اور فی نفسہ از روئے شرع پابندی کے جواز کے وجود احتیاط عمل کروانا افضل ہے، اور اس حد۔۔۔ آتش زی اور فلا۔۔۔ جو اسراف کی حد میں داخل ہو جائے، بہر حال ممنوع ہے۔ آگ کا کھیل تو ویسے بھی مسلمانوں کے مبینہ نشان نہیں ہے۔

جبری نکاح کا حکم

سوال: 93

میری بیٹی رضوانہ جس کی شادی میری سالی کے W کے ساتھ ہوئی۔ دوسری طرف میری بیوی A دوں کا 50% ابی کی وجہ سے 2005ء کو اس د* سے رخصت ہوئی، اس پر میری بیٹی کراچی آئی ہوئی تھی۔ چوہ میری بیٹی امید سے تھی، میری بیٹی نے بڑے آپ C سے بچے کو جنم دیا۔ اس کے تین ماہ بعد اس کے شوہر نے کہا کہ میری ماں نے بمع بیوی اور بچے اپنے سب سے بڑے بھائی کو کہا ہے، اس پر میں نے اجازت دی کہ اپنے گھر سہون جاؤ۔ اجازت دینے کے بعد چوہ میری بیٹی آپ C کی وجہ سے کمزور تھی۔ اس کے ساتھ اس سے تیسرے نمبر پر میری بیٹی ارم کو ساتھ روانہ کیا کہ بچے کو سنبھال سکے۔ واضح ہو کہ اس سے قبل میری بیٹی کی ساس نے میری دوسری بیٹی ارم کا رشتہ اپنے دوسرے W کے لئے مانگا تھا۔ لیکن میں نے صاف انکار کر دیا۔ جس کی وجہ صرف یہ تھی کہ میری پہلی بیٹی مشکلات میں تھی۔ اس کا شوہر کچھ بھی نہیں کرتا۔ اور کچھ بھی جوتھوڑا بہت کم کرتا ہے۔ وہ ماں کو دے دیتا ہے۔ بجائے اپنی بیوی کو دینے کے۔ جو کہ از روئے شریعت محمدی ﷺ بیوی کا حق ہے۔ اور شوہر کا فرض ہے۔ اس کا شوہر کوئی 50% اجات میری بیٹی کے۔ داتا نہیں کر سکتا۔ اسی وجہ سے دوسرے رشتے کے لئے میں نے انکار کر دیا۔ اور اپنے تیسرے نمبر والی بیٹی کی منگنی کہیں اور کر دی۔ جس میں میرے داماد کی مرضی بھی شامل تھی۔ بہر حال پہلی شادی شدہ بیٹی کے ساتھ بچے کی دیکھ بھال کے لئے اپنی تیسرے نمبر والی بیٹی کو بھیجا۔ اس کے ٹھیک ڈیڑھ ماہ بعد # ارم کراچی آئی۔ تو اس نے بتایا کہ میرا بھتیجہ نکاح کروا دیا۔ اپنے W کے ساتھ اور ان کو معلوم تھا کہ ارم کسی اور کی اماں \$ ہے۔ حالانکہ میں اس رشتے کے لئے دودفعہ اکر چکا تھا۔ ارم کے نکاح میں نہ میں شریعہ ہوا اور نہ ہی ہمارے رشتے داروں میں سے کوئی یہاں۔۔۔ کہ میری شادی شدہ بیٹی جو کہ اسی گھر میں رہتی ہے۔ اسے بھی پتہ نہ تھا۔ اس پر میری تیسرے نمبر والی بیٹی نے کہا کہ مجھ سے نہ۔۔۔ دتی نکاح کر دیا ہے۔ میں اس وقت ہوش میں نہیں تھی۔ مجھے جادو ہوا تھا۔ اور میں اس رشتے سے خوش نہیں ہوں، جہاں میرے ماں پر نے میری منگنی طے کی ہے، میں وہیں خوش ہوں۔ میں وہاں خوش نہیں رہوں گی۔ اسباب یہ ہے کہ میری پہلی بیٹی وہاں بھوک سے مر رہی ہے۔ اسی کے 50% اجات پورے نہیں کر سکتا۔ اس بنا پر اپنی دوسری بیٹی نہیں دینا چاہتا۔ آپ سے گزارش ہے کہ شریعت محمدی ﷺ کے مطابق فتویٰ صادر فرما N کہ نکاح جائز ہے یا نہیں؟

محمد نواز، ڈیفنس ویو، فیز 11 بنگلہ نمبر 199-G مدینہ اسٹاپ۔ دارم مسجد کراچی

جواب:

صورتِ مسئلہ میں فقہائے احناف کی تصریحات کے مطابق جبر کی حا { میں نکاح ہو جاتا ہے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ لکھتے ہیں:

اقول وبتقریری هذا اندفع ماعسى ان يتوهم من ان النكاح مما يستوى فيه الهزل والجد فلا يحتاج الى نية وقصد متى لو تكلموا بالايجاب والقبول هازلين او مكرهين ينعقد۔

ترجمہ: ”اقول (میں کہتا ہوں) میری اس تقریر سے اس شبہ کا ازالہ H، جس میں کہا H کہ نکاح تو ان امور میں سے ہے، جن میں مذاق اور قصد۔ لہٰذا اس میں قصد اور ارادہ کی ضرورت نہیں حتیٰ کہ۔ # مرد و عورت نے X ب وقبول کے کلمات بول دیئے A چہ مذاق یہ جبر سے کہے ہوں، تو نکاح ہو جائے گا۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 11 ص: 128﴾ مزید لکھتے ہیں: نکاح A چہ جبر و اکراہ سے بھی ہو جاتا ہے،

فی الہندیۃ الاصل ان تصرفات المکرہ کلھا قولاً منعقدۃ عندنا الا ان ما یحتمل الفسخ منه کالبيع والاجارة یفسخ وما لا یحتمل الفسخ منه کالطلاق والعناق والنکاح والتدبیر والاستیلاء والنذور فھو لازم کذا فی الکافی ا۔ہ ترجمہ: ”ہندیہ میں ہے قاعدہ یہ ہے کہ جس پر جبر کیا H ہو اس کے اس حا { کے تمام تصرفات * فذلعمل ہونگے، ہاں وہ تصرفات جو فسخ کا احتمال p ہوں جیسے بیع اور اجارہ کہ یہ فسخ قراڑ N گے، اور جو فسخ کا احتمال نہیں p، مثلاً طلاق، عناق، نکاح، مدبر بٹا، ام ولد بٹا، اور * رتویہ امور لازم ہو جا N گے۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 11 ص: 202-203﴾ لہٰذا صورتِ مسئلہ میں نکاح منعقد H۔

جعلی نکاح نامے کی حیثیت

سوال: 94

۱۔ شخص نے کسی لڑکی سے جھوٹا اور جعلی نکاح * مہ تیار کر لیا ہے۔ لڑکی اور اس کے والدین کو اس نکاح کا کوئی علم نہیں۔ ازراہ کرم یہ ارشاد فرما N کہ اس جھوٹے نکاح * مہ کی C بہ شرعی نکاح * \$ ہوگا یا نہیں ہوگا؟ یعنی اس صورت میں ہمیں لڑکے سے طلاق 8 ضروری ہے؟ نکاح * مہ میں جو وکیل اور گواہان رکھے گئے ہیں۔ وہ & کے & فرضی ہیں اور ہم لڑکی والے ان کو پہچا... بھی نہیں۔ واضح رہے کہ لڑکی نے نکاح * مہ نہ دستخط کئے ہیں اور نہ X ب وقبول ہوا ہے۔

﴿پروفیسر میر محمد سومرو، ساکن ہنگو رجبہ تحصیل سوہو دیو ضلع، خیر پور میرس﴾

جواب :

استفتاء میں مستفتی نے چند دعوے کئے ہیں:

(1) لڑکی کے ساتھ نکاح کے ثبوت کے لئے نکاح * مہ تو موجود ہے، لیکن جعلی ہے۔

(2) نکاح* مے میں دلہا و دلہن کے دستخط اور گواہوں کے* م اور دستخط موجود ہیں، لیکن مستفتی کا دعویٰ ہے کہ لڑکی کے دستخط فرضی اور جعلی ہیں اور گواہان بھی فرضی ہیں۔

(3) X ب وقبول ہوا ہی نہیں ہے۔

ہمارا منصب افتاء ہے، قضا نہیں ہے، ہمارا جواب اس مفروضہ پر F ہوتا ہے کہ استفتاء میں بیان کردہ بیان اور حقائق A در & ہیں، تو صورت مسئلہ کا شرعی جواب یہ ہے*۔ قی رہا یہ سوال کہ استفتاء میں بیان کردہ صورت مسئلہ* حقیقت پر F ہے اور واقعہ کے مطابق ہے؟ قطعیت کے ساتھ اس کا فیصلہ کرتا* عدا { کا کام ہے۔ پس A استفتاء میں بیان کردہ صورت مسئلہ در & ہے تو شرعاً نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، لہذا طلاق کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ طلاق، اس نکاح کی قید سے آزاد کرنے کا* م ہے، جو شرعاً منعقد ہو چکا ہو، فقط واللہ تعالیٰ اعلم

غیر رجسٹرڈ نکاح کی شرعی حیثیت

سوال: 95

* زبی بی M. شیر اکبر کا نکاح محمد حنیف ولد محمد اسلم خان کے ساتھ 4، اپریل 1997ء کو مصری خان ولد فضل الرحمن کی وکا { پر گواہان حاجی محمد نور ولد نواب اور محمد ایوب ولد نواب کے رو۔ وقاضی نکاح خواں نے پٹھائی۔ جس میں * زبی بی کے والد شیر اکبر اور ان کے ساتھ کئی قر R رشتے دار بھی موجود تھے، اس نکاح کا* راج رجسٹر میں نہیں کر*، جو کہ ہمارے ہاں اکثر رخصتی پر یہ نکاح رجسٹرڈ کیا جاتا ہے لہذا اس نکاح کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ بغیر رجسٹر C نکاح ہوتا* نہیں؟ محمد حنیف کے طلاق دیئے بغیر * زبی بی دوسرے فریق سے نکاح کر سکتی ہے؟ ﴿نصیر احمد الحسنی، اسلامک سینٹر* رتھ* ظم* د، کراچی﴾

جواب:

نکاح X ب وقبول سے منعقد ہوتا ہے، نکاح کے شرعی طور پر منعقد ہونے کے لئے فارم پر کتا* رجسٹر C کر* شرط نہیں، البتہ یہ قانونی ضرورت بھی ہے اور دستاویزی ثبوت کی وجہ سے تنازعات کے حل میں مدد ملتی ہے، لہذا یہ مستحسن امر ہے اور ایسا کتا* بہتر ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں: ”قاضی کا رجسٹر شرعاً کوئی شرط نکاح نہیں، رجسٹر آج سے نکلے ہیں، پہلے نکاح کیونکر ہوتے تھے، ہاں یہ دوا* کے لئے درج ہوتا* بہتر ہے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد: 21، ص: 169، جلد: 23، ص: 193، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن C﴾ علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

النکاح ینعقد بالایجاب والقبول۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1، ص: 270، مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

، ترجمہ: ”نکاح X ب وقبول سے منعقد ہو جاتا ہے،

لہذا مذکورہ لا گواہوں کی موجودگی میں محمد حنیف کا نکاح * زبی بی سے منعقد H اور چوہے * زبی بی کے والد بھی نکاح کے وقت موجود تھے، اس لئے بجا طور پر ولی کی رضا بھی اس میں شامل ہے۔ اور اب وہ اس کی پابند ہے، بغیر اس کے طلاق دیئے* اس کی تہ کی

میں اس کے نکاح میں رہتے ہوئے کسی اور شخص سے نکاح کرنا حرام ہے اور آ نکاح کیا تو منعقد ہی نہیں ہوگا اور * کی مرتکب ہوگی۔

میاں بیوی کے ایہ - دوسرے الزامات لگانے سے از خود نکاح * طل نہیں ہوتا

سوال: 96

ایہ - دفعہ T.V میں نے کسی وکیل سے سنا کہ آ میاں بیوی ایہ - دوسرے الزامات لگا N اور آ چہ وہ غلط ہوں * صحیح، تو شرعی حیثیت سے نکاح ٹوٹ جاتا ہے۔ مجھے آپ سے یہ دریافت کرنا ہے کہ کیا یہ در & ہے؟ ﴿اسامہ بن سہیل، گلشن اقبال اصفہانی روڈ، کراچی﴾

جواب :

وکیل کا یہ بیان شرعاً غلط اور * طل ہے کہ آ زوجین (میاں بیوی) ایہ - دوسرے * کی تہمت لگا N، تو اس امر سے قطع آ کہ تہمت * فی الواقع صحیح ہے یہ غلط، ان دونوں کا نکاح از خود (Automaticaly) ٹوٹ جائے گا، ایسا ہر آ نہیں ہے، وکیل صا # کو شریعت کا علم نہیں ہے اور شرعی علم کے بغیر ایسے فتوے جاری نہیں کرنے چاہئیں۔ آ شوہر اپنی بیوی * کی تہمت لگائے * اس کے نکاح میں رہتے ہوئے اس عورت کے ہاں جو بچہ پیدا ہوا ہے، اسے ولد الکرہ کہے اور اسے اپنی صحیح النسب اولاد ماننے سے انکار کر دے، اور پھر معاملہ قاضی کی عدا # میں پہنچ جائے تو قاضی عورت سے شوہر کے دعوے (یعنی الزام *) کی صداقت کئے رے میں پوچھے گا، آ وہ اقرار کرے تو اس پر حد * جاری ہوگی، لیکن آ وہ شوہر کے دعوے اور الزام کو رد کر دیتی ہے اور اپنی عفت اور * ک دامن کا دعویٰ کرتی ہے (ظاہر ہے کہ یہ اس صورت حال کی * \$ ہے، # شوہر کے * س اپنی بیوی پر ثبوت * کے گواہ نہیں ہیں اور بیوی اعتراف 90% سے انکاری ہے)، تو قاضی ان دونوں کے درمیان ”لعان“ کرائے گا، قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

وَالَّذِينَ يَرْمُونَ أَزْوَاجَهُمْ وَلَمْ يَكُن لَّهُمْ شُهَدَاءُ إِلَّا أَنْفُسُهُمْ فَشَهَادَةُ أَحَدِهِمْ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الصَّادِقِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ لَعْنَتَ اللَّهِ عَلَيْهِ إِنْ كَانَ مِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَيَذَرُ أَهْلُهَا الْعَذَابَ إِنْ تَشْهَدُ أَرْبَعُ شَهَادَاتٍ بِاللَّهِ إِنَّهُ لَمِنَ الْكَاذِبِينَ ۝ وَالْخَامِسَةُ أَنَّ غَضَبَ اللَّهِ عَلَيْهَا إِنْ كَانَ مِنَ الصَّادِقِينَ ۝ ﴿سورة النور، آیت: 6 تا 9﴾

ترجمہ: ”اور جو لوگ اپنی بیویوں پر * کی تہمت لگا N، اور ان کے * س خود ان کے سوا اور کوئی گواہ نہ ہوں، تو ان میں سے کسی ایہ - شخص کی گواہی یہ ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر یہ کہے کہ بے شک وہ (اپنی بیوی پر *) کی تہمت لگانے میں (پچوں میں سے ہے ۝ اور * پنجویں * یہ کہے کہ اس پر اللہ کی لعنت ہو آ وہ جھوٹوں میں سے ہو ۝ اور عورت سے حد * اس طرح دور ہو سکتی ہے کہ وہ چار مرتبہ اللہ کی قسم کھا کر کہے کہ بے شک وہ (یعنی اس کا خا *) ضرور جھوٹوں میں سے ہے ۝ اور * پنجویں * یہ کہے کہ اس پر اللہ کا غضب * زل ہو آ وہ (خا *) پچوں میں سے ہو ۝“

حد \$ مبارک میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما: أن هلال بن أمية قذف امرأته عند النبي ﷺ بشريك بن سحماء، فقال النبي ﷺ: "البينة أو حدّ في ظهرك" فقال: يا رسول الله، إذا رأى احدنا على امرأته رجلا، ينطلق يلتمس البينة؟ فجعل يقول: "البينة والا؟ حد في ظهرك"۔ فذكر حديث اللعان۔ (صحیح بخاری، جلد نمبر 2، رقم الحديث: 2671، مطبوعه مكتبه عصريه، بيروت)

ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ہلال بن امیہ نے اپنی بیوی پ شریہ بن سحماء کے ساتھ * کی تہمت لگائی (اور نبی ﷺ کے سامنے اپنا مقدمہ پیش کیا)، تو نبی ﷺ نے فرمایا: تم گواہ پیش کرو، ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف کے کوڑے لگائے جائیں گے، اس نے کہا: رسول ﷺ! # ہم میں سے کوئی شخص اپنی بیوی کیساتھ کسی اجنبی شخص کو حاکم H میں دیکھے، تو کیا وہ گواہوں کو تلاش کرنے چلے گا؟ آپ نے پھر یہی فرمایا کہ تم گواہوں کو پیش کرو ورنہ تمہاری پیٹھ پر حد قذف لگائی جائے گی، پھر ”لعان“ کے احکام زل ہوئے۔“

امام مسلم حضرت عبداللہ بن عمر سے روایا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے لعان جاری کرنے سے پہلے شوہر کو (ان الفاظ کے ساتھ) نصیحت فرمائی: اِنَّ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ، قَالَ: لَا وَالَّذِي بَعَثَكَ بِالْحَقِّ مَا كَذَبْتُ عَلَيْهَا، ثُمَّ دَعَاهَا فَوَعظَهَا وَذَكَّرَهَا وَاجْبَرَهَا اَنْ عَذَابَ الدُّنْيَا اَهْوَنُ مِنْ عَذَابِ الْآخِرَةِ۔ (صحیح مسلم، رقم الحديث: 3676)

ترجمہ: ”د* کی سزا (حد قذف) %ت کے عذاب کے مقابلے میں معمولی ہے، اس شخص نے کہا: قسم اس ذات کی جس نے آپ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے، میں نے اس پر جھوٹی تہمت نہیں لگائی۔ پھر آپ نے اس عورت کو بلا لیا اور اس کو وعظ و نصیحت کی (یعنی عذاب %ت سے ڈرایا) اور فرمایا: د* کی سزا (حد *) %ت کے عذاب کے مقابلے میں بہت معمولی ہے۔“

لعان کا طریقہ:

شوہر قاضی کے سامنے چاہے اللہ تعالیٰ کی قسم کھا کر کہے گا کہ وہ (اپنی بیوی * کا الزام لگانے میں) سچا ہے، اور * پ نچوڑے رکھے گا کہ آ میں جھوٹ ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کی لعنت ہو، پھر بیوی چار مرتبہ قاضی کے سامنے قسم کھا کر یہ کہے گی کہ میرا شوہر مجھ پر * کا الزام لگانے میں جھوٹ ہے اور * پ نچوڑے رکھے گی کہ آ اس کا شوہر اس پر * کا الزام لگانے میں سچا ہو تو اس (عورت) پر اللہ تعالیٰ کا غضب زل ہو۔

☆ لعان کی چند شرطیں ہیں، ان کی علامہ امجد علی اعظمی لکھتے ہیں:

لعان کے لئے چند شرطیں ہیں: ”(1) نکاح صحیح ہو، آ اس عورت سے اس کا نکاح فاسد ہوا اور تہمت لگائی، تو لعان نہیں (2) زو۔ A قائم ہو، خواہ دخول ہوا ہو * یہ نہیں لہذا آ تہمت لگانے کے بعد طلاق بن دینے کے بعد تہمت لگائی۔ زوجہ کے مرجانے کے بعد، تو لعان نہیں اور آ تہمت کے بعد رجعی طلاق دیا۔ رجعی طلاق کے بعد تہمت لگائی، تو لعان ساقط نہیں (3) دونوں آزاد ہوں (4) دونوں عاقل ہوں (5) دونوں بالغ ہوں (6) دونوں مسلمان ہوں (7) دونوں * طق ہوں یعنی ان میں کوئی گونگانہ ہو (8) ان میں کسی پر حد قذف

نہ لگائی گئی ہو (9) مرد نے اپنے اس قول پہ گواہ نہ پیش کئے ہوں (10) عورت * سے انکار کرتی ہو اور اپنے کپڑے رسا کہتی ہو اصطلاح شریعت میں * رسا اس کو کہتے ہیں جس کے ساتھ وطی حرام نہ ہوئی ہو نہ وہ اس کے ساتھ مُتَّم ہو لہذا اطلاق * بن کی عدت میں آ شہر نے اس سے وطی کی آ چہ وہ اپنی * دانی سے یہ سمجھتا تھا کہ اس سے حلال ہے تو عورت عقیفہ نہیں یوں ہی آ نکاح فاسد کر کے اس سے وطی کی تو عفت جاتی رہے عورت کی اولاد ہے جس کے * پ کو یہاں کے لوگ نہ جا... ہوں آ چہ حقیقتاً وہ ولد ال * نہیں ہے یہ صورت مُتَّم ہونے کی ہے اس سے بھی عفت جاتی رہتی ہے اور آ وطی عارضی * سے حرام ہو، مثلاً حیض و آس وغیرہ میں (جن میں وطی حرام ہے) وطی کی، تو اس سے عفت نہیں جاتی (11) صریح * کی تہمت لگائی ہو * اس کی جو اولاد اس کے نکاح میں پیدا ہوئی اس کو یہ کہتا ہو کہ یہ میری نہیں * جو بچہ عورت کا دوسرے شوہر سے ہے اس کو کہتا ہو کہ یہ اس کا نہیں (12) دارالاسلام میں یہ تہمت لگائی ہو (13) عورت قاضی کے * اس کا مطالبہ کرے (14) شوہر تہمت لگانے کا اقرار کرے * ہو * دو مرد گواہوں سے * ہو۔

وہ مزید لکھتے ہیں کہ: آ مسلمان مرد کی بیوی اہل کتاب میں سے ہے، تو اس پہ لعان جاری نہیں ہو سکتا۔“

﴿بہار شریعت جلد: 1، ص: 943، 944، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ سنز﴾

عن نافع: ان ابن عمر رضی اللہ عنہما أخبرہ: ان رسول اللہ ﷺ فرق بین رجل وامرأة قذفها وأحلفهما۔

ترجمہ: *۔ نفع کہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما نے انہیں خبر دی کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی بیوی پہ * کا الزام لگانے والے مرد اور عورت دونوں کو قسم دلائی اور پھر ان کے درمیان تفریق فرمادی۔“ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5313﴾

لعان کے بعد زوجین کے درمیان از خود تفریق نہیں ہوتی بلکہ لعان کے بعد وہ عورت اس پہ حرام ہو جائے گی، لیکن نکاح سے خارج نہیں ہوگی بلکہ لعان کے بعد حاکم اسلام قاضی ان کے درمیان تفریق کرے گا۔

علامہ * والدین عینی حنفی لکھتے ہیں: فذهب مالک والشافعی ومن تبعهما الى ان الفرقة تقع بنفس اللعان قال مالك وغالب اصحابه بعد فراغ المرأة وقال الشافعي واتباعه وسحنون من المالكية بعد فراغ الزوج وقال الثوري وابو حنيفة واتباعهما لا تقع الفرقة حتى يوقعها عليهما الحاكم وعن احمد روايتان۔

ترجمہ: ”امام مالک، امام شافعی اور ان کے موافقین کا یہ آ یہ ہے کہ لعان سے لعان کرنے والوں کے درمیان از خود تفریق واقع ہو جاتی ہے، امام مالک اور ان کے اکثر اصحاب کا قول یہ ہے کہ عورت کے لعان سے فارغ ہونے کے بعد تفریق ہو جاتی ہے اور امام شافعی، اور ان کے پیروکاروں اور امام مالک کے مقلدین میں سے سحنون کا قول یہ ہے کہ شوہر کے قسم سے فارغ ہونے کے بعد زوجین کے درمیان فرقت لازم ہو جاتی ہے، امام سفیان ثوری، امام ابوحنیفہ اور ان دونوں کے متبعین کا قول ہے کہ نفس لعان سے تفریق نہیں ہوتی * وقتیکہ (لعان کے بعد) قاضی ان دونوں کے درمیان تفریق کرے، اور امام احمد بن * کے اس مسئلے میں دو قول ہیں، (یعنی ای - قول

کے مطابق احناف کے ساتھ ہیں اور دوسرے کے مطابق شوافع کے ساتھ)۔“ ﴿عمدة القاری جلد 20 ص: 295 ادارة الطباعة المنير، مصر﴾

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

وَحُرْمَ وَطْؤِهَا بَعْدَ الْإِعَانِ قَبْلَ التَّفْرِيقِ - ﴿ردالمحتار علی الدر المختار جلد: 5، ص: 126، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”اور لعان کے بعد ابھی (دونوں کے درمیان) تفریق نہ ہوئی ہو“ بھی (شوہر کے لئے) اس عورت سے وطی حرام ہے، (اور ابن عباسؓ ین شامی نے محرکات و اسباب وطی کو بھی حرمت میں شامل کیا ہے)۔“
اس سے * \$ ہو کہ لعان طلاق بن کے حکم میں ہے، بیوی ال شوہر * کا الزام لگائے تو لعان جاری نہیں ہوگا اور نکاح قائم رہے گا۔ وقتیکہ شوہر طلاق نہ دے۔

لیکن امام ابو داؤد و روا \$ کرتے ہیں:

قال سهل: حضرت هذا عند رسول الله ﷺ، فمضت السنة بعد في المتلاعنين ان يفرق بينهما، ثم لا يجتمعان

ابدا۔ ﴿سنن ابی داؤد رقم الحديث: 2244﴾

ترجمہ: ”سہل کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس اس (لعان) کے موقع پر حاضر تھا، اس کے بعد (لعان کرنے والے زوجین کے رے میں) یہ ناجاری ہوگئی کہ ان کے درمیان تفریق کر دی جائے، پھر وہ کبھی بھی (نکاح میں) جمع نہیں ہوں گے۔“
علامہ ابن عباسؓ ین شامی لکھتے ہیں:

أى مادام حكمه باقياً، فلو خرجا أو احدهما عن أهلية الإعان له أن ينكحها كما يأتي، وعليه حمل الحديث المذكور، ولا ينافيه قوله ابدا كما في قوله تعالى: انهم ان يظهروا عليكم يرجعواكم او يعيدوكم في ملتهم ولن تفلحوا اذا ابدا۔ ﴿الكهف: 20﴾

ترجمہ: ”یہ دای تفریق اس وقت۔۔ مؤث ہے، #۔۔ اس کا حکم بتی ہے، ال وہ دونوں ان میں سے ای۔ اہلیت لعان سے خارج ہیا (مثلاً شوہر اپنی بیوی * کے الزام سے رجوع کر لے تو اس پر حد قذف لگے گی) تو پھر لعان کے بعد بھی اس سابقہ بیوی سے نکاح کر سکتا ہے، (کیونکہ لعان کی بنیاد تفریق طلاق بن کے حکم میں ہے اور طلاق بن کے بعد ہی رضامندی سے دونوں میں نکاح ہو سکتا ہے)، اور آگے چل کر شامی نے آ \$ قرآنی سے استدلال کیا ہے کہ کلمہ ”+“ ہمیشہ قطعی دای کے حکم میں نہیں ہوتا۔“

﴿ردالمحتار علی الدر المختار، جلد: 5، ص: 119، دار احیاء اراث العربی، بیروت﴾

حرمت نکاح

سوال: 97

نہ نے ای۔ مطلقہ عورت سے شادی کی اس عورت کی پہلے خا سے اولاد (لڑکی) ہے اور نہ کی بھی (پہلی بیوی سے) اولاد ہے، اب نہ (اپنی پہلی بیوی کے) W کا نکاح اس عورت کی بیٹی سے کڑ چاہتا ہے۔ * شریعت مطہرہ کی روشنی میں یہ نکاح در & ہے یا نہیں؟
﴿قاری محمد زمان چشتی، مدرس: دارالعلوم نعیمیہ﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں۔ صدقِ بیان سائل یہ نکاح جاہل ہے، علامہؒ مالدین لکھتے ہیں:

لابأس بان يتزوج الرجل امرأة ويتزوج ابنه ابنتها أو أمها كذا في محيط السرخسي۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد: 1، ص: 277، مکتبہ رشیدیہ، کوئٹہ﴾

ترجمہ: ”کسی شخص نے ایہ عورت سے نکاح کیا اور اس شخص کے لڑکے نے عورت کی لڑکی سے نکاح کیا جو اس عورت کے پہلے شوہر سے تو حرج نہیں، یونہی لڑکے نے عورت کی ماں سے نکاح کیا۔ # بھی یہی حکم ہے (بشرطیکہ حرمتِ نکاح کی اور کوئی وجہ نہ ہو)۔“ مفتی محمد نور اللہ نعیمی ایسے ہی ایہ سوال کے جواب میں لکھتے ہیں: / صورتِ سوال صحیح اور واقعی ہے تو یہ نکاح کرا۔ یقیناً روا ہے، قرآن کریم میں ہے: واحل لكم ما وراء ذلكم، فتاویٰ عالمگیری، جلد: 2، ص: 6 میں محیط سرخسی سے ہے اور بحر الرائق، جلد: 3، ص: 98، درمختار، شامی جلد: 2، ص: 383 میں بحر الرائق اور فتاویٰ خیر یہ سے ہے: والنظم من الدر واما بنت زوجة ابيه او ابنه فحلل بحر الرائق میں اضافہ فرماتا: وقد تزوج محمد بن الحنفية امرأة وزوج ابنه بنتها، & عبارات کا حاصل یہ ہے کہ یہ نکاح کرا۔ حلال ہے اور اہل بیت کرام میں بھی ہوا، حضرت مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کے صا n ا دے امام محمد بن حنفیہ نے ایہ عورت سے نکاح کیا اور اسی عورت کی بیٹی کا نکاح اپنے V سے کرا۔ اپنی بیوی کی لڑکی اپنے صا n ا دے کو نکاح کر دی۔“

﴿فتاویٰ نوریہ، جلد: 2، ص: 433، مطبوعہ: بصیر پورا دکاڑہ﴾

حقیقی بھائی کی رضاعی بہن سے نکاح

سوال: 98

ایہ بچے نے ایہ عورت کا دودھ پیا۔ اس بچے کے بڑے بھائی کا رشتہ اس عورت کی لڑکی سے ہے کیا یہ شادی ہوسکتی ہے۔ اے مہربانی اس بات کی شرعی تصدیق فرما دیجئے کہ یہ شادی جاہل ہے یا نہیں؟ ﴿تحسین، مکان نمبر 2-65 قصبہ موڑ، کراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں۔ صدقِ بیان سائل جس بچے نے عورت کا دودھ مدتِ رضا (یعنی ڈھائی سال کی عمر -) پیا تو اس بچے کی رضا (**) ہے اور اس عورت کی تمام اولاد خواہ وہ دودھ پلانے سے پہلے کی ہو بعد کی اس شوہر سے ہو۔ دوسرے شوہر سے وہ & اس دودھ V والے کے لئے رضاعی بہن بھائی ہو گئے اور ان میں سے کسی کی شادی اس دودھ V والے سے نہیں ہوسکتی۔ لیکن اس کے دوسرے بھائی بہن جنہوں نے اس عورت کا دودھ نہیں پیا اس سے رضا () کا کوئی رشتہ نہیں ہے۔ لہذا ان کے آپس میں نکاح جاہل ہے۔ علامہ علاؤ الدین حنفی لکھتے ہیں:

(وتحل اخت اخيه رضاعاً)----- کأن يكون لاختيه رضاعاً اخت نسباً وبهما۔

﴿ردالمحتار على الدر المختار: جلد: 4، ص: 301، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”حقیقی بھائی کی رضاعی بہن رضاعی بھائی کی حقیقی بہن رضاعی بہن سے نکاح جائز ہے۔“
امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال کیا کہ: نیا بکر کا چچا زاد بھائی ہے اور رضاعی بھی نیا کے صرف ایک حقیقی چھوٹا بھائی ہے اور بکر کے ایک چھوٹا بھائی اور ایک بہن جو کہ حقیقی ہیں اور بکر کی بہن دونوں بھائیوں سے چھوٹی ہے تو نیا کے چھوٹے بھائی کا نکاح بکر کی چھوٹی بہن سے جائز ہے یا نہیں؟ چوہدری اور بکر آپس میں رضاعی بھائی ہیں۔

جواب میں لکھتے ہیں: بکر نے نیا کی ماں کا دودھ پیا ہے تو نیا اور اس کا بھائی بکر کے بھائی ہوئے نہ کہ خواہر بکر کے اور نیا نے بکر کی ماں کا دودھ پیا ہے تو نیا خواہر بکر کا بھائی ہو انہ کہ نیا کا بھائی بہر حال نیا کے بھائی اور بکر کی بہن میں نکاح جائز ہے لقولہم تحل اخت اخیه رضاعاً (فقہاء کے قول کے مطابق بھائی کی رضاعی بہن حلال ہے)، واللہ تعالیٰ اعلم

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد: 11، ص: 279، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

لاعلمی میں بہن بھائی کا نکاح

سوال: 99

کچھ دن پہلے ہمارے محلے میں ایک عجیب و غریب واقعہ پیش آیا۔ ہوا یوں کہ ہمارے محلے میں ایک لڑکی کی شادی ہو کر آئی، شادی کے چھ ماہ بعد ان دونوں کو پتہ کہ وہ آپس میں بہن بھائی ہیں، جو تین سال کی عمر میں بچھڑ گئے تھے، یہ بات معلوم ہوتے ہی لڑکی نے خودکشی کر لی، جبکہ لڑکا دبی H اور وہیں شفٹ H کہ یہاں شرمندگی نہ ہو۔ اب ایسے میں اسلام کیا کہتا ہے، کیا وہ لڑکا گنہگار ہے یا نہیں؟ ﴿نبیل بھٹی، لاڑکانہ﴾

جواب:

صورت مذکورہ میں وہ لڑکی لڑکی شرعاً H گار نہیں ہیں، انہیں نکاح کے وقت اس کا علم نہیں تھا، ہم اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے رہیں، لڑکی کا خودکشی کرنا شرعاً فعل حرام ہے، اس کے لئے اللہ تعالیٰ کی رگاہ میں عفو و مغفرت کی دعا کرتے رہنا چاہئے۔ البتہ ان کا نکاح کرانے والوں اور شرکاء مجلس نکاح کو ان دونوں کے اس بھائی بہن کے رشتے کا علم تھا، اور انہوں نے اسے حلال جان کر کیا تو کفر ہے، توبہ کریں اور توبہ ایمان و توبہ نکاح کریں، اور ان سے حرام قطعی جا... ہوئے کیا، تو وہ باسق و فاسق ہیں، توبہ کریں اور اللہ کے غضب سے ڈریں۔ اور ان کا نکاح کرانے والوں اور شرکاء مجلس نکاح کو بھی اس رشتے کا علم نہیں تھا، تو پھر وہ بھی عند اللہ معذور ہیں، بہر حال اللہ تعالیٰ سے توبہ کرتے رہیں اور معافی مانگتے رہیں۔ بقی نکاح کرنے والا بھائی چوہدری بہن کے رشتے سے لاعلم تھا، اس لئے معاشرے کو چاہئے کہ جو عند اللہ معذور ہو، اسے 5 مت نہ کریں۔

تحلیل شرعی کے لئے زوج غیر کے ساتھ نکاح صحیح ضروری ہے

سوال: 100

۱۔ لڑکی ”ک“ کا نکاح بنام ”الف“ سے ہوا۔ شادی کے تقریباً سات سال بعد اس کے خا کے ”ک“ اس کو تجویزی طوہپ تین طلاقیں دے دیں اور حق مہر وعدت کے تمام واجبات ادا کر دیئے۔ ۱۔ سال کے بعد دونوں میں مفاہمت کے امکا ت پیدا ہو گئے اور ”تحلیل شرعی“ کے لئے راضی ہو گئے۔ جس کے لئے ۱۔ شخص ”ش“ سے غیر مشروط طوہپ نکاح کر لیا، نکاح لڑکی کے والد نے پٹھایا، صرف لڑکی کی والدہ موجود تھی اور کوئی گواہ نہیں تھا، اس شخص یعنی ”ش“ نے ازدواجی تعلقات بھی تین مرتبہ قائم کئے، لیکن اس نکاح کو پوشیدہ رکھا۔ ۱۔ ماہ بعد اپنی مرضی سے بغیر کسی ڈیڑھ شرط، اس نے ”ک“ کو فونپ اس کے والد کے رو۔ و تین طلاق دے دیں اور لڑکی نے عدت بھی مکمل کر لی۔ اب لڑکی ”ک“ ڈیڑھ رہ اپنے سابقہ شوہر ”الف“ سے نکاح کڑ چاہتی ہے۔ اب ڈیڑھ فت یہ کڑ ہے کہ یہ تحلیل شرعی کے لئے کیا نکاح در & ہوا یہ نہیں؟ اور اب ”ک“ اپنے سابقہ شوہر ”الف“ سے ڈیڑھ رہ نکاح کر سکتی ہے؟

﴿ایم۔ سین عا قریشی، ظم، د، کراچی﴾

جواب :

نکاح کا اعلا 6 طوہپ ہوا، نکاح کے مستحبات میں سے ہے، اور دو گواہوں کی موجودگی میں ہوا۔ شرائط نکاح میں سے ہے، جیسا کہ اعلان نکاح کے حکم میں حدی مبارکہ میں ہے:

عن عائشة رضی اللہ تعالیٰ عنہا قالت: قال رسول اللہ ﷺ: أَعْلِنُوا هَذَا النِّكَاحَ وَاجْعَلُوهُ فِي الْمَسَاجِدِ وَاضْرِبُوهُ

عليه بالدفوف۔ ﴿سنن ترمذی، رقم الحديث: 1089﴾

، ترجمہ: ”حضرت عائشہ صد ا رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے فرمایا: کہ حضور اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: لوگو! نکاح کا اعلان کیا کرو (یعنی اس کی تشہیر کیا کرو) اور مسجدوں میں نکاح کیا کرو اور اس کی تشہیر کے لئے دف بجایا کرو۔“

نکاح کے منعقد اور صحیح ہونے کی شرط یہ ہے کہ دو مسلمان گواہوں کے سامنے مجلس نکاح میں اب و قبول کیا جائے، امام اعظم ابو حنیفہ، امام احمد اور امام شافعی رحمہم اللہ کا یہی مسلک ہے، اور ان ائمہ ثلاثہ کی دلیل یہ حدی ہے:

عن ابن عباس ان النبی ﷺ قال: البغايا اللاتي ينكحن انفسهن بغير بينة۔

، ترجمہ: ”حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: کار عورتیں وہ ہیں جو بغیر گواہوں کے اپنا نکاح کرتی

ہیں۔“ ﴿سنن ترمذی، رقم الحديث: 1103﴾

شیخ الاسلام۔ ہان الدین ابوالحسن علی بن ابی بکر الفرغانی لکھتے ہیں:

ولا ینعقد نکاح المسلمین الا بحضور شاهدين حرين عاقلین بالغین أو رجل وامرأتین۔

جمہ: ”مسلمانوں کا نکاح منعقد نہیں ہوتا۔“ #۔۔ وہاں دو آزاد عاقل و بالغ مسلمان مرد گواہ آئے۔ مرد اور دو عورتیں بطور گواہ موجود نہ ہوں۔“

اس کی شرح میں علامہ کمال الدین ابن ہمام لکھتے ہیں:

أما اشتراط الشهادة فلقوله ﷺ ”لا نكاح الا بشهود“۔

جمہ: ”پس شہادت (گواہوں) کی شرط نبی کرم ﷺ کے اس قول کے مطابق لگائی گئی ہے کہ ”گواہوں کے بغیر نکاح (منعقد) نہیں۔“ ﴿فتح القدیر مع ہدایہ، جلد 3، ص: 190، 191 مطبوعہ: مزاہل سنت، کاترنا، گجرات، ہند﴾

علامہ سرحدی حنفی لکھتے ہیں: ہمیں رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث پہنچی ہے کہ ”لا نکاح الا بشهود۔“ (گواہوں کے بغیر نکاح نہیں ہوتا) اور ہمارے علماء (حنفیہ) اسی حدیث پر عمل کرتے ہیں اور امام مالک، ابن ابی لیلیٰ، اور عثمان بہتی رحمہم اللہ یہ کہتے ہیں کہ نکاح میں گواہ شرط نہیں بلکہ اعلان شرط ہے حتیٰ کہ بچوں اور مجنونوں کے سامنے بھی نکاح کا اعلان کر دیا تو نکاح درجہ ہوگا اور گواہوں کو یہ حکم دیا۔

کہ وہ گواہی ظاہر نہ کریں تو نکاح درجہ نہیں ہوگا۔“ ﴿المبسوط، جلد 5، ص: 31، مطبوعہ: دارالمعرفة، بیروت﴾

صحت نکاح کے لئے گواہوں کا ہونا شرط ہے، یعنی دو آزاد عاقل و بالغ مسلمان مرد آئے۔ مرد اور دو عورتیں ہونا ضروری ہے، اور مذکورہ صورت میں لڑکی کے والد نے نکاح چڑھایا اور گواہ کی صورت میں صرف ایک عورت (یعنی لڑکی کی والدہ) موجود تھی، گواہی کا » ب مکمل نہیں، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

لان النکاح بغیر شہود فاسد لا باطل۔ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 26، ص: 28، رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

جمہ: ”گواہوں کے بغیر نکاح فاسد ہے۔“

سوال میں بیان کردہ صورت سے واضح ہے کہ دوسرا نکاح ”ش“ سے تحلیل شرعی کی غرض سے چڑھایا اور تحلیل شرعی کا امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز درمختار (جلد 5 ص: 34-36، مطبوعہ بیروت) کی ایک عبارت کی تلخیص فرماتے ہوئے لکھتے ہیں: ”درمختار میں ہے: لا ینکح مطلقۃ بالثلاث حتیٰ یطأھا غیرہ بنکاح نافذ خرج الفاسد والموقوف، جمہ: ”تین طلاقیں سے مطلقہ عورت سے دہرا اس وقت۔۔ نکاح نہیں ہو سکتا۔“ #۔۔ دوسرا نکاح (شرعی طور پر) فساد (اور منہج) نکاح کے ساتھ اس عورت سے جماع نہ کر لے، صحیح اور فساد اور نکاح موقوف خارج ہے۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ، جلد 12، ص: 423، رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

صورت مذکورہ بالا میں # نکاح صحیح طور پر منعقد ہی نہیں ہوا تو وہ عورت طلاق کا محل ہی نہیں بنی، لہذا طلاق کیسے منہج ہوگی؟ اور اس سے شوہر اول کے لئے حلت کیسے ہوگی؟ اس خاتون، اور اس کے ساتھ نکاح فاسد میں شریہ شخص اور دہرا شرکاء معاملہ کو اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہئے۔ اور ”تحلیل شرعی“ اب بھی از روئے قرآن ”زوج غیر“ کے ساتھ غیر مشروط نکاح اور پھر اس کا اپنی مرضی سے طلاق دینا اور عدت کا رچنا ضروری ہے۔

12 مئی کو میرے چھوٹے بھائی نے شادی کی لیکن شادی کے بعد سے اب۔۔ وہ اس کے ساتھ ازدواجی تعلقات استوار نہیں کر سکا، لڑکی والوں کا کہنا ہے کہ اب لڑکی کی شادی لڑکے کے بڑے بھائی سے کر دی جائے اور وہ اس کے لئے تیار نہیں ہے۔ ہم یہ چاہتے ہیں کہ لڑکی والے ہم کو وقت دیں کہ ہم اس کا علاج کروا سکیں لیکن لڑکی والے اس کے لئے تیار نہیں ہو رہے ہمیں یہ معلوم کڑا ہے کہ اس صورت میں کیا کڑا ہوگا؟ عدت سے متعلق کیا حکم ہے؟ اور کیا یہ نکاح جاہل ہے؟ نہیں؟ ﴿جاہل، اورنگی، کراچی﴾

میری بیٹی کی شادی 12 مئی کو ہوئی اور لڑکا حق زو۔ A ادا کرنے کی صلا A نہیں ر۔ اس صورت میں ہم اس کے بھائی سے نکاح کڑا چاہتے ہیں۔ یہ عدت کڑا ہوگی کوئی کفارہ ہوگا؟ ﴿محمد شریف، اورنگی، کراچی﴾

جواب:

جو شخص اپنی بیوی کے ازدواجی حقوق ادا کرنے کی اہلیت نہ ر ہو، اسے اصطلاح فقہ میں ”عنین“ کہتے ہیں۔

عبدالرزاق عن معمر عن الزہری عن سعید بن المسیب قال: قضی عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ فی الذی لا یتطیع

النساء ان یؤجل سنة، قال معمر: وبلغنی انه یؤجل سنة من یوم ترفع امرها۔

ترجمہ: امام عبدالرزاق اپنی سند کے ساتھ سعید بن مسیب سے روایہ فرماتے ہیں: حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ ایسے شخص کے * رے میں کہ جو اپنی عورت پر (جماع کی) قدرت نہ ر ہو، کڑے میں فیصلہ فرماتے کہ اس کو ایہ سال کی مدت دی جائے، معمر فرماتے ہیں کہ مجھے یہ بت پہنچی کہ اس کو ایہ سال کی مدت اس روز سے دی جائے گی کہ جس دن یہ معاملہ قاضی کے پاس پہنچا۔“

﴿مصنف عبدالرزاق، رقم الحدیث: 10720﴾

امام احمد رضا قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

عورت بے موت یہ طلاق نہیں ہو سکتی ا۔ چہ مرڈا مرد ہو، ہاں چارہ کار حاکم شرعی کے یہاں دعویٰ ہے، وہ اس ثبوت e کے بعد کہ مرد اس پر قادر نہ ہو، مرد کو ایہ سال کی کامل مہلت دے کہ اپنا علاج کرے، اس سال میں عورت مرد سے ب۔ اندر ہے ا۔ سال ا۔ ر جائے، اور اب بھی قادر نہ ہو، عورت پھر دعویٰ کرے اور حاکم پھر ثبوت e کے بعد عورت سے پوچھے کہ تو اپنے شوہر کے پاس رہنا چاہتی ہے یا اپنے N کو اختیار کرتی ہے، ا۔ عورت فوراً ب۔ خیر کہہ دے کہ میں نے اپنے N کو اختیار کیا، تو حاکم ان میں تفریق و ب۔ الیٰ کر دے، یہ تفریق طلاق ہوگی، اور اب بعد عدت عورت دوسرے سے نکاح کر سکے گی ورنہ نہیں، یہ حکم عورت کی جاہل ہے، رہا مرد، اسے حکم شریعت ہے کہ # وہ عورت کا حق ادا نہیں کر سکتا تو اس پر فرض ہے کہ عورت کو طلاق دے دے، نہ دے گا تو گنہگار و مستحق عذاب ہوگا۔ واللہ اعلم

﴿فتاویٰ رضویہ، جلد: 12، ص: 488﴾

سوال میں بیان کردہ واقعات A در & ہیں، تو شوہر کو چاہئے کہ اپنی بیوی کو فی الفور طلاق دے دے، ورنہ وہ گنہگار ہوگا اور مستحق عذاب ہوگا اور شوہر کے گھر والوں کو چاہئے کہ وہ اسے۔ ضا و رغبت طلاق دینے پر آمادہ کریں، A وہ اس کے۔ جو طلاق دینے پر آمادہ نہ ہو تو پھر بیوی عدا { سے رجوع کرے اور عدا { شوہر کو ای۔ سال کا وقت دے، A وہ اس ای۔ سال کے دوران اپنی اہلیت مباشرت سے نہ کر سکے، تو عدا { نکاح فسخ کر دے گی اور عدت آنے کے بعد عورت آزاد ہوگی، جہاں چاہے اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے۔

☆ ہمیں حرمتِ مصاہرت سے متعلق دو سوالات موصول ہوئے M وارپیش: مت ہیں۔

حرمتِ مصاہرت زنا سے بھی ثابت ہوتی ہے

سوال: 102

میں ای۔ رات جلسے میں شر! کرنے کے بعد کافی دیر سے گھر آیا تو & گھر والے سوچکے تھے، میں اپنے کمرے میں داخل ہوا اور اپنے بستر پر لیٹا۔ میں نے لا\$ لگانے کی ضرورت محسوس نہیں کی۔ معمول کے مطابق میری چاچا کی کے ساتھ بیوی کی چاچا کی ہوتی ہے۔ مجھے کچھ خواہش ہوئی جس کی وجہ سے میں نے اپنا ہاتھ بیوی کی طرف بٹھایا اور میں نے اس کے g ہاتھ پھیرا، بعد ازاں قمیص کے + بھی ہاتھ داخل کیا تو اچا۔ مجھے خیال آیا کہ یہ میری بیوی نہیں ہے۔ میں نے لا\$ لگائی تو فی الواقع وہ میری بیوی نہ تھی بلکہ میری ساس تھی جو بیوی کی جگہ لیٹی ہوئی تھی اور ساتھ میں میری بچی بھی سو رہی تھی۔ اس کے بعد میں نے فوراً توبہ واستغفار کیا۔ میں نے خفی علماء کرام سے اس مسئلے کے \$ دفت کیا تو انہوں نے کہا کہ تمہاری بیوی اب تم پر حرام ہے۔: ارا آپ اس مسئلے کو مفصل و مدلل تحریر فرما کر میری پیشانی کا شافی حل بتائیے۔ میرے & رشتے دابہ بٹے غصے میں ہیں، جو بھی حکم از روئے قرآن وحدی\$ ہے اس سے ہمیں اپنے فتویٰ کے ذریعے آگاہ فرمائیے۔“ ﴿محمد عبدالرحمن، بنوں، صوبہ سرحد﴾

جواب :

وہ عورتیں، جن سے نکاح حرام ہے، ان کو 9 قسم پر منقسم کیا جاتا ہے، جس میں ای۔ قسم حرمتِ مصاہرت ہے، مرد و عورت ای۔ دوسرے کو شہوت سے چھو N ای۔ دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھیں، تو عورت کے اصول و فروع مرد پر حرام ہو جا N گے۔ اور مرد کے اصول و فروع عورت پر حرام ہو جا N گے، اس کو حرمتِ مصاہرت کہتے ہیں۔ یہ حرمت ہمیشہ کے لئے ہوگی، اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَأَمَّهتُ نِسَاءَكُمْ وَرَبَّائِكُمُ الَّتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ الَّتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ۔ ﴿النساء: 23﴾

ترجمہ: ”(اور تم پر حرام کی گئی ہیں) تمہاری بیویوں کی ما N، اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔“ قرآن کریم نے ان عورتوں کو بھی حرام کیا ہے، جن کی ماں کے ساتھ نکاح کر کے بغیر نکاح و طہ کر لی گئی ہو اور شہوت کے ساتھ

چھٹو: بھی وطی کے حکم میں ہے، شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی حرمت مصاہرت* \$ ہو جاتی ہے، اس کے رے میں علامہ A م الدین لکھتے ہیں: **و كما تثبت هذه الحرمة بالوطء تثبت باللمس والتقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة۔**

، جمہ: ”حرمت مصاہرت، جس طرح وطی (مباشرت) سے* \$ ہوتی ہے، اسی طرح شہوت کے ساتھ چھونے، بوسہ e اور فرج (شرمگاہ) کی طرف A کرنے سے بھی* \$ ہوتی ہے، جیسا کہ ”ذخیرہ“ میں ہے۔

﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1 ص: 275-274، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

علامہ ابن عثیم شامی لکھتے ہیں: **(ولا فرق فيما ذكر) وبين اللمس والنظر بشهوة بين عمد ونسيان وخطاء واکراه۔**
، جمہ: ”کسی عورت کو شہوت کے ساتھ چھو* (شرمگاہ کو بنظر شہوت) دیکھا حرمت* \$ ہو جائے گی، اچہ یہ کام جان بوجھ کر کیا ہو، بھولے سے ہو، غلطی سے ہو* نہ۔ دستی کرا* H ہو، ہر صورت میں حرمت* \$ ہو جائے گی۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار، فصل فی المحرمات، جلد 2 ص: 306 مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

علامہ A م الدین لکھتے ہیں:

ثم لا فرق في ثبوت الحرمة باللمس بين كونه عامدا أو ناسيا أو مكرها أو مخطئا كذا في فتح القدير۔
، جمہ: ”پھر کوئی فرق نہیں* کہ اس کا چھٹو، خواہ (یہ فعل) جان بوجھ کر ہو* بھول کر ہو* اس سے نہ۔ دستی کرا* H ہو، غلطی سے ہوا ہو، ہر صورت حرمت مصاہرت* \$ ہو جائے گی۔“

لہذا۔ # بیوی کی ماں کو شہوت سے چھولیا تو بیوی اسی وقت حرام ہوگئی اور بیوی کی ماں تو پہلے سے ہی حرام تھی، اب دونوں ماں بیٹی ہمیشہ کے لئے حرام ہو گئیں کہ ان سے نکاح کی کوئی صورت نہیں ہے۔ متار کہ کے بعد عورت کو اختیار ہے کہ اس شخص کے سوا جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔ متار کے کا طر i یہ ہے کہ شوہر دو گواہوں کے سامنے کہے ”میں نے اپنی بیوی کو چھوڑ* وہ جس سے چاہے نکاح کر سکتی ہے۔“ متار کہ کے بعد عدت شروع ہوگی۔

سوال: 103

میری خالہ دبئی سے آئی ہیں اور اپنی سگی بہن (میری والدہ) کے گھر پٹھری ہیں۔ میری خالہ کی ای۔ بیٹی ہے، میری امی نے خالہ سے میرے بھائی کے لئے ان کی بیٹی کا رشتہ کر لیا نکاح کے چھ سات مہینے* تی تھے اسی دوران خالہ اور بھانجے میں صحبت (*) ہوگئی۔ لیکن بھائی اور خالہ نے ہمیں کچھ بھی نہیں بتایا۔ خالہ بہت ہی گار اوڑ* پنچ وقتہ نازی ہے۔ خالہ کی عمر 32 سال ہے اور بھائی کی عمر 18 سال ہے۔ ہمیں تو کچھ بھی نہیں پتا تھا سات مہینے بعد۔ # لڑکی کے ابو دبئی سے آئے تو ہم & نے مل کر منگنی اور نکاح کر* لیکن رخصتی نہیں ہوئی تھی نکاح کے بعد لڑکی اور لڑکے کا آمنا سامنا تھا نکاح کے تین مہینے بعد لڑکا نے لڑکی سے صحبت کر لی۔ اسی دوران لڑکا اور لڑکی کی آپس میں لڑائی ہوگئی ماموں کے حوالے سے، تو لڑکے نے غصے میں آ کر کہا ”میں تمہیں تین طلاقیں دیتا ہوں ا تم ماموں کے سامنے گئی تو“ طلاق دینے کے بعد کہا کہ تمہیں سمجھ میں آئی کہ میں نے کیا کہا تیسری دفعہ بھی یہی کہا۔ میری خالہ نے خالو کو میرے بھائی کے ساتھ* ک* بت

بتادی اور طلاق والی بت بھی بتادی، خالو نے غصے میں بیٹی کو ماموں کا سامنا کراڈی، کیا طلاق واقع ہوگئی؟ (ای۔ سائل، کراچی) ﴿

جواب :

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ أُمَّهَاتُكُمْ وَبَنَاتُكُمْ وَأَخَوَاتُكُمْ وَعَمَّاتُكُمْ وَخَالَاتُكُمْ وَبَنَاتُ الْأَخِ وَبَنَاتُ الْأُخْتِ وَأُمَّهَاتُكُمُ اللَّاتِي أَرْضَعْنَكُمْ وَأَخَوَاتُكُمُ مِنَ الرَّضَاعَةِ وَأُمَّهَاتُ نِسَائِكُمْ وَرَبَائِكُمُ اللَّاتِي فِي حُجُورِكُمْ مِّنْ نِّسَائِكُمُ اللَّاتِي دَخَلْتُم بِهِنَّ ۔

ترجمہ: ”تم پر حرام کی گئی ہیں تمہاری ماں N اور تمہاری بیٹیاں اور تمہاری بہنیں اور تمہاری پھوپیاں اور تمہاری خالا N اور بھتیجیاں اور بھالیاں اور تمہاری وہ ماں N جنہوں نے تم کو دودھ پلایا اور تمہاری رضاعی (دودھ شری) بہنیں، اور تمہاری بیویوں کی ماں N، اور تمہاری ان بیویوں کی بیٹیاں جن سے تم صحبت کر چکے ہو۔ ﴿النساء: 23﴾

وہ عورتیں، جن سے نکاح حرام ہے، ان کو 9 قسم میں تقسیم کیا جاتا ہے، وہ اسباب جن کے با نکاح حرام ہے ان میں ای۔ قسم © ہے، محرمات نسبہ میں ماں N، بیٹیاں، بہنیں، پھوپیاں، خالا N، بھتیجیاں اور بھالیاں شامل ہیں، ان سے نکاح کڑا، صحبت کڑا اور کسی قسم کا کوئی بھی شہوانی عمل کڑا۔ دائماً حرام ہے۔

دوسرا با حرمت مصاہرت ہے، یعنی مرد و عورت ای۔ دوسرے کو شہوت سے چھو N*۔ ای۔ دوسرے کی شرمگاہ کو دیکھیں، تو عورت کے اصول و فروع مرد پر حرام ہو جا N گے۔ اور مرد کے اصول و فروع عورت پر حرام ہو جا N گے، اس کو حرمت مصاہرت کہتے ہیں۔ یہ حرمت ہمیشہ کے لئے ہوگی، اس کے حلال ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ قرآن کریم نے ان عورتوں کو بھی حرام کیا ہے، جن کی ماں کے ساتھ نکاح کر کے بغیر نکاح طلی کر لی گئی ہو یا انہیں شہوت کے ساتھ چھوا، شہوت کے ساتھ چھونے سے بھی حرمت مصاہرت* \$ ہو جاتی ہے، اس کے رے میں علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

و كما تثبت هذه الحرمة بالوطئ تثبت بالمس والتقبيل والنظر الى الفرج بشهوة كذا في الذخيرة۔

ترجمہ: ”حرمت مصاہرت، جس طرح طلی (مباشرت) سے* \$ ہوتی ہے، اسی طرف شہوت کے ساتھ چھونے، بوسہ e اور فرج (شرمگاہ) کی طرف آ کرنے سے بھی* \$ ہوتی ہے، جیسا کہ ”ذخیرہ“ میں ہے۔“

﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد 1 ص: 274-275، مطبوعہ: مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

اب صورت مسئلہ میں۔ تقبیہ صدق سائل اس کے بھائی نے خالہ سے* کیا اور خالہ تو پہلے ہی حرام تھی اب اس کی اولاد بھی اس پر حرام ہوگئی، اور دونوں کا آپس میں نکاح شروع ہی سے* جا رہا تھا، نکاح منعقد ہی نہیں ہوا، تو طلاق کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، یعنی # وہ خاتون اس لڑکے کے لئے محل نکاح ہی نہیں تھی، تو اس کے ساتھ نکاح ابتداء ہی منعقد نہیں ہو سکتا۔ پس وہ محل طلاق ہی نہیں ہے، کیونکہ طلاق تو نکاح کی بندش کو اٹھانے کا* م ہے، لہذا دونوں کو فوراً علیحدگی اختیار کر لینی چاہیے، اور اللہ تعالیٰ سے توبہ کرنی چاہئے۔

﴿کتاب الطلاق﴾

”دلالتِ حال“ نسبتِ طلاق کے لئے کافی ہے

سوال: 104

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلے کے بارے میں کہ ایہ شخص نے اپنی بیوی سے کہا کہ میں تجھے طلاق دے دوں گا اور پھر کہا طلاق، طلاق، طلاق، ان الفاظ سے طلاق واقع ہوئی یا نہیں؟ ﴿معرفت ص ۵۸۱ ادہ نور العارفین صدیقی، آسٹن، اولڈھم، یو۔ کے﴾

جواب:

فقہائے کرام کی تصریحات کے مطابق وقوعِ طلاق کے لئے نسبت شرط ہے اور نسبت یہ ہے کہ طلاق دیتے وقت شوہر اپنی بیوی کی زو. A کا اظہار کرے، مثلاً یوں کہے کہ میری بیوی کو طلاق ہے یا بیوی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہے کہ اس کو طلاق ہے یا طلاق دیتے وقت بیوی کا ذکر کرے، جس طلاق میں نسبت نہ ہو وہ طلاق واقع نہیں ہوگی، البتہ نسبت کا صریح لفظوں میں چاہیے ضروری نہیں ہے۔ ا/ شوہر کی M طلاق کی ہو، تو بھی طلاق واقع ہو جائے گی۔ علامہ ابن ع. ابن شامی لکھتے ہیں:

ولا يلزم كون الاضافة صريحة في كلامه الخ۔

ترجمہ: ”کلام میں (بیوی کی طرف) نسبت کا صریح ہونا لازمی نہیں ہے۔ آگے چل کر لکھتے ہیں:

لان دلالة الحال قائمة مقام النية الخ۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار ج: 4، ص: 338، 339 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”اس لئے کہ دلا {حال M کے قائم مقام ہے،

نسبت معنوی کی بنا پر وقوعِ طلاق کی مثالیں کتب فقہ میں بکثرت موجود ہیں، شیخ الامام محمد بن محمد بن شہاب المعروف ابن. از کردری حنفی متوفی 827ھ لکھتے ہیں:

قال لها بعد الخلع من ساعته هر سه هر سه اخاف وقوع الثلاث وان لم توجد الاضافة لانه سبق ذكر الطلاق۔

ترجمہ: ”(شوہر نے) بیوی سے خلع کے بعد اسی وقت کہا: ”تین کی تین“، (اس میں) ا/ چہ (بیوی کی طرف) نسبت نہیں چلی گئی، (پھر بھی) تینوں طلاق واقع ہونے کا + بیشہ ہے، کیونکہ طلاق کا ذکر پہلے رچکا ہے۔“

اس کے بعد آگے چل کر لکھا: ”این زن کہ مرا & بسہ“ لایقع وقال ابو بکر العیاض ان نوئ یقع وقال الورشثنی رحمہ

اللہ طلقت امرأته لانه وجدت الاضافة فی اول الکلام۔

ترجمہ: ”(شوہر نے کہا:) یہ جو میری بیوی ہے (اس کو) تین طلاق واقع ہوں، (تو طلاق) واقع نہیں ہوگی، اور ابو بکر عیاض نے کہا: (ا/ شوہر نے) M کی ہے تو واقع ہوگی اور ورشثنی رحمہ اللہ تعالیٰ نے کہا: اس کی بیوی کو طلاق واقع ہو جائے گی، کیونکہ ابتدائے کلام

میں نسبت ہے۔

اس سے پیشتر انہوں نے لکھا: وسئل احمد القلانسی عمن وکزا امرأته فقال ”اینک ینک“ یقع طلاق ثم ذکر ثانیاً وقال ”اینک دو طلاق“ وکذا فی الوکزة الثالثة، قال تطلق ثلاثاً الخ۔

ترجمہ: ”احمد القلا“ سے پوچھا H کہ ایہ شخص نے اپنی بیوی کو مکار کر کہا: ”اس کو ایہ“، تو ایہ طلاق واقع ہو جائے گی، پھر دُعا ذکر کیا اور کہا: ”اس کو دو طلاق“، اسی طرح تیسری مکار کر کہا: ”اسے تین طلاق“، تو (احمد القلا) نے کہا: (اس کی بیوی کو) تین طلاق واقع ہو جائے گی۔“ ﴿فتاویٰ: ازبہ، حاشیہ فتاویٰ عالمگیری ج: 4، ص: 179، 172 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کو@﴾

امام احمد رضا قادری سے دُعا کی H: محمد مظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا، اس کی والدہ نے کہا کہ اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سو رکھاؤ، اسی طرح تین مرتبہ بولی، مظفر نے کہا کہ طلاق دیتے ہیں پھر اس نے بلا قصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا: طلاق، طلاق، طلاق بغیر مخاطب کرنے کسی کو، اب شرعاً صورتِ مسئلہ میں مظفر کی بی بی طلاق پڑے گی یا نہیں؟
جواب میں اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔“

﴿فتاویٰ رضویہ ج: 12، ص: 359، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

مولانا محمد امجد علی رحمۃ اللہ علیہ سے ایہ طویل سوال میں پوچھا H:

ساس نے داماد سے کہا کہ یہ کمینہ پن ہے کوئی اپنی بیوی کو اس طرح نہیں مارتا ہے، تم یہاں سے نکل جاؤ، (شوہر نے) یہ سن کر کہا: طلاق، طلاق، طلاق، اس وقت تک کہ بیوی اپنے چچا کے مکان کے سائبان میں تھی الخ۔
اس کے جواب میں علامہ امجد علی خان صا # رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا:

ا/ چہ تک کے ان الفاظ میں اضافت نہیں ہے اور وقوع طلاق کے لئے اضافت ضروری ہے 1 چوہ ساس کے جواب میں کہا تھا، لہذا تک کے الفاظ کے یہی معنی متعین ہیں کہ تمہاری بیٹی کو طلاق الخ۔ ﴿فتاویٰ امجدیہ، جلد: دوم، ص: 227، 228﴾
صورتِ مسئلہ میں شوہر کے کلام میں ا/ چہ (بیوی کی طرف) نسبت صریحہ نہیں ہے، لیکن چوہ پہلے شوہر نے طلاق دینے کا ارادہ ظاہر کیا ہے، جیسا کہ خط کشیدہ الفاظ سے ظاہر ہے، لہذا اس قرینے کے پیش A صورتِ مسئلہ میں نسبت معنوی پائی گئی اور مذکورہ خاتون کو تین طلاقیں واقع ہو گئیں۔ متکلم کی ”دلا“ { حال“ M کے قائم مقام ہے اور یہاں ”دلا“ { حال“، الفاظ طلاق کی ادائیگی سے پہلے، اربوہ طلاق کا اظہار ہے۔

ازدواجی تعلقات میں کشیدگی اور طلاق

سوال: 105

میرے خا نے دو سال پہلے مجھے ایہ طلاق دی اس کے بعد ہم نے رجوع کر لیا، پھر چھ ماہ بعد انہوں نے مجھے دوسری طلاق دی

اور پھر ہم نے رجوع کر لیا اس کے چار ماہ بعد ای۔*۔ ر۔ #* پاکستان سے میرے بھائی اور بہنوئی نے مجھے مٹا کر بل فون کیا اور میری ان سے *۔ ت ہوئی، # میرے خاٹا گھر آئے تو انہوں نے مٹا کر بل B کر کے پوچھا کہ کیا آج تمہارا پاکستان سے فون آیا تھا، (میں یہ بتاتی چلوں کہ کچھ جھگڑوں کی وجہ سے دونوں خاٹا انوں کی بول چال بند تھی، میرے خاٹا کچھ لکل پسند نہیں کہ میں * یہ فون کریں اور دوسرا یہ کہ وہ بہت شکی، اور وہی طبیعت کے مالک ہیں) خیر۔ # میرے خاٹا نے مجھ سے پوچھا کہ کیا تمہارا *۔ ت ہوئی ہے تمہارے گھر والوں سے میں نے کہا کہ ہاں، انہوں نے کہا کہ کس کس سے ہوئی؟ میں نے کہا کہ بھائی، بہن، امی سے ہوئی (یہ میں نے جھوٹ کہا تھا جبکہ میرے *۔ ت صرف بھائی اور بہنوئی سے ہوئی تھی) پھر انہوں نے کہا کہ کیا بہنوئی سے بھی ہوئی، میں نے *۔ ت نہ واضح کرتے ہوئے کہا کہ شاید ہوئی ہو، کیونکہ مجھے ان کی طبیعت کا *۔ ازہ تھا، انہوں نے کہا ”اچھا! تو گل کیتی تے تو میری بیوی نہیں“۔ بقول میرے خاٹا کے کہ یہ الفاظ میں نے طلاق کی M سے استعمال نہیں کئے۔ بلکہ میرے دل میں یہ تھا کہ بیٹیاں اپنے شوہروں کی اطا (آ۔ ارہوتی ہیں۔ آ تم کو میری عزت کا خیال ہو تو اگلی رات نہ کروگی۔ میں نے یہ مسئلہ۔ # Dues Bury England کے مفتی موسیٰ سے پوچھا! تو انہوں نے کہا کہ آپ کے شوہر سے *۔ ت کرنی پڑے گی کہ *۔ ان کی M کیا تھی۔ پھر میرے خاٹا نے کہا کہ آ میں نے اس کو طلاق دینی ہوتی تو جس طرح پہلی دونوں *۔ ر طلاق کا لفظ استعمال کیا اب بھی کچھ *۔ خیر مفتی صا # نے اجماع کر کے کہا کہ طلاق نہیں ہوئی۔ مجھے کبھی شک *۔ ہے کہ کیا معلوم اس وقت ان کی M کیا ہو۔ بہت ہی نشان رہتی ہوں۔ *۔ میرے خاٹا بہت قسمیں اٹھاتے ہیں۔ اور مفتی صا # کا کہنا ہے کہ یہ پھر اس کا اور اللہ کا معاملہ ہے، آ وہ غلط بیانی کچھ ہے۔ آپ میری صحیح رہنمائی کریں۔ میرے شوہر نے مجھ *۔ بہت گندے الزامات اور بہتان لگائے ہیں، اپنے گھر والوں کے کہنے *۔ اس کی حمایت G اور *۔ میرے خاٹا نے بھی کی۔ اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اب 4 ماہ سے میں نے اپنے خاٹا سے علیحدگی اختیار کی ہوئی ہے، وہ بچوں سے ملنے آتے ہیں *۔ ن نفقہ لکل نہیں دیتے، کہتے ہیں کہ۔ # میں تمہارے ساتھ رہنا چاہتا ہوں، تو تم کیوں الگ رہتی ہو، وہ کہتے ہیں کہ کبھی مجھ کو طلاق نہیں دیں گے۔ چاہے دوسری شادی بھی کر لیں۔ اپنے خاٹا کے *۔ رے میں یہ بتاتی چلوں کہ دینی اعتبار سے *۔ بلد ہیں۔ اور جھوٹے اور لالچی K ن ہیں۔

✽ یہ سیمین، معرفت محمود احمد، مکان نمبر 558، گلی نمبر 16 مرگلہ، اسلام آباد۔ ✽

جواب:

اسلامی تعلیمات کی رو سے میاں بیوی کو ازدواجی *۔ گے۔ ہی حسن سلوک اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ آ۔ رنی چاہئے، ای۔ دوسرے کی خامیوں سے حتی الوسع صرف آ کرنی چاہئے، خاص کر شوہروں کے *۔ رے میں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے کہ آ تمہاری بیٹیاں تمہیں پسند نہ آ N، تو صبر کا مظاہرہ کرو ممکن ہے کہ اس میں تمہارے لئے کوئی بہتری ہو۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان کرهتموهن فعسى ان تکرهوا شياء ويجعل الله فيه خيرا كثيرا ﴿النساء: 19﴾

ترجمہ: ”پھر آ وہ تمہیں پسند نہ آ N، تو قرآن *۔ ہے کہ کوئی چیز تمہیں *۔ پسند ہو اور اللہ اس میں بھلائی رکھے،

اس تمہید کے بعد صورت مسئلہ میں شوہر پہلے دو طلاقیں دے چکا ہے، از روئے شرع شوہر کو مزید *۔ صرف ای۔ طلاق دینے کا حق

ہے، آئندہ کبھی آ شوہر نے ای۔ طلاق دے دی، تو بیوی ہمیشہ کے لئے اس پر حرام ہو جائے گی۔ استفتاء میں درج پنجابی کے خط کشیدہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، صحیح قول کے مطابق آ شوہر ان الفاظ سے طلاق کی ۱۱ کہتا تو بھی طلاق واقع نہ ہوتی۔ فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 386 ہے:

ولو قال "توزن من نئی" لایقع ان نوی وهو المختار

ترجمہ: "آ کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے، تو میری بیوی نہیں ہے، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، آ چہ اس کی ۱۱ طلاق کی ہو اور یہی مختار (مذہب) ہے۔ لہذا نکاح قی ہے، عورت آ شوہر کے ساتھ رہنے پر راضی نہ ہو بشرطیکہ شوہر کی طرف سے کوئی عیب دتی نہ ہو تو ایسی عورت ۶٪ چہ شوہر کے ذمہ لازم نہیں ہے، عالمگیری جلد 1 ص: 545 ہے:

وان نشزت فلا نفقة لها حتى تعود الى منزل الخ۔

ترجمہ: "آ عورت مرد کی فرمائی کرے، تو مرد کے ذمہ اس ۶٪ چہ نہیں ہے، #۔ کہ وہ واپس اپنے شوہر کے ساتھ اس کے گھر میں نہ رہے۔"

طلاق ثلاثہ کے بعد شوہراوی سے نکاح کا حکم

سوال: 106

آپ نے 18 جون کے دین و دانش # c میں ای۔ سائل کے جواب میں مسئلہ طلاق کے ذیل میں بیان فرمایا کہ تین طلاقیں کے بعد عورت سابقہ شوہر سے نکاح نہیں کر سکتی اس کے علاوہ کسی بھی مرد سے نکاح کے سلسلے میں آزاد ہے، پوچھنا یہ ہے کہ آ تینوں طلاقیں دینے کے بعد میاں بیوی اپنے فیصلے پر پشیمان ہوں، اور بچوں وغیرہ کو تباہ ہونے سے بچانے کے لئے دُور رہ گھر بسنا چاہیں، تو شریعت اس کا کوئی حل پیش کرتی ہے؟ کیونکہ ہمارے ضلع میں ای۔ واقعہ ہوا ہے کہ تین طلاقیں کی عدت آنے کے بعد اس عورت کا نکاح کسی * معلوم مرد سے ہوا اور مباشرت کے بعد اس نے طلاق (تین بار) دے دی، اور اس کی عدت آنے کے بعد پھر پہلے مرد سے نکاح کر ڈیا۔ کیا قرآن و # میں ایسے کسی طر z کی گنجائش موجود ہے؟ آ نہیں تو ان لوگوں اور نکاح خواں کا یہ عمل کیسا ہے اور شریعت اس پر کیا حد لگاتی ہے۔ ایسا نکاح کرنے والے امام کے پیچھا ز ہوگی؟ نہیں اور مسجد میں اسے مستقل امام مقرر کیا جائے؟ نہیں؟ اے مہربانی جلد اخبار میں جواب سے نوازیں۔

﴿رشید احمد خان، دکان نمبر 147، انی لکڑ منڈی، منڈی بہاؤ الدین﴾

جواب:

ہمارے حق میں کیا بہتر ہے اور کیا ہوا ہے، یہ بت ہمارا خالق و مالک رب تبارک و تعالیٰ ہم سے بہتر جانتا ہے۔ چنانچہ سورۃ النساء آ 11 نمبر 11 میں احکام ورا# بیان کرتے ہوئے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

اَبَاؤُكُمْ وَاَبْنَاؤُكُمْ لَا تَدْرُوْنَ اَنَّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ط

جمہ: ”تمہارے پاپ اور تمہارے بیٹوں میں سے کون تمہارے نفع کے اعتبار سے تمہارے *یہ قریشی ہے؟“
قرآن میں اللہ تعالیٰ نے جو احکام قطعیت کے طور پر بیان کر دیئے ہیں، ان میں رد و بدل کا کسی کو اختیار نہیں ہے، طلاق کے حوالے سے سورہ بقرہ کی آیت 229 میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الطَّلَاقُ مَرَّتَيْنِ صَ فَإِمْسَاكَ بِمَعْرُوفٍ أَوْ تَسْرِيْعٍ مَّ بِإِحْسَانٍ مَّ

”طلاق کی وہ صورت جس میں شوہر کو طلاق کے بعد اپنی مطلقہ بیوی سے رجوع کا حق حاصل ہے، وہ فقط دو (رجعی) طلاقیں ہیں، پھر (اس کے بعد اس کے پاس دو راستے ہیں) یہ تو معروف طر [سے (رجوع کر کے) اسے اپنے نکاح میں روکے رکھے یہ بھلائی کے ساتھ اس کا راستہ کھلا چھوڑ دے“۔۔۔۔۔ آگے چل کر فرمائیے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط

جمہ: ”ا“ وہ (دو طلاق رجعی کے بعد) - طلاق (اور دے دے) تو اب (تین طلاق کے بعد) وہ مطلقہ عورت اس (سابق شوہر) کے لئے حلال نہیں، یہاں - کہ وہ عورت اس (سابق شوہر) کے علاوہ کسی اور شوہر سے نکاح کر لے، پھر ا“ وہ (زوجہ) نے اپنی مرضی سے) اسے طلاق دے دے، تو (اس عورت اور اس کے سابق شوہر) دونوں پہ کوئی H نہیں کہ ا“ انہیں گمان (غا) ہو کہ وہ (اب د) رہ شروع ہونے والی اپنی ازدواجی زندگی میں (اللہ کی حدود کو قائم رکھ سکیں گے، تو (عدت طلاق) آنے کے بعد لوٹ کر د) رہ نکاح کر لیں۔ اس کے علاوہ ان کے رجوع کی حلال اور جائز ہونے کوئی صورت نہیں ہے۔

الفاظ طلاق

سوال: 107

میرے شوہر شاہنواز احمد خان نے گھر W پریشانیوں سے تنگ آ کر غصہ کرتے ہوئے لفظ طلاق استعمال کیا، جھگڑا اس وجہ سے شروع کیا کہ *چنانچہ ہزار کا مطالبہ کیا یہ کہہ کر کہ میں `جاؤں گا اور تمہیں چھوڑ دوں گا تم نکاح کر 8۔ میں نے کہا میرے دل میں کوئی ایسی بات نہیں ہے، اس پہ کہا کہ میرے دل میں تو ہے۔ 2 جون 2006ء جمعہ کی رات تقریباً ساڑھے دس بجے غصہ کرتے ہوئے کہا کہ ”میں ریحانہ کو طلاق دیتا ہوں، میں ریحانہ کو طلاق دیتا ہوں“، میں نے کہا کہ فریڈ بھائی کو فون کرتی ہوں (میرے چھوٹے جیٹھ ہیں) اور بھائی صا # (میرے بڑے جیٹھ خورشید) کو اس پہ شاہنواز نے کہا کہ ذرا سوچ سمجھ کر فون کھڑ، ا“ دونوں بھائی آجاتے ہیں تو ان کے سامنے تین * رکھ کر قصہ ختم کر دیتا ہوں کہ میں ریحانہ کو طلاق دیتا ہوں اور اپنے کپڑے وغیرہ لے کر شکیل (میرے دیور) کے ہاں `جاؤں گا، پھر میں نے فون نہیں کیا۔ *یہ مذکورہ صورت میں کتنی طلاق واقع ہوئی ہیں؟

﴿ریحانہ بیگم، ماریہ پٹنٹ، تھ کراچی﴾

جواب :

صورت مسئلہ میں۔ تقبیہ صدق سائلہ اس کے شوہر کا یہ قول کہ ”تمہیں چھوڑ دوں گا تم نکاح کر 8۔“ یہ مستقبل میں طلاق دینے

کے ارادے کا اظہار ہے اور شرعاً ارادۂ طلاق، طلاق نہیں ہے۔ طلاق ۴ آت میں سے ہے یعنی شوہر واضح طور پر (بصیغہ حال) کہے کہ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ بصیغہ ماضی کہے ”میں نے تمہیں طلاق دی“، لہذا مذکورہ الفاظ ”تمہیں چھوڑ دوں گا تم نکاح کر 8“ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی۔

پھر سائلہ کے بیان کے مطابق 2 جون، 2006ء کی 8 سائلہ کے شوہر نے دو مرتبہ کہا کہ ”میں ریحانہ کو طلاق دیتا ہوں“ ان الفاظ سے دو طلاق صریحہ واقع ہو گئیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الطلاق مرتن ط فامساك م بمعروف او تسريح باحسان ط ﴿البقرة: 229﴾

ترجمہ: ”طلاق (رجعی) دفع رہے، پھر (عدت میں) حسن سلوک کے ساتھ روک 8 ہے (عدت پوری کرنے کے بعد) احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“

شوہر چاہے تو عدت کے 4 ریہ طرفہ طور پر عقدہ نی کے بغیر رجوع کر سکتا ہے، خواہ محض 3 بی کہہ دے کہ میں نے رجوع کیا۔ ازدواجی تعلق قائم کر لے۔ اور 1 عدت کے 4 رجوع نہ کیا اور عدت 1 رگئی تو وہ عورت اب آزاد ہے، اپنی آزادانہ مرضی سے پہلے شوہر کے ساتھ بھی عقدہ نی کر سکتی ہے اور کسی اور شخص کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے، 1 پہلے شوہر کے ساتھ عقدہ نی کیا تو آئندہ اس کے 4 س صرف 1۔ طلاق کا حق 3 بی رہے گا اور 1: انخواستہ اس نے 1۔ طلاق دے دی تو وہ ان پہلی دو طلاقوں کے ساتھ جمع ہو کر تین طلاقیں ہو جائیگی اور وہ عورت اس پر حرام ہو جائے گی۔ سائلہ کے بیان کے مطابق ”میں نے کہا کہ فریہ بھائی کو فون کرتی ہوں (میرے چھوٹے جیٹھ ہیں) اور بھائی صا 3 (میرے 3 جیٹھ خورشید) کو اس پر شاہنواز نے کہا کہ ذرا سوچ سمجھ کر فون کر، 1 دونوں بھائی آجاتے ہیں تو ان کے سامنے تین 3 رکھ کر قصہ ختم کر دیتا ہوں کہ میں ریحانہ کو طلاق دیتا ہوں اور اپنے کپڑے وغیرہ لے کر شکیل (میرے دیور) کے ہاں جاؤں گا، پھر میں نے فون نہیں کیا“ چوہ 1 یہاں طلاق کو فون کرنے اور دونوں بھائیوں کے آنے پر معلق کیا تھا اور شرط نہیں 3 پی گئی لہذا اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، واللہ اعلم بالصواب۔

مذاکرۂ طلاق

سوال: 108

میری شادی کو 1۔ سال سے 3 یہ عرصہ 1 ہے جبکہ میری بیٹی تین ماہ کچھ دن کی ہے۔ 3 سے میری شادی ہوئی ہے گھر میں لڑائی جھگڑا رہتا ہے، میرے بھائی اور بہنوں کے میری بیوی سے بہت اختلافات ہیں ابھی دو دن پہلے 3 بت ہے صبح 3 شتہ 3 نم گھر میں جھگڑا 1 میری بھائی کہتے تھے کہ اس کو طلاق دے دو میں نے 3 کو سمجھا 1 لیکن میرے 3 بت کسی نے نہ مانی میں اتنا غصہ کی 3 میں تھا کہ غصہ کی 3 میں 3 طلاق طلاق طلاق کہتا رہا جبکہ میں نے دل سے طلاق نہیں دی بلکہ معاملہ کو ٹھنڈا کرنے کیلئے کہا جبکہ سن کر میری بیوی رونے لگی اور 3 گھر والے بھی رونے لگے میں نے اپنی بیوی کو تھوڑی 3 بعد کہا کہ کچھ بھی نہیں ہوا ہے اور میں اپنی بیوی اور بیٹی کو

سسرال چھوڑ کر* اور میں نے اس سے وعدہ لیا کہ اس جھگڑے کا کسی سے ذکر نہیں کرو گی، میں تمہیں دو چار دن میں کرائے کا گھر لے کر جاؤں گا بلکہ میں اپنی اس حر! شیطانی بہت شرمندہ ہوں۔ ﴿سہیل عمران، الکرم اسکول، بلاک 4 لیاقت*، دہراچہ﴾

بیان زوجہ: میں مسماۃ خالدہ M. ضیاء الحق حلفیہ بیان دیتی ہوں کہ مورخہ 31 مئی 2006ء صبح کے وقت میرے اور میری # کے درمیان گفتگو جھگڑے کی صورت اختیار کر گئی اور* تب* ہتے* ہتے یہ ہوئی کہ میرے دیور نے مجھے گالیاں دیتے ہوئے میرے شوہر سے یہ کہا کہ آپ اسے طلاق دے دیں ہم آپ کی دوسری شادی کر دیں گے اور اس پ میرے شوہر نے ان کو ڈاٹ لیکن وٹ* ر. طلاق دینے پر اصرار کرتے رہا، اس دوران انتہائی غصے میں میرے شوہر نے تین* ر. طلاق، طلاق، طلاق کہا نہ مجھے مخاطب کیا اور نہ ہی میر* اپنا* م لیا۔ ﴿خالدہ M. ضیاء الحق﴾

جواب :

طلاق میں اضافت کا* چا* ضروری ہے خواہ وہ اضافت لفظی ہو* معنوی ہو* کسی ایسے کلام کے جواب میں ہو جس میں اضافت مذکور تھی، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: لکھتے ہیں:

اما وجود الاضافة في اللفظ فاقول على ثلاثة انحاء، الاول تحققها صريحاً في كلام الزوج وهذا الذي ذكر الحلبي والطحاوي امثله كقوله انت طالق او طلقنتك او هذه او زينب او بنت زيد او ام عمرو او اخت بكر او امرأتی طالق، الثاني تحققها فيه لاجل كونه جواباً لكلام تحققت فيه فتحقق في الجواب ايضاً لان السؤال معاد في الجواب وهذا مافى الهندية عن الخلاصة قالت طلاق بدست تو است، مرا طلاق كن فقال الزوج طلاق مي كنم وكرر ثلثا طلقت ثلثا اهـ۔ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد 12 ص: 344.345 مطبوعہ رضافا* C﴾

ترجمہ: * لفظوں میں اضافت کا موجود ہو* فاقول (تو میں کہتا ہوں) یہ تین طرح ہوتی ہے: اول یہ کہ خا* کے کلام میں صراحۃً* ئی جائے وہ یہ ہے جس کی مثالیں علامہ حلبي اور علامہ طحاوی نے یہ ذکر کی ہیں، مثلاً تو طلاق والی ہے، میں نے تجھے طلاق دی (بیوی کو اشارہ کرتے ہوئے) اسکوت* م لے کر، N. کو، نیا کی بیٹی کو، عمرو کی ماں کو، بکر کی بہن کو، میری بیوی کو طلاق۔ دوسری صورت، یہ کہ طلاق کے الفاظ کسی ایسے کلام کے جواب میں ذکر کئے جا N جس میں اضافت مذکور تھی تو اس وجہ سے وہ اضافت جو* طلاق کے الفاظ میں متحقق ہو گی، کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہو* ہے، اس کی مثالیں ہندیہ میں خلاصہ سے منقول ہیں، مثلاً بیوی کہے ”طلاق تیرے ہاتھ میں ہے مجھے طلاق دے“۔ تو جواب میں خا* کہے ”میں نے طلاق دی“ تین دفعہ تکرار کیا تو تین طلاقیں بیوی کو پڑیں گی۔ اھت

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: سے سوال کیا H:

محمد مظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا اس کی والدہ نے کہا کہ! اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سو رکھاؤ، اسی طرح تین مرتبہ بولی، مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں، پھر اس نے بلا قصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا طلاق طلاق طلاق،، بغیر مخاطب کرے کسی کو۔ اب شرعاً صورت مسئلہ میں مظفر کی بی بی پر طلاق پڑے گی یا نہیں؟ جواب میں لکھتے ہیں:

”تین طلاقیں ہو گئیں، بے حلالہ اس کے نکاح میں نہیں آسکتی، واللہ تعالیٰ اعلم۔“

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 12 ص: 360 مطبوعہ رضافا کتب خانہ C﴾

صورتِ مسئلہ میں۔۔ صدقِ بیانِ سائل اور حلفیہ اقرارِ زوجہ، صورتِ مسئلہ میں مذاکرہ طلاق موجود ہے اور جیسا کہ بے اضافت طلاق کی صورتوں میں سے دوسری صورت یہ ہے کہ: طلاق کے الفاظ کسی ایسے کلام کے جواب میں ذکر کئے جا N جس میں اضافت مذکور تھی تو اس وجہ سے وہ اضافت جوڑا۔ طلاق کے الفاظ میں متحقق ہوگی، کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے۔ آپ کے تحریری وڑنی بیان کے مطابق کہ ”میرے بھائی کہتے تھے کہ اس کو طلاق دے دو میں نے & کو سمجھا لیکن میرے بھائی نے نہ مانی میں اتنا غصہ کی حا { میں تھا کہ غصہ کی حا { میں کئی۔ رطلاق طلاق طلاق کہتا رہا،“ آپ کا لفظ طلاق کہنا آپ کے بھائی کے کلام کے جواب میں تھا، اسی کو اصطلاح فقہاء میں مذاکرہ طلاق کہتے ہیں، لہذا تین طلاق مغلطہ واقع ہو گئی ہیں۔

تین طلاق کا حکم

سوال: 109

میں روبینہ انجم سجانی M۔ سبحان خان میری شادی محمد افسر سے 28 مارچ 1986ء کو * پائی ہم دونوں فقہ حنفی سے تعلق رکھتے ہیں، 10 سال پہلے میرے شوہر نے غصے میں آکر ا - ہی نشست میں مجھے کئی۔ یہ لفظ ادا کئے ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“۔ اس واقعے کا کوئی گواہ نہیں ہے، پھر وہ مکتبہ اہل حدیث سے فتویٰ لے آئے کہ تین طلاق سے ا - ہی طلاق واقع ہوئی ہے ہم پھر ساتھ رہنے لگے، اس کے بعد وہ مجھے تشدد کرتے اور کہیں آنے جانے بھی نہیں دیتے۔ میں مجھے بندر p، اس واقعے کے 7 سال بعد انہوں نے 5 مرد اور 7 خواتین کی موجودگی میں قبلہ رو ہو کر کلمہ پڑھا اور کہا ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں، میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“۔ میرے چار بچے ہیں، بڑے W کی عمر 18 سال، 12 سال کی ا - بیٹی، 10 سال کا ا - C پھر 8 سال کی بیٹی، تین چھوٹے بچے میرے بغیر نہیں رہتے اور میرے ساتھ ہیں وہ (بچوں کے والد) کو 6% چہ بھی نہیں دیتے اور تشدد کر کے بچے چھین کر لے جاتا ہے، قرآن و E کے حساب سے۔ پاپ بچوں کو 6% چہ کیا ہے؟ ﴿روبینہ انجم، روئی آین سٹی بلاک 18 گلستان جوہر، کراچی﴾

جواب :

صورتِ مسئلہ میں۔۔ تقدیر صدق سائلہ مذکورہ شخص نے اپنی منکوحہ کو دس سال قبل جو تین طلاق دیں وہ مؤثر ہیں اور نیا طلاق اسی وقت واقع ہو گئی ہے اور۔۔ وجود فقہ حنفی سے تعلق رکھنے والے p کے، غیر مقلدین سے فتویٰ 8 محض ہوائے N کی پیروی اور جہا { ہے اور اس کے بعد جتنا عرصہ ساتھ ا - اراوہ & حرام اور۔۔ میں شمار ہوگا، آپ نے لکھا ہے کہ پہلے R۔ # آپ کے شوہر نے تین طلاقیں دیں، تو اس کے گواہ نہیں ہیں، عند اللہ طلاق واقع ہونے کے لئے گواہوں کی موجودگی، لازم نہیں ہے، آپ کے بقول آپ کے شوہر مسلک اہل حدیث سے فتویٰ لے آئے کہ ا - مجلس میں تین طلاق دینے سے ا - ہی طلاق واقع ہوتی ہے، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ پہلے۔۔ بھی تین طلاق

دینے کا اقرار کرتے ہیں اور یہ اعتراف قضاء طلاق کے لئے مؤثر ہونے کے لئے کافی ہے۔ بچوں کی کفا { اور پ ورش کا حق اولاً ماں کو حاصل ہے۔ علامہ علاء الدین حنفی درمختار میں لکھتے ہیں:

تربية الولد (تثبت للام)۔ ﴿جلد نمبر 5، ص: 203 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

، جمہ: ”حق حضاً \$ (نگہداشت & کا حق) نسبی ماں کو حاصل ہے۔

ا/ مطلقہ ماں کی عدت ختم ہو چکی ہو اور وہ بچے کی پ ورش %t کا تقاضہ کرے %t ت دیٹا پ کے ذمے وا۔ # ہے، البتہ ا/ وہ عدت میں ہو %t غیر مطلقہ ماں %t کا تقاضا کریں تو ایسی صورت میں وہ %t کا مطالبہ نہیں کر سکتیں۔ درمختار میں ہے:

(وتستحق الحاضنة) اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوحة ولا معتدة (لابیہ۔

، جمہ: ”بچے کی پ ورش کرنے والی عورت پ ورش کرنے کی %t کی مستحق ہوتی ہے، بشرطیکہ وہ بچے کے پ کی منکوحہ نہ ہو اور نہ ہی وہ بچے کے پ کی مطلقہ معتدہ ہو۔“ ﴿جلد نمبر 5، ص: 209 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

* لنگی آزاد ہے چاہے ماں کے ساتھ رہے * پ کے ساتھ * لنگ بچوں کی نگہداشت & کا حق ماں کو حاصل ہے اور ان کا نفقہ * پ کے ذمہ ہے، نفقہ * پ کی مالی حیثیت کے مطابق طے ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف ط لا تكلف نفس الا وسعها ج ﴿البقرہ: 233﴾

، جمہ: ”اور جس کا بچہ ہے اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہنانا ہے کسی شخص کو اس کی طاقت سے * یہ مکلف نہیں کیا جائے گا۔“ اور دوسرے مقام پ ارشاد فرمایا

لينفق ذو سعة من سعته ط ومن قدر عليه رزقه فلينفق ممّا آتاه الله ب لا يكلف الله نفساً الاّ ما آتھا ط ﴿الطلاق: 7﴾

، جمہ: ”گنجائش والے کو چاہئے کہ وہ اپنی گنجائش کے مطابق %t چہ دے اور جس پ رزق کی تنگی ہو تو وہ اسی میں سے نفقہ دے جو اللہ نے اسے * اللہ کسی شخص کو تکلیف نہیں دیتا 1 اسی کے مطابق جو اسے * ہے۔“ علامہ علاء الدین حنفی لکھتے ہیں:

فتستحق النفقة (بقدر حالهما)، به يفتى، ويخاطب بقدر وسعه والباقي دين الى الميسرة۔

، جمہ: ”خا * پ دونوں کی حیثیت کے مطابق نفقہ وا۔ # ہوگا، اسی پ فتویٰ * جائے گا، اور خا * اپنی وسعت کے مطابق ادائیگی کا مکلف ہوگا اور جو رقم * تی رہ جائے، تو وہ اس کے ذمہ قرض ہوگا، جس کو اپنی سہو { سے ادا کرے گا۔“ علامہ ابن عا * بن شامی اس کی تشریح میں لکھتے ہیں:

قالفى ”البحر“: واتفقوا على وجوب نفقة الميسرين اذا كانا ميسرين، على نفقة المعسرین اذا كانا معسرین،

وانما الاختلاف فيما اذا كان احدهما موسرا والآخر معسرا، فعلى ظاهر الرواية الاعتبار لحال الرجل، فان كان موسرا

وہی معسرة فعليه نفقة الموسرين، وفي عكسه نفقة المعسرین۔ واما على المفتی به فتجب نفقة الوسط فی المسألتین وهو فوق نفقة المعسرة ودون نفقة الموسرة۔

جمہ: ”بحر“ میں ہے: & کا اتفاق ہے کہ A دونوں خوش حال ہیں، تو ان کے حال کے مطابق خاۓۓ نفقہ وا۔ # ہوگا، اور A دونوں تنگ د & ہیں، تو ان کے حال کے مطابق خاۓۓ نفقہ ہوگا، اور اختلاف صرف اس صورت میں ہے، # دونوں میں سے ای۔ امیر اور دوسرا غریب ہے، ظاہر رواۓ کے اعتبار سے مرد کے حال کا اعتبار ہوگا، پس A خاۓۓ خوشحال ہو، اور زوجہ تنگ د &، تو ان خاۓۓ خوشحالی کا نفقہ وا۔ # ہوگا، اور اس کے عکس ہو تو تنگ دستی کا نفقہ وا۔ # ہوگا، اور مفتی بہ قول یہ ہے کہ درمیانہ نفقہ دونوں مسئلوں میں وا۔ # ہوگا، اور وہ یہ ہے کہ خوشحالی سے کم اور تنگ دستی سے زیادہ ہو..... آگے چل کر لکھتے ہیں:

ويؤيده قول ”البدائع“: حتى لو كان الرجل مفرطاً في اليسار يأكل خبز الحواري ولحم الدجاج والمرأة مفرطة في الفقر تأكل في بيت أهلها خبز الشعير يطعمها خبز الحنطة ولحم الشاة۔

جمہ: ”البحر“ میں ہے: A خاۓۓ انتہائی خوشحال ہونے کی بنا پر صاف ری۔ * اور مرغ کا گوشت & کھاۓۓ ہے اور بیوی انتہائی تنگ دستی کی بنا پر اپنے گھر والوں کے ہاں جو کی روٹی کھاتی ہے، تو خاۓۓ اسے گندم کی روٹی اور بکرے کا گوشت & نفقہ کے طور پر کھانے کو دے۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 5 ص: 226-225 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

ولا بقدر نفقتها بالدراهم والدنانيز على أى سعر كانت بل يقدر بها على حسب اختلاف الاسعار غلا ورخصارعاية للجانبين كذا في البدائع۔

☆ مفہوم: ”نفقہ کا تعین اشیاء ضرورت کی مروجہ قیمت سے صرف A کر کے (ای۔ مستقل معیار کے طور پر) درہم و دینار (روپوں) سے نہیں کیا جاسکتا، کیونکہ ہمیشہ اتنے ہی روپے دیئے جائیں، اس لئے کہ اشیاء ضرورت کی قیمتیں کم و بیش ہوتی رہتی ہیں) بلکہ (ہر دور میں) مہنگائی اور ارزانی کے اعتبار سے نفقہ کا تعین ہوگاۓ کہ جانبین کی رعایا ملحوظ رہے۔ ارزانی و انی دونوں ادوار کے مصارف یکساں ہوں، بلکہ انی میں اس کے لحاظ سے نفقہ کی مقدار ہٹھائی جائے گی اور ارزانی میں کم کی جائے گی۔ ائع الصنائع میں بھی اسی طرح سے ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 547 مکتبہ رشیدیہ، کوٹا﴾

طلاق میں اضافت

سوال: 110

میرا ای۔ مسئلہ ہے کہ ہم دونوں میاں بیوی میں گھر W۔ تپ لڑائی ہوئی۔ بہت ہی شدید غصے میں لڑائی اس قدر ہٹھ گئی کہ ہم دونوں ہوش و حواس کھو چکے تھے، اور میں نے شدید غصے میں اسے دو مرتبہ طلاق، طلاق کہا۔ نہ تو میں نے اپنی بیوی کا م لیا اور نہ ہی یہ کہا کہ تجھے

طلاق، اس طرح کی بجائے لکل نہیں۔ صرف طلاق، طلاق کہا۔ میرے یہ الفاظ کہنے سے پہلے ہم دونوں کے درمیان گالیاں چل رہی تھیں اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹے پہلے۔ # جھگڑا شروع ہوا تو اس وقت کہا تھا کہ مجھے علیحدگی چاہیے جس وقت طلاق کے لفظ کہے اس وقت + کلامی ہو رہی تھی۔ اب ہم دونوں ہی بہت بے یگانہ ہیں ہمارا ڈیڑھ سال کا بچہ ہے۔ اہ کرم قرآن و N کی روشنی میں ہمارے اس مسئلے کا حل بتا N

﴿فیصل خان، بلاک 14 فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

طلاق میں اضافت ضروری ہے، امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: لکھتے ہیں:

اما وجود الاضافة فى اللفظ فاقول على ثلاثة انحاء، الاول تحققها صريحاً فى كلام الزوج وهذا الذى ذكر الحلبى والطحاوى امثله كقوله انت طالق او طلقتك او هذه او زينب او بنت زيد او ام عمرو او اخت بكر او امرأتى طالق، الثانى تحققها فيه لاجل كونه جواباً لكلام تحققت فيه فتحقق فى الجواب ايضاً لان السؤال معاد فى الجواب وهذا مافى الهندية عن الخلاصة قالت طلاق بدست تو است، مرا طلاق كن فقال الزوج طلاق مى كنم وكرر ثلاثا طلقت ثلاثا۔

ترجمہ: * لفظوں میں اضافت کا موجود ہونا فاقول (تو میں کہتا ہوں) یہ تین طرح ہوتی ہے: اول یہ کہ خا کے کلام میں صراحۃً پائی جائے اس کی صورت وہ ہے جو علامہ حلبی اور علامہ طحاوی نے ان الفاظ میں ذکر کی ہیں: مثلاً تو طلاق والی ہے، میں نے تجھے طلاق دی * بیوی کی جان \$ اشارہ کرتے ہوئے کہا کہ میں نے اسے طلاق دی * بیوی * م لے کر کہا کہ (مثلاً اس * م N M ہے) میں نے N کو طلاق دی، * اس کی کنیت کی نسبت سے کہا کہ) میں نے * کی بیٹی کو عمر کی ماں کو بکر کی بہن کو طلاق دی * یوں کہا میری بیوی کو طلاق۔ دوسری صورت یہ ہے کہ طلاق کے الفاظ کسی ایسے کلام کے جواب میں ذکر کئے جائے N جس میں اضافت مذکور تھی، تو اس وجہ سے وہ اضافت جزو طلاق کے الفاظ میں متحقق ہوگی، کیونکہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے، اس کی مثالیں فتاویٰ عالمگیری میں خلاصہ سے منقول ہیں، مثلاً بیوی کہے ”طلاق تیرے اختیار میں ہے مجھے طلاق دے“، تو جواب میں خا کہے ”میں نے طلاق دی“ تین دفعہ تکرار کیا تو تین طلاقیں بیوی کو پٹیں گی اھت۔“

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 12 ص: 344، 345 مطبوعہ رضافا * C﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: سے سوال کیا:

محمد مظفر کا اپنی والدہ سے جھگڑا ہو رہا تھا تو اس کی والدہ نے کہا کہ: ا اپنی بی بی کو نہ چھوڑو گے تو تم سو رکھاؤ، اسی طرح تین مرتبہ بولی، مظفر نے کہا طلاق دیتے ہیں، پھر اس نے بلا قصد غصہ کے ساتھ اپنی والدہ کے سامنے کہا طلاق طلاق طلاق،، بغیر مخاطب کر کے کسی کو۔ اب شرعاً صورت مسئلہ میں مظفر کی بی بی طلاق پڑے گی یا نہیں؟

جواب میں لکھتے ہیں:

تین طلاقیں ہو گئیں، تحلیل شرعی کے بغیر اس کے نکاح میں نہیں آسکتی۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 12 ص: 360 مطبوعہ رضافاٹ C﴾

صورتِ مسئلہ میں:۔ صدقِ بیانِ سائل، چوہِ مذاکرہ طلاق موجود ہے اور جیسا کہ بے اضافت طلاق کی صورتوں میں سے دوسری صورت یہ ہے کہ:

طلاق کے الفاظ کسی ایسے کلام کے جواب میں ذکر کئے جا N جس میں اضافت مذکور تھی تو اس وجہ سے وہ اضافت جوا طلاق کے الفاظ میں متحقق ہوگی، کیوہ جواب میں سوال کا اعادہ ہوتا ہے، اسی کو اصطلاح فقہاء میں مذاکرہ طلاق کہتے ہیں، لہذا طلاق واقع ہوگئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الطلاق مرتن ص فامساك م بمعروف او تسريح باحسان م ﴿البقرة: 229﴾

، جمہ: ”طلاق (رجعی) دوتا رہے، پھر (عدت میں) حسن سلوک کے ساتھ روک8 ہتے (عدت پوری کرنے کے بعد) احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“

شوہر چاہے تو عدت کے * ری - طرفہ طور پہ عقدہ نی کے بغیر رجوع کر سکتا ہے، خواہ محض * نی کہہ دے کہ میں نے رجوع کیا۔ ازدواجی تعلق قائم کر لے۔ اور آ عدت کے * رجوع نہ کیا اور عدت آ رگئی تو وہ عورت اب آزاد ہے، اپنی آزادانہ مرضی سے پہلے شوہر کے ساتھ بھی عقدہ نی کر سکتی ہے اور کسی اور شخص کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے، آ پہلے شوہر کے ساتھ عقدہ نی کیا، تو آئندہ اس کے * س صرف ا - طلاق کا حق * تی رہے گا، کیوہ پہلے دی ہوئی طلاقیں رجوع کے * وجود آئندہ طلاق کے ساتھ جمع ہونے کے لئے مؤثر رہتی ہیں، لہذا شوہر اول کے رجوع * عقدہ نی کے بعد آ : انخواستہ اس نے ا - طلاق دے دی تو وہ ان پہلی دو طلاقیں کے ساتھ جمع ہو کر تین طلاقیں ہو جا N گی اور وہ عورت اس پہ حرام ہو جائے گی، اسے انتہائی محتاط * گی گذارنی ہوگی۔

بیوی کو مشروط طلاق دینا

سوال: 111

محمد اشرف نے تقریباً ڈیڑھ سال پہلے یہ الفاظ کہے ”آ تم نے اپنے بھائی سے * ت کی تو میری طرف سے تم کو طلاق ہوگی“۔ اس کے بعد وہ دونوں میاں بیوی کی حیثیت سے رہتے رہے اور ا - سال سے بیوی کا بھائی اس سے ملتا بھی ہے اس کے گھر میں کھاتا کھاتا اور رہتا بھی ہے بہن جاہل ہے وہ ضد سے یہ & کچھ کر رہی ہے۔ محمد اشرف نے بیان * یہ کہ ”میں نے اپنی بیوی سے کہا ہے کہ آ تم نے اپنے بھائی سے * ت کی تو میری طرف سے اس کو طلاق ہوگی“۔ اس بیان کے گواہ محمد اشرف کی ہمیشہ اور ا - بہنوئی موجود ہیں۔ معلوم یہ کتا: چاہتا ہوں کہ اس وقت دونوں میاں بیوی کی کیا حیثیت ہے کیا وہ دونوں میاں بیوی رہے ہیں * نہیں؟ ﴿محمد عربی نورین، کو @﴾

جواب:

ا/ سائل کا بیان در & ہے اور شوہر (محمد اشرف) نے اپنی بیوی کو، اہرا & مخاطب کر کے یہ کلمات کہے ہیں اور وہ ان کلمات کا اقرار کرتا ہے، تو، # پہلی بیوی نے بھائی سے بت کی، تو اس پر ایہ - طلاق رجعی واقع ہوگئی، اس کے بعد چوہے و بھستور میاں بیوی کی حیثیت سے رہتے رہے، لہذا رجوع H اور ان کا نکاح قائم ہے۔ آئندہ شوہر کے پاس صرف دو طلاق کا اختیار ہوتا ہے، ا/ شوہر G ہے اور مدعی کے پاس چوہے ایہ - مرد اور ایہ - عورت گواہ ہے لہذا اس سے » بے شہادت پورا نہیں ہوتا، بصورتِ انکار شوہر کو قسم دی جائے گی، یہ مسئلہ قضا یعنی عدالتی ثبوت کے اعتبار سے ہے، عند اللہ حقیقتِ حال اور ڈی \$، فیصلہ ہوتا ہے۔

خلع اور حق حضانت

سوال: 112

میری بیٹی* پانچ ماہ کی حاملہ ہے خلع ہونے کی صورت میں کیا بچے کی پیدائش سے پہلے اس کے ماں** پ کئے پس رہنے کا فیصلہ ہو سکتا ہے؟۔ بچے کی ولادت کے بعد بچہ کتنے عرصے۔۔ ماں کئے پس رہ سکتا ہے اور اس کے بعد شریعت کیا کہتی ہے۔

﴿سید ارشاد علی، 23-x- عثمان گارڈن بلاک 13، گلستان جوہر، کراچی﴾

جواب :

بچے کی پیدائش کے بعد اس کی پرورش و نگہداشت کا حق بچے کی ماں کو حاصل ہے، علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

الحضانة للأم----- (ثم) أى عدم الأم بأن ماتت أو لم تقبل أو أسقطت حقها أو تزوجت بأجنبي (أم الأم) وان علت عند عدم أهلية القربى (ثم أم الأب وان علت) بالشرط المذكور، وأما أم ابى الأم فتؤخر عن أم الأب بل عن الحالة أيضاً _

جمہ: ”بچے کی پورش کا حق ماں کو حاصل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: جمہ: ”ماں فوت ہو جائے بچے کو قبول نہ کرے اپنا حق حصا \$ ساقط کر دے کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر لے جو بچے کے لئے اجنبی ہے، تو پھر ماں کے بعد بیوی کو پورش کا حق ہے یہ استحقاق لٹر Mr! اوپ۔۔۔ جائے گا، ا قریب \$ والے میں پورش کی اہلیت نہ ہو، پھر دادی کو اور مذکورہ کے ساتھ یہ سلسلہ اوپ۔۔۔ جائے گا، پھر** کی ماں، دادی بلکہ خالہ سے بھی ۵% ہے۔

علامہ علاؤ الدین حصکفی درمختار میں لکھتے ہیں:

﴿ جلد نمبر 5، ص: 203 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی بیروت ﴾ تربیت الولد (تثبت للام) النسبیه۔

ترجمہ: ”حق حضائے (نگہداشت و کا حق) نسبی ماں کو حاصل ہے۔“

علامہ علاؤ الدین ہصکفی لڑکے کے حق پرورش کے متعلق لکھتے ہیں:

(والحاضنة) أما أو غيرهما (أحق به) أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر سبع وبه يفتى لأنه الغالب.

جمہ: ”پ ورش کرنے والی ماں ہوں* کوئی اور اس کو یہ حق اس وقت۔۔ حاصل ہے۔ #۔۔ لڑکا عورتوں کی نگرانی سے مستغنی نہ ہو جائے، جس کی مدت کا* ازہ سات سال لگا H ہے اور اسی پر فتویٰ ہے، کیونکہ اکثر صورتوں میں یہ ضرورت اسی عمر۔۔ رہتی ہے۔ لڑکی کی پ ورش کئے۔۔ رے میں لکھتے ہیں:

(الأم والجدلة) لأم أو لأب (احق بها) بالصغيرة (حتى تحيض) ای تبلىغ (وغيرهما احق بها حتى تستهي) وقدر

بتسع وبه يفتى۔ ﴿ردالمحتار على الدر المختار، جلد 5 ص: 210 تا 216 مطبوعه دار احياء التراث العربی، بیروت﴾

جمہ: ”ماں اور لڑکی نی اور دادی لڑکی کے حیض آنے۔۔ ان کی پ ورش کا استحقاق b ہیں، (ان کی عدم موجودگی* عدم 7 بی کی صورت میں) دوسری پ ورش کرنے والی عورتوں کا استحقاق لڑکی کے مشہدۃ (قریب البلوغ) ہونے۔۔ ہے اور اس کی مدت کا* ازہ 9 سال لگا H ہے، اور اسی پر فتویٰ ہے۔“

صورتِ مسئلہ میں بچے کی پیدائش کے بعد لڑکا ہو تو سات سال، اور لڑکی ہو تو نو سال کی عمر۔۔ ماں کئے پ س رہیں گے اور اس کی پ ورش کا% چہ (۔ #۔۔ وہ بچہ اپنی بقاء و نگہداشت* کیلئے ماں کی محتاج ہے) بچے کئے پ کے ذمے ہے، اور 9% چہ وہ اپنے مالی معیار کے مطابق دینے کا پ بند ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وعلى المولود له رزقهن وكسوتهن بالمعروف۔ ﴿البقرة: 233﴾**

جمہ: ”اور جس کا بچہ ہے، اس کے ذمہ دستور کے موافق ان (ماؤں) کا کھانا اور پہنانا ہے۔“

(وتستحق الحاضنة) اجرة الحضانة اذا لم تكن منكوبة ولا معتدة (لا يبه۔

جمہ: ”بچے کی پ ورش کرنے والی (ماں) کا% حضانت کی حق دار ہے، بشرطیکہ نہ وہ کسی شخص کے نکاح میں ہو اور نہ ہی اس (نہ نگہداشت*) بچے کئے پ کی عدت (طلاق) میں ہو۔“ ﴿جلد نمبر 5، ص: 209 مطبوعه دار احياء التراث العربی بیروت﴾

طلاق بائن

سوال 113:

میرے شوہر نے مجھے دوسرے یہ کہا کہ میں نے تجھے آزاد کیا، ابھی # یہ مجھے چھوڑ کر گئے تو دہرا رہ یہی الفاظ دہرائے وہ کہتا ہے کہ میں نے طلاق کے الفاظ استعمال نہیں کئے اس صورت میں اس کی شرعی حیثیت کیا ہے۔ اے مہر* نی آپ قرآن وحدیث کی روشنی میں اس* کا فیصلہ دے دیجئے۔ ﴿شہلاظفر، R-822 بلاک 14 فیڈرل بی ای*، کراچی﴾

جواب :

علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

ولو قال اعتقتك طلقك بالنية كذا في معراج الدراية۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 376 مکتبہ رشیدیہ کو@﴾

جمہ: ”اور ا (خاتہ) نے اپنی بیوی سے کہا: ”میں نے تجھے آزاد کیا“، ا (یہ کلمات ادا کرتے وقت) ان کی طلاق کی

تھی، تو ایہ - طلاق واقع ہو جائیگی، جیسا کہ معراج الدراہیہ میں ہے۔“

یہ طلاقِ بئن کا کلمہ ہے اور اس کا دار و مدار M ہے، عام فقہی قاعدہ یہ ہے کہ بئن بئن کو لاحق نہیں ہوتی ہے، لیکن A* نی کو اول کی خبر بچا ممکن ہو تو بچہ نی سے اول ہی مراد ہوتی ہے، چوہ شوہر نے ”میں نے تجھے آزاد کیا“ کا کلمہ دوم مرتبہ متصل کہا ہے، اس لئے اس سے ایہ - طلاقِ بئن واقع ہوگی، اس کے بعد # دہ رہ آپ کو چھوڑ کر جاتے وقت یہی کلمہ A عدت کے # رطلاق کی M سے کہا ہے، تو اس سے دوسری طلاقِ بئن واقع ہو جائے گی۔

علامہ علاؤ الدین حنفی لکھتے ہیں:

اذا امکن جعلہ اخباراً عن الاول كانت بائن بائن او ابتك بتطبيقه فلا يقع لانه اخباراً فلا ضرورة في

جعلہ انشاء بخلاف ابتك باخرى او انت طالق بائن۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، ج 4 ص: 409-408، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، جمہ: ”طلاقِ بئن کو (دوسری) بئن لاحق نہیں ہوتی، جبکہ دوسری کو پہلی کی حکا \$ و خبر قرار دینا در & ہو، جیسے شوہر یوں کہے، تو * بئن ہے بئن ہے یہ کہے کہ میں نے تجھے ایہ - طلاقِ بئن دی تو یہ دوسری بئن واقع نہیں ہوگی، کیوہ یہ پہلی ہی کی حکا \$ و خبر ہے۔ تو اسے A یعنی نئی طلاق قرار دینے کی کوئی ضرورت نہیں ہے، ہاں A وہ کوئی ایسے کلمات کہہ دے، جنہیں پہلی کی خبر قرار دینا ممکن نہ ہو تو وہ دوسری طلاق شمار ہوگی، جیسے یوں کہے کہ: ”میں نے تجھے دوسری طلاقِ بئن دی۔“

علامہ A م الدین لکھتے ہیں:

لا يلحق البائن البائن بان قال لها انت بائن ثم قال لها انت بائن لا يقع الا طلاقاً واحدة بائنة لانه يمكن جعله

خبراً عن الاول۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری ج 1 ص: 377 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کو @﴾

، جمہ: ”طلاقِ بئن بئن کو لاحق نہیں ہوتی، مثلاً کسی نے اپنی بیوی سے کہا بئن ہے، پھر اس سے کہا بئن ہے، تو اس سے ایہ - ہی طلاقِ بئن واقع ہوگی، کیوہ دوسری کو پہلی کی حکا \$ و خبر قرار دینا ممکن ہے۔“

اور A شوہر کی M طلاق کی نہیں، تو یہ کلمات لغو ہوں گے اور کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، لیکن A طلاق دیتے وقت شوہر کی M طلاق کی تھی، 1 بعد میں وہ H: H، تو قضاء عدم وقوع طلاق کا حکم نہیں دیا جائے گا۔

”تم تو میری بیوی نہیں ہو“، الفاظ طلاق نہیں

سوال: 114

میرے شوہر نے آج سے تقریباً آٹھ دس سال پہلے جھگڑے کے دوران غصے میں دو تین مرتبہ کہا ”تم تو میری بیوی نہیں ہو“ اس کے بعد میں نے اپنے شوہر سے کہا کہ تمہارا میرا تعلق صحیح نہیں ہے، انہوں نے کہا: میں نے طلاق کی M سے نہیں کہا، آپ سے ارش ہے کہ جلد میرے مسئلے کا حل کر دیجئے، کہ مجھے طلاق واقع ہو چکی ہے؟

﴿ایہ - دینی بہن، معرفت علامہ جمیل احمد نعیمی﴾

جواب:

اسلامی تعلیمات کی رو سے میاں بیوی کو ازدواجی زندگی ہی حسن سلوک اور اتحاد و اتفاق کے ساتھ ادا کرنی چاہئے، ایہ دوسرے کی خامیوں سے حتی الوسع صرف آ کرنی چاہئے، استفتاء میں درج خط کشیدہ الفاظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوئی، صحیح قول کے مطابق اے شوہر ان الفاظ سے طلاق کی ناکرتو بھی طلاق واقع نہ ہوتی۔

ولو قال ”توزن من نئی“ لایقع ان نوی وهو المختار۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 386 مکتبہ رشیدیہ کو﴾

ترجمہ: ”اے کوئی شخص اپنی بیوی سے کہے، تو میری بیوی نہیں ہے، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، اے چہ اس کی ناکرتو بھی مختار (مذہب) ہے۔“ لہذا ناکرتی ہے۔

مسئلہ طلاق

سوال: 115

میرا مسئلہ کچھ یوں ہے کہ 7 سال قبل میرے اور شوہر کے جھگڑا ہو رہا تھا کہ اتنے میں میرے شوہر نے کہا: ”چھ ہو جاؤ ورنہ کچھ بول دوں گا“۔ بولوں ابھی ”طلاق“۔ پھر بولوں! چھ ہو جاؤ، میں نے ان کو چھ کر دیا، ہمارے کوئی طلاق کی بات نہیں چل رہی تھی اور نہ میں نے ان سے کبھی طلاق کا مطالبہ کیا۔ پھر انہوں نے قرآن اٹھا اور کہا: کہ میں یہ لفظ آئندہ نہیں بولوں گا۔ اس کے تین سال بعد میرے شوہر نے پھر لفظ ”طلاق“ کہا، جھگڑے کے دوران میں بھی کوئی مطالبہ نہ کیا۔ طلاق کی بات نہیں چل رہی تھی، پھر ان سے میں نے کہا کہ ہمارے زک رشتہ ہے اور دھڑ بول چکے ہیں، تو انہوں نے پھر قرآن اٹھا اور کہا کہ آئندہ یہ لفظ نہیں بولوں گا۔ میں نے یہی سمجھا کہ انہوں نے دو طلاقیں دیں دھڑ بولا۔ اور ان کو سمجھا۔ انہوں نے یہ بھی کہا کہ ایہ طلاق کے بعد رجوع ہو جائے تو وہ ختم ہو جاتی ہے۔ بہر حال پھر انہوں نے کچھ مہینے قبل جھگڑے میں کہا کہ میں تجھے طلاق دیتا ہوں۔ پھر میں نے کہا کہ اب ہماری ۳ ہو گئی ہیں اور میرا آپ کا کوئی رشتہ نہیں، تو انہوں نے کہا کہ یہ دوسرے ہے، اس کے بعد میں اپنی امی کے گھر آ گئی۔ پھر میری ان سے فون پر بات ہوئی اور انہوں نے کہا کہ ”میں نے دے دوں گا“ کہا تھا اور وہ اللہ کی قسم اٹھا کر کہتے ہیں۔ بہر حال اب وہ یہ کہتے ہیں کہ میں نے صرف ایہ طلاق دی ہے اور ہم اب بھی میاں بیوی ہیں۔ اے مہر نی میرا مسئلہ قرآن و سنت کی روشنی میں حل کر دیجئے کہ میں سکون سے رہ سکوں۔ میری ۵ ت اور ۵ دونوں ہو سکیں۔ ایہ ۵ درہے کہ میں نے ان سے ان تینوں موقعوں پر طلاق کی ۵ مطالبہ نہیں کیا، اچھا۔ غصے کی حالت میں وہ یہ نکال دیتے۔ اب وہ یہی کہتے ہیں کہ ایہ طلاق ہوئی ہے۔ فقہ حنفی کی روشنی میں جواب دیجئے کہ ہمارا ناکرتی ہے یہ نہیں کتنی طلاق واقع ہوئی ہیں۔ ﴿بشری M اقبال، A-492، بلاک 3 گلشن اقبال، کراچی﴾

جواب:

صورت مسئلہ میں متعدد احتمالات ہیں، جس کی وجہ سے علی التبعین ایہ حکم بیان کرتا۔ مشکل ہے، لہذا تمام احتمالات میں سے

ہر ایہ کا حکم D ذیل ہے:

پہلی مرتبہ شوہر نے یہ الفاظ کہے ”بولوں ابھی طلاق“ اور پھر کہا: ”پھر بولوں“، دہرہ ”پھر بولوں“ کہنا اس بات کا قرینہ ہے کہ پہلی *۔ اس نے طلاق کی M کی ہے، لہذا ایہ۔ طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ تین سال کے بعد۔ # دہرہ شوہر نے لفظ طلاق بولا، تو اس صورت میں بھی ا/ اس نے یہ لفظ اپنی بیوی کو طلاق کی M سے بولا ہے، تو ایہ۔ اور طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ اور شوہر کا یہ کہنا ”ایہ۔ طلاق کے بعد رجوع ہو جائے تو وہ ختم ہو جاتی ہے“ بظاہر اس بات کا قرینہ ہے کہ مذکورہ لفظ طلاق بہ M طلاق زوجہ کہا ہے۔ لہذا مذکورہ خاتون کو ایہ۔ اور طلاق رجعی واقع ہوگئی۔ شوہر کا یہ کہنا کہ طلاق رجعی کے بعد رجوع کر لیا جائے، تو وہ طلاق کا عدم ہو جاتی ہے، در & نہیں ہے، بلکہ وہ آئندہ طلاقیوں کے ساتھ جمع ہونے کے لئے + ستور موبہ رہتی ہے، ہم دو طلاق رجعی کے بعد شوہر کو پھر بھی رجوع کا حق حاصل رہتا ہے۔ شوہر نے۔ # تیسری۔ ”میں تجھے طلاق دیتا ہوں“ کے الفاظ کہے تو اب یہ طلاق کچھلی دو طلاقیوں کے ساتھ مل کر تین طلاقیں ہو جائیں گی۔ لیکن ا/ شوہر کہتا ہے کہ میں نے ”طلاق دے دوں گا“ کے الفاظ کہے تھے، تو بیوی سے گواہ طلب کئے جا N گے، ا/ گواہوں سے \$ ہو جائے تو تیسری طلاق کا حکم لگا دیا جائے گا اور بیوی شوہر کے لئے حرام ہو جائے گی ورنہ شوہر کے انکار کی صورت میں قسم کے ساتھ اس کا قول معتبر ہوگا اور اس صورت میں نکاح قائم رہے گا۔

مشروط طلاق

سوال: 116

میں نے مختلف وجوہات کی بنیاد پر اپنے شوہر سید محمد طارق کو طلاق دینے کا نوٹس دیا تھا اور اس نوٹس کے جواب میں انہوں نے ایہ۔ خط تحریر کر کے روانہ کیا جس کی N منسلک ہے یہ خط مجھے 11 اگست 2006ء کو 5۔ اس خط میں ایہ۔ طلاق کا ذکر ہے میں گذشتہ دو سال سے والدین کے ساتھ مقیم ہوں اور اس خط کے موصول ہونے کے بعد بھی اُس مقررہ رتنچہ * ایہ اس کے بعد شوہر کے گھر نہیں گئی اور حال والدین کے گھر میں رہ رہی ہوں، خط کی تحریر مندرجہ ذیل ہے:

ڈیر ریشماں! السلام علیکم!

تم ایہ۔ طویل عرصے سے میکے میں بیٹھی ہو اور میرے *۔ ر بلا نے پ بھی واپس نہ آئی اب میں تم کو حتمی طور پر کہتا ہوں کہ 14 اگست 2006ء یوم آزادی کے دن دو پہر *۔ رہ بجے۔ واپس آ جاؤ ورنہ تمہی میری جا \$ سے پہلی طلاق *۔ فذ ہو جائے گی اور اسی دن سے عدت شروع ہو جائے گی، دورانِ عدت۔ # اور جس وقت واپس *۔ چاہو آ سکتی ہو وہ رجوع سمجھا جائے گا، ورنہ عدت پوری ہونے پر تمہیں یہی طلاق *۔ بن ہو جائے گی، خیر *۔ لیش طارق۔

مہر *۔ نی فرما کر اس خط کی شرعی حیثیت پر فتویٰ صادر فرما N۔

ا۔ کتنی مدت۔۔ مجھے انتظار کر *۔ ہوگا کہ طلاق مکمل ہو جائے؟

۲۔ میں ای۔ ڈاکٹر ہوں اور نوکری کرتی ہوں لہذا اس مدت کے دوران تو کوئی عدت نہیں کیونکہ مجھے نوکری چاہی ضروری ہے۔
 ۳۔ آ خاص مدت کے بعد خود بخود طلاق ہو جاتی ہے تو میرے پاس تو کوئی تحریر نہیں ہے کہ مجھے مکمل طلاق ہو گئی ہے شوہر کی جائیداد سے مکمل طلاق کی تحریر کس طرح حاصل کی جاسکتی ہے؟ ﴿ریشماں صدیقی، A-33/9-ڈیگر سوسائٹی فیڈرل بی اے، کراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں آ سائلہ ریشماں صدیقی کا بیان در & ہے، تو ان کے شوہر نے انہیں ای۔ مشروط طلاق دی تھی کہ آ وہ 14، اگست 2006ء (یوم آزادی) کو 12 بجے دن۔۔ واپس شوہر کے پاس چلی گئیں تو فہما، ورنہ ای۔ طلاق واقع ہو جائے گی، اور وہ 14، اگست 2006ء کو 12 بجے دن۔۔ واپس شوہر کے پاس نہیں گئیں، لہذا شرط کے مفقود ہونے پر یہ طلاق رجعی واقع ہو گئی۔ دوسری *۔ ت جو شوہر (طارق) نے خط میں اپنی بیوی (ریشماں صدیقی) کو لکھی، یہ ہے کہ: ”دورانِ عدت۔ # اور جس وقت واپس *۔ چاہو، آسکتی ہو، وہ رجوع سمجھا جائے گا، ورنہ عدت پوری ہونے پر تمہیں یہی طلاق *۔ سن ہو جائے گی۔“ سائلہ چوہ 14، اگست 2006ء *۔ رہ بجے دوپہر۔۔ شوہر کے ہاں نہیں گئی، پس اس بنیاد پر ای۔ طلاق رجعی واقع ہو گئی اور اسی *۔ رنخ سے عدت بھی شروع ہو گئی، عدت شروع ہونے کے لئے کسی *۔ خاص عمل کی ضرورت نہیں ہے، طلاق کے بعد عدت از خود شروع ہو جاتی ہے۔ پھر دورانِ عدت نہ تو شوہر نے رجوع کیا اور نہ ہی بیوی خود شوہر کے پاس گئی، کیونکہ شوہر نے دورانِ عدت اس کے واپس آ جانے پر رجوع کو معلق و مشروط کیا تھا۔ لہذا عدت کے آ۔ رتے ہی یہ طلاق *۔ سن ہو گئی۔ اب یہ خاتون (ریشماں صدیقی) *۔ ہی رضامندی سے اپنے سابق شوہر کے ساتھ بھی نکاح کر سکتی ہے اور کسی دوسرے مرد کے ساتھ بھی۔ سابق شوہر کے ساتھ نکاح کی صورت میں: انخواستہ آ اس نے د *۔ رہ ای۔ *۔ دو طلاقیں دیں، تو تجدید نکاح کے *۔ وجود یہ پہلی طلاق ان کے ساتھ جمع ہونے کے لئے مؤثر رہے گی، یعنی نکاح *۔ نی کے بعد آ اس نے ای۔ طلاق دی، تو وہ اس پہلی طلاق کے ساتھ مل کر دو ہو جائے گی اور آ دو طلاقیں دیں تو وہ اس پہلی کے ساتھ مل کر تین ہو جائے گی۔ شرعی تقاضوں کے مطابق شوہر کا یہ خط ثبوتِ طلاق کے لئے کافی ہے، قانونی کارروائی اور طلاق کی توثیق کے لئے یو۔ سی *۔ ظم سے رجوع کریں۔

طلاق معلق بالشرط

سوال: 117

گذشتہ چند ماہ سے گھر W جھگڑے کی وجہ سے میری بیوی اپنے والدین کے گھر گئی ہوئی تھی، میں کئی مرتبہ He لیکن بے سود رہا۔ فون *۔ ت ہوئی، میں نے اسے سمجھایا لیکن وہ اپنی *۔ تپ مصر رہی، میں نے کہا کہ طلاق لکھ کر بھیج دوں؟، پھر ماں *۔ پ کے پاس بیٹھی رہو گی۔ اس نے جواباً کہا کہ میں پوری *۔ گی آپ کے ساتھ رہوں گی طلاق مجھے قطعاً نہیں چاہئے لیکن میری شرائط وہی ہیں۔ شرائط سے اس کی مراد یہ ہے کہ میں اس کے والدین اور بھائیوں کے ماتحت رہوں اور گھر میں اس کی مرضی کے خلاف کچھ نہ ہو۔ # کوئی *۔ ت آ نہیں آئی تو بقا E ہوش و حواس اور طبیعت میں سختی کے ساتھ طلاق دینے کی M سے میں نے یہ الفاظ کہے ”تین قبول کر“، اس کے بعد (میں

نے غالباً، ”طلاق قبول کرلو“ کے الفاظ کہے اور پھر میں نے فون بند کر ڈیا۔ ان الفاظ کی ادائی کے دوران بھی وہ اپنی تپ بضر ہی تھا۔ میری تپ توجہ بھی نہیں دی اور میرے کہے ہوئے الفاظ تھا اس نے نہیں سنے اور میں نے اپنی ت کہہ کر فون بند کر ڈیا۔ گھر آ کر میں نے اپنی بہنوں سے کہا کہ میں نے اسے فارغ کر ڈیا ہے، طلاق دے دی ہے۔ اب معلوم یہ کڑ ہے کہ یہ طلاق واقع ہو گئی یا نہیں؟ آ ہو گئیں تو کتنی؟

﴿معرفت: سید مختار حسین شاہ، امام مسجد محلہ بون، دہری پور، ہزارہ صوبہ سرحد﴾

جواب :

شوہر کا اپنی بیوی کو طلاق کی M سے یہ کہنا کہ: ”تین قبول کر“۔ یہ طلاق کنایہ کے الفاظ ہیں اور چوہیت طلاق موجود ہے، اس لئے تین طلاقیں واقع ہو جائیں گی۔ اب تحلیل شرعی کے بغیر عدت کے اور عدت کے بعد دونوں کے درمیان نکاح نہیں ہو سکتا۔ علامہ A م الدین لکھتے ہیں: **ولو قال لها: تؤ سه ده ونوی الطلاق، یقع۔** ﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد: 1، ص: 380﴾

، ترجمہ: ”شوہر نے اپنی بیوی کو طلاق کی M سے کہا: تجھے تین دیئے، تو طلاق واقع ہو جائے گی۔“

خلع

سوال: 118

عرض ہے کہ میرے ا۔ قر R عزیم کی بیٹی کا نکاح تقریباً ا۔ سال پہلے ہوا تھا اور ا۔ سال کے بعد رخصتی ہوئی تھی لہذا گھر W طور پر عورتوں میں کافی اختلاف پڑ گئے جس کی وجہ سے خلع ۔۔ نو \$ آگئی لہذا اب کوئی صورت آ نہ آ نہیں آرہی لہذا آپ سے گزارش ہے کہ خلع کی صورت میں شرعی کیا پہلو ہیں؟

﴿حنیف شیخ بلالی، کراچی﴾

جواب :

خلع زوجین کی رضامندی سے ہوتا ہے، یعنی بیوی کچھ مال دے کر خلع حاصل کرے۔ مطالبہ مہر سے دت دار ہو جائے، اس سے طلاق بن ہو جاتی ہے۔ مال کے ب لے نکاح زائل کرنے کو خلع کہتے ہیں۔ خلع میں عورت کا قبول کڑ شرط ہے اور اس کے الفاظ معین ہیں ان الفاظ کے علاوہ اور لفظوں سے خلع نہ ہوگا۔ خلع ا۔ طلاق بن کے درجے میں ہوتا ہے۔ صورت مسئلہ میں ا زوجین خلع پر رضامند ہو جاتے ہیں تو چوہیت رخصتی حال نہیں ہوئی اور عورت غیر مدخولہ ہے لہذا اس پر عدت نہیں ہے۔

زوج مفقود الخبر

سوال: 119

میرے خا فاروق قیصر کوٹ لکھپت جیل لاہور میں بطور کانسٹیبل کام کرتے تھے۔ 1994 میں وہ صبح گھر سے اپنی ڈیوٹی گئے، گھر سے 3 ہی کچھ لوگوں نے انہیں اغوا کر لیا، شام ۔۔ میرے خا گھر واپس نہیں آئے، تو ہم نے ان کے آفس (جیل) سے معلوم کیا،

تو انہوں نے بتایا کہ وہ اس دن ڈیوٹی پر نہیں آئے۔ ہم نے اس دن ہی ان کی اغوا کی رپورٹ متعلقہ تھانے میں درج کرا دی تھی۔ پولیس نے بھی کافی عرصہ اس کسی کی تفتیش کی، 1 آج۔۔۔ ان کا کوئی سراغ نہیں 5۔ آج ان کے اغوا کا سال کا عرصہ رچکا ہے، لیکن اس کا کوئی پتا نہیں ہے۔ عرض یہ ہے کہ میں اس وقت سے اپنے ضعیف والدین کے ساتھ رہ رہی ہوں، میرے تین بچے ہیں، میرے والدین میری اور میرے بچوں کی اس دن سے کفا کر رہے ہیں۔ میرے والدین!۔۔۔ میرا ساتھ دیں گے۔ دراصل میں اپنا اب گھر بٹا چاہتی ہوں کہ تین بچے، عزت اور شرعی طور پر آ رہے۔ میرے میکے والے بھی مجھے قبول نہیں کر رہے ہیں۔ اور نہ میری کفا کرنے کو تیار ہیں۔ ان تمام حالات کے مدآ میں نے دوسری شادی کرنے کا فیصلہ کیا ہے کہ میں اپنا گھر بسا سکوں۔ ان حالات کے تحت کیا میں دوسری شادی کر سکتی ہوں؟ یہ نہیں۔ آپ سے درخواست ہے کہ میرے اس مسئلے کا حل بتایا جائے اور اس سلسلے میں ہماری شریعت کیا کہتی ہے، اور شریعت کی ہی رو سے فتویٰ دیا جائے۔ ﴿نسیم فاروق، مکان نمبر 586/16 فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

خاتہ کے لاپتہ (مفقود اخیر) ہونے کی صورت میں امام ابوحنیفہ کا موقف: علامہ ابوالحسن مرغینانی لکھتے ہیں کہ:

واذا تم له مائة وعشرون سنة من يوم ولد حکمنا بموته وهذه رواية الحسن عن ابی حنیفة وفي ظاهر المذهب یقدر بموت الاقران وفي المروى عن ابی یوسف بمائة سنة وقدره بعضهم بتسعين والاقیس ان لا یقدر بشئى والارفق ان یقدر بتسعين واذا حکم بموته اعتدت امرأته عدة الوفاة من ذالك الوقت وقسم ماله بین ورثة الموجودین۔

ترجمہ: ”امام ابوحنیفہ فرماتے ہیں کہ۔ # مفقود (لاپتہ) کی 100 سال کی مدت تک۔ سوئیس سال پورے ہو جائے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا اور ظاہر مذہب یہ ہے کہ۔ # اس کے تمام معاصرین فوت ہو جائے تو اس کو مردہ قرار دیا جائے گا۔ امام ابو یوسف سے نوے سال کی روایت ہے: بعض مشائخ حنفیہ نے بھی 90 سال مقرر کئے ہیں، یہ قیاس یہ ہے کہ وقت مقرر نہ کیا جائے۔ اور یہ 10 سال کا قیاس یہ ہے کہ 90 سال مدت مقرر کی جائے اور۔ # اس کو مردہ قرار دے دیا جائے گا، تو اس کی بیوی عدت وفات آ رہے گی اور اس کا کہ وارثوں میں تقسیم کر دیا جائے گا۔“ ﴿ہدایہ اولین، ص: 598، کتاب المفقود﴾

امام ابوالحسن لکھتے ہیں: امام ابوحنیفہ کی دلیل یہ ہے کہ لاپتہ شخص کا نکاح یقین سے 10 سال اور معروف ہے، اور غائب ہو جائے تو تفریق کو واجب نہیں کرتا اور اس کی موت مشکوک ہے اور یقین شک سے زائل نہیں ہوتا، اس لئے۔ # اتنی مدت نہ گذر جائے، جس میں اس کی موت کا یقین ہو جائے۔ اس وقت۔ اس کو مردہ قرار نہیں دیا جائے گا۔ اور عرف اور عادت میں ای۔ آدمی ای۔ سوئیس سال سے 10 سال نہیں رہتا۔ اپنے تمام معاصرین کی موت کے بعد 10 سال نہیں رہتا، اس لئے اس مدت کے گزرنے کے بعد اس کو مردہ فرض کر لیا جائے گا۔ علامہ ابن ہمام نے تخفیف کر کے اس مدت کو ستر سال قرار دیا ہے۔

امام ابوحنیفہ اور مشائخ حنفیہ کی عبارات کو بغور مطالعہ کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے اس لاپتہ شخص کی بیوی کو اس کی عمر

کے ای۔ سو بیس سال* تمام معاصرین کی موت۔* ستر* نوے سال۔ انتظار کرنے کا حکم* ہے۔ جس کا اتنا مال اور* کہ موجود ہو، جس کو اس کی بیوی ستر* نوے سال۔ بیٹھ کر کھا سکے۔

سنن دارقطنی میں حضرت مغیرہ بن شعبہ رضی اللہ عنہ سے روای* ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

امراة المفقود امرأته حتی یاتیها البیان ”لاپتا شخص کی بیوی اس کی بیوی قرار* پئے گی۔#۔ کہ کوئی وض* نہ آجائے کوئی خبر نہ آجائے۔ علامہ ابن ہمام فرماتے ہیں، اس حدی* کی سند میں محمد بن شریل ای۔ ضعیف راوی ہے۔ ابو حاتم نے کہا یہ شخص حضرت مغیرہ کی طرف G او* طل رڈایت منسوب ک* ہے۔ ابن قتان نے کہا اس کا ای۔ راوی سوار بن معصوب متروکین میں مشہور ہے اور اس سلسلہ میں حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے* راوی اور اقایل متعارض ہیں۔

خاوند کے لاپتا (مفقود الخیر) ہونے کی صورت میں امام مالک کا موقف:

علامہ ابن سحنون مالکی نے امام مالک سے پوچھا* مفقود کی بیوی امام مالک کے قول کے مطابق حاکم کی اجازت کے بغیر بھی چار سال عدت گزار سکتی ہے؟ امام مالک نے فرمایا: نہیں! امام مالک نے فرمایا: ا/ مفقود کی بیوی بیس سال بھی انتظار کرتی رہے، اس کے بعد حاکم ک* پس اپنا مقدمہ پیش کرے تو حاکم اس میں غور و فکر کرے اور جس جگہ وہ شخص H تھا، وہاں اس کی تفتیش کرے اور۔# اس کا پتہ نہ چل سکے اور وہ مایوس ہو جائے تو پھر اس کو چار سال ٹھہرنے کا حکم دے۔ امام مالک سے پوچھا H کہ چار سال ٹھہرنے کے بعد چار ماہ دس دن عدت گزارنے کے لئے بھی حاکم کی اجازت ضروری ہے؟ یہ یہ مدت از خود بھی گزار سکتی ہے۔ امام مالک نے فرمایا: ہاں اس کی عدت وفات کے ساتھ حاکم کا کیا تعلق ہے؟ سحنون از ابن القاسم از امام مالک از یحییٰ بن سعید از سعید بن مسیب روای* کرتے ہیں کہ حضرت عمر بن الخطاب نے فرمایا: جس عورت کا شوہر لاپتا ہو جائے، وہ چار سال انتظار کرے پھر چار ماہ دس دن عدت وفات گزارے اس کے بعد وہ نکاح کے لئے حلال ہو جائے گی۔

۶ رجب ۱۸۸۵ھ کو مفتی المالکیہ شیخ الجامع الازہر نے H رہ معاشرتی مسائل میں امام مالک کے مذہب کی A ص* مشتمل ای۔ فتویٰ جاری کیا، جس کی جامع ازہر کے تمام علماء نے تصدیق کی ہے جن میں حنفی علماء بھی شامل ہیں۔ اس فتویٰ کو مصر کی وزارت اوقاف نے فتاویٰ اسلامیہ میں شائع کیا ہے۔ اس فتویٰ سے پہلے علماء ازہر نے فقہ حنفی سے اس* تصریحات پیش کی ہیں کہ ضرورت کے وقت دوسرے مذہب* عمل کیا جاسکتا ہے۔

صدر الافاضل علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ ”فتاویٰ امجدیہ“ کے حاشیے میں، ج* تو ان کا اپنا 5 ک* ہوا ہے او* ان کے، تلمیذ رشید او* \$ خصوصی، مفتی اعظم ہند علامہ محمد شریف الحق امجدی رحمہ اللہ تعالیٰ کا تحویہ کردہ ہے۔ لیکن ا/ شوہر کے مفقود الخیر ہونے کی وجہ سے عورت دوسری شادی* اتنی مجبور ہو جائے کہ دوسرا کوئی چارہ کار نہ ہو (ملکیہ پیدا ہو جائے، تو مذہب امام مالک ﷺ عمل کرنے کی اجازت ہمارے علماء نے بھی دی ہے۔ خصوصاً اس دور* فتن میں ہمارے علماء کا تقریباً اس* اتفاق ہے کہ اس خصوص میں امام مالک ﷺ

کے مذہبِ پی فتویٰ دیا جائے، 1 اس خصوص میں چند تیس قابل لحاظ ہیں، اول یہ کہ مذہبِ امام مالک رحمہ اللہ یہ نہیں کہ شوہر کے غائب ہونے کے دن سے چار سال / ار کر شوہر کی وفات کا حکم دیا جائے، بلکہ یوم قضاء (یعنی جس دن قاضی لاپتا شوہر کی موت کا حکم لگائے) سے چار سال انتظار کرنا ضروری ہے، جیسا کہ فتاویٰ رضویہ ج 5، ص 500 ہجرت کتاب مدوّنہ کے حوالے سے مذکور ہے، دوسرے یہ کہ اس کے لئے قضاے قاضی شرط ہے، درمختار میں ہے:

انما يحكم بموته بقضاء لانه امر محتمل فمالم ينضم اليه القضاء لا يكون حجة -

ترجمہ: شوہر کی موت کا حکم قضاے قاضی سے دیا جائے، کیونکہ یہ ایسا معاملہ ہے جو دوسری (۵) کی) کا بھی احتمال ہے، تو۔ # - اس کے ساتھ قاضی کا فیصلہ نہیں ملے گا، یہ حجت نہیں ہوگا۔ ﴿جلد ۳: ص ۳۳۱، کتاب المفقود، نعم 6﴾

اس زمانے میں۔ # کہ یہاں حاکم اسلام نہیں، علمائے بلد، جو مرجع فتویٰ ہوں، اس خصوص میں قاضی کے قائم مقام ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم ﴿فتاویٰ امجدیہ دوم، ص: 91 مطبوعہ مکتبہ رضویہ آراخ۔ غ کراچی﴾

مختصر یہ کہ انتہائی مجبوری کی حا میں۔ # عورت کے لئے اپنے N پ قاضی دشاہر ہو جائے، اسے: شہ ہو کہ بشری کمزوری کی بناء پر وہ حرام میں مبتلا ہو جائے گی، تو ایسے موقع پر امام مالک کے مذہب پی فتویٰ دیا جاسکتا ہے قاضی فیصلہ دے سکتا ہے۔ شیخ الحدید علامہ غلام رسول سعیدی مدظلہ العالی نے شرح صحیح مسلم جلد ۱: صفحات 1095 تا 1120 میں اس مسئلے پر مفصل و مدلل بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ صحابہ بھی اس سلسلے میں موجود ہیں اور چونکہ امام اعظم ابوحنیفہ نے اثر صحابہ کو اپنی اجتہاد دی رائے پر ترجیح دی ہے، اس لئے التزام مذہب حنفی کے مطابق بھی کہا جاسکتا ہے اور جیسا کہ امام مالک کے قول سے ہے۔ # ہے اور صدر الشریعہ مولانا امجد علی رحمہ اللہ تعالیٰ نے لکھا کہ وہ عورت جس کا خا مفقود الخیر (لاپتا) ہے، # عدا سے رجوع کرے گی، تو قاضی اس کی تلاش کے تمام ذرائع اختیار کرنے کے لئے وجود لاپتا رہنے پر اس کی وفات کا حکم دے گا اور اس وقت سے وہ عورت چار سال اور عدت وفات / ار نے کے بعد کسی دوسرے شخص سے عقد کر سکے گی۔

علامہ سعیدی نے اس امکانی صورت پر بھی بحث کی ہے کہ اگر ان تمام مراحل سے / ار نے کے بعد عورت کسی شخص سے نکاح کر لیتی ہے اور پھر تقدیر الہی سے وہ شخص واپس آ موجود ہوتا ہے تو کیا کیا جائے، چنانچہ وہ لکھتے ہیں: ”# مفقود لوٹ آئے اور یہ ظاہر ہو جائے کہ وہ # ہے اور ابھی دوسرے شخص نے اس سے مقارنہ نہیں کی تھی اور نہ ہی اس کو مفقود کے # ہونے کا پہلے علم تھا تو اب یہ مفقود کی زوجہ ہے، خواہ عقد نکاح ہو چکا ہو، اور / دوسرے شوہر کو مفقود کی حیات کا علم تھا تو اس نے مقارنہ کی ہونے کی ہو مفقود کے لوٹ آنے کے بعد وہ مفقود کی بیوی ہوگی، اور / یہ معلوم ہو جائے کہ مفقود، دوران عدت فوت ہوا ہے عدت کے بعد دوسرے نکاح سے پہلے فوت ہوا ہے۔ عقد کے بعد مقارنہ سے پہلے فوت ہوا ہے تو وہ عورت مفقود کی وارث ہو سکتی ہے اور / مقارنہ کے بعد فوت ہوا ہے تو وہ عورت مفقود کی وارث ہو سکتی ہے اور / مقارنہ کے بعد فوت ہوا ہے درآں حالیکہ دوسرے شوہر کو اس کی حیات کا علم نہیں تھا تو اب یہ وارث نہیں ہوگی۔

﴿شرح صحیح مسلم جلد ۱: ص 1107 مطبوعہ فیض - اسٹال، لاہور﴾

تحریری طلاق: مہ لڑکی کو نہ ملے \$ بھی طلاق واقع ہو جاتی ہے

سوال: 120

میری بیوی اور میرے درمیان کچھ اختلافات ہو گئے تھے، جس کی وجہ سے میری بیوی* راض ہو کر اپنے والدین کے گھر چلی گئی تھی، تقریباً عرصہ دس ماہ گزر جانے کے بعد میں نے کافی لڑ ورسوخ استعمال کیا، لیکن کوئی مسئلہ حل نہ ہوا۔ اس کے بعد میں وکیل کے پاس H`، اپنا قصہ سنا اور پھر اس کو طلاق کا نوٹس تیار کرنے کو کہا۔ وکیل نے تین طلاق کا نوٹس تیار کر ڈیا اور میں نے طلاق نوٹس کی ای۔ کاپی سسرال والوں کے پتہ پہ بھیج دی۔ اور ای۔ کاپی یو 2 کو $\pm$ کے پتلے روانہ کر دی۔ کچھ دنوں کے بعد دونوں کاپیاں الگ الگ مجھے مل گئیں، جو وصول نہ ہوئی تھیں، اور نہ ہی ان پہ دستخط موجود تھے، اس کے بعد میں نے ای۔ 0% کہ بٹھا اور پوچھا کہ آپ کو میری طرف سے طلاق کا نوٹس 5 کہ نہیں، جس پہ سسرال والوں نے جواب ڈیا کہ نہیں 5۔ اور میں نے طلاق کا نوٹس مورخہ 26 اپریل 2005ء کو ڈیا تھا اور ابھی تقریباً چھ ماہ ہو چکے ہیں۔

میں یہ جاننا چاہتا ہوں کہ یہ طلاق ہو گئی ہے یا نہیں ہوئی؟، مہ لڑنی فرما کر قرآن و لہ کی روشنی میں فتویٰ ڈیا جائے، میرے دو بچے ہیں، اور میری بیوی بھی دڈ رہ میرے ساتھ بخوشی نہ گی گزارا چاہتی ہے، کیا طلاق مؤثر ہے یا غیر مؤثر؟

﴿محمد یعقوب، تحصیل حاصل پور ضلع بہاولپور﴾

جواب:

کتب فتاویٰ میں یہ مسئلہ درج ہے کہ اگر کسی شخص نے کا \$ یہ وثیقہ نویس سے کہا کہ میری بیوی کے م طلاق لکھ دو اور اس نے لکھ دی تو طلاق واقع ہو جائے گی، جیسا کہ فتاویٰ شامی میں ہے:

ولو قال للکاتب: اکتب طلاق امرأتی کان اقراراً بالطلاق وان لم یکتب۔

ترجمہ: ”اور اگر اس (شوہر) نے کا \$ سے کہا کہ میری بیوی کے م طلاق لکھ دو تو یہ طلاق کا اقرار ہے، خواہ کا \$ نے لکھا نہ ہو (\$ بھی طلاق واقع ہو جائے گی)۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار، ج 4 ص: 337 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی﴾

چونکہ آپ نے اپنی مرضی سے وثیقہ نویس سے اپنی بیوی کے م تین طلاقیں لکھوا N اور اس طلاق* سے پہ دستخط کر دیئے، تو اسی وقت طلاق واقع ہو گئی، طلاق کے مؤثر ہونے کے لئے بیوی کو تحریری طلاق* مے کا ملنا ضروری نہیں ہے، جس وقت طلاق* سے پہ دستخط ہوئے، اسی وقت سے عدت بھی شروع ہو گئی، اب آپ کا اپنی بیوی سے کوئی تعلق قی نہیں ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ لصواب۔

طلاق مغلطہ کے بعد تعلقات

سوال: 121

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے میں کہ ایہ میرے قابل احترام بنام مولانا علامہ فتح محمد ولد آ م دین ساکن نئی ڈی کھرالہ تحصیل ضلع جہلم کے رہا د نے دوشاڑیوں کی ہوئی ہیں، دوسری شادی 1982ء کو ہوئی تھی۔ اس عورت کو کچہری میں جا کر 50 روپے والے اسٹامپ پیپر پر لفظ طلاق۔ طلاق۔ طلاق لکھ کر (جس طلاق مے کی فوٹو کاپی ساتھ ارسال: مت ہے) طلاق دے دی اور ابق قانون پاکستان ایہ طلاق مہ جو کہ اصل تھا، مطلقہ بیوی کو ارسال کر دی۔ اب جس عورت کو طلاق دی گئی ہے، وہ عورت طلاق مہ وصول کرنے سے انکاری ہے اور محترم طلاق دینے والے۔ رگوار ماشاء اللہ دین: ایہ عورت حاصل ہے دونوں یہ کہتے ہیں کہ طلاق ا وصول نہ کی جائے تو طلاق نہیں ہوتی اور یہ دونوں ایہ دوسرے سٹے بت پیہ کرتے ہیں اور ایہ ہی جگہ پر رہائش پزیر ہیں۔

جناب عالی! اسلام کی روح سے ان قابل احترام رگوار کٹے۔ رے میں کیا حکم ہے اور اس طلاق شدہ عورت کٹے۔ رے میں کیا احکامات: ایہ ہیں، جناب فتویٰ صادر فرمائیے جائے۔ کٹے۔ تی اس گھر میں رہنے والے فریق: اکے غضب سے بچ سکیں۔

﴿شاہد محمود ولد مولانا فتح محمد، نئی ڈی کھرالہ تحصیل ضلع جہلم﴾

جواب:

ہمیں مذکورہ لا استفتاء کے ساتھ شوہر کا اسٹامپ پیپر تحریری طلاق مہ کی فوٹو اسٹیٹ کاپی بھی منسلک کر کے ارسال کی گئی ہے جس پر شوہر فتح محمد صا # اور دو گواہوں محمد صر اور حافظ سجاد حیدر کے دستخط بھی ثبت ہیں اور سید صفات احمد شاہ (اتھ کمشنر) نے اپنے دستخطوں اور مہر کے ساتھ اس کی توثیق کی ہے، لہذا صورت مسئلہ میں چونکہ شوہر نے اپنی بیوی کا م لے کر تین دفعہ طلاق، طلاق، طلاق کہہ کر طلاق دے دی ہے، اس لئے طلاق واقع ہو گئی۔ وقوع طلاق کے لئے بیوی کا طلاق مے کو وصول کٹے۔ ضروری نہیں ہے، بس جس وقت شوہر نے طلاق مے پر دستخط کئے، طلاق اسی وقت سے مؤثر ہو گئی اور عدت بھی شروع ہو گئی اور طلاق مغلظہ ہونے کی بنا پر ان کا عدت کے کٹے۔ عدت کے بعد تحلیل شرعی کے بغیر آپس میں نکاح نہیں ہو سکتا۔ ہم یہ مطلقہ خاتون عدت اسی سابق مطلق شوہر کے مکان میں گذاریں گی کٹے۔ م عدت کا نفقہ بھی شوہر کے ذمے ہوگا، لیکن دوران عدت بھی اس طلاق دینے والے شوہر اور اس طلاق یافتہ عورت کا آپس میں معاملہ اجنبی والا ہوگا، ستر و حجاب کی پابندی ہوگی، الگ رہنا ہوگا۔ اس طلاق مغلظہ کے بعد ان کا آپس میں میاں بیوی کی حیثیت سے رہنا حرام ہے، کٹے۔ کے زمرے میں آئے گا، انہیں اللہ تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور اس محلے بستی کے لوگوں کو انہیں اس پر متوجہ کٹے۔ چاہئے، آ وہ اس کٹے۔ وجود زنہ آن تو ان کا سماجی مقاطعہ (Sociol Boycott) کٹے۔ چاہئے، البتہ چونکہ مطلقہ خاتون اسی مطلق شوہر سے صا # اولاد ہیں، ان کٹے۔ بچ جوان بچے ہیں، لہذا ان کے لئے بہتر یہ ہے کہ آ وڈی ان کی اولاد مالی استطا (ر p ہیں تو وہ اپنی اولاد کے ساتھ الگ مکان میں رہیں، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: جو مقام تہمت پٹھرا، تو پھر اسے چاہئے کہ گمانی کرنے والوں کو 5 مت نہ کرے (بلکہ اپنے آپ کو 5 مت کرے کہ اس نے خود انہیں موقع فراہم کیا)، لیکن آ ان کی اور ان کی اولاد کی اتنی مالی استطا (نہیں ہے اور سابق طلاق دینے والے شوہر کا مکان اتنا وسیع ہے کہ وہ اپنے بچوں کے ساتھ شرعی ستر و حجاب کی پابندی کو قائم ر p ہوئے اجنبی کی حیثیت سے رہ h ہیں اور شوہر اپنی اولاد کی ماں ہونے کی حیثیت سے انہیں اس کی اجازت دیتا ہے، تو پھر وہ وہاں اپنی اولاد کے ساتھ رہ

سکتی ہیں، لیکن یہ امر واضح رہے کہ شرعاً وہ ایہ - دوسرے کے لئے ہمیشہ اجنبی رہیں گے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ لصوص۔

ثبوت طلاق کے طریقے

سوال: 122

میرزا م اسماء بیگم ہے، میرے شوہر محمد حماد نے مختلف مواقع پر مجھے تین طلاقیں دیں ان الفاظ کے ساتھ ”میں نے تمہیں طلاق دی“ اور طلاق کا کوئی گواہ نہیں ہے، اب میرا شوہر مجھے اپنے ساتھ رہنے کے لئے کہتا ہے، اسے رے میں مجھے آپ اپنے فیصلے سے نوازیں۔
﴿اسماء M. محمد امین شیخ، 505-L سیکٹر 2-B/5، رتھ کراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں۔ تقبیر صدق سائلہ مذکورہ شخص نے اپنی منکوحہ کو جو تین طلاقیں دی ہیں، وہ مؤثر ہیں اور فیئاً طلاق اسی وقت سے واقع ہوگئی اور آپ نے لکھا ہے کہ آپ کے شوہر نے جو تین طلاقیں دی ہیں، تو اس پر کوئی گواہ نہیں ہے، عند اللہ طلاق واقع ہونے کے لئے گواہوں کی موجودگی، لازم نہیں ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ مَّ بَعْدُ حَتَّى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا﴾ (البقرة: 230)

ترجمہ: ”پھر اگر (شوہر اپنی بیوی کو دو طلاق دینے کے بعد) اسے تیسری طلاق بھی دے دے، تو اب وہ عورت اس (سابق شوہر) کے لئے حلال نہیں، یہاں تک کہ (عدت اُارنے کے بعد) وہ (مطلقہ) عورت (اپنے سابق شوہر کے علاوہ) کسی اور مرد سے نکاح کر لے (اور: انخواستہ ان کے درمیان م نہ ہو اور وہ شوہر نے اسے طلاق دے، تو اب عدت اُارنے کے بعد وہ شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے)۔“

وقوع طلاق کے بعد آپ کے شوہر کا آپ کو تحلیل شرعی کے بغیر p کا ارادہ H ہر جسارت ہے اور ایہ - گو نہ اس پر اپنے قلبی اطمینان کا اظہار ہے۔

لیکن قضاء یعنی دینی احکام کے اعتبار سے ثبوت طلاق کے دو طر z ہیں، ایہ - یہ کہ شوہر خود طلاق کا اقرار کرے، دوسرا یہ کہ طلاق پر دو گواہ موجود ہوں، اور ا عورت طلاق کی مدعیہ ہے 1 شوہر G ہے، تو عدت { اسے قسم دے گی، کیوں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده: ان النبي ﷺ قال في خطبته: ”البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه“۔

ترجمہ: ”عمر ابن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: کسی بھی دعوے کے ثبوت کے لئے مدعی پر لازم ہے کہ وہ گواہ پیش کرے (ورنہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں) مدعی علیہ ا قبول دعویٰ کا انکار کرتا ہے، تو اس سے قسم لی جائے گی۔“
﴿سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1339﴾

یعنی کسی بھی دعوے کے ثبوت کے لئے مدعی پر لازم ہے کہ وہ گواہ پیش کرے (ورنہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں) مدعی علیہ ال قبول دعویٰ کا انکار کرتا ہے، تو اسے قسم دی جائے گی۔ اور اس طرح قضاء نکاح قائم رہے گا، کیونکہ اسلامی احکام کی طرح د* کی کوئی بھی عدا { محض دعوائے مدعی پر اس کے حق میں فیصلہ نہیں دیتی۔ ا* شوہر جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو وہ گنہگار ہے، اور ۱۰٪ ت میں اللہ تعالیٰ کی عدا { میں حقیقت واقعہ کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور اس کی ساری ت* کی H میں آ* رے گی۔

طلاق غیر مدخولہ

سوال: 123

میرا نکاح ۱۱ اکتوبر ۲۰۰۵ء میں فرقان احمد خان کے ساتھ ہوا تھا، میرا م عاتشہ حیدر خان ہے، فرقان احمد خان جو کہ میرے شوہر تھے، انہوں نے اپنی والدہ کے ت* میں آ کر مجھے طلاق کا نوٹس بھجوا دیا ہے، جس میں تین ت* ر طلاق کا لکھا ہوا ہے، اور ان کے دستخط ہیں، میری رخصتی نہیں ہوئی تھی، میں اپنے گھر میں ہی ہوں اور وہ اپنے گھر میں اب آپ مجھے اس کا فتویٰ دے دیجئے کہ ت* میرا نکاح فرقان احمد خان سے د* رہ ہو سکتا ہے؟ اور اس کی کیا مدت ہے؟ اور ت* نکاح ابھی ت* قرار پئے نہیں؟ اور میں نے اپنے نکاح کا مہر بھی نہیں لیا ہے، اس صورت میں کیا طر ا ہے؟ قرآن و ت* کی روشنی میں فتویٰ دیجئے۔ ﴿عاتشہ حیدر، R-770/16 ایف بی اے، کراچی﴾

جواب:

علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

اذ اطلق الرجل امراته ثلاثا قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانث بالاولیٰ ولم تقع الثانية والثالثة۔
 ترجمہ: ”ا کوئی شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع ہو جاتی ہیں پس ا علیحدہ علیحدہ الفاظ سے طلاق دی ہو تو پہلی طلاق سے طلاق ت* ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔“
 TM عالمگیری جلد اول ص: 373 ﴿

صورت مسئلہ میں۔ تقدر صدق سائلہ چوہ ابھی ت* رخصتی نہیں ہوئی اور خلوت صحیحہ (دونوں میاں بیوی کا تنہائی میں جمع ہونے) بھی نہیں ت* اور شوہر نے تین طلاق (منسلکہ طلاق ت* مہ میں) علیحدہ علیحدہ دی ہیں، لہذا پہلی طلاق سے ہی نکاح ختم ہوا ت* اور دوسری دو طلاقیں واقع نہیں ہوں گی، اس لئے کہ غیر مدخولہ (جس کے ساتھ مباشرت نہ کی گئی ہو) کو طلاق رجعی نہیں ہوتی بلکہ ا ت* طلاق دینے سے بھی ت* ہو جاتی ہے اور طلاق ت* ت* دینے کے بعد وہ عورت محل طلاق نہیں رہتی، اس لئے طلاق کے دوسرے الفاظ لغو ہو جاتے ہیں، اس صورت میں یہ شوہر د* رہ نکاح کر سکتا ہے، عدت اور تحلیل شرعی کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ياايها الذين امنوا اذ انكحتم المؤمنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالکم عليهن من عدة تعتدونها ج
 ترجمہ: ”اے ایمان والو! ت* تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دو، تو تمہارے لئے ان ت* کچھ عدت نہیں، جسے تم شمار کرو۔“
 ﴿اب 49﴾

میرا میری بیوی سے جھگڑا ہو رہا تھا اس دوران اس نے مجھ سے کہا کہ مجھے طلاق دے دو، میں نے جواب میں کہا کہ ”تجھے طلاق دوں گا، طلاق دوں گا، طلاق دوں گا“۔ میں حلفیہ کہنے کو تیار ہوں کہ میں نے یہی الفاظ کہے تھے، اور میں نے آئندہ کے لئے کہا تھا فی الحال

میں نے طلاق نہیں دی، جبکہ میری بیوی کہتی ہے کہ اس نے مجھے طلاق دی ہے۔ کیا اس صورت میں طلاق واقع ہوگئی؟

﴿عبدالرحیم، گلستان جوہر بلاک 13 کراچی﴾

جواب :

صورتِ مسئلہ میں، صدقِ بیان سائل شوہر کے الفاظ ”تجھے طلاق دوں گا، طلاق دوں گا، طلاق دوں گا“ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ یہ مستقبل میں طلاق دینے کے ارادے کا اظہار ہے اور شرعاً ارادہ طلاق، طلاق نہیں ہے۔ چونکہ آپ کے ادا کردہ تمام الفاظ ارادہ طلاق کو ظاہر کرتے ہیں اور ارادہ طلاق، طلاق نہیں ہے۔ لہذا ان تمام الفاظ سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔ قضاء یعنی دینی احکام کے اعتبار سے ثبوت طلاق کے دو طر [ہیں، ای۔ یہ کہ شوہر خود طلاق کا اقرار کرے، دوسرا یہ کہ طلاق پہ دو گواہ موجود ہوں، اور ا/ عورت طلاق کی مدعیہ ہے، 1 شوہر G ہے، تو عدا { اسے قسم دے گی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ: **عن عمرو بن**

شعیب، عن ابیہ، عن جده: ان النبی ﷺ قال فی خطبته: ”البینہ علی المدعی والیمین علی المدعی علیہ“۔

جمہ: ”عمر بن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: کسی بھی دعوے کے ثبوت کے لئے مدعی پہ لازم ہے کہ وہ گواہ پیش کرے (ورنہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں) مدعی علیہ ا/ قبول دعویٰ کا انکار کرتا ہے، تو اس سے قسم لی جائے گی۔“ ﴿سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1339﴾

یعنی کسی بھی دعوے کے ثبوت کے لئے مدعی پہ لازم ہے کہ وہ گواہ پیش کرے (ورنہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں) مدعی علیہ ا/ قبول دعویٰ کا انکار کرتا ہے، تو اسے قسم دی جائے گی۔ اور اس طرح قضاء نکاح قائم رہے گا، کیونکہ اسلامی احکام کی طرح د* کی کوئی بھی عدا { محض دعوئے مدعی پہ اس کے حق میں فیصلہ نہیں دیتی۔ ا/ شوہر جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو وہ گنہگار ہے، اور عدا { میں حقیقت واقعہ کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور اس کی ساری نگاہیں ا/ میں ا/ رہے گی۔

جبری طلاق کی ایک صورت

سوال: 126

ہم نے اپنی بہن کا نکاح ای۔ جگہ کیا اور سوچا کہ رخصتی کچھ عرصے بعد کریں گے اس رشتے سے ہمارے اور لڑکے کے گھر والے & خوش تھے، لیکن ہمارے کچھ رشتے دار جنہوں نے اس نکاح سے پہلے ہم سے بہن کا رشتہ مانگا تھا جو ہم نے کسی وجہ سے قبول نہ کیا ان لوگوں کو اس نکاح پہ اعتراض تھا انہوں نے ہر ممکن کوشش کی کہ یہ نکاح ٹوٹ جائے، لڑکی کو اغوا کرنے کی دھمکی بھی دی اور یہ بھی کہا کہ لڑکے کو قتل کر دیں گے۔ ان لوگوں نے دس* رہ افراد کا ای۔ ا/ وپ بنا کر لڑکے کو گھیر لیا اس وقت ان کے پاس ہتھیار بھی تھے جس کے دھمپ انہوں نے لڑکے سے ای۔ سادہ کاغذ پہ دستخط کروالیا اور کہا کہ اب منہ سے بھی بولو کہ میں نے طلاق دی۔ لڑکے نے انکار کر دیا جس پہ انہوں نے مار پیٹ شروع کر دی اور لڑکے کے منہ سے بھی بلوالیا، طلاق کے الفاظ یہ تھے، (میں نے علی گوہر و گن کی بیٹی شازیہ کو طلاق، طلاق، طلاق

دی)۔ کیونکہ وہ لوگ ایسے ہیں کہ اگر وہ نہ کہتا تو اسے واقعی قتل کر دیتے۔ اب اس طلاق کو نہ تو لڑکا قبول کر رہا ہے اور نہ ہی لڑکی، معلوم یہ کہ ہے کہ یہ طلاق ہوئی یا نہیں؟ ﴿وقارا احمد وگن، 33-D پی ٹی سی ایل کالونی جناح ہسپتال﴾

جواب:

اصولی طور پر فقہ حنفی میں ”طلاق مکرہ“ (یعنی جس سے جبراً طلاق دلائی گئی ہو) معتبر ہے، البتہ اگر ”اکراہ“ م* ”اکراہ ملجی“ ہو، یعنی ایسی ضرب شدہ جس میں جان یا عضو کے تلف ہونے کا حقیقی خطرہ ہو، جیسے آج کل بندوق کی نوک (Gun Point) پر دھمکی دی جاتی ہے، اور بظاہر ایسا لگتا ہے کہ وہ اس دھمکی پر عمل کر لے گا، تو اسے ”اکراہ ملجی“ م* ”اکراہ“ م کہتے ہیں۔ ایسے ”اکراہ ملجی“ کی صورت میں ہمارے فقہائے کرام نے کہا ہے کہ اگر جبر کر کے تحویلاً طلاق لے لی جائے تو وہ مؤثر نہیں ہوگی، لیکن اگر جبر کر کے ”نی طلاق دلوادی جائے تو وہ مؤثر ہو جائے گی۔ چنانچہ علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں:

وفی ”البحر“ أن المراد الاكراه على التلفظ بالطلاق، فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق، لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا حاجة هنا، كذا في ”الحانية“ ولو أقر بالطلاق كاذباً أو هازلاً وقع قضاء لا ديانة۔ ﴿رد المحتار على الدر المختار جلد: 4، ص: 324 دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”اور ”البحر الرئق“ میں ہے کہ ”اکراہ“ سے مراد یہ ہے کہ لفظ طلاق دینے پر مجبور کر دیا گیا ہو، اگر (شوہر) کو مجبور کر دیا گیا ہو کہ اپنی بیوی کو طلاق لکھ دے، پھر اس نے (مجبوری) لکھ دی، تو طلاق واقع نہیں ہوگی، کیونکہ تحویلاً اس وقت طلاق لفظی کے قائم مقام ہوتی ہے، # اس کی حا۔ # ہو اور یہاں اسے حا۔ # نہیں ہے، (کیوں کہ وہ خود اپنی مرضی سے طلاق نہیں دینا چاہتا)، ”خا6“ میں اسی طرح ہے، اور اگر شوہر نے (اپنی بیوی کو) جھوٹ کے طور پر بطور مذاق طلاق دینے کا اقرار کیا، تو طلاق قضاءً واقع ہو جائے گی (یعنی اگر معاملہ عدالت میں آیا تو عدالت وقوع طلاق کا فیصلہ دے گی، کیوں کہ عدالتوں میں معاً 5 کا فیصلہ ظاہری قرائن و شواہد پر ہوتا ہے، نیتوں پر نہیں ہوتا، # کہ عند اللہ 14 کا اعتبار ہوگا)، (1) * دینا نہیں ہوگی۔“

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے پوچھا گیا: کیا یہ شخص نے کسی کے جبر و ظلم سے محض چارو مجبور ہو کر اپنی بیوی کو طلاق دے دی اور طلاق * مہ لکھ دی تو اس صورت میں طلاق پڑے گی یا نہیں؟

آپ نے جواب میں لکھا کہ: طلاق بخوشی دی جائے خواہ بکھر، واقع ہو جائے گی۔ نکاح شیشہ ہے اور طلاق سنگ، شیشہ پتھر خوشی سے پھینک دیا جائے خود ہاتھ سے چھٹ پڑے شیشہ ہر طرح ٹوٹ جائے گا، 1 یہ بن سے الفاظ کہنے میں ہے، اگر کسی کے جبر و اکراہ سے عورت کو خطرہ میں طلاق لکھی جائے تو طلاق * مہ لکھ دی اور بن سے الفاظ طلاق نہ کہے تو طلاق نہ پڑے گی۔ تنویر الابصار میں ہے:

ويقع طلاق كل زوج بالغ عاقل ولو مكرها او مخطئاً وفي رد المحتار عن البحر ان المراد الاكراه على التلفظ بالطلاق، فلو أكره على أن يكتب طلاق امرأته فكتب لا تطلق، لأن الكتابة أقيمت مقام العبارة باعتبار الحاجة ولا

جمہ: ”ہر عاقل* لغ خا* کی طلاق* فذ ہو جائے گی ا/ چہ اسے مجبور کیا* ہی غلطی سے طلاق دے دی، اور ردالمحتار میں بحر سے منقول ہے کہ جبر سے مراد لفظ طلاق کہنے پر مجبور کیا* ہی ہو، اور ا/ اس کو اپنی بیوی کو طلاق لکھنے پر مجبور کیا* ہی تو اس نے مجبور ہو کر لکھ دی تو طلاق نہ ہوگی، کیونکہ کتاب* کو تلفظ کے قائم مقام محض حا* کی بناء پر کیا* ہی ہے اور یہاں خا* کو حا* # نہیں ہے“ 1۔ یہ & اس صورت میں جبکہ اکراہ شرعی ہو کہ اسے ضرر رسائی کا* یشہ ہو اور وہ # لپہ قادر ہو، صرف اس قدر کہ اس (مگرہ) نے اپنے سخت اصرار سے مجبور کر ڈیا اور اس کے لحاظ پس سے اسے لکھتے بنی، اکراہ کے لئے کافی نہیں، یوں لکھے گا تو طلاق ہو جائے گی، کمالا یخفی (جیسا کہ ظاہر ہے)۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد: 12، ص: 385، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن، لاہور﴾

صورتِ مسئلہ میں ا/ شوہر نے جبر کی بنیاد پر صرف تحریری طلاق پر اکتفا کی ہوتی، تو طلاق واقع نہ ہوتی اور ان کا نکاح* ستور قائم رہتا، لیکن چونکہ لفظ بھی طلاق دے دی ہے، لہذا فقہ حنفی کی رو سے طلاق واقع ہوگئی۔
علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

اذ اطلق الرجل امرأته ثلاثاً قبل الدخول بها وقعن عليها فان فرق الطلاق بانث بالاولی ولم تقع الثانية والثالثة۔
جمہ: ”ا/ کوئی شخص اپنی بیوی کو دخول سے پہلے تین طلاق دے دے تو وہ طلاق واقع ہو جاتی ہیں پس ا/ علیحدہ علیحدہ الفاظ سے طلاق دی ہو تو پہلی طلاق سے طلاق* سن ہو جائے گی اور دوسری اور تیسری طلاق واقع نہیں ہوگی۔“ TM عالمگیری جلد اول ص: 373
صورتِ مسئلہ میں منسلکہ تحریری ”طلاق* مہ“ کے مطابق تین طلاقیں واقع ہو چکی ہیں، اور زوجین میں حرمتِ مغلطہ قائم ہو چکی ہے اور رجعت کی کوئی گنجائش نہیں ہے، اور چونکہ رخصتی نہیں ہوئی اور زوجین میں خلوت صحیحہ نہیں ہوئی، اس لئے مطلقہ پر کوئی عدت نہیں ہے، وہ طلاق کے وقت سے ہی کہیں بھی نکاح کرنے کے لئے آزاد ہے، اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

ياايها الذين امنوا اذ انكحتم المؤمنت ثم طلقتموهن من قبل ان تمسوهن فمالكم عليهن من عدة تعتدونها۔
جمہ: ”اے ایمان والو! # تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دو، تو تمہارے لئے اند پ کچھ عدت نہیں، جسے تم شمار کرو۔“ ﴿اب: 49﴾

اور مطلقہ اپنے سابق شوہر سے نصف مقررہ مہر کی بھی حقدار ہے، اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم۔ ﴿البقرة: 237﴾
جمہ: ”اور ا/ تم نے عورتوں کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی، اور تم ان کے لئے مہر ٹھہرا چکے تھے، تو جو مقرر ہوا تھا، اس کا آدھا (وا. #) ہے۔“

مطلقہ غیر مدخولہ کا مہر (1)

میرے لڑکے ذیشان مسعود ولد محمد مسعود نے اپنی بیوی طاہرہ ولد محمود کو طلاق کا نوٹس بھیجا جو کہ اس نے وصول کیا، نوٹس کے الفاظ یہ تھے:

”فریق اول (ذیشان مسعود ولد محمد مسعود) نے تین طلاقیں دوگواہوں کی موجودگی میں 27 اپریل 2006ء کو دی۔ دونوں کا صرف نکاح ہوا تھا رخصتی نہیں ہوئی تھی ذیشان مسعود سسرال جاتے تھے تنہائی میں بھی یہ تھے 1 کوئی 5 پٹہ ازدواجی تعلقات استوار نہیں ہوئے، کھلے کمرے میں یہ تھے جس میں گھر والوں کا اثر رہتا تھا، مہر کی رقم پچیس ہزار روپے ہے۔ معلوم یہ کرتا ہے حق مہر ادا کیا جائے گا یا نہیں؟ ﴿محمد مسعود، B.10/38 جوہر اسکول، گلستان جوہر کراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ۔ صدق بیان سائل چوہدری شوہر نے ا۔ لفظ میں تین طلاقیں دی ہیں لہذا تین طلاق واقع ہو گئیں اور بغیر تحلیل شرعی کے دُعا رہ ان کا نکاح نہیں ہو سکتا۔ سائل کے بیان کے مطابق چوہدری دونوں کے درمیان نہ تو ازدواجی تعلقات استوار ہوئے اور نہ ہی خلوت صحیح ہوئی لہذا شوہر نصف مہر کی ادائیگی لازم ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وان طلقتموهن من قبل ان تمسوهن وقد فرضتم لهن فريضة فنصف ما فرضتم ط ﴿البقرة: 237﴾

ترجمہ: ”اور اتم نے عورتوں کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی، اور تم ان کے لئے مہر ٹھہرا چکے تھے، تو جو مقرر ہوا تھا، اس کا آدھا (وا. #) ہے۔“

مطلقہ غیر مدخولہ کا مہر (2)

میرزا م کنول رانی ہے، میرا نکاح شیخ ہمایوں سے 3 اپریل 2002ء کو ہوا لیکن رخصتی نہیں ہوئی اور ہمارے درمیان کسی قسم کے ازدواجی تعلقات استوار نہیں ہوئے۔ ا۔ رہا یوں نے غصے میں ہم سے کہا کہ میری طرف سے تمہیں اجازت ہے کہ تم جس سے چاہو شادی کر لو اور میرے والدین بھی میرے لئے لڑکیاں تلاش کر رہے ہیں اور # ہم نے کہا کہ یہ لکھ کر دیں تو وہ (گئے اور کہنے لگے کہ چاہے کچھ بھی کر لو میں تمہیں d کر رکھوں گا 1 طلاق نہیں دوں گا، \$ ہم نے اپنے مسئلے کے حل کے لئے کورٹ سے رجوع کیا، کورٹ نے 16 جولائی 2004ء کو خلع کے آرڈر جاری کر دیئے، کورٹ سے جو خلع لی گئی ہے وہ کتنی مؤثر ہے؟ ﴿کنول رانی، دنگیر، کراچی﴾

جواب:

علامہ آم الدین لکھتے ہیں: ولو قال تزوجی ونوی الطلاق أو الثلاث صح وان لم ينو شيئاً لم يقع كذا في العتابة۔

ترجمہ: ”ا شوہر نے اپنی بیوی سے کہا کہ تو نکاح کر لے، ا۔ طلاق کی M سے تین طلاق کی M سے، تو صحیح یہ ہے کہ طلاق

واقع ہو جائے گی اور اطلاق کی M نہ ہو تو کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 376 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ، کو﴾

صورتِ مسئلہ میں۔۔ صدقِ بیان سائلہ شوہر کے الفاظ ”چاہے کچھ بھی کر لو میں تمہیں d کر رکھوں گا 1 طلاق نہیں دوں گا“ سے واضح ہوتا ہے کہ مذکورہ الفاظ بہ نیتِ طلاق نہیں کہے گئے، لہذا اس سے کوئی طلاق واقع نہیں ہوگی۔

قاضی مجاہد عدا (نکاح کو فسخ کرے تو یہ ”طلاقِ بن“ کے درجے میں ہے، اس کے نتیجے میں ”فسخِ نکاح“ کے بعد زوجین عدت کے * عدتِ آنے کے بعد ہی رضامندی سے تہہ نکاح کر h ہیں اور بیوی کی رضامندی نہ ہو تو وہ عدت کے بعد اپنی آزادانہ مرضی سے جہاں چاہے نکاح کر سکتی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِذَا نَكَحْتُمُ الْمُؤْمِنَاتِ ثُمَّ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ فَمَالَكُمْ عَلَيْهِنَّ مِنْ عَدَّةٍ تَعْتَدُونَهَا
، ترجمہ: ”اے ایمان والو! # تم مسلمان عورتوں سے نکاح کرو، پھر ہاتھ لگانے سے پہلے انہیں طلاق دے دو، تو تمہارے لئے
انہیں کچھ عدت نہیں، جسے تم شمار کرو۔“ ﴿اب: 49﴾
ادائیگی مہر کے رے میں اللہ تعالیٰ کا قرآن مجید میں ارشاد ہے:

وَأَنْ طَلَقْتُمُوهُنَّ مِنْ قَبْلِ أَنْ تَمْسُوهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيضَةً فَنَصْفُ مَا فَرَضْتُمْ۔ ﴿البقرة: 237﴾
، ترجمہ: ”اور ا تم نے عورتوں کو چھونے سے پہلے طلاق دے دی، اور تم ان کے لئے مہر ٹھہرا چکے تھے، تو جو مقرر ہوا تھا، اس کا
آدھا (وا. #) ہے۔“

خلع کورٹ کے ذریعے نہیں ہوتا بلکہ زوجین کی رضامندی سے ہوتا ہے، جس میں بیوی اپنے مطالبہ مہر کے حق سے دت دار ہو کر کہے کہ تم مجھے اس کے عوض طلاق دے دو اور شوہر اس کے مطالبے کو قبول کرتے ہوئے کہے کہ میں نے تمہیں خلع *، یہ خلع ہے اور طلاقِ بن کے حکم میں ہے۔

عدالتی نکاح دراصل حاکم مجاز کی جانب سے فسخِ نکاح ہے، اس کے لئے وجوہ شرعیہ کا ہونا ضروری ہے کہ شوہر بیوی کو طلاق دینے پر بھی آمادہ نہ ہو اور اسے مکمل حقوق کی ادائیگی کے ساتھ رکھے بھی نہیں *، ن نفقہ نہ دے، ظلماً مارے W، حقوق زو. A ادا نہ کرے اور معلق (Hung) رکھے، وغیرہ۔ لہذا عدالتی طلاق کے ! ہونے کا مدار اس پر ہے کہ اس سلسلے میں جج نے حدود شرعیہ اور احکام شرعیہ کو ملحوظ رکھا * نہیں، صرف اتنی * ت خلع کے جواز کا ! نہیں بن سکتی کہ عورت یہ کہے کہ: میں اس شوہر کے ساتھ رہنا نہیں چاہتی، فقط واللہ اعلم۔
الصواب۔

امام شافعی کے نزدیک تین طلاق کا حکم

سوال: 130

میر* م افشاں انجم M. سید رحمت علی ہے، میری شادی 20 سال قبل زبیر احمد بن قاضی معیز الدین سے ہوئی میرے تین W ہیں، میں* پنچ سال سے لاہور میں مقیم ہوں اور میرے شوہر راولپنڈی میں ہوتے ہیں میں* پنچ سال سے اپنے شوہر سے الگ رہ رہی ہوں اور بچے میرے ساتھ ہی لاہور میں ہیں جہاں وہ اپنی تعلیم مکمل کر رہے ہیں اور شوہر کوئی* ن و نہیں دے رہے ہیں ہمارے درمیان مستقل لڑائی جھگڑے رہتے تھے اور میرے شوہر ان جھگڑوں کے دوران طلاق کے الفاظ ادا کرتے رہتے تھے کبھی ای*۔ راور کبھی ڈ*۔ بھی ادا کرتے کہ ”میں تمہیں طلاق دیتا ہوں“ اور پھر ای*۔ دودن کے* رجوع کر ی*۔ اور۔ # میں اعتراض کرتی کہ تم نے مجھے طلاق دے دی ہے تو قرآن* ک اٹھا کر کہتے کہ میں نے ایسا نہیں کہا اور ای*۔ میرے شوہر نے مسجد کے امام صا # کے سامنے قرآن* ک اٹھا کر کہا کہ میں نے طلاق کے الفاظ ادا نہیں کئے بلکہ میں تو یہ کہہ رہا تھا کہ دے دوں گا اور میرے* پ کوئی گواہ نہ ہوتے جو میرے* ت کی تصدیق کرتے اسی وجہ سے کوئی میرے* ت کا یقین نہیں کرتے۔ اب جبکہ مجھے اپنے شوہر سے الگ رہنے* پنچ سال ہو رہے ہیں کبھی کبھی ان سے فون*۔ ت ہوتی ہے، ای*۔ میں اور میرے بچے ان کو ی*۔ گئے تھے تو شوہر نے ہم سے جھگڑا شروع کیا اور وہاں* موجود ای*۔ مرد اور ای*۔ عورت کے سامنے انہوں نے کہا کہ میں نے طلاق دی، طلاق دی، طلاق دی اور میر*۔ م لیکر انہوں نے یہ الفاظ ادا کئے تھے 1۔ # ان سے پوچھا تو قسمیں کھانے لگے کہ وہ لوگ جھوٹ بول رہے ہیں، میں نے ایسا کچھ نہیں کہا۔ پھر ہم یعنی میں اور بچے واپس لاہور آ گئے۔ اب آپ مجھے بتائیے کہ کیا مجھے طلاق ہو گئی ہے اور آ/ ہو گئی ہے تو مجھے اس*۔ ت کو*۔ \$ کرنے کے لئے کیا کر*۔ ہوگا مجھے اپنے مسئلے کیلئے فتویٰ چاہئے کہ میرے* پ س ثبوت ہو اور آ/ طلاق نہیں ہوئی ہے تو اس 5 سال کی علیحدگی کے*۔ رے میں کیا حکم ہے، وہ کوئی 0% چہ نہیں دیتے ہیں، اب بھی فون*۔ پ کبھی کبھی*۔ ت ای*۔ A ہوتی ہے، ان حالات میں مجھے کیا کرنے چاہئے۔ اے مہر*۔ نی مجھے تحویلی طوبہ جواب دے دیں۔ ﴿افشاں انجم، نیوکالونی مصطفیٰ*۔ د، لاہور﴾

جواب :

صورت مسئلہ میں۔۔ تقدیر صدق سائلہ شوہر نے کئی مرتبہ طلاق کے یہ الفاظ ادا کئے ہیں کہ میں تمہیں طلاق دیتا ہوں ان الفاظ سے طلاق واقع ہو جاتی ہے اور تین مرتبہ ادا کئے جا چکے ہوں تو تین طلاق مغلظہ ہو جا N گی اور رجوع کی کوئی گنجائش*۔ تی نہیں رہتی، رجوع*۔ تجویز نکاح کا اختیار صرف دو طلاق*۔ ت ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

الطلاق مرتن ص فامساك م بمعروف او تسريح باحسان ط ﴿البقرة: 229﴾

، ترجمہ: ”طلاق (رجعی) ڈ*۔ رہے، پھر (عدت میں) حسن سلوک کے ساتھ روک 8*۔ ہے (عدت پوری کرنے کے بعد) احسان کے ساتھ چھوڑ دینا ہے۔“

تیسری طلاق دینے کے بعد بغیر تحلیل شرعی کے دونوں کا شوہر بیوی کی حیثیت سے رہنا حرام ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهُ مِنْ بَعْدُ حَتَّىٰ تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهُ ط فَإِنْ طَلَّقَهَا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا أَنْ يَتَرَاجَعَا۔

جمہ: ”پھر اے (شوہر اپنی بیوی کو دو طلاق دینے کے بعد) اسے تیسری طلاق بھی دے دے، تو اب وہ عورت اس (سابق شوہر) کے لئے حلال نہیں، یہاں تک کہ (عدت اُارنے کے بعد) وہ (مطلقہ) عورت (اپنے سابق شوہر کے علاوہ) کسی اور مرد سے نکاح کر لے (اور: انخواستہ ان کے درمیان m نہ ہو اور وہ شوہر نے اسے طلاق دے، تو اب عدت اُارنے کے بعد وہ شوہر اول سے نکاح کر سکتی ہے)۔“ ﴿البقرة: 230﴾

قضاء یعنی دینی احکام کے اعتبار سے ثبوت طلاق کے دو طر [ہیں، ایہ کہ شوہر خود طلاق کا اقرار کرے، دوسرا یہ کہ طلاق دو گواہ موجود ہوں، اور ا عورت طلاق کی مدعیہ ہے، 1 شوہر G ہے، تو عدا { اسے قسم دے گی، کیو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

عن عمرو بن شعيب، عن أبيه، عن جده: ان النبي ﷺ قال في خطبته: ”البينة على المدعى واليمين على المدعى عليه“۔

جمہ: ”عمر ابن شعیب اپنے والد سے، وہ اپنے دادا سے روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے اپنے خطبہ میں ارشاد فرمایا: کسی بھی دعوے کے ثبوت کے لئے مدعی پر لازم ہے کہ وہ گواہ پیش کرے (ورنہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں) مدعی علیہ ا قبول دعویٰ کا انکار کرتا ہے، تو اسے قسم لی جائے گی۔“ ﴿سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1339﴾

یعنی کسی بھی دعوے کے ثبوت کے لئے مدعی پر لازم ہے کہ وہ دو عادل مرد بطور گواہ پیش کرے (ورنہ گواہ نہ ہونے کی صورت میں) مدعی علیہ ا قبول دعویٰ کا انکار کرتا ہے، تو اسے قسم دی جائے گی، شوہر کی قسم کے بعد فیصلہ ہوگا اور اس طرح قضاء نکاح قائم رہے گا، کیو اسلامی احکام کی طرح د* کی کوئی بھی عدا { محض دعوئے مدعی پر اس کے حق میں فیصلہ نہیں دیتی۔ ا شوہر جھوٹی قسم کھاتا ہے، تو وہ گنہگار ہے، اور عت میں اللہ تعالیٰ کی عدا { میں حقیقت واقعہ کے مطابق فیصلہ ہوگا، اور اس کی ساری ک* H میں ا رے گی۔ امام احمد رضا قدس سرہ العزیز لکھتے ہیں:

”بجا { اختلاف طلاق کا ثبوت گواہوں سے ہوگا اور دو گواہ عادل شرعی شہادت ہے۔ وجہ شرعی ادا کریں کہ اس شخص نے اپنی زوجہ کو طلاق دی، طلاق * \$ ہو جائیگی، پھر ا شوہر O کے گواہ دے گا۔ اس * ت کے کہ مطلقہ بعد طلاق اس سے بولی کچھ اصلاً مسموع نہ ہوگا، ہاں! ا عورت گواہ۔ وجہ شرعی نہ دے سکے تو شوہر پر حلف رکھا جائیگا ا حلف سے کہہ دے گا کہ اس نے طلاق نہ دی، طلاق * \$ نہ ہوگی اور ا حاکم شرعی کے سامنے حلف سے انکار کرے گا تو طلاق * \$ مانی جائیگی۔“ ﴿فتاویٰ رضویہ جلد: 12 صفحہ 453، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

ا شوہر تین طلاقیں دے کر G ہو جاتا ہے اور طلاق کے وقت کوئی گواہ موجود نہیں تھے اور اس کے بعد ستنور اسی مطلقہ عورت کے ساتھ ازدواجی نہ کی جائے گی، کیو غلط کو تو دھوکہ دیا جاسکتا ہے، خالق کو دھوکہ نہیں دیا جاسکتا۔ مذکورہ صورت میں سائل تین طلاق کی مدعیہ ہے اور شوہر اس سے G ہے اور بیان مدعیہ اس کے پ* س اپنے دعویٰ کے ثبوت کے لئے دو عادل مرد گواہوں کا موجود ہونا ضروری ہے لیکن اس کے پ* س مذکورہ » ب مکمل نہیں، ایسی صورت میں بیوی کو چاہئے کہ وہ اپنے شوہر کو قائل کریں کہ اللہ تعالیٰ کی * راضگی اور عت کے عذاب سے ڈرو، اور وہ تین طلاق جو آپ ﷺ نے دے کر G ہو گئے ہیں، ان کا اقرار کر لیں

اور لکھ کر دے دیں، اے انہیں خوف: آجائے تو شریعت پہ عمل کریں۔ اور اے: انخواستہ وہ ستورا نکار پہ ڈٹے رہیں تو ان کے انکار اور گواہوں کے نہ ہونے کی وجہ سے قضاء حرمت اور تفریق کا حکم نہیں لگایا جاسکتا، لہذا بظاہر حکماً نکاح قائم رہے گا، اے چہ نیا اور اللہ تعالیٰ کے ہاں ۱۰۰٪ میں جو کہ ہی کے اعتبار سے وہ نکاح قبی نہیں ہے، د* میں احکام شرعی کا اطلاق ظاہر حال، قرآن اور شہادتوں پر اقرار و انکار پہ ہوتا ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کی عدا { میں حقیقت حال کے مطابق فیصلے ہوں گے، یعنی ظاہر حال کے مطابق دنیوی عدالتوں سے جو فیصلے جاری ہوتے ہیں اور فذ ہو جاتے ہیں، وہ حقیقت حال کو تبدیل نہیں کرتے۔

اے آپ کو کامل یقین ہے کہ شوہر آپ کو تین طلاق دے چکا ہے تو ان حالات میں آپ کے لئے جائز شرعی اور قانونی راستہ یہ ہے کہ آپ عدا { سے رجوع کریں اور عدا { کے ذریعے فسخ نکاح کرنا، چوہ جائز شرعی وجوہ موجود ہیں، اس لئے یہ فسخ نکاح شرعاً و قانوناً معتبر ہوگا، واللہ اعلم بالصواب۔

طلاق مدھوش

سوال: 131

میر* مریحان حسین خان ہے میری بیوی کا* م شازیہ ہے ہماری شادی کو* رہ سال ہو گئے ہیں اور ہماری 3 بیٹیاں ہیں، پچھلے کئی سالوں سے مجھے دماغ کی ای۔ بیماری ہے جس کو ڈاکٹر ز Panic Disorder کہتے ہیں اور ان دوروں (Attacks) کے درمیان مجھے ایسا لگتا ہے جیسے میں مر رہا ہوں اور یہ اٹیک ای۔ جنون کی طرح ہوتا ہے اور جتنی دیر اٹیک رہتا ہے، مجھے کچھ یاد نہیں رہتا اور مجھے کچھ پتہ نہیں ہوتا کہ میں نے کیا کیا کیا ہے۔ # بھی ہوتا ہے میرے گھر والے مجھے بتاتے ہیں کہ تم نے ایسا ایسا کیا تھا، پہلے یہ دورے 18-19 ہوتے تھے، لیکن علاج ہوتے رہنے کی وجہ سے ان میں کچھ کمی آئی ہے۔ میرا مستقل علاج آغا خان ہسپتال، کراچی میں ہو رہا ہے۔ 2006ء اتوار کو میرے بھائی کے گھر رہنے گئیں ان کے ساتھ والدہ بھی تھیں رات کو مجھے بھی وہیں رکنے کا چاہا تھا رات کو # میں وہاں تو میرا اپنی بیوی سے کسب* تب جھگڑا ہوا اور میں وہاں سے اپنے گھر آ گیا ڈاکٹر نے مجھے ٹینشن سے ا کیا ہے کیونکہ اس کی وجہ سے اٹیک بڑھ جاتے ہیں، بہر حال # میں گھر آ گیا تو مجھے پھر اٹیک ہوا اس وقت میں اپنی بیوی کو فون کر رہا تھا اس کے بعد مجھے کچھ پتہ نہیں کیا ہوا! میں زمین پہ پڑا ہوا تھا اور میرے چاروں طرف میری 8 یں (تے) تھیں، صبح # میں بیوی بچوں کو He تو میری بیوی نے بٹیا رات کو آپ نے فون کیا تھا اور فون پہ مجھے طلاق دی، 1 مجھے کچھ بھی یاد نہیں، ہاں صرف اتنا یاد ہے کہ میں اپنی بیوی سے لڑ کر آیا تھا۔ اب ہم & پہ نشان ہیں کہ اس کا شرعی مسئلہ کیا ہوگا؟

مریحان حسین خان فیڈرل بی ای، کراچی

جواب :

صورتِ مسئلہ میں۔ صدق بیان سائل اے طلاق دینے والے کی طلاق دیتے وقت وہی کیفیت تھی جیسا کہ سائل نے بیان کی ہے کہ وہ اس وقت دورے (Attack) کی حالت میں تھا تو طلاق واقع نہیں ہوگی۔ شرعاً درستگی عقل شرط طلاق ہے اور اختلال عقل مانع

طلاق ہے۔ ہدایہ میں ہے: **ولا يقع طلاق الصبی والمجنون والنائم لقوله ﷺ كل طلاق جائز الا طلاق الصبی والمجنون ولان الاهلية بالعقل المميز وهما عديما العقل والنائم عديم الاختيار۔**

ترجمہ: ”اور بچے کی اور مجنوں (جنون والے) کی، اور سوئے ہوئے شخص کی طلاق واقع نہیں ہوگی، جیسا کہ نبی کریم ﷺ کا قول ہے کہ ہر (طلاق دینے والے شخص کی) طلاق جائز (واقع) ہے 1 بچے کی اور مجنوں کی جائز نہیں ہے، اس لئے کہ یہ دونوں عقل سے تیز کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور دونوں میں عقل کا عنصر نہیں ہے۔ اور سٹوہوا شخص (چوہ) اختیار نہیں کرتے۔“

﴿ہدایہ اولین جلد 2 ص: 338 مطبوعہ محمد علی کارخانہ اسلامی کتب کراچی﴾

علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

ولا يقع طلاق الصبی وان كان يعقل والمجنون والنائم والمبرسم والمغمى عليه والمدھوش هكذا في فتح

القدیر۔ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 353 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کوئٹہ﴾

ترجمہ: ”اور بچے (بلاغ) کی طلاق واقع نہیں ہوگی اگرچہ وہ عقل رکھتا ہو اور مجنوں کی اور سوئے ہوئے شخص کی، ذات الجنب (سام) کے مریض کی طلاق، مغمی (بیمار جس پر بے ہوشی طاری ہو) مدھوش کی طلاق واقع نہیں ہوگی، فتح القدیر میں اسی طرح ہے۔“

اگر صورت مندرجہ بالا صحیح اور واقعی ہے اور مسائل بوقت طلاق دورہ (Panic Attack) کا پڑا تھا اور اس نے اس کا اپنی بیوی کو طلاق دی تو وہ طلاق شرعاً لغو و بطل قرار دی جائے گی، یہ جواب صحت سوال و بیان مذکور پر ہے اور اس سوال و بیان صحیح نہ ہوں تو جواب بھی یہ نہیں ہوگا۔

فیملی کورٹس کے فاضل جج صاحبان کی: مت میں مؤثر نہ گذارشات

آج کل ہر قسمی سے ہمارے معاشرے میں ماضی کے مقابلے میں طلاق کی شرح ویسے بھی زیادہ ہو چکی ہے، اسی تنازع و عدالتی فسخ نکاح کی شرح میں بھی اضافہ ہوا ہے، جسے عرف عام میں ”خلع“ کہا جاتا ہے، حالانکہ یہ شرعی خلع نہیں ہے۔ شرعی خلع یہ ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

فان خفتم الا یقیمہا حدود اللہ لا فلا جناح علیہما فیما افتدت بہ ط تلك حدود اللہ فلا تعتدوا ج ومن یتعد

حدود اللہ فاولئك هم الظالمون ﴿البقرہ: 229﴾

ترجمہ: ”اگر تمہیں یہ خوف ہو کہ یہ دونوں (زوجین) اللہ کی حدود کو قائم نہ رکھ سکیں گے، تو عورت نے جو بخل خلع کر دیا ہے (شوہر کے اسے میں) تم دونوں کوئی حرج نہیں ہے، یہ اللہ کی حدود ہیں، سو تم اللہ کی حدود سے تجاوز نہ کرو۔ اور جنہوں نے اللہ کی حدود سے تجاوز کیا، تو وہی لوگ ظالم ہیں۔“

اس ارشاد ربی تعالیٰ کی رو سے ”خلع“ یہ ہے کہ میاں بیوی اس نتیجے پہنچ جائے کہ وہ ”حقوق زوجین“ کا اللہ تعالیٰ کی

مقررہ حدود کو قائم نہ رکھنے کے لیے ہی اعتماد نہ رہا۔ D ت پیدا ہو گئی۔ کوئی اور داخلہ خارجی B بن H اور شوہر یہ طرفہ طور پر طلاق دینے پر آمادہ نہیں ہے، تو پھر بیوی نے نکاح کے موقع پر جو ”حق مہر“ لیا ہے، وہ شوہر کو واپس کر دے اور شوہر اس کے عوض اسے طلاق دے دے، یہ ”طلاق بن“ ہوتی ہے، اس کے بعد شوہر کو عدت کے ۴۰ رجب بھی یہ طرفہ رجوع کا حق نہیں رہتا، البتہ یہی رضامندی سے دیکھ رہ نکاح کر h ہیں، بشرطیکہ یہ طلاق دی ہو۔ ”خلع“ قاضی کے یہ طرفہ حکم سے فز نہیں ہوتا، اس پر زوجین کی رضامندی ضروری ہے اور قاضی کو چاہئے کہ ”غیب“ 9 (جس میں وہ تعزیراً حالات میں بھی رکھ سکتا ہے) سے شوہر کو آمادہ کرے۔ فیملی کورٹس کے جج صاحبان عام طور پر شرعی حدود و قیود کی رعایت نہیں کرتے، بس صرف قانونی تقاضوں کو پیش A p ہیں۔ اب لگتا ہے کہ اس سلسلے میں ضابطہ کار (Procedural Law) کو اور آسان بنا دیا H ہے اور بعض جج صاحبان چیمبر میں ہی بیٹھ کر نکاح کو فسخ (Dissolve) کر دیتے ہیں۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ جس تیز رفتاری سے حکومت ب روشن خیالی (Enlightened Moderation) اور آزاد خیالی (Liberalism) چاہتی ہے، ہمارا معاشرہ اس کا ساتھ نہیں دے رہا۔ اس لئے آئے دن لوگ عدا { سے ”فسخ نکاح“ کی ڈی (Decree) لے کر دارالافتاء میں آتے ہیں کہ یہ شریعت کے مطابق ہے؟ نہیں؟، نہ صرف یہ کہ مفتی کے لئے ہر فیصلے کی G و توثیق دشوار ہوتی ہے، بلکہ ”عدالتی ڈی“ کے وجود سے معاشرہ بھی آنکھیں بند کر کے قبول کرنے لئے تیار نہیں ہوتا اور معاشرتی اخلاقی اقدار (Social Ehtical values) اور معاشرتی مزاحمت (Social Resistance) کی بھی اپنی یہ طاقت ہوتی ہے۔ بیشتر فیصلے ”قضا علی الغائب“ (IN ABSENTIA) ہوتے ہیں۔ چوہ ہمارے ججز بھی ماشاء اللہ مسلمان ہیں اور انہیں یہ معلوم ہے کہ لا 33 r 33 • دعویٰ ثبوت مقدمہ کے لئے کافی نہیں ہوتا بلکہ ہر مقدمے میں مدعی سے اس کے دعوے کے حق میں ثبوت مانگا جاتا ہے، ”مدعی علیہ“ (Respondent) کو اپنی صفائی اور وضاحت کا موقع دیا جاتا ہے کہ یہ تو وہ اعتراف (Confession) کرے اور اپنی اہمیت پیش کرے۔ آج کل کے معمول یہ ہو رہا ہے کہ ”مدعی علیہ“ نہ تو اصالتاً (Personally) عدا { میں حاضر ہوتا ہے اور نہ ہی وکالتاً (Through Attorney)، اس کو عدا { کی جانے سے رسمی طور پر طلبی کا نوٹس (Summon) بھیج دیا جاتا ہے، بیلف جاتا ہے، اس کے دروازے پر نوٹس چسپاں کر دیتے ہیں اخبارات میں اشتہار ”اطلاع عام“ \$ طلبی بہ عدا { فلاں“ دیا جاتا ہے۔ ججز، وکلاء اور عام لوگ! اطلاع عام کے ان روزہ مرہ اشتہاروں کو پڑھتے ہیں یہ وہ اخبار ان کی دسترس میں ہوتا ہے۔ جج کے منصب کو اتھارٹی اور قوت مملکت اور سرورہ مملکت کی طرف سے حاصل ہوتی ہے، لہذا جج پر لازم ہے کہ وہ حکومت یعنی پولیس کو پابند بنائے کہ وہ ”مدعی علیہ“ کو عدا { میں پیش کرے، کیونکہ یہ محض دادرسی اور حق طلبی کا مسئلہ نہیں ہے بلکہ حلال و حرام کا بھی مسئلہ ہے۔ حالاً è. # ہم معلوم کرتے ہیں تو پتا چلتا ہے کہ عام طور پر ”مدعی علیہ“ اسی شہر ملک میں موجود ہوتا ہے، اس کا صحیح پتا بھی فریق مخالف کو معلوم ہوتا ہے۔ یہ استثناء صرف ان مقدمات میں معتبر ہو سکتا ہے، جہاں ”مدعی علیہ“ کو لکل لاپتا (مفقود الخیر) ہوتا ہے یہی ملک سے ہر ہوتا ہے ہم وہاں بھی ممکنہ طور پر پاکستانی سفارت خانے کی مدد حاصل کی جاسکتی ہے۔ نیز جج کو اس بات کا پابند ہوتا چاہئے کہ وہ ان وجوہ کو قاعدہ

قلمبند کرے، جن کی رو سے اس کے اطمینان اور شرح صدر اور پیش کردہ ثبوت و شواہد (Proof & Evidence) کے مطابق عورت کے لئے عملاً ممکن نہیں رہا کہ وہ شرعی حدود کو قائم رکھے۔ ہوئے رشتہ ازدواج کو قائم رکھ سکے۔ اس کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا #یشہ ہے، ہم ان میں سے بعض وجوہ کا ذکر آگے چل کر کریں گے۔ یہیں سے ”فسخ نکاح“ (Dissolution) اور خلع کے معانی 5ت کو الگ کر دینا چاہئے۔ ”فسخ نکاح“ کے مقدمے میں صرف اتنی بات کافی نہیں کہ عورت کہے کہ میں شوہر کے ساتھ رہنا ہی نہیں چاہتی، #کہ اس کی معقول وجوہ موجود نہ ہوں۔ آ: انخواستہ قانون میں سقم ہے تو جج صاحبان کو پھر بھی شریعت کی رعایت، شرعی حدود و قیود، خوف: ا، فکر %ت اور حلال و حرام کی: ۱۰! اور حساسیت کو پیش آ رکھنا چاہئے۔ بعض حضرات ای- حدیث سے استدلال کرتے ہیں کہ قاضی (Judge) کو معقول وجوہ و اسباب کے بغیر بھی ”فسخ نکاح“ کا اختیار حاصل ہے، چنانچہ ارشاد رسول اللہ ﷺ ہے:

عن ابن عباس : ان امرأة ثابت بن قيس اتت النبي ﷺ فقالت: يا رسول الله، ثابت بن قيس، ما اعتب عليه في خلق ولادين، ولكني اكره الكفر في الاسلام، فقال رسول الله ﷺ: اتردين عليه حديقته قالت: نعم، قال رسول الله ﷺ: اقبل الحديقة وطلقها تطليقة۔

جمہ: ”عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما روایت کرتے ہیں کہ: \$بن قیس بن شماس کی بیوی نبی کریم ﷺ کی: مت میں حاضر ہو N اور عرض کیا: رسول اللہ ﷺ کے دین اور اخلاق کے رے میں مجھے کوئی شکا \$ نہیں ہے، 1 یہ کہ میں اسلام میں رہتے ہوئے کفر (شکری اور شوہر کی فرامانی) سے ڈرتی ہوں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم اس کا وہ (غ) (ج) \$ نے نکاح کے وقت مہر میں ڈی تھا) واپس کر دو گی، انہوں نے عرض کیا: جی ہاں: چنانچہ انہوں نے (مہر میں لیا ہوا) وہ (غ) شوہر کو واپس کر ڈی، رسول اللہ ﷺ نے (ج) \$ سے) فرمایا: غ قبول کر لو اور اسے ای- طلاق دے دو۔ (صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5273)

صحیح بخاری میں اس سے اگلی روایت \$ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے اسے (ج) \$ کو طلاق کا حکم فرمایا اور \$ نے طلاق دے دی، اس سے آگے ای- اور روایت \$ میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے \$ کو حکم فرمایا تو انہوں نے بیوی سے (ج) (ریعہ طلاق) علیحدگی اختیار کر لی۔ یہ حدیث ”فسخ نکاح“ سے متعلق نہیں ہے، یعنی یہ نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے: ات خود بحیثیت حاکم و قاضی نکاح فسخ فرمایا بلکہ آپ نے بیوی کو مہر واپس کرنے اور شوہر کو طلاق دینے پر آمادہ فرمایا اور یہی خلع ہے۔ اور میری خواہش ہے کہ ہمارے فیملی کورٹس کے جج فسخ نکاح (Dissolution of Marriage) کو %ی اور: /، امکانی صورت (Option) کے طوبہ اختیار کریں۔ جج کی پہلی جج مصالحت (Reconciliation) ہونی چاہئے، دوسری جج شوہر کو رضا کارانہ طلاق پر آمادہ کرے اور تیسری دونوں کو خلع پر آمادہ کرے۔ ہونی چاہئے، کیونکہ / چہ شریعت نے انتہائی: /، صورت حال میں زوجین میں طلاق سے تفریق کی گنجائش رکھی ہے، لیکن اللہ تعالیٰ کے: دی- تمام حلال امور میں یہ & سے ڈیہ اس کے غضب کا۔ (ہے، امام ابو داؤد اپنی سند کے ساتھ حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ابغض الحلال الى الله عزوجل الطلاق، جمہ: ”یعنی حلال امور میں اللہ عزوجل کے: دی-

& سے ڈیہ مغوض چیز طلاق ہے۔“ ﴿سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 2171﴾

* بل کے مقام پر دو فرشتے ہاروت و ماروت بنی اسرا L کو بطور آزمائش جادو سکھاتے تھے اور قرآن مجید میں ان کے جادو سیکھنے کا جو & سے مذموم پہلو بیٹا، وہ یہ ہے کہ:

فیتعلمون منهما ما یفرقون بین المرء و زوجته ط ﴿البقرة: 102﴾

، ترجمہ: ”یعنی وہ لوگ دونوں فرشتوں سے اس (جادو) کو سیکھتے تھے، جس کے ذریعے مرد اور عورت میں علیحدگی کرادیں۔“ اس لئے جیسا کہ میں نے عرض کیا، فیملی کورٹس کے جج صاحبان کو زوجین میں علیحدگی (Separation) کا عدالتی اختیار انتہائی * گواری کے ساتھ %/؛، یڈ: پسندیدہ جج (Option) کے طور پر استعمال کرتے چاہئے۔ جہاں۔۔ رسول اللہ ﷺ کی ذات کا تعلق ہے، آپ کو ویسے بھی مومنوں پر ولایت * اور مکمل تصرف کا حق حاصل ہے، اس سے ڈیہ جتنا کسی عام حاکم یا قاضی کو کسی ولی اقرب کو حاصل ہے، ارشاد * ری تعالیٰ ہے: **النبی اولى بالمؤمنین من انفسهم۔**، ترجمہ: ”نبی کو مومنوں پر اس سے ڈیہ تصرف کا حق حاصل ہے، جتنا خود ان کو اپنی ذات پر ہے، (اب: 6)۔“ اس لئے رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ بہر حال * فذہ اور آپ ﷺ وجوہ کو بتانے کے * پبند نہیں ہیں، جبکہ عام جج، قاضی اور حاکم کی ولایت % شرعی حدود و قیود کے ساتھ مشروط ہے۔ فقہ حنفی میں ”عدالتی فسخ نکاح“ کے رے میں بہت ڈیہ احتیاط سے کام لیا * ہے اور یہ تقریباً ممکن العمل ہے، احتیاط میں یہ شدت اس لئے اختیار کی گئی ہے کہ یہ حلال و حرام کا مسئلہ ہے * ہم د V ائمہ ثلاثہ کے * دیہ بعض حدود و قیود کے ساتھ اس کی گنجائش موجود ہے۔ اور فقہ حنفی میں بھی یہ اصول * مسلم و مختار ہے کہ ضرورت شدت * کی بنا پر فسخ نکاح کے لئے دوسرے ائمہ کرام کے قول پر فیصلہ ڈیہ جاسکتا ہے، ان میں سے چند صورتیں یہ ہیں:

(1) شوہر بے انتہا مار پیٹ کرتے * ہے، جسمانی و ذہنی اذیت (Physical & Mental Torturing) میں مبتلا رہتا * ہے، نہ حقوق ادا کرتے * ہے نہ طلاق دے کر گلو خلاصی کرتے * ہے، بس اسے معلق (Hung) رکھنا چاہتا ہے، تو ایسی صورت میں جج ثبوت و شواہد اور قرائن قطعیہ کی بنا پر ”فسخ نکاح“ کا فیصلہ دے سکتا ہے، لیکن اسے وجوہ R رڈ پر لانی چاہئیں۔

(2) شوہر * ن نفقہ نہیں دیتا اور بیوی کے * س کفا } کا کوئی اور ذریعہ نہیں ہے، اس کی دو صورتیں ہو سکتی ہیں: (الف) یہ کہ شوہر مالدار ہے 1 ظلماً نہیں دیتا، آ اس کا مال ظاہر ہو تو جج حکومت کے ذریعے جبراً شوہر سے * ن نفقہ یعنی مصارف ضروریہ دلائے * اسے قید کر دے۔ # ۔۔ وہ خود رضا کارانہ طور پر دینے آمادہ نہ ہو۔ (ب) اور آ شوہر مفلس اور * دار ہے اور بظاہر اس * ت کے * بھی نہیں ہیں کہ وہ جلد بیوی کا نفقہ دینے کے قابل ہو جائے گا اور بیوی کے لئے کوئی متبادل ذریعہ بھی د7 ب نہیں ہے، نہ ہی کوئی اور کفیل ہے اور نفقہ سے عجز کی بنا پر بیوی کے فتنہ میں مبتلا ہونے کا * یشہ ہے، ایسی صورت میں جج نکاح فسخ کر سکتا ہے اور اسے تفصیلی وجوہ فیصلے میں درج کرنی چاہئیں۔

(3) شوہر کسی مؤزی مرض میں مبتلا ہے، جیسے * ص و * ائمہ کینسر وغیرہ اور نکاح کے وقت بیوی کو معلوم نہیں تھا، اسے دھوکے میں رکھا * تھا، بعد میں اس پر یہ حقیقت ظاہر ہوئی، آ وہ اس کے * وجود رشتہ ازدواج کو قائم رکھنا چاہے تو یہ اس کے لئے سعادت * ت ہے،

اللہ تعالیٰ کے ہاں ۵% ت میں ۱۰% پائے گی، لیکن اگر وہ کسی طوبہ بھی آمادہ نہ ہو تو نج نکاح فسخ کر سکتا ہے اور تفصیلی وجوہ اپنے فیصلے میں درج کرے۔

(4) شوہر کو: انخوسہ طویل قید (جیسے پندرہ سال* یا عمر قید) ہوگئی ہے اور بیوی جواں عمر ہے، اس کے لئے اپنے فطری ب*ت کو قابو میں رکھنے کے لئے حدود شرع میں رہنا ممکن نہیں ہے اور H میں مبتلا ہونے کا +یشہ ہے یہ کوئی اس کا کفیل نہیں ہے اور وہ عدا { سے فسخ نکاح کا مطالبہ کرتی ہے تو نج نکاح کا فیصلہ دے سکتا ہے۔

(5) شوہر بلا B و بلا عذر مرض وغیرہ مسلسل طویل عرصے۔۔ حقوق زو A ادا نہیں کرتا، تو نج تنبیہ کے بعد اور تنبیہ کے غیر مؤثر ہونے کے بعد نکاح فسخ کر سکتا ہے۔

(6) شوہر مجنون H، منا & وقت /رنے بھی علاج سے صحت یاب نہ ہو سکا، اس کے جنون سے بیوی کے جسم و جاں کو خطرہ لاحق ہے *یہ وہ اب حقوق زو A کی ادائیگی اور بیوی کی کفا { کا اہل ہی نہیں رہا، تو نج نکاح فسخ کر سکتا ہے۔ لیکن اگر کوئی: اس ماہر ڈاکٹر یہ کہے کہ شوہر کی یہ کیفیت عارضی ہے اور منا & وقت میں اسے افاقہ ہو جائے گا، تو ”فسخ نکاح“ سے پہلے منا & مہلت دینی چاہئے۔

(7) عینین (Impotent) شوہر اور مفقود الخبر یعنی لاپتا شوہر کے فسخ نکاح کے مسائل تفصیل طلب ہیں، اس لئے ان پر کسی منا & موقع الگ تفصیل سنیے۔

علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم جلد ۱ { (صفحات: 1094* 1121) میں اس مسئلہ پر تفصیلی بحث کی ہے اور ”فسخ نکاح“ کے بارے میں ائمہ اربعہ کے مسلک کو اصل مآخذ کے حوالہ جات کے ساتھ بیان کیا ہے اور یہ بھی بتایا ہے کہ کون کون سے مواقع ہیں جہاں دوسرے ائمہ کے قول پر فیصلہ کیا جاسکتا ہے۔ اسی طرح ہندوستان میں ”مجلس قضائے شرعیہ“ بہار، اکابر علماء اہلسنت نے قائم کی تھی اور انہوں نے ”فسخ نکاح“ کے بارے میں کچھ اصول متفقہ طوبہ طے کئے تھے، جن میں سے ”فسخ نکاح“ کے بارے میں بعض متفقہ وجوہ کا ذکر مفتی عبدالواہب قادری نے ”فتاویٰ یورپ“ میں کیا ہے۔

۵% میں میری دردمندانہ گزارش ہے کہ اگر کوئی عورت: انخوسہ خوف: اسے عاری ہے، اس پر نفسانی خواہشات یہ ہوس زکا غلبہ ہے، توں کی دلدادہ ہے اور کسی بھی جا B کے بغیر شوہر کے ساتھ بہر صورت رہنے کے لئے تیار نہیں ہے، تو ایسی صورت حال میں شوہروں کو چاہئے کہ وہ رضا کارانہ طوبہ خلع پر آمادہ ہو جائے N*۔ یہ طرفہ طوبہ طلاق دے دیں، اس پر وہ عند اللہ ۱۰% N گے اور عورت فتنہ اور H میں مبتلا ہونے سے بچ جائے گی۔ اور اگر شوہر رضا کارانہ طوبہ اس پر آمادہ نہ ہو تو عدا { منا & ڈوڈال کر اس سے طلاق دلوائے۔

ماں کا حق نگہداشت ساقط ہونے کی صورتیں

منکہ مسمیٰ شعیب یونس ولد محمد یونس کی شادی مسماۃ فارینہ M. امان اللہ سے 11 اگست 2001ء کو ہوئی تھی۔ اس سے میرا ایہ ساڑھے چار سالہ محمد مصطفیٰ ہے۔ اس تمام عرصے میں میری بیوی کا رویہ مجھ سے کبھی محبت کا نہیں رہا اور اکثر اوقات وہ میکے میں رہنے کی خواہشمند رہتی جس پر کبھی کبھی راضی بھی ہوتی تھی ایہ۔ دن اچا۔ مجھ پر ایہ۔ عجیب انکشاف ہوا اور اس روز میں نے اسے ایہ۔ ایسے مٹا۔ کل فون پر کسی لڑکے کو SMS کرتے ہوئے پکڑا جو میں نے اسے نہیں دلا۔ یہ تھا اور مجھ سے خفیہ رکھا ہوا تھا، رنگے ہاتھوں پکڑے جانے کے بعد اس نے اعتراف کیا کہ اس کے تعلقات دوسرے لڑکوں سے ہیں۔ اس مٹا۔ کل تقریباً 750 SMS آئے اور تقریباً 500 گئے، جس کی تفصیل پر \$ کے ساتھ منسلک ہے۔ یہ & جاننے کے بعد میری غیرت نے گوارہ نہ کیا کہ ایسی عورت کو اپنے ساتھ رکھوں 1 پھر بھی میں نے ہوش میں رہتے ہوئے اس کے والدین کو بلا۔ اور ساری صورت حال ان کے سامنے رکھی اور ایہ۔ طلاق دے کر ان کے ساتھ بھیج ڈیا۔ اس پر اس کے والدین نے نہ کسی شرمندگی کا اظہار کیا اور نہ ہی معافی مانگی اور میرے بچے کو ساتھ لے کر چلے گئے۔ میرا تعلق ایہ۔ دین دار گھرانے سے ہے، میں نے اس وقت ممتا کے *۔ ت کو ٹھیس پہنچنے کے خیال سے بچے کو ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی، 1 اس کی بے راہ روی اور غیر اخلاقی حرکات کو دیکھتے ہوئے میں چاہتا ہوں کہ اپنے بچے کو ساتھ رکھوں اور اس کی پرورش دینی ماحول میں کروں۔

محترم مفتی صاحب # ان حالات میں آپ کا مشورہ اور فتویٰ درکار ہے کہ میں اپنے بچے کو اس گندے ماحول سے نکال کر اپنے پاس رکھوں اور اس کی M. دینی ماحول میں کرسکوں، # وہ میرے پاس تھا تو اسکول بھی جاتا تھا لیکن اس کی ماں نے چار ماہ سے اسے اسکول نہیں بھیجا، بچے کا مستقبل 0% اب ہو رہا ہے۔، اے مہربانی بچے کی کفا) اور حصول کے لئے شرعی اور قانونی رہنمائی فرما N کہ بچے کا مستقبل محفوظ ہو اور وہ ایہ۔ دین دار K بن سکے۔ ﴿محمد شعیب، C-205، پانس ایونیو، گارڈن، کراچی﴾

جواب:

شرعاً بچے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے لیکن اے اسباب پڑے جا N جو اس کے حق کو ساقط کر دیں، تو بچے کو اس کی پرورش میں نہیں ڈیا جائے گا، علامہ A مالدین لکھتے ہیں:

أحق الناس بحضانة الصغير حال قيام النكاح أو بعد الفرقة إلا أن تكون مرتدة أو فاجرة غير مأمونة كذا في

الكافي -

، ترجمہ: ”نکاح قائم رہے (ب: ریعہ طلاق) تفریق ہو جائے، (دونوں صورتوں میں) بچے کی پرورش کا & سے ڈیہ حق اس کی ماں کو حاصل ہے، لیکن اے وہ مرتد ہو جائے (فسق و) ر میں مبتلا ہو جائے، بچے کی صحیح نگہداشت & نہ کرے تو (پھر اس کا حق ساقط ہو جاتا ہے) ”کافی“ میں بھی اسی طرح ہے، آگے چل کر لکھتے ہیں:

و کذا لو كانت سارقة أو مغنية أو نائحة فلا حق لها هكذا في النهر الفائق -

، ترجمہ: ”اور اسی طرح اے وہ (ماں) چوڑی گانے والی نو سخوانی کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہے، تو اس کے لئے حق پرورش نہیں

علامہ علاؤ الدین حنفی لکھتے ہیں:

”تربیت الولد (ثبت للام) النسبية (ولو بعد الفرقة الا أن تكون مرتدة أو فاجرة) فجوراً يضيع الولد به، كزنا وغناء وسرقة ونياحة، كما في ”البحر“ و”النهر“ بحثاً۔ قال المصنف: والذي يظهر العمل باطلاقهم كما هو مذهب الشافعي أن الفاسقة بترك الصلاة لا حضانة لها۔ وفي ”القنية“: الأم أحق بالولد ولو سيئة السيرة معروفة بالفجور مالم يعقل ذلك (أو غير مأمونة) ذكره في ”المجتبى“ بأن تخرج كل وقت وتترك الولد ضائعاً۔

ترجمہ: ”بچے کی پرورش کا حق ماں کو حاصل ہے، اگرچہ زوجین کے درمیان۔ انی واقع ہوگئی ہو، لیکن اگر وہ (ماں) مرتدہ ہوگئی ہے * یہ وہ ہے اور فسق ایسا ہے، جس سے بچے کا 50% اب ہونے کا * بیشہ ہو، مثلاً *، *، *، *، چوری، اور نوکری۔ جیسا کہ ”البحر الرائق“ اور ”النهر الفائق“ کی بحث میں کہا گیا ہے مصنف کہتا ہے: بظاہر اس قول کے اطلاق پر عمل کریں گے جیسا کہ امام شافعی کا مذہب ہے کہ اگر فاسقہ ماں لڑکی * رکھ رہی ہے، تو اسے بھی بچے کی پرورش کا حق نہیں رہتا، اور ”قنیہ“ میں ہے: ماں بچے کی پرورش کی * یہ وہ حق دار ہے اگرچہ وہ اپنی سیرت و کردار میں۔ انی کے حوالے سے جانی جاتی ہو، بچہ اس وقت۔۔۔ ماں کی پرورش میں رہے گا۔ #۔۔۔ اسے اچھائی۔ انی کی تمیز نہ ہو۔ #۔۔۔ وہ شعور ہو جائے تو اسے ماں سے علیحدہ کر لیں * کہ ماں کو دیکھ کر اس کا 50% اب نہ ہو (ایسے ہی اس عورت کی پرورش میں بھی نہیں * جائے گا، جس کے * بچہ غیر محفوظ ہو یعنی وہ ہر وقت بچے کو چھوڑ کر آزادانہ گھومتی پھرتی رہے، ”المجتبى“ میں اسی طرح ہے۔ علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں:

”والحاصل أنَّ الحاضنة ان كانت فاسقة فسقاً يلزم منه ضياع الولد عندها سقط حقها، والا فهي أحق به الى أن

يعقل فينزع كالكتابية۔ ﴿ردالمحتار على الدر المختار جلد 5 ص: 204, 205 دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ترجمہ: ”اور حاصل کلام یہ ہے کہ پرورش کرنے والی (ماں) اگر فاسقہ ہے اور اس کے * پس رہنے سے بچے کے ضائع ہونے * اسکی عادات و اطوار بگڑنے) کا * بیشہ ہے تو اس (ماں) کا حق پرورش ساقط ہو جائے گا، اور اگر فاسق نہ ہو تو بچے کے شعور ہونے۔۔۔ * یہ وہ حق دار وہی ہے، اس کے بعد اس سے لے لیا جائے گا، جیسے ”کتابیہ“ ماں کا حکم ہے۔“

آپ نے سوال میں جو صورت درج کی ہے، اس کی رو سے ایسی ماں کی سرپرستی اور نگہداشت * میں بچے کے کردار کے متلاش ہونے کا: شہ ہے اور اس نے بچے کو اسکول سے بھی روک * ہے، لہذا آپ اس سے بچے کا مطالبہ کریں، اگر حوالے نہ کرے تو پنچائیٹ عدا * کے ذریعے حاصل کریں۔

بچوں کی کفالت

میری اختر محمود 15 نومبر 2006ء کو قضائے الہی سے انتقال کر گیا ہے، لواحقین میں درج ذیل افراد ہیں:

(1) بیوہ اختر محمود عمر 25 سال (2) ا - بیٹی عمر 4 سال

(3) ا-ي عمر 2 سال (4) والد (محمود احمد) عمر 60 سال

۱۔ وراثت کی تقسیم میں شرعی احکامات کی رو سے ہر ایک کو کس قدر حصہ ملے گا؟

۲۔ مرحوم جو قرض ہے اس کی ادائیگی کے متعلق بھی شرعی فیصلے سے مطلع فرما N؟

۳۔ بیوہ! نکاحِ مجتہدہ فی کرتی ہے تو کیا ان دونوں کمسن بچوں کی کفا { ان کے دادا کے ذمے ہوگی؟

﴿محمود احمد لطفی، 502- سیکٹر 5-B سرجانی* وُن، کراچی﴾

جواب:

از روئے شرع کسی بھی متوفی شخص کا تقسیم کرنے سے قبل تین حقوق متعلق ہوتے ہیں: (1) کے سے اس کے مصارف تکلیفیں
فین وضع کئے جاتے ہیں (2) اس کے بعد اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو، تو اس میں سے اس کی ادائیگی کی جاتی ہے (3) اس کے بعد
اس نے کوئی وصیت کی ہو تو وہ سے *دہ تہائی کے کی حد۔ اس سے *نذ کیا جاتا ہے، بشرطیکہ وہ وصیت کسی وارث شرعی کے حق
میں نہ ہو، یہ تین امور تقسیم وراثت سے مقدم ہوتے ہیں، ان کو منہا کرنے کے بعد بقیہ کہ وراثت میں تقسیم ہوتا ہے۔ متوفی اختر محمود کی
Gجا اذ منقولہ وغیرہ منقولہ 72 حصوں میں منقسم ہوگی، متوفی کے والد (محمود احمد) کو 12 حصے، بیوہ کو 9 حصے، W کو 34 حصے، بیٹی کو 17 حصے
ملیں گے۔ جہاں۔۔ بچوں کفا) اور حق حضانت (گود یا اورپ ورش) کا تعلق ہے، شرعاً اس کے استحقاق کی M درج ذیل ہے:
علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

تربيت الولد (تثبت للام) النسبية (ثم) أى بعد الأم بأن ماتت أو لم تقبل أو أسقطت حقها أو تزوجت بأجنبي (أم الأم وان علت) عند عدم أهلية القربى (ثم أم الأب وان علت) بالشرط المذكور، وأما أم ابى الأم فتؤخر عن أم الأب بل عن الخالة أيضاً -

جمہ ”بچے کی پورش کا حق نسبی ماں کو حاصل ہے۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔ آگے چل کر لکھتے ہیں: جمہ: ”ماں فوت ہو جائے۔ بچے کو قبول نہ کرے یا اپنا حق حصا \$ ساقط کر دے؛ کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح کر لے جو بچے کے لئے اجنبی ہے، تو پھر ماں کے بعد *نی کو پورش کا حق ہے یہ استحقاق الترتیباً اپنی۔ جائے گا، اقریب والے میں پورش کی اہلیت نہ ہو، پھر دادی کو اور مذکورہ کے ساتھ یہ سلسلہ اپنی۔ جائے گا، پھر** کی ماں، دادی بلکہ خالہ سے بھی % ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

والحاضنة أما أو غيرها (أحق به) أى بالغلام حتى يستغنى عن النساء وقدر بسبع وبه يفتى لأنه الغالب

جمہ: ”پُرش کرنے والی عورت خواہ وہ بچے کی ماں ہو“ کوئی اور اس کو یہ حق اس وقت۔۔ حاصل ہے۔ #۔۔ لڑکا عورتوں کی

نگرانی سے مستغنی نہ ہو جائے، جس کی مدت کا # ازہ سات سال لگا یا H ہے اور اسی پ فتویٰ ہے، کیونکہ اکثر صورتوں میں یہ ضرورت اسی عمر -- رہتی ہے۔

مزید لکھتے ہیں:

(والأم والجدّة) لأم أو لأب (احق بها) بالصغيرة (حتى تحيض وغيرهما احق بها حتى تستهي) وقدر بتسع وبه

یفتی - ﴿ردالمحتار علی الدر لمختار، جلد 5 ص: 210 تا 216 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، ترجمہ: ”ماں اور # نی اور دادی لڑکی کے حیض آنے -- ان کی پ ورش کا استحقاق R ہیں، (ان کی عدم موجودگی یا عدم 7 بی کی صورت میں) دوسری پ ورش کرنے والی عورتوں کا استحقاق لڑکی کے مشہدۃ (قریب البلوغ) ہونے -- ہے اور اس کی مدت کا # ازہ 9 سال لگا یا H ہے، اور اسی پ فتویٰ ہے۔“

صورت مسئلہ میں دونوں بچے مذکورہ لاعمر -- ماں کے پ س رہیں گے بشرطیکہ ماں کسی ایسے شخص کے ساتھ نکاح نہ کرے جو بچے کے لئے اجنبی ہے، اس کے بعد دادا کو ان کی کفا) کا حق حاصل ہوگا لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ بچوں کو ماں سے اس طرح ب اکڑ جائے کہ اس سے ملنے -- نہ دیں یہ حرام اور سخت حرام ہے۔ حدیث مبارک میں ہے ۷

عن ابی موسیٰ قال لعن رسول اللہ ﷺ من فرق بین الوالدۃ وولدھا، و بین الاخی و بین اخیہ۔

، ترجمہ: ”ابی موسیٰ اشعری بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے اس شخص پ لعنت فرمائی کہ جو ماں اور اس کے بچے میں ب ائی پیدا کرے اور یا - بھائی کو دوسرے بھائی سے ب اکڑے۔“ ﴿سنن ابن ماجہ: رقم الحدیث: 2250﴾

﴿کتاب العت﴾

عت

سوال: 134

کیا عورت کو جو مہینہ ۴ ہے وہ تیغ ر آ جائے تو کیا عت پوری ہو جاتی ہے؟ ﴿۱ / محمد، مکان 4/887 لیاقت ۴، دکرچی﴾

جواب:

جی ہاں! اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: والمطلقات یتربصن بانفسھن ثلاثۃ قروء۔ ﴿البقرة: 228﴾

، ترجمہ: ”اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض -- (عقدہ نی سے) روک رکھیں۔“

سوال: 135

میری بیوی حلالے کے بعد بچوں کی وجہ سے عدت کڑی نہیں چاہتی، کیونکہ بچوں کو اسکول اور مدرسے چھوڑنا، گھر کا سامان لٹا، بچوں کی بیماری اور گھر کے ۷ بہت سارے کام ہوتے ہیں اور یہ کام کرنے والا کوئی نہیں ہے، میرے چھ بچے ہیں کیا اس صورت میں عدت لازم ہے؟ فرما کر میری مشکل آسان فرمادیں۔ ﴿۱ / محمد، مکان 4/887 لیاقت ۴، دہراچی﴾

جواب:

عدت کا پورا کڑی لازمی ہے اور دورانِ عدت اس کا اور بچوں کا نفقہ ادا کڑی آپ کے ذمے لازم ہے اور جو اعذار آپ نے پیش کئے ہیں وہ شرعاً قابل قبول ہیں۔ **اذا طلقتم النساء فطلقوهن لعدتهن واحصوا العدة۔ ﴿الطلاق: 1﴾**

ترجمہ: ”تم اپنی عورتوں کو طلاق دو، تو ان کی عدت کے وقت (سے پہلے طہر میں) انہیں طلاق دو اور عدت کا شمار رکھو۔“

کیا میں دورانِ عدت طلاق گھر سے باہر جا سکتی ہوں؟

سوال: 136

مسئلہ یہ ہے کہ میری شادی کے چار ماہ بعد میں بہت بیمار ہو گئی اور اپنی والدہ کے گھر آ گئی تھی، اس دوران میرا میرے شوہر سے کسی بھی قسم کا کوئی تعلق نہیں رہا نہ ہی انہوں نے کسی قسم کا ۶۰٪ چھڑی میرے والدین نے سا ۵۰٪ چھڑیا اب میرے شوہر نے مجھے طلاق دے دی ہے تو جناب عدت کڑی رہے میں فرمائیے کہ میری عدت ہوگی، کتنے دن کی ہوگی؟ میں چوہ ۸ ڈپ C کی مریضہ بن گئی تھی تو ڈاکٹر نے مصروف رہنے کا کہا تھا اور پونے دو سال علاج بھی ہوا میں نے ابھی تین ماہ قبل ای۔ پی ایو اسکول میں پڑھنا شروع کیا ہے۔ کیا میں عدت کے دوران اسکول جاسکتی ہوں؟ اسکول میں پڑھانے سے میری دماغی حالت میں کافی بہتری آئی ہے ہم دونوں پونے دو سال سے بے انتہی، اولاد کا سلسلہ بھی کوئی نہیں ہوا۔ ﴿فردوس جبین، بلاک 1 فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

ہر مطلقہ مدخول بہلپ عدت لازم ہے، شوہر سے بے الی کتنی ہی طویل مدت سے ہو طلاق کے بعد عدت ضروری ہے اور غیر حاملہ جسے حیض آئے ہو، اس کی عدت بعد از طلاق تین حیض پورے کرنے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

والمطلقات يتربصن بانفسهن ثلثة قروء۔ ﴿البقرة: 228﴾

ترجمہ: ”اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض (عقدہ) نی سے روک رکھیں۔“

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **لا تخرجوهن من مبیوتھن ولا یخرجن۔ ﴿الطلاق: 1﴾**

ترجمہ: تم انہیں (عدت میں) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود (بھی) نہ نکلیں۔“

خلاصۃ الفتاویٰ میں ہے:

وفی الجامع الصغیر المطلقۃ تعتد فی بیت کانت قبل الفرقة فیہ ولا تخرج لیلاً ولا نہاراً فی العدة۔

جہ: جامع صغیر میں ہے مطلقہ عورت اپنے گھر میں عدت گزارے گی، دورانِ عدت رات و دن میں کسی وقت گھر سے نہیں نکلے گی۔“ ﴿جلد ۱۱ ص: 119 مطبوعہ مکتبہ حبیبیہ، کو﴾

علامہ A مالدین لکھتے ہیں: لا تخرج لیلاً ولا نهاراً سواء كان الطلاق ثلاثاً أو بائناً أو رجعیاً۔

جہ: ”رات و دن میں کسی بھی وقت (معتدہ) اس مکان سے جہاں وہ طلاق سے پہلے رہائش پزیر تھی، نہیں نکلے گی، خواہ اسے تین طلاق دی گئی ہو۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 1 ص: 534 مکتبہ رشیدیہ کو﴾

صورتِ مذکورہ میں چونکہ آپ اپنے والد کی کفا میں ہیں اور کوئی معاشی ضرورت مجبوری درپیش نہیں ہے اور 5 زمت کڑا آپ کی معاشی مجبوری نہیں ہے، لہذا عدت کے ۱۰ م میں گھر سے نہ نکلیں، ڈپ C وغیرہ کا عذر مسموع نہیں ہے۔

عدت و فوات

سوال: 137

میرے شوہر محمد الطاف کا انتقال ۲۴ فروری ۲۰۰۶ء کو ہوا ہے اور میرے چچ بچے ہیں، جن میں B سے بیٹی ۱۷ سال کی، دوسری بیٹی ۱۵ سال کی C ۱۱ سال کا اور دو چھوٹے ۹ و ۸ سال کے بچے ہیں۔ میرے شوہر کا ۹۰٪ بویٹوں کا سپلائی کا کام ہے، اور ان کا تمام پیسہ کارڈ میں لگا ہوا ہے، میرے والد کا بھی انتقال ہو چکا ہے اور میرا کوئی سگا بھائی بھی نہیں ہے۔ میں اس سلسلے میں بہت پریشان ہوں، اس لئے مجھے آپ سے یہ فتویٰ چاہئے کہ میں بچے دے میں رہ کر اپنے شوہر کے کارڈ رکھ سکتی ہوں اور دکان پر کارڈ ری لوگوں سے بات کر سکتی ہوں، فی الحال میرے ماموں زاد بھائی کا کارڈ رکھنا سنبھال رہے ہیں، 1 وہ اس کارڈ کی پیچیدگیوں سے واقف نہیں ہیں جبکہ میں اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں کئی مرتبہ کارڈ رکھنا سنبھال چکی ہوں اور کارڈ کی تمام کاریہ بنیوں سے واقف ہوں، اس لئے اشد ضرورت پڑے تو بچے دے میں گھر میں ہر جا کر کارڈ رکھنا سنبھال سکتی ہوں، کیونکہ میرا بھی بہت چھوٹا ہے اور میں نہیں چاہتی کہ میری جوان بیٹی کارڈ رکھنے کے سلسلے میں غیر مردوں کے سامنے جائے، آپ اس سلسلے میں فتویٰ دے کر میری رہنمائی کریں۔

﴿شہناز الطاف، D-120/A گلی نمبر ۱، موسیٰ کالونی، فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

قرآن مجید میں عدت سے متعلق اللہ تعالیٰ کا حکم ہے: والذین یتوفون منکم ویذرون ازواجاً یتربصن بانفسھن اربعۃ

اشھر و عشراً فاذا بلغن اجلھن فلا جناح علیکم فیما فعلن فی انفسھن بالمعروف ط ﴿البقرة: 234﴾

جہ: اور جو لوگ تم میں سے وفات پانچ یا N اور (اپنی) بیٹیاں چھوڑ جائیں، وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے دس دن، پھر # وہ اپنی عدت پوری کر لیں تو کوئی حرج نہیں تمہارا۔ اس بات میں جو دستور (شرع) کے موافق وہ اپنے حق میں کریں۔“

عورت کو زمانہ عدت میں گھر سے نہ حرام ہے، ہاں! عدت موت کی ہو اور اس کے پچاس کھانے کو نہ ہو، بغیر گھر سے نکلے کام نہ

چل سکے گا۔ نقصان پہنچے گا تو اس ضرورت سے اسکے لئے جاسکتی ہے اور رات اسی گھر میں آئے اور بغیر ضرورت شرعیہ۔ حرام ہے۔
در مختار میں علامہ علاؤ الدین ہکلفی لکھتے ہیں:

(و معتدة موت تخرج في الجديدین، وتبیت) اکثر اللیل (فی منزلها) لان نفقتها علیها، فتحتاج للخروج۔

﴿در مختار جلد 5 صفحہ 180، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، ترجمہ: ”اور جو عورت عدت وفات آ رہی ہو وہ بوقت ضرورت دن یا رات میں نکل سکتی ہے، لیکن رات کا اکثر حصہ گھر میں آئے اور، اس لئے کہ وہ اپنے 30 اجات کی ذمہ دار خود ہے پس وہ اس کے لئے ہر 3 کی محتاج ہے۔“
علامہ علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود لکھتے ہیں:

وأما المتوفی عنها زوجها فلا تخرج لیلاً ولا باس بان تخرج نهاراً فی حوائجها لانها تحتاج الی الخروج بالنهار
لاکتساب ماتنفقه لأنه لا نفقة لها من الزوج المتوفی بل نفقتها علیها فتحتاج الی الخروج لتحصل النفقة۔

، ترجمہ: ”پس وفات 30 ہو جس عورت کا شوہر وہ رات میں نہ نکلے، اور اپنی ضروریات کیلئے دن کے وقت 3 میں حرج نہیں اس لئے کہ وہ محتاج ہے دن کے وقت 3 کی کہ اپنا نفقہ حاصل کرے، کیونکہ اس کا نفقہ اسکے متوفی شوہر پر نہیں بلکہ وہ خود اس پر ہے پس وہ ہر 3 کی محتاج ہے کہ اپنا نفقہ حاصل کرے۔“ ﴿الاصنائع جلد 3 صفحہ 299، مطبوعہ مآلہ، کات رضا، گجرات، ہند﴾
صورت مسئلہ میں فقہاء کرام کی تصریحات کے مطابق یہ واضح ہے کہ معتدہ وفات اپنے 30 اجات اور روزگار کے لئے دن کے وقت 3 ہر نکل سکتی ہے۔ لہذا آپ کے لئے یہ وہ ہو کر شوہر کے کام کی دیکھ بھال کے سلسلے میں۔ جائز ہے۔

ملک علی

سوال: 138

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ: 1۔ عورت کے شوہر کا انتقال 30 ہے اور وہ عورت حاملہ ہے، تو اس کی عدت کتنی ہوگی؟، نیز عدت طلاق اور عدت وفات کی مدت کتنی ہے؟ 2۔ یہ عدت کے دوران عورت گھر سے باہر جاسکتی ہے؟ ﴿زاد اللہ کراچی﴾
جواب:

عدت (عین کی نہیہ کے ساتھ) کے لفظی معنی ہیں: گنتی کڑ اور عدت (عین کے پیش کے ساتھ) کے معنی ہیں: کسی معاملے کی تیاری کڑ۔ اور اصطلاحی معنی ہیں: نکاح ختم ہونے کے بعد یا خاص مدت۔ عورت کا (عقدہ نی سے) رکے رہنا۔ 1۔ عورت کو شوہر نے طلاق دے دی ہے اور وہ طلاقِ مغلظہ ہے، یہ طلاق رجعی ہے، 1۔ عدت کے 4 رجوع نہیں کیا، تو اس مطلقہ (طلاق یافتہ) عورت کو 1 حیض (Menses) ہے، تو اس کی عدت تین حیض ہے، ارشاد: ری تعالیٰ ہے: **وعلى المطلقة یتربصن بانفسهن ثلاثة قروء!**
، ترجمہ: ”اور طلاق یافتہ عورتوں پر لازم ہے کہ وہ (کسی دوسرے شخص کے ساتھ نکاح کرنے سے پہلے) اپنے آپ کو تین حیض۔“

حیض اور طہر (چکی کے ایام) کا دورا 6 ہر عورت کا اپنا اپنا ہوتا ہے۔ اور اگر عورت کو حیض نہیں آتا، خواہ کسی طبعی یا طبی سے ہو۔ کم عمر ہے اور حیض شروع ہی نہیں ہوا۔ وہ عمر کے اس حصے میں داخل ہوگئی ہیں، # کہ فطری طور پر حیض کا سلسلہ موقوف ہوچکا ہے، ان کے لئے اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **وَاللّٰی یُحْضِنُ مِنَ الْمَحِیْضِ مَنْ نَسَآئُکُمْ اِنْ اَرْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلَاثَةُ اَشْهُرٍ وَاللّٰی لَمْ یَحْضُنْ -**

ترجمہ: ”اور تمہاری جو عورتیں حیض سے امید ہو چکی ہوں یہ انہیں سرے سے حیض نہیں آتا اور تمہیں اس امر میں شبہ ہو (کہ ان کی عدت کیا ہے؟) تو ان کی عدت تین ماہ ہے۔“ ﴿الطلاق: 4﴾

جو عورت طلاق کے وقت حاملہ ہو، تو اس کی عدت وضع حمل (Delivery of the child) یعنی بچہ پیدا ہونے تک ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالْاِتِ اِحْمَالِ اَجْلُهُنَّ اِنْ یَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ - ﴿الطلاق: 4﴾ ، ترجمہ: ”اور حاملہ عورتوں کی عدت ان کا وضع حمل ہے۔

جن عورتوں کے شوہر وفات پا جا N اور بیوہ رہ جا N، تو ان کی عدت چار ماہ اور دس دن ہے: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِیْنَ یُتَوَفَّوْنَ مِنْکُمْ وَیَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا یَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَعَشْرًا - ﴿البقرة: 234﴾

ترجمہ: ”اور تم میں سے جو لوگ وفات پا جا N اور (اپنے پیچھے) بیویاں چھوڑ جا N، تو وہ عورتیں (عقدہ نی سے پہلے) اپنے آپ کو چار ماہ دس دن تک روکے رکھیں۔“

اگر عورت بیوہ ہوگئی ہے اور وہ حاملہ ہے، تو اس صورت میں اس کی عدت وضع حمل تک ہی رہے گی، چنانچہ عدت وفات کے تحت علامہ علاء الدین حنفی لکھتے ہیں:

(و)العدة (للموت اربعة اشهر وعشر مطلقا) وطئت اولا ولو صغيرة او کتابیة تحت مسلم الا الحامل۔

ترجمہ: ”یعنی عدت وفات جو چار ماہ دس دن ہے یہ مطلقاً ہے کے لئے ہے، خواہ اس سے شوہر نے مباشرت کی ہو نہ کی ہو، خواہ ** لفظ ہو کوئی اہل کتاب عورت ہو جو کسی مسلمان کے نکاح میں تھی، سوائے حاملہ کے (کہ اس کی عدت شوہر کی وفات کی صورت میں وضع حمل ہی رہے گی)۔“ ﴿دالمختار علی الدر المختار، جلد: 5، ص: 150، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

عدت کی اصل حکمت ”ان اءرحم“ یعنی اس امر کا یقین کہ عورت حاملہ نہیں ہے، اس کے لئے مدت کا تعین وحی سے ہوا ہے، اسی لئے مطلقہ حاملہ کی عدت وضع حمل کے ساتھ ہی ختم ہو جاتی ہے۔ البتہ شوہر کی وفات کی صورت میں ایہ طرح سے سوگ بھی ہوچکا ہے۔ اگر کسی عورت کا نکاح H ہے، لیکن قاعدہ رخصتی نہیں ہوئی، میاں بیوی میں خلوت صحیح قائم نہیں ہوئی، (خلوت صحیح سے مراد دونوں کا تنہائی میں اس طرح سے جمع ہونا کہ ازدواجی تعلق میں کوئی طبعی مانع حائل نہ ہو) تو طلاق کی صورت میں اس عورت پر لکل عدت نہیں ہے۔ اور وہ طلاق کے فوراً بعد کسی بھی شخص کے ساتھ اپنی مرضی سے نکاح کر سکتی ہے۔

ازدواجی تعلقات نہ ہوں تب بھی عدت ضروری ہے

سوال: 139

تقریباً 11 سال پہلے میرے گھر لڑکے کی ولادت کے بعد سے میرے شوہر میرے ساتھ ازدواجی تعلقات قائم رہے p سے محروم ہیں، اس وجہ انہوں نے 15 دن قبل مجھے طلاق دے دی ہے، تین مرتبہ انہوں نے کہا کہ ”میں نے تم کو طلاق دی“۔ تحریری طور پر بھی دینے کو تیار ہیں۔ کیا میں فوری طور پر نکاح نہ کر سکتی ہوں؟ مجھے عدت گزارنی ہوگی اگر عدت گزارنی ہے تو کتنے دن؟

﴿شاہدہ رشید، R-1947/2 عزیزہ، دہراچہ﴾

جواب :

ہر مطلقہ مدخول بہلہ پ عدت لازم ہے، شوہر سے بے ای کتنی ہی طویل مدت سے ہو طلاق کے بعد عدت ضروری ہے اور غیر حاملہ جسے حیض آئے ہو، اس کی عدت بعد از طلاق تین حیض پورے کرنے ہیں، قرآن مجید میں ہے:

والمطلقت یتربصن بانفسهن ثلثہ قروء۔ ﴿البقرة: 228﴾

ترجمہ: ”اور طلاق یافتہ عورتیں اپنے آپ کو تین حیض۔۔ (عقدہ نی سے) روک رکھیں۔“

صورتِ مسئلہ میں عدت پوری کئے بغیر نکاح نہ کرنا جائز نہیں کیا جاسکتا اور عدت طلاق دینے کے فوراً بعد شروع ہو جاتی ہے اور اس کی مدت تین حیض کا آٹھ روز ہے، واللہ اعلم بالصواب۔

دورانِ عدت جنازے میں شرکت

سوال: 140

میری والدہ عدت میں ہیں ان کی عمر 53 سال ہے ان کی عدت کے دوران میری چچی کے والد کی وفات ہو گئی اور بغیر کسی بڑے کے پوچھے تمام بہن بھائیوں کے ا کرنے کے وجود وہاں چلی گئیں۔ 1 وہ پورے دے میں تھیں۔ قع پہن کر آب لگا کر گئی تھیں اور رات دس بجے واپس لوٹی تھیں۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ انہیں میت کے بعد دس قدم بھی نہیں نکالے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ اور امی سے یہ غلطی سرزد ہو گئی ہے تو اس کا اگر کوئی کفارہ ہے تو بتادیں اور یہ کہ لوگ کہتے ہیں کہ عدت شوہر کے لئے تحفہ ہے اسمیں کیا صداقت ہے؟ اور عدت میں کیا شرعی کام کرنے چاہئیں؟

﴿عارفہ عباسی، دستگیر سوسائٹی F.B. *، دہراچہ﴾

جواب :

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: لا تخرجوهن من بیوتھن ولا یخرجن الا ان یتاتین بفاحشة مبینة۔ ﴿الطلاق: 1﴾

ترجمہ: تم انہیں (عدت میں) ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود (بھی) نہ نکلیں 1 یہ کہ وہ کوئی کھلی بے حیائی کا کام کریں۔

عورت کے لئے عدت اسی مکان میں وا۔ # ہے، جہاں وہ شوہر کی وفات کے وقت رہتی تھی۔ علامہ علاؤ الدین حنفی لکھتے ہیں:

(طلقت) أو مات وهي زائرة (في غير مسكنها عادت اليه فوراً) لوجوبه عليها (وتعتدان) أي معتدة طلاق وموت (في بيت وجبت فيه) ولا يخرجان منه (الآن تخرج، أو ينهدم المنزل أو تخاف) انهدامه، أو (تلف مالها، أو لاتجد كراء البيت) ونحو ذلك من الضرورات، فتخرج لأقرب موضع اليه۔

ترجمہ: ”عورت کو طلاق دی گئی یا اس کا شوہر وفات پا گیا اور وہ اپنے گھر کے علاوہ کہیں اور گئی ہوئی تھی، تو اسے چاہئے کہ فوراً اپنے گھر لوٹ آئے، کیونکہ یہ اس پر وا۔ # ہے، عورت عدت طلاق / ار رہی ہوئی عدت وفات، ان دونوں کو چاہئے کہ اسی گھر میں عدت آریں جہاں پر عدت آئی، ان پر وا۔ # ہوا ہے، سوائے اس کے کہ انہیں (اس گھر سے) نکال دیا جائے یا مکان / جائے اس کے آنے کا: شہ ہوئی اس کا مال تلف ہونے کا خطرہ ہوئی (مکان کرائے کا ہونے کی صورت میں کرایہ ادا کرنے کی استعطا نہ ہو) ان جیسی صورتوں (مجبوریوں) کی بناء پر اس کے لئے جائے ہے کہ وہاں سے نکل کر اس سے قریب، تین جگہ پر عدت آئے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد 5 ص: 180 دار احیاء التراث العربی بیروت﴾

عورت کو زمانہ عدت میں گھر سے نہ حرام ہے، ہاں! عدت وفات ہو اور اس کے پاس کھانے کو نہ ہو، گھر سے نکلے بغیر گذر اوقات مشکل ہو، تو وہ دن دن میں ان پر آئے، ضرورتوں کے لئے نکل سکتی ہے، اور رات اسی گھر میں آئے اور بغیر ضرورت شرعیہ نہ حرام ہے۔ علامہ علاؤ الدین ابی بکر بن مسعود لکھتے ہیں:

وأما المتوفى عنها زوجها فلا تخرج ليلاً، ولا باس بان تخرج نهاراً في حوائجها لانها تحتاج الى الخروج بالنهار لاكتساب ما تنفقه لأنه لا نفقة لها من الزوج المتوفى بل نفقتها عليها فتحتاج الى الخروج لتحصيل النفقة۔

ترجمہ: ”ایسی عورت جو عدت وفات میں ہے، تو وہ رات کو گھر سے (ہر آئے) نہ نکلے، البتہ دن کے وقت اپنی ضروریات کے لئے نکل سکتی ہے، اس میں کوئی حرج نہیں ہے، کیونکہ اس لئے کہ وہ محتاج ہے دن کے وقت 3 کی کہ اپنا نفقہ حاصل کرے، کیونکہ اس کا نفقہ اسکے متوفی شوہر پر نہیں بلکہ وہ خود اس پر ہے پس وہ ہر 3 کی محتاج ہے کہ اپنا نفقہ حاصل کرے۔“

﴿الذائع الصنائع جلد 3 صفحہ 299، مطبوعہ مآثر اہل ناء، کات رضا، گجرات، ہند﴾

صورت مسئلہ میں نہ تو آپ کی والدہ نفقہ اور ضروریات کے لئے ہر 3 کی محتاج ہیں اور نہ ہی دوران عدت جنازے میں چاہے ضرورت شرعی ہے، اور ضرورت وہ ہوا کرتی ہے جس کے بغیر کوئی چارہ نہ ہو جیسا کہ ابتداء میں بیان کیا گیا۔ عدت حکم شرعی ہے جس کی پابندی ضروری ہے، شرعی کام صرف عدت ہی میں نہیں بلکہ تمام کام کی کرنے چاہئیں، اور اس کے لئے ضروریات دین کو سیکھئے اور مستند کتب کا مطالعہ کیجئے، واللہ اعلم بالصواب۔

﴿کتاب الفرائض﴾

ترکہ کی تفصیل

میرے چند سوالات کا اسلامی شریعت اور حدیثوں کے حوالے سے تحریری جواب عنایتاً فرما N۔
ا/ کوئی شادی شدہ عورت جو کہ تین بچوں کی ماں ہو، اپنے شوہر کی غیر موجودگی میں اپنے گھر میں کسی غیر مرد سے جا بے تعلقات کی مرتکب ہوئی ہے، جس کی وجہ سے اس کے شوہر نے اس عورت کو طلاق دے کر اس کو گھر سے نکال ڈیا۔

سوال: 141

- 1۔ کیا اس عورت کے والد اس کو اپنی جائیداد سے خارج کر دے گا؟
 - 2۔ کیا اس عورت کے والد اپنی جائیداد میں سے اس عورت کو اپنی جائیداد سے کچھ حصہ دے گا؟
 - 3۔ والد صاحب کے پاس ایک عدد گھر اور ایک عدد فلیٹ بھی ہے، انہوں نے ایک والدہ حیات تھیں۔ قاعدہ یہ کہہ دیا تھا کہ گھر W کا ہے اور فلیٹ بیٹی کا ہے اور گھر W کے مرنے کے بعد اٹھارہ سال آپ کے چکے ہیں۔ کیا ایسی صورت میں والد صاحب W کو گھر اور بیٹی کو فلیٹ دے گا؟
- ﴿محمد فاروق عمران، A-10، کے ڈی اے سوسائٹی، کراچی﴾

جواب:

ہر عاقل بالغ شخص اپنے ہر قول و فعل کا ذمہ دار ہے۔ شریعت کی رو سے بھی اور قانون کی آ میں بھی، لہذا کسی شخص پر اپنی بالغ اولاد کے کسی فعل یا لین دین کی ذمہ داری عائد نہیں ہوتی۔ جہاں سے اولاد کو وراثت سے محروم کرنے کا سوال ہے تو اس کا اختیار شرعاً والدین کو نہیں ہے، کیونکہ وراثت کے اس مال کو کہتے ہیں جو کوئی شخص چھوڑ کر مر جائے۔ اس متروکہ مال میں مرنے والے کو بڑا حصہ دیا گیا۔ تہائی مال وصیت کے ذریعے تصرف کا حق حاصل ہے، بشرطیکہ وہ وفات سے پہلے اپنی جائیداد میں ایسی وصیت کر چکا ہو، لیکن وصیت میں بھی یہ شرط ہے کہ وارث کے حق میں وہ معتبر و مؤثر نہیں ہوتی۔ جتنی متروکہ مال وراثت کے احکام قرآن کا حصہ ہے اور اس کے رد کر کے اس میں رد و بدل کرنے کا کسی کو اختیار نہیں ہے، کسی ایسے وارث کے حق میں بھی وصیت کو اس لئے قابل اعتبار اور غیر مؤثر قرار دیا گیا ہے کہ اس طرح اللہ تعالیٰ کے مقررہ وراثت میں تبدل واقع ہو سکتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”سمعت أبا أمامة، سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث“

﴿سنن ابی داؤد جلد 3 رقم الحدیث 2862 مطبوعہ، مؤسسة الريان، بیروت﴾

ترجمہ: ”ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ نے (ہر) کسی کے حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، تو (اب) وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔“

اس غرض سے اپنا تمام مال اور جائیداد کسی ایسے وارث کو دینا کہ دوسرے کو محروم ہو جائے N جائز اور عیاشانہ ہے، بلا

وجہ شرعی وارث کو محروم کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ حدیسی مبارک میں فرماتا:

عن أنس بن مالك؛ قال: قال رسول الله ﷺ: "من فرّ من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة"

سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2703 مطبوعہ دار الفکر بیروت

ترجمہ: جو شخص اپنے وارث کو میراث (پہنچنے سے) راہ فرار اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کی میراث A سے قطع کر دے گا۔
اولاد میں سے کسی کو اپنے مال B سے ان کی C کی میں یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ اپنے مال G یا A میں سے ہمیں حصہ دو۔ ہر عاقل بالغ شخص کو اپنے مال پر شرعی حدود میں تصرف کرنے کا پورا پورا حق ہے۔ اور #۔ کوئی شخص C ہے، اس کا مال اس کی ملکیت ہے؛ تاکہ یہ وارث نہیں ہے کہ کوئی وارث بن کر اس میں سے اپنے حصے کا مطالبہ کرے۔
کسی شخص کی C کی میں، اس کا، تاکہ یہ وارث تقسیم نہیں ہوتی، وہ اپنے مال کا مالک و مختار ہے، جیسا چاہے اپنے مال میں تصرف کرے۔ A کوئی شخص اپنی C کی میں اپنے مال کا کچھ حصہ اپنی اولاد میں تقسیم کرنا چاہتا ہے، تو شریعت کی رو سے مستحسن امر یہ ہے کہ وہ تمام اولاد کو مساوی طور پر دے، 1 یہ تقسیم وارث نہیں کہلائے گی بلکہ ”ہبہ“ کہلائے گا اور ”ہبہ“ میں اولاد کے درمیان مساوات کی غیب دی گئی ہے۔

نبی کریم ﷺ کی حدیسی مبارک ہے:

حدثني النعمان بن بشير أنّ أمّهُ بنتَ رُوَاحَةَ سَأَلَتِ أَبَاهُ بَعْضَ الْمَوْهُوبَةِ مِنْ مَالِهِ لِابْنِهَا، فَالْتَوَى بِهَا سَنَةً، ثُمَّ بَدَأَ لَهُ فَقَالَتْ: لَا أَرْضِي حَتَّى تُشْهَدَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَلَيَّ مَا وَهَبْتَ لِابْنِي، فَاخْذ ابْنِي بِيَدِي، وَأَنَا يَوْمَئِذٍ غَلَامٌ، فَاتَى رَسُولَ اللَّهِ ﷺ فَقَالَ: يَا رَسُولَ اللَّهِ ﷺ! إِنَّ أُمَّ هَذَا، بِنْتَ رُوَاحَةَ، أَعْجَبَهَا أَنْ أُشْهِدَكَ عَلَى الَّذِي وَهَبْتُ لِابْنِهَا، فَقَالَ رَسُولُ اللَّهِ ﷺ: "يَا بَشِيرُ! أَلَيْكَ وَلَدٌ سَوِيٌّ هَذَا؟" قَالَ: نَعَمْ، فَقَالَ: أَكَلْتُمْ وَهَبْتَ لَهُ مِثْلَ هَذَا؟ قَالَ: لَا. قَالَ: فَلَا تُشْهَدْنِي إِذَنْ، فَإِنِّي لَا أَشْهَدُ عَلَى جَوْرٍ."

ترجمہ: ”نعمان بن بشیر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ ان کی والدہ حضرت M نے ان کے والد سے درخواست کی کہ وہ اپنے مال میں سے کچھ ان کے W (حضرت نعمان) کو ہبہ کر دیں، میرے والد نے ای۔ سال۔۔ یہ معاملہ ملتوی رکھا، پھر انھیں اس کا خیال آیا، میری والدہ نے کہا میں اس وقت۔۔ راضی نہیں ہوں گی۔ #۔ کہ تم میرے W کے ہبہ پر رسول اللہ ﷺ کو گواہ نہ کر لو، میرے والد میرا ہاتھ پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لے گئے۔ اس وقت میں نو عمر لڑکا تھا، انہوں نے کہا! رسول اللہ ﷺ! اس کی ماں M نے یہ چاہتی ہیں کہ میں آپ کو اس چیز پر گواہ کر لوں، جو میں نے اپنے اس لڑکے کو ہبہ کی ہے، رسول اللہ ﷺ نے پوچھا، اے بشیر! کیا اس کے علاوہ تمہاری اور بھی اولاد ہے؟، انہوں نے کہا: جی ہاں! آپ ﷺ نے فرمایا: کیا تم نے B کو اتنا ہی مال ہبہ کیا ہے؟ انھوں نے کہا نہیں! آپ ﷺ نے فرمایا: پھر مجھے گواہ نہ بناؤ، کیونکہ میں ظلم پر گواہ نہیں بنوں گا۔“

صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4104، جلد: 7، مطبوعہ: دار مصطفیٰ الباز الخ، ض، مکتبۃ المکرّمۃ

مذکورہ حدیث سے واضح ہوا کہ # کوئی شخص اپنی حیات میں اپنی اولاد کو کچھ حصہ کرے تو تمام اولاد کے درمیان مساوات کو روار کھے، لیکن A کوئی خاص شرعی وجہ موجود ہو تو اپنی اولاد میں کسی کو ڈیہ بھی دے سکتا ہے مثلاً ڈیہ فرماں دار ہے۔ معذور ہے تو D وڈیہ کی رضامندی سے اسے ڈیہ دے سکتا ہے۔ ہم بپ کی ڈیہ میں اولاد کو اس سے یہ مطالبہ کرنے کا حق نہیں ہے کہ وہ اپنی وراثت تقسیم کر دیں، کیونکہ ابھی تو ماشاء اللہ وہ حیات ہیں، اور ان کا مال کہ تو ان کے انتقال پہ بنے گا، اُس وقت جو شرعی وڈیہ موجود ہوں گے، وہ D احکام شریعت اپنے اپنے حصے کے حق دار ہوں گے۔

ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنے کو حدیث چک میں ایہ - معیوب اور پسندیدہ فعل قرار ڈیہ H ہے اور یہ) وہ ہے، رسول اللہ ﷺ

کا ارشاد ہے: (۱) العائد فی ہبتہ کالعائد فی قبیئہ۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۰۶۲)

”ہبہ کر کے اس سے رجوع کرنے والا اس شخص کی طرح ہے جو قے کر کے ڈیہ رہا سے چاٹ لے۔“

(۲) مثل الذی رجع فی صدقته کمثل الکلب یقی ثم یعود فی قبیئہ فیما کله۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: ۴۰۵۸)

”جو شخص صدقہ کر کے اس سے رجوع کرتا ہے، اس کی مثال اس کتے کی ہے جو قے کرتا ہے، پھر لوٹ کر اسے کھاتا ہے۔“

ایہ ڈیہ دو اشخاص کا D وڈیہ کی موجودگی میں تمام جا G اپنی قابض ہو جاتا۔

سوال: 142

عرض یہ ہے کہ میرے والدین کا انتقال ہو چکا ہے والد کا فیڈرل بی ایڈیہ میں ڈبل اسٹوری مکان ہے، جس میں اپنی نیچے دو بھائی رہتے ہیں، ہم کل آٹھ بہن بھائی (تین بھائی اور چھ بہنیں) ہیں ڈیہ بھائی بہنوں کی خواہش ہے کہ انہیں ان کا حصہ دے ڈیہ جائے۔ # ڈیہ بھائی سے میں نے کہا کہ تم ماڈیہ پ کے مرنے کے بعد اس مکان میں ڈیہ جا رہے ہو اس میں & کا حق ہے تو اس نے کہا کہ فتویٰ لے آؤ، آپ قرآن و حدیث کی روشنی میں فتویٰ دے دیں۔ (ارشاد، کراچی)

جواب:

A سائل کا بیان در & ہے اور وڈیہ وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں، تو، کے میں سے تقسیم وراثت سے پہلے کے واجبات (مصارف تکفین و فین، ادائی قرض A کوئی تھا، اور تہائی کے کی حد۔ تحفیذ وصیت A متوفی نے کی ہو) شرعی M کے مطابق ادا کرنے کے بعد بقیہ کہ ”للذکر مثل حظ الانثیین“ (ایہ لڑکے کا حصہ دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے، النساء: 11) کے تحت تقسیم ہوگا۔ یہ در & ہے کہ تمام وڈیہ کے درمیان اصول وراثت کے قوا 2 کے مطابق جلد تقسیم ہو جاتا چاہئے تھا اور اس کے میں تمام وڈیہ کا حصہ ہے، کسی بھی وارث کو A از نہیں کیا جاتا چاہئے۔ متوفی کے کے کھ رہا حصے ہوں گے، ہر بھائی کو دو حصے اور ہر بہن کو ایہ حصہ ملے گا۔ # تمام وڈیہ اپنے حصے کے طلبگار ہوں، تو کسی ایہ دو وڈیہ کا نہ۔ دسی دوسروں کے حصے غاصب و قابض

لا وصیۃ لوارث

سوال: 143

ای۔ سروے زمین جس کے سروے نمبر: 522,99,96,94 ہیں، جو تقریباً 22 ایکڑ رقبہ واقع دیھ ملھ تپو درسا نو چھنومرادی میمن گوٹھ ضلع ملیر کراچی میں واقع ہیں۔ جس کا اصل مالک مرحوم حاجی روز و ولد \$ حاجی انگار و مرحوم ہیں، حاجی روز و کے انتقال کے بعد تین W بنام، عبد، الیاس، یوسف اور چار بیٹیاں (بشمول حاجیانی مریم) ہیں۔ گورنمنٹ سندھ (ریو S پ رٹمنٹ) کے مطابق پوری زمین صرف تین بیٹوں کے م کردی گئی ہے اور بیٹیوں کو اپنے حق سے محروم رکھا ہے اور R رڈ میں یہ لکھا ہے کہ حاجی روز و نے اپنی و کی میں پوری زمین صرف اپنے بیٹوں کے م کردی ہے۔ اس کا R رڈ میں نہ کوئی گواہ ہے نہ ہی شہادت۔ ہمیں اس کا: شہ ہے کہ R رڈ میں غلط # راج کیا ہے۔ شرعی نقطہ A سے حاجیانی مریم جو حاجی روز و مرحوم کی حقیقی وارث ہے اس کا مندرجہ لا سروے نمبر میں اس صورت حال میں حق C ہے کہ نہیں؟ ﴿عبداللہ میمن، 814، بلاک 16 فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

ا۔ سائل کا بیان در & ہے اور و ء وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں اور ہ کے میں سے تقسیم ورا \$ سے پہلے کے واجبات (مصارف تکلیفین و فین، ادائیگی قرض ا کوئی تھا، اور تہائی کے کی حد۔ تنفیذ وصیت ا متونی نے کی ہو) شرعی ججیات کے مطابق ادا کرنے کے بعد بقیہ کہ 10 حصوں میں منقسم ہوگا۔ تین بیٹوں کو 6 حصے (ہر ایہ کو 2 حصے) چار بیٹیوں کو 4 حصے (ہر ایہ کو 1 حصہ) ملیں گے، گورنمنٹ سندھ (ریو S پ رٹمنٹ) کے مطابق کاغذات میں جن بیٹوں کو مزد (Nominate) کیا ہے، محض مزد کرنے سے وہ اس کے مالک نہیں اور ا مرحوم نے اپنی و کی میں بیٹوں کے م کیا ہو تو شرعاً جا نہیں اور ا وصیت بھی کی ہو تو وارث کے حق میں وصیت معتبر نہیں ہے، رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

”سمعت أبا أمامة، سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث“۔

، ترجمہ: ”ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ نے (ہ کے میں سے) ہر حق دار کو اس کا حق دے ڈیا ہے، تو (اب) وارث کے حق میں وصیت جا نہیں ہے۔“

﴿سنن ابی داؤد جلد 3 رقم الحد 2862 مطبوعہ، مؤسسۃ الزین بیروت﴾

اس غرض سے اپنا تمام مال اور جا G ادا کسی ایہ وارث کو دینا کہ دوسرے و ء محروم ہو جا N جاؤ اوڑ۔ (H ہ ہے، بلا وجہ شرعی وارث کو محروم کرنے پخت و عید آئی ہے۔ حد \$ مبارک میں فرما: عن أنس بن مالك؛ قال: قال رسول الله ﷺ: ”من فر من

میراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة“۔ ﴿سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2703 مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

جمہ: جو شخص اپنے وارث کو میراث (پہنچنے سے) راہ فرار اختیار کرے، اللہ تعالیٰ اس کی میراث A سے قطع کر دے گا۔“
بہر حال صورتِ مسئلہ میں مرحوم روزو خان کا کہ اس کے تمام وراثہ میں اصول وراثہ کے قواعد 2 کے مطابق تقسیم کیا جائے گا، واللہ اعلم بالصواب۔

تقسیم ترکہ میں مقدم کون؟

سوال: 144

چوہدری سردار خان کا انتقال 1939ء میں ہوا، ان کی اولاد اور پسماندگان میں متعدد وراثہ تھے، جن کو ای - نقشے کی صورت میں ہم نے ان & کی تاریخ وفات کے ساتھ مرثیہ کر کے اس استفتاء کے ساتھ منسلک کیا ہے۔ ان کے پوتے وحید اسلم کا 1986ء میں انتقال ہوا، متوفی وحید اسلم کے وراثہ میں ان کے تین حقیقی چچا، دو حقیقی پھوپھیاں اور چار سوتیلے چچا اور دو سوتیلی پھوپھیاں ہیں۔ لیکن وحید اسلم متوفی 1986ء کی وفات سے پہلے ان کے تینوں حقیقی چچا اور ای - حقیقی پھوپھی وفات پچکی تھیں، ان کی وفات کے وقت ان کی چار سوتیلی (علاتی) چچا اور ای - حقیقی اور دو سوتیلی پھوپھیاں حیات تھیں۔ اسکے علاوہ حقیقی چچاؤں کی اولاد (یعنی چچا زاد) کی اولاد بھی موجود تھی۔ یہ امر بھی ملحوظ رہے کہ وحید اسلم متوفی 1986ء کے والد کے نکاح میں دو بیٹیاں تھیں، وحید اسلم کی حقیقی والدہ ان سے پہلے 1948ء میں وفات پچکی تھیں جبکہ ان کی سوتیلی والدہ رحیم جان نے وحید اسلم کے بعد 1989ء میں وفات پائی۔ ہم نے چوہدری سردار خان کے وراثہ کا مفصل نقشہ بھی منسلک کر دیا ہے، کتاب و L اور فقہ حنفی کی روشنی میں بتا N کہ وحید اسلم متوفی 1986ء کی وراثہ کے حقدار کون کون ہیں، اور کون سے وراثہ محروم رہیں گے؟ ﴿محمد امجد ریلا، ڈسٹن ج، ماڈل * ون، بہاول پور﴾

جواب:

ا/ سائل کا بیان در & ہے، اور متوفی وحید اسلم کے وراثہ وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں، اور وہ لاولد ہے، تو از روئے شرع & سے پہلے اس کے سے اسکی تکفین و فین کے مصارف وضع کئے جا N گے، اس کے بعد اس کے ذمہ کسی کا کوئی قرضہ تھا، تو وہ ادا کیا جائے گا، اس کے بعد ا/ اس نے کوئی وصیت کی ہوگی تو بقیہ کے کی * دہ سے * دہ ای - تہائی حد - و * فذلعمل ہوگی۔ بعد ازاں جو کہ بچے گا، شریعت کے قانون وراثہ کے مطابق اس کے شرعی وارثوں میں تقسیم ہوگا، اس کا کہ چار حصوں میں منقسم ہوگا اور اس کے سوتیلے چچاؤں میں سے ہر ای - کو ای - حصہ ملے گا (یعنی فی کس 1/4 حصہ)۔

ہمیں استفتاء میں چوہدری سردار خان کے وراثہ کا مفصل نقشہ فراہم کیا H ہے، لیکن اس میں جو جواب مطلوب ہے، وہ چوہدری سردار خان مرحوم کے پوتے وحید اسلم ولد محمد اسلم خان متوفی 1986ء کے سے متعلق ہے۔ یہ امر ملحوظ رہے کہ وحید اسلم متوفی 1986ء کے حصہ میں جو مورثی مال * ہے وہ اس کے والد محمد اسلم خان ولد چوہدری محمد سردار خان متوفی 1984ء کا کہ ہے، ممکن ہے اس کا اپنا کوئی کٹا ہوا مال بھی ہو، تو وہ بھی اس کے مجموعی کے میں شامل ہوگا، البتہ محمد اسلم خان ولد چوہدری سردار خان کا جو کہ وحید اسلم کو منتقل ہو

گا، اس میں سے ا - 1/8 حصہ محمد اسلم خان کی بیوہ رحیم جان متونی 1989ء (جو کہ وحید اسلم کی سوتیلی والدہ ہیں) کو ملے گا، جو محمد اسلم کی وفات کے وقت حیات تھیں، چوہ بعد میں یہ 1989ء میں وفات پگئیں، اس لئے ان کا کہ ان کے ان شرعی وراثہ کو منتقل ہوگا، جو ان کی وفات کے وقت موجود تھے۔ وحید اسلم متونی 1986ء کی وفات کے وقت ان کے حقیقی چچا وفات پگچکے تھے، البتہ ا e چار سوتیلے چچا ہ تھے، اور ان کی ا - حقیقی پھوپھی اور دو سوتیلی پھوپھیاں ہ تھیں۔ حقیقی چچا اس لئے محروم ہو گئے کہ جو وارث، مورث (جس کی وراثہ تقسیم ہو رہی ہے) کی وفات سے پہلے فوت ہا ہو، وہ اس کا وارث نہیں C، حق وراثہ ان لوگوں کیلئے ہ تھے ہے جو مورث (وفات یافتہ شخص) کی وفات کے وقت ہ ہوں، وحید اسلم متونی 1986ء کی وفات کے وقت اس کی حقیقی پھوپھی A. بی بی متونی 1991ء، سو تیلی پھوپھی متونی 2003ء اور شفیقہ بیگم (ستور حیات) ہ تھیں، لیکن یہ & وراثہ سے محروم رہیں گی، کیوہ یہ پھوپھیاں ذوی الارحام ہ ہیں اور چار سوتیلے چچا عصبات، اور اسلام کے قانون وراثہ کا شرعی اصول یہ ہے کہ عصبات وراثہ کی موجودگی میں ذوی الارحام وراثہ کے سے محروم رہیں گے، اسی طرح وحید اسلم متونی 1986ء کی وفات سے پہلے ان کے وفات یافتہ حقیقی چچاؤں کی اولاد بھی جو کہ وحید اسلم متونی 1986ء کی وفات کے وقت بقید حیات تھے، ان کے سے محروم رہیں گے، کیوہ اسلامی قانون وراثہ کا مسلمہ اصول ہے کہ قریب کا وارث دور کے وارث کو محروم کر دیتا ہے، اور یہاں سوتیلے چچا ا - قرابہ کے حامل ہونے کے۔ وجود حقیقی چچاؤں کی اولاد (یعنی ابنائے اعمام) کے ذوقرابتین ہونے کے۔ وجود ان کے قریب سے ہیں لہذا سارا کہ سوتیلے چچاؤں کو ملے گا اور حقیقی چچا زاد محروم رہیں گے۔ یہاں - ہم نے مسئلہ کا خلاصہ آسان الفاظ میں لکھ دیا ہے، اب سطور ذیل میں فی C دپ دلائل کے ساتھ جواب 5 حظہ فرما لیجئے:

”تقدیر صدق بیان سائل صورتہ مستفسرہ میں مرحوم وحید اسلم کی وراثہ چاروں سوتیلے چچاؤں کو ملے گی۔ اور بعد ادائے حقوق مترتبہ مقدمہ، تکلفین و تجہیز اور ادائے قرض اور مال کے تیسرے حصہ سے تنفیذ وصیت، کل جا G اد کے چار حصے کئے جا N گے اور ہر ا - سوتیلے چچا کو ا - حصہ آئے گا۔ حقیقی چچاؤں کی اولاد حقیقی پھوپھی اور سوتیلی پھوپھیاں جو کہ مرحوم کے وفات کے وقت ہ تھیں حقیقی چچاؤں کی مذکور اولاد تو اس لئے محروم ہوگی کہ عصبات اقرب ا چہ اضعف ہو، البعد کو محروم کر دیتا ہے اور یہاں ا چہ سوتیلے چچا ذوات قرابتین نہیں اور حقیقی چچاؤں کی مذکور اولاد ذوات قرابتین ہیں لیکن سوتیلے چچے میت سے اقرب ہونے کی وجہ سے حقیقی چچاؤں کی مذکور اولاد کو محروم کر دیں گے اور مرحوم کی حقیقی اور سوتیلی پھوپھیاں اور حقیقی چچاؤں کی اولاد ذوی الارحام میں سے ہیں اور عصبات کے ہوتے ہوئے ذوی الارحام محروم ہوتے ہیں۔

در مختار میں ہے:

ثم جزء جده العم لا بوین ثم لا ب ثم ابنه لا بوین ثم لا ب۔ ﴿ص: 547 مکتبہ ماجدیہ﴾

، جمہ: میت کے دادا کو 1/4 یعنی چچا حقیقی پھر سوتیلے چچا حقیقی چچا کو 1/4 پھر سوتیلے چچا کو -

معلوم ہوا // حقیقی چچا وژء میں موجود نہ ہو تو سوتیلہ چچا وارث ہوتا ہے اور حقیقی چچا کی اس وقت وارث ہوگا۔ # سوتیلہ چچا وژء

میں موجود نہ ہوں یہ عبارت بعینہ صورت مسئلہ کا جواب ہے۔

تبیین الحقائق شرح کنز الدقائق کے متن میں ہے:

ثم الاعمام ثم اعمام الاب ثم اعمام الجد على الترتيب۔

، جمہ: پھر متونی کے چچا پھر متونی کے پ کے چچا پھر دادا کے چچا M۔

شارح علیہ الرحمہ نے فرمائی: (قوله على الترتيب) ای علی الترتیب الذی ذکرنا فی الاخوة وهو ان يقدم العم لاب

وام على العم لاب ثم العم لاب على ولد العم لاب وام كذا يعمل في اعمام الاب يقدم منهم ذوقرابتين عند الاستواء في الدرجة وعندا لتفاوت في الدرجة يقدم الا على۔

، جمہ: ”(ماتن کا قول علی الترتیب M) یعنی چچاؤں میں ججیات اسی M، پ ہوگی، جس M کو ہم نے بھائیوں میں ذکر کیا، وہ یہ

کہ حقیقی چچا سوتیلے چچا، سے مقدم ہوگا، پھر سوتیلہ چچا حقیقی چچا کی اولاد سے مقدم ہوگا، اسی طرح پ کے چچاؤں میں ان میں سے دو قرا \$ والوں کو مقدم رکھا جائے گا جبکہ درجے میں مساوی ہوں اور درجے میں تفاوت کی صورت میں اقرب (Nearest) کو مقدم کیا جائے

گا۔“ تبیین الحقائق جلد 6 ص: 632، بحر الرائق شرح کنز الدقائق جلد 4 ص: 498 مکتبہ سعید ایچ، ایم کمپنی

نیز ”البحر الرائق شرح کنز الدقائق میں ہے: واذا استوى ابنان في درجة من العصبات وفي احدهما قرابة زائدة فہی

اولیٰ، الا ان يكون الاخ اقرب الى الميت، مثال القرابة الزائدة اخ لاب وام واخ لاب، فالاخ من الاب والام

اولیٰ، ومثال السبق اخ لاب وابن اخ لاب وام، فالاخ اولیٰ لانه اسبق الى الميت۔ ﴿ص: 98 جلد 4﴾

، جمہ: ”ا/ عصبات میں دو W درجے میں مساوی ہوں، اور ان میں سے ا۔ میں ز4 قرا \$ ہو، تو ز4 قرا \$ والا اولیٰ ہوگا،

1 یہ کہ بھائی میت کے * دہ قری \$ ہو، قرا \$ ز4 ہ کی مثال یہ ہے کہ مثلاً ا۔ حقیقی بھائی ہے اور ا۔ علاقائی * پ شری۔ (بھائی ہے، تو

حقیقی بھائی، علاقائی بھائی سے * دہ قری \$ ہے، اور سبقت کی مثال یہ ہے کہ جیسے ا۔ علاقائی بھائی ہے اور ا۔ حقیقی بھتیجا ہے، تو علاقائی بھائی

حقیقی بھتیجے کی بہ نسبت میت سے * دہ سبقت R ہے۔“

در مختار کی عبارت: ”ثم لاب ثم ابنه لا بوین“ اور ”تبیین الحقائق“ اور ”البحر الرائق“: ”ثم العم لاب على ولد العم لا بس

وام“۔ صورت مسئلہ کے جواب میں نص ہے، لہذا مرحوم وحید اسلم کی جا G اد چاروں سوتیلے چچاؤں میں۔ ا۔ ا۔ تقسیم ہوگی اور ا۔ قی افرا

دمرحوم ہونگے، واللہ اعلم۔ لصواب۔

تقسیم ترکہ اور پرٹش لاء

۱۔ اے مہرؑ نی قرآن اور حدیٰ کی روشنی میں فتویٰ عنایہ فرما N۔ ۱۔ شخص چوہدری سردار خان، جس کا انتقال 1939ء میں ہوا۔ اس کے سات W، چار بیٹیاں اور دو بیوہ تھیں۔ جاG ادا کا انتقال ان کی وفات کے بعد بیٹوں کے مہر H، اور اس جاG ادا کو پچھلے ماہ 2006ء میں فرو# کیا۔ H۔ W کہتے ہیں کہ چوہدری اس وقت۔ لاش لاء تھا اور بیٹیوں اور بیوگان کو جاG ادا میں حصہ نہیں ملتا تھا، اس لئے ان کا اس رقم میں کوئی حصہ نہیں C۔ جبکہ ہماری گزارش ہے کہ قرآن اور حدیٰ کا قانون جو سورہ K ء میں ہے، اس کے مطابق فیصلہ ہٹو۔ چاہئے۔ اے مہرؑ نی آپ اس کے۔ رے میں فتویٰ عنایہ فرما N اور جو اس پ عمل نہیں کرے گا %ت میں اس کی کیا سزا ہوگی؟

✽ یم الحق، اسٹاف آفیسر ٹیچر مین PIA، اسلام آباد ✽

جواب:

از روئے شرع کسی بھی متوفی شخص کا کہ تقسیم کرنے سے قبل تین امور کا خیال رکھنا ضروری ہے: (1) اس سے اس کے مصارف تکفین و فین وضع کئے جاتے ہیں (2) اس کے بعد اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو، تو اس میں سے اس کی ادائیگی کی جاتی ہے (3) اس کے بعد اس نے کوئی وصیت کی ہو تو وہ سے ڈیہ تہائی کے کی حد۔ اس سے فذ کیا جاتا ہے، بشرطیکہ یہ وصیت کسی وارث شرعی کے حق میں نہ ہو، یہ تین امور تقسیم وراثت سے مقدم ہوتے ہیں، ان کو منہا کرنے کے بعد بقیہ کہ وراثت میں تقسیم ہوتا ہے۔ لاش لاء سے قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا مقررہ قانون وراثت منسوخ نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کا قانون & پنا ہے اور مسلمانوں کو احکام الہی پ عمل کٹر چاہئے نہ کہ۔ لاش لاء، آچہ۔ طانوی دور میں ہندوستان میں مسلم پ سنل لاء فذ تھا اور اسلام کا قانون وراثت قانوناً فذ العمل تھا، لہذا یہ موقف سراسر بطل ہے۔

صورت مسئلہ میں متوفی چوہدری سردار خان کا کہ کل 144 حصوں میں منقسم ہوگا، ان میں سے دو بیوگان کو 18 حصے (یعنی فی کس 9/144 حصے)، سات بیٹوں کو 98 حصے (یعنی فی کس 14/144 حصے)، چار بیٹیوں کو 28 حصے (یعنی فی کس 7/144 حصے) ملیں گے۔ آ کوئی کسی شخص کا حق غصب کرے گا، اس کے لئے رسول اللہ ﷺ کی وعید ہے:

”من اقتطع شبراً من الارض ظلماً، طوّفه اللہ ایاہ یوم القيامة من سبع أرضین“۔ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4055)

ترجمہ: ”جو شخص کسی شخص کی زمین کا ایہ لشت ٹکڑا ظلماً وٹو حق لے گا، تو اسے سزا کے طور پ قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق

پہننا جائے گا۔“

اس کے بعد ان میں سے جو افراد وفات پ چکے ہیں، تو ان کا حصہ وراثت ان کے وارثوں کو منتقل ہو جائے گا۔ آ ان کے موجودہ حیات وارثوں۔ پہنچے گا، تقسیم وراثت کا ایہ اصول یہ ہے کہ کسی مورث (کہ چھوڑ کر وفات پنے والا شخص) کے انتقال کے فوراً بعد اس کی وراثت تقسیم نہ کی گئی ہو اور پھر اس پ کافی عرصہ رچکا ہو، یہاں کہ اس دوران کچھ وراثت وفات پ چکے ہوں تو انہیں نہ فرض کر کے ان کا حصہ وراثت ان کے مہ منتقل ہوگا، اور پھر وہی حصہ مرحلہ بہ مرحلہ ان کے موجودہ حیات وارثوں۔ پہنچ جائے گا، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ الصواب۔

اولد چچا کے ترکے میں بھتیجے اور بھتیجیوں کا حق وراثت

سوال: 146

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ش کی کوئی اولاد نہیں تھی، زوجہ کا بھی انتقال ہو چکا ہے اور نہ ہی کوئی بھائی بہن ہے۔ انہوں نے اپنی ۴۰ گ کی میں اپنے دو بھتیجوں کو کارڈ میں 50% کا حصہ دار قرار دیا۔ ش کا انتقال ہو چکا ہے اور دونوں بھتیجے دوسرے حصہ دار سے معاً 5 تے کر کے کاڑ رکھ کر رہے ہیں۔ اور دونوں بھائی ان کی جا G اد میں سے حصہ لے رہے ہیں جبکہ ان بھتیجوں کی 4 بہنیں بھی ہیں۔ ان بھتیجوں اور بھتیجیوں کی شادی بھی چچا نے کی ہے۔ کیا چچا کی اس وراثت میں بھتیجیاں حصہ e کی حقدار ہیں؟
نہیں؟۔ اہ کرم تفصیل سے قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب سے مطلع فرما N - ﴿کوشپ وین، فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

از روئے شرع کسی بھی متوفی شخص کا ترکہ تقسیم کرنے سے قبل تین امور کا خیال رکھنا ضروری ہے: (1) اس سے اس کے مصارف تکفیل و فین وضع کئے جاتے ہیں (2) اس کے بعد اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو تو اس میں سے اس کی ادائیگی کی جاتی ہے (3) اس کے بعد اس نے کوئی وصیت کی ہو تو وہ سے ڈیہ تہائی کے کی حد تک اس سے ذکیا جاتا ہے، بشرطیکہ یہ وصیت کسی شرعی وارث کے حق میں نہ ہو، یہ تین امور تقسیم وراثت سے مقدم ہوتے ہیں، ان کو منہا کرنے کے بعد بقیہ کے وراثت میں تقسیم ہوتا ہے۔ ایسا مورت (وراثت) چھوڑ کر وفات پنے والا شخص جو اولد ہو، اس کے مان پ بھی اس سے پہلے وفات پ چکے ہوں، بیوی نہ ہو، وفات پ چکی ہو، اسے قرآن کی اصطلاح میں ”کلالہ“ کہتے ہیں۔ اس کی وراثت کے احکام ”سورۃ النساء“ میں بیان کئے گئے ہیں۔ صورت مسئلہ میں اس سائل کا بیان در & ہے اور وراثت وہی ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو چونکہ متوفی کے وراثت میں اس کے دو بھتیجے اور چار بھتیجیاں ہیں اور ذوی الفروض میں کوئی قرابت دار موجود نہیں، لہذا دونوں بھتیجے عصبہ بنیں گے اور کل ترکہ انہیں ملے گا، بھتیجیاں محروم رہیں گی۔

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **الحقوا الفرائض بأهلها فما بقى فهو لأولى رجل ذکر۔** ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 6735﴾

ترجمہ: ”ذوی الفروض (یعنی وہ وراثت جن کے حصق قرآن میں مقرر ہیں) کو ان کے مقررہ حصے دے دو، سو جو کچھ ان سے بچ رہے تو وہ قرابت میں مرد وارث کے لئے ہے۔“

علامہ ابن عثیمین شامی بحوالہ ”سراجی“ لکھتے ہیں:

لا فرض لها من الاناث واخوها عصبه لا تصير عصبه بأخيها كالعصمة والمال كله للعم دون العمة۔

ترجمہ: ”وہ عورتیں جن کا کوئی فرض حصہ مقرر نہیں اور ان کا بھائی عصبہ ہے تو وہ اپنے بھائی کے ساتھ عصبہ بنیں گی، جیسا چچا اور

پھوپھی کے کل ترکہ چچا کو ملے گا نہ کہ پھوپھی کو۔“ ﴿ردالمحتار علی الدر المختار، جلد: 10، ص: 429، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

اس کی شرح میں مفتی محمد قادری لکھتے ہیں: **كذلك ابن العم يرث دون بنت العم وابن العم يرث دون بنت الاخ۔**

جمہ: ”اور اسی طرح چچا کا وارث بنے گا نہ کہ چچا کی بیٹی اور اسی طرح بھتیجا عصبہ بنے گا نہ کہ بھتیجی۔“

﴿مشکوٰۃ الحواشی فی شرح ۱ - ا جی، ص: 60﴾

لا ولد پھوپھی کے ترکے میں مقدم سگے پاسو تیلے بھتیجے

سوال: 147

۱۔ شخص فضل دین کا انتقال ہوا اور اس کی دو بیٹیاں تھیں ان دونوں کا انتقال فضل دین سے پہلے ہو چکا تھا۔ ای۔ بیوی سے دو W اور ای۔ بیٹی دوسری بیوی سے ای۔ C اور ای۔ بیٹی ہیں۔ دوسری بیوی سے جو ای۔ بیٹی سید خانم ہیں ان کے شوہر کا انتقال پہلے ہو چکا تھا وہ لا ولد تھیں۔ میں سید خانم کا سگا بھتیجا ہوں، اور اپنے والدین کا اکٹلا C ہوں، میری پھوپھی سید خانم کے سگے بھائی اور دو سو تیلے بھائیوں اور سو تیلی بہن کا انتقال ان سے پہلے ہو چکا تھا۔ سید خانم کے سو تیلے بہن بھائیوں کی اولاد حیات ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ سید خانم کا، کہ صرف مجھے (حقیقی بھتیجے) کو ملے گا یا ان کے سو تیلے بھتیجوں اور بھتیجیوں کو بھی ملے گا؟ ﴿محمد یوسف، کراچی﴾

جواب:

از روئے شرع کسی بھی متوفی شخص کا، کہ تقسیم کرنے سے قبل تین حقوق متعلق ہوتے ہیں (1) اس سے اس کے مصارف تکفین و دفن وضع کئے جاتے ہیں (2) اس کے بعد اس کے ذمہ کسی کا قرض ہو، تو اس میں سے اس کی ادائیگی کی جاتی ہے (3) اس کے بعد اگر اس نے کوئی وصیت کی ہو تو وہ یہ سے * دہ تہائی کے کی حد۔ اس سے * مذ کیا جاتا ہے، بشرطیکہ یہ وصیت کسی وارث شرعی کے حق میں نہ ہو، یہ تین امور تقسیم وراثت سے مقدم ہوتے ہیں، ان کو منہا کرنے کے بعد بقیہ کہ وراثت میں تقسیم ہوتا ہے۔ فضل دین کا، کہ 8 حصوں میں منقسم ہوگا، اس میں سے ان کے تین بیٹوں کو 6 حصے (فی کس 2 حصے) اور 2 بیٹیوں کو 2 حصے (فی کس ۱۔ حصہ) ملے گا، لہذا آپ کی پھوپھی سید خانم کا اپنے والد کے * کے میں سے 1/8 حصہ بنے گا۔

صورت مسئلہ میں آپ کی پھوپھی لا ولد تھیں آپ کے بیان کے مطابق ان کے شوہر کا انتقال ان سے پہلے ہو چکا تھا اور آپ اپنی پھوپھی کے صرف ای۔ ہی حقیقی بھتیجے ہیں اور باقی ان کے سو تیلے (یعنی علاقائی) بھتیجے بھائیاں ہیں، لہذا آپ ان کے عصبہ وارث بنیں گے اور مرحومہ سید خانم کا پورا * کہ آپ کو ملے گا، سراجی میں ہے: وابن الاخ لاب و ام اولیٰ من ابن الاخ لاب * جمہ: ”یعنی حقیقی بھتیجا، علاقائی (صرف * پ شری۔) بھتیجے سے * کہ * نے میں مقدم ہے۔“

مسلمان اور غیر مسلم کے درمیان وراثت

سوال: 148

۱۔ شخص نے ای۔ کتابیہ (عیسائی) عورت سے شادی کی، اس سے اس کی اولاد ہوئی۔ پھر اس (شوہر) کا انتقال H، دڑیت

طلب امر یہ ہے کہ:

- (1) کیا وہ عیسائی عورت اپنے شوہر کی وارث بنے گی؟
- (2) اور اس کی اولاد نے آ عیسائی مذہب اختیار کر لیا ہے، تو کیا وہ وارث بن چکے؟ N گے؟
- (3) آ بنچے۔ لغ ہیں، تو کیا وہ وارث بنیں گے؟ ﴿ایم، عتیق الرحمن سیال﴾

جواب:

رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: **عن اسامة بن زيد ان النبي ﷺ قال: لا يرث المسلم الكافر ولا يرث الكافر المسلم۔**
، ترجمہ: ”حضرت اسامہ بن زید بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا: مسلمان کافر کا وارث ہوتا ہے، نہ کافر مسلمان کا وارث ہوتا ہے۔“
﴿صحیح مسلم رقم الحدیث: 4028، ابی داؤد رقم الحدیث: 2901﴾

اس حدیث کے تحت علامہ نووی لکھتے ہیں:
مسلمانوں کا اس پر اجماع ہے کہ کافر مسلمان کا وارث نہیں ہوتا اور جمہور صحابہ اور فقہاءؒ بعین اور بعد کے علماء کے دین۔ مسلمان بھی کافر کا وارث نہیں ہوتا۔
﴿شرح مسلم للنووی، جلد 2 ص: 34، نور محمد اصح المطابع﴾
میراث سے محروم کرنے والے چار اسباب ہیں، ای۔ با دین کا اختلاف ہے، یعنی میت اور وارث کا دین ای۔ دوسرے سے مختلف ہو۔

عن عمرو بن شعيب، عن ابيه، عن جده عبد الله بن عمرو قال: قال رسول الله ﷺ: لا يتوارث اهل ملتين شتى۔
، ترجمہ: ”حضرت عمرو بن شعیب اپنے والد اور دادا عبد اللہ بن عمرو سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دو مختلف ملتوں کے افراد ای۔ دوسرے کے وارث نہ ہوں گے۔“
﴿سنن ابی داؤد رقم الحدیث: 2903﴾
علامہ ام الدین لکھتے ہیں:

واختلاف الدين ايضا يمنع الارث والمراد به الاختلاف بين الاسلام والكفر واما اختلاف ملل الكفار كالنصرانية واليهودية والمجوسية وعبدة الوثن فلا يمنع الارث حتى يجرى التوارث بين اليهودي والنصراني والمجوسي واختلاف الدارين يمنع الارث كذا في التبيين۔ ولكن هذا الحكم في حق اهل الكفر لا في حق المسلمين۔

، ترجمہ: ”اور دین کا اختلاف بھی مانع ارث ہے، اور اس سے مراد اسلام اور کفر کے درمیان اختلاف ہے اور۔ # اختلاف کفار قوموں کے درمیان ہو، جیسا کہ 3/4 انی اور یہودی اور مجوسی اور۔ \$، تو پھر وہ وراثت سے مانع نہیں ہوگا (یعنی یہ لوگ آپس میں ای۔ دوسرے کے وارث ہو ہا ہیں)۔ یہاں۔ کہ یہودی اور 3/4 انی اور مجوسی کے درمیان وراثت جاری ہوگی اور دار کا مختلف ہوتا (یعنی دار الاسلام و دار الحرب) مانع وراثت ہے، جیسا کہ تبیین میں بیان کیا۔ H ہے اور یہ حکم اہل کفر کے حق میں ہے نہ کہ مسلمان کے حق میں۔“

﴿عالمگیری جلد 6 ص: 454 مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ کو@﴾

علامہ علاؤ الدین ہکفی لکھتے ہیں:

(واختلاف الدين) واسلاماً و كفراً۔

جمہ: ”(اور دین کا مختلف ہونا) مانع وراثۃ ہے یعنی کہ اسلام اور کفر کا اختلاف۔“

اس کی تشریح میں علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں:

قيد به لأن الكفار يتوارثون فيما بينهم وان اختلف مللهم عندنا، لأن الكفر كله ملة واحدة۔

جمہ: ”یہ قید اس لئے لگائی گئی ہے کہ ہمارے دین کا کفار یا دوسرے کے وارث ہو h ہیں ا/ چہ ان کا تعلق مختلف ملتوں سے

ہو، اس لئے کہ تمام کفر ملت واحدہ ہے۔“ ﴿المختار علی الدر المختار جلد 10 ص: 418، مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

اس مسئلہ شرعی اصول کے تحت کتابیہ عورت (خواہ 3/4 انی ہو یا یہودی) اپنے متوفی مسلمان شوہر کی وارث نہیں بن سکتی۔ مسلمان شوہر اور کتابیہ عورت کی اولاد a/ ہے۔ لغ ہے تو وہ دین میں ”خیر الابوین“ کہتے ہیں، یعنی انہیں مسلمان تصور کرتے ہوئے ان کے مسلمان * پ کی وراثۃ میں حصہ ڈیا جائے اور a/ وہ لغ ہیں تو مسلمان ہونے کی صورت اپنی پ کے وارث بنیں گے، لیکن ا/ : انخواستہ لغ ہونے کے بعد وہ 3/4 انی یہودی بن گئے ہیں، تو مسلمان * پ کی وراثۃ سے محروم رہیں گے۔

علامہ علاؤ الدین ہکفی لکھتے ہیں: (والود يتبع خير الأبوين ديناً) ان اتحدت الدار ولو حکماً، بان كان الصغير في

دارنا والأب ثمة۔ ﴿رد المحتار علی الدر المختار، جلد 4 ص: 276 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

جمہ: ”اور اولاد دین میں خیر الابوین (یعنی مان * پ میں سے جس کا دین بہتر ہو، جیسے ا - یہودی 3/4 انی ہے اور دوسرا مسلم، تو * لغ اولاد مسلم تصور ہوگی، ا/ ا - 3/4 انی ہے اور دوسرا مجوسی مشرک، * لغ اولاد 3/4 انی متصور ہوگی) کہتے ہیں ہوتی ہے، ا/ دارا - ہی ہو، خواہ حکماً ہی سہی، جیسے * لغ اولاد دارالاسلام میں ہے اور * پ بھی وہیں ہے۔“

تقسیم وراثت سے متعلق چند اہم اصولی امور کی وضاحت

ہمیں روڈ ماہیکسپریس کی معرفت کے اور وراثۃ کے متعدد سوالات موصول ہوئے ہیں۔ سوالات کا اہرا & جواب دینے سے پہلے ہم چند امور کی وضاحت # کرتے چاہتے ہیں، جن کا جاننا ہر مسلمان کے لئے ضروری ہے، اور ہر * کے تقسیم سے پہلے ان کا آذ ضروری ہے، ہم نے یہ وضاحت # اس لئے منا & سمجھی کہ وراثۃ کے ہر سوال کے جواب میں ان کا * رتکرار نہ ہو، وہ امور یہ ہیں: (1) کوئی شخص * کی میں اپنا مال اپنی اولاد میں تقسیم کرتے چاہے تو یہ تقسیم وراثۃ * تقسیم کہ نہیں کہلائے گی بلکہ ہبہ (Gift) کہلائے گا، یہ ا - رضا کارانہ عمل ہے، اس لئے اس شخص کی اپنی صواب * منحصر ہے کہ کتنا مال تقسیم کرے اور کتنا اپنے لئے پس * از کرے۔ (2) بیوی شوہر کو * شوہر بیوی کو جتنا مال ہبہ کرتے چاہیں کر h ہیں۔ (3) اولاد کو ہبہ کرتے ہو تو مستحسن اور مستحب امر یہ ہے کہ بیٹیوں کو مساوی حصہ ڈیا جائے، امتیاز نہ * جائے، رسول اللہ ﷺ نے اسے ظلم سے تعبیر فرمایا ہے۔ (4) (الف) ا/ اولاد میں سے کسی کو اس کی غیر

معمولی: مات کا لحاظ کر کے یہ اس کی کسی ذہنی جسمانی پسماگی کی بنیاد پر نسبتاً یہ ضرورت مند ہونے کے لئے دینی فضیلت کی بنیاد پر نسبتاً یہ دہ دینے کا ارادہ ہو، تو دوسروں کو اعتماد میں لے لیا جائے، تو بہتر ہے۔ (ب) اولاد میں سے کوئی آوارہ ہو کر دار ہے، حرام کاری اور عیاشیوں میں مبتلا ہے، تو اسے ہبہ کے وقت محروم رکھا جاسکتا ہے۔ اس کے حصے میں کمی کی جاسکتی ہے۔ امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے پوچھا کہ: ایہ شخص کی اولاد یا لڑکے اور تین لڑکیوں پر مشتمل ہے، لڑکا چلن اور وضع ہے، اپنی بہنوں اور پ کو نہایا۔ اذی اور تکلیف دیتا ہے، نہ اسے عاق کرنا چاہتا ہے کہ وہ کے میں سے حصہ پئے۔ آپ نے جواب دیا: ”عاق کرنا شرع میں کوئی چیز نہیں، نہ وہ اس کے لئے، کے سے محروم ہو، ہاں، واقعی فاسق و آوارہ ہے تو یہ جائز ہے کہ اپنا مال و ریعہ وقف علی الاولاد پر ریعہ بیعہ کرے۔ اب تقسیم کر کے قبضہ دے کر ریعہ ہبہ کرے۔ اپنی بیٹیوں کے م کر دے، یوں کو آپ ہی کچھ نہ پہنچے گا، (فتاویٰ رضویہ، جلد: 26، ص: 364، مطبوعہ: رضا فاؤنڈیشن، لاہور)۔“ (5) اولاد کو مان پ کی گئی میں تقسیم وراثت کے مطالبے کا کوئی حق نہیں ہے، کیونکہ ”کہ“ ”وراثت“ اسے کہتے ہیں، جو مال کوئی شخص اپنی موت کے بعد پیچھے چھوڑ جائے۔ (6) میت کے لئے میں سے پہلے تین قسم کے مصارف حج ذیل کے مطابق وضع کئے جانے لازمی ہیں: (الف) میت کی تکفین و فین کے مصارف، کوئی ایہ وارث رضا کارانہ طور پر اپنی طرف سے کرنا چاہے تو کر سکتا ہے۔ (ب) اس کے بعد میت کے ذمہ کسی کا کوئی قرضہ ہے، تو وہ ادا کیا جائے گا۔ (ج) اولاد و فتنہ شخص نے بیوی کا حق مہر اپنی گئی میں ادا نہیں کیا، نہ ہی بیوی نے اپنا مہر معاف کیا ہے، تو کہ میں سے بیوی کا دین مہر قرض کے طور پر ہی وضع کیا جائے گا۔ (د) قرض کی منہائی کے بعد، میت نے کوئی وصیت (امور خیر، صدقہ جاریہ وغیرہ سے متعلق) کی ہے، تو اسے کے میں سے پورا کیا جائے گا، لیکن وصیت کی تنفیذ یہ دہ سے دہ ایہ تہائی کے کی حد تک ہوگی، اس سے زائد بطل (Invalid) قرار پائے گی۔ البتہ کوئی ایہ بعض و بخل ہیں اور وہ رضا کارانہ اپنے متوفی پ ماں عزیہ کی پوری وصیت فذکرنا چاہتے ہیں، جو تہائی کے سے زائد ہے، تو وہ ایسا کرنا ہیں اور اس پر یقیناً انہیں بھی ملے گا۔ (7) جہاں میت کے لئے ایصالِ ثواب کے مصارف کا تعلق ہے، تو اس نے اپنی وفات سے پہلے ایسی کوئی وصیت کی ہے، تو وہ دہ سے دہ تہائی کے کی حد تک فذالعمل ہوگی۔ (8) وصیت نہیں کی تو بخل و بخل اپنی طرف سے کے میں سے اپنے حصے سے کرنا چاہیں تو رضا کارانہ طور پر کرنا ہیں، انہیں بھی اس کا ملے گا، کوئی وارث اس پر رضا مند نہ ہو تو اس کے حصے میں سے ایصالِ ثواب کے مصارف وضع نہیں کئے جاسکیں گے۔ (9) بخل و بخل کے حصے میں سے ایصالِ ثواب کے مصارف وضع نہیں کئے جاسکیں گے۔

شوہر اور بیوی کی مشترکہ کمائی سے بنائی ہوئی جاG ادا اور تقسیم کہ

سوال: 149

ایہ پلاٹ جو بیوی اور شوہر نے مشترکہ طور پر یعنی بیوی بھی فیکٹری میں کام کرتی تھی اور شوہر بھی۔ دونوں کی کمائی سے پلاٹ

10% H اور شوہر نے وہ پلاٹ اپنی بیوی کے 5% م 10% ا۔ بیوی کے انتقال کے بعد پلاٹ کا مالک کون ہوگا؟ جبکہ وژہء میں اس کا شوہر اور ا۔ آٹھ سالہ C بھی ہے کیا بیوی کے والدین اور بھائی حصے داڑی دعوے دار بن h ہیں، جھگڑا کر کے پلاٹ پ نہ۔ دستی قبضہ کر h ہیں؟

جواب:

صورتِ مسئلہ میں A وژہء وہی ہیں جو سوال میں مذکور ہیں تو وفاتِ یتہ خاتون کا کہ 12 حصوں میں منقسم ہوگا، جس میں اس کے والد کو 2/12 حصے، والدہ کو 2/12 حصے، شوہر کو 3/12 حصے اور بقیہ 5/12 حصے W کو ملیں گے، اس کے بھائی محروم رہیں گے۔ پلاٹ 10% میں بیوی اور شوہر کے حصے کا تنا & وہی ہوگا، جو پلاٹ کی قیمت میں ان کے حصے کا تنا & تھا، A یہ پلاٹ شرا کی M سے 10% اتھا۔ اور A شوہر نے اپنا حصہ بیوی کو ہبہ کر ڈیا تھا تو پھر پورے پلاٹ کی وہی مالکہ ہوگی اور اب وہ اس کے تہ کے میں شامل ہوگا۔ بیوی کے والدین اس کے شرعی وارث ہیں، اس کے W کی موجودگی میں اس کے بھائی محروم رہیں گے، کسی کی زمین پ* جاؤ۔ قبضہ کرنے والے کے لئے بڑی وعید آئی ہے، حد 10% پک میں ہے:

”من اقتطع شبراً من الارض ظلماً، طوّقه الله اياه يوم القيامة من سبع أرضين“۔ ﴿صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4055﴾

، ترجمہ: ”جو شخص کسی شخص کی زمین کا ا۔ * لشت ٹکڑا ظلماً اوڑھ* حق لے گا، تو اسے سزا کے طور پر قیامت کے دن سات زمینوں کا طوق

پہننا پڑے گا۔“

بیوی کا واجب الادا قرضہ کس کے ذمے ہوگا؟

سوال: 150

کسی شخص کی بیوی کے انتقال کے بعد اس کی بیوی پ و ا۔ # الادا قرض کی ادائیگی کون کرے گا۔ کیا شوہر اپنی جا G اد مکان وغیرہ فرو # کر کے بیوی کا قرضہ ادا کرے گا؟ ان سوالات کے تفصیلی جواب ایکسپریس میں عنایہ \$ فرما N ہ۔ بڑی نوازش ہوگی۔

﴿محمد فاروق، ملٹن ڈن، بلیر کراچی﴾

جواب:

متوفیہ کے تہ کے سے اس کا قرض ادا کیا جائے گا، A شوہر نے اس کی 10% کی میں اس کا مہر ادا نہیں کیا تھا، تو وہ شوہر کے ذمہ اس کا قرض ہے، وہ بھی اس کے تہ کے میں شامل ہو جائے گا۔ اسے بھی اس کا قرض ادا کرنے کے لئے استعمال کر h ہیں، A متوفیہ کا کہ اس کے قرض کی ادائیگی کے لئے کافی ہو، تو اس کے شوہر اور د v وژہء A تبرع و احسان کر کے اس کا قرض ادا کر دیں تو 10% ت کے موا: ے سے اُسے • مل جائے گی اور ان لوگوں کو اس کا 10% بھی ملے گا، ورنہ قرض خواہوں سے درخوا & کی جائے کہ رضاء الہی کے لئے اس کے ذمہ اپنا قرض معاف کر دیں یہ کوئی اور صا # خیر یہ قرض ادا کر دے، ورنہ حد 10% پک میں ہے:

عن ابی ہریرۃ ان رسول اللہ ﷺ قال اتدرون ما المفلس قالوا المفلس فینا من لا درہم لہ ولا متاع فقال ان المفلس من امتی یأتی یوم القیامۃ بصلوۃ وصیام وزکوۃ ویأتی قد شتم هذا وقذف هذا واکل مال هذا وسفک دم هذا وضرب هذا فیعطی هذا من حسناتہ وهذا من حسناتہ فان فنت حسناتہ قبل ان یقضی ماعلیہ اخذ من خطایا ہم فطرحت علیہ ثم طرح فی النار۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا تم جا... ہو کہ مفلس کون ہوتا ہے؟ صحابہ نے کہا: ہمارے نزدیک۔ مفلس وہ شخص ہے جس کے پاس درہم ہو نہ کوئی متاع ہو، آپ نے فرمایا: میری امت کا مفلس وہ شخص ہے جو قیامت کے دن نماز، روزہ اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور اس شخص نے (دست میں) کسی کو گالی دی تھی، کسی کو تہمت لگائی تھی، کسی کا مال کھٹایا تھا، کسی کا خون بہٹایا تھا، کسی کو مارا تھا، پھر اسے اس کی نیکیاں مل جائیں گی اور اس سے اس کی نیکیاں جائیں گی اور ان کے حقوق پورے ہونے سے پہلے اس کی نیکیاں ختم ہو جائیں گی تو ان کے پاس ڈال دیے جائیں گے اور اس کو جہنم میں بھیجا جائے گا۔“ (صحیح مسلم، رقم الحدیث: 6457)

زندگی میں وراثت تقسیم نہیں ہوتی

سوال: 151

میرے سات بچے (چار بیٹیاں، تین بیٹیاں) ہیں، بڑے بیٹے W اور تین بیٹیوں کی شادی کر دی ہے۔ میرے چار بچے G اور G کی صورت میں ایک مکان ہے شوہر بھی حیات ہیں۔ شرعی طور پر G اور G کی تقسیم کس طرح ہوگی؟ (بلاک 3 گلشن اقبال، کراچی)

جواب:

نہ گئی میں G اور G کی تقسیم بطور کہ وراثت نہیں ہوتی بلکہ جو کچھ دیا جائے ہے وہ حصہ کہلاتا ہے اور مستحق و مستحب امر یہ ہے کہ W بیٹیوں کو مساوی حصہ دیا جائے، شوہر کو اپنی صواب جتنا چاہیں دی سکتی ہیں، اپنے لئے جو پسند از کرا چاہیں، یہ ان کا حق ہے، آپ کی وفات کے بعد یہ کہ شریعت کے مطابق تمام وارثوں میں تقسیم ہوگا۔

کیا سو فیلا بیٹا اکیلا وارث بن سکتا ہے

سوال: 152

میرے والد صاحب نے پہلی شادی کی تو اس سے ہم تین بہنیں پیدا ہوئیں ہماری والدہ نے ہمیں کہ والد صاحب نے دوسری شادی کر لی۔ دوسری بیوی کا ایک لڑکا تھا، جو اس کے پہلے خا سے تھا وہ بھی ہمارے والد صاحب نے ساتھ ہی لے لیا۔ بعد میں ہماری دوسری والدہ کے ہاں دو بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ اس طرح ہم چھ بہنیں اور ایک بھائی ہیں۔

ہمارے والد صاحب کے لئے تقسیم جائیداد کا طریقہ کیا ہے؟

ا/ اولاد میں جاG ادکی تقسیم نہ کی جائے تو اس کے کیا احکام ہیں؟

کیا اولاد میں سے کسی کو جاG اد سے محروم کیا جاسکتا ہے؟

کیا کسی ای۔ شخص کو پندرہ سال پہلے ساری جاG اد کا وارث بٹھا جاسکتا ہے؟ کہ وہ اکیلا استعمال کرتے رہے۔ قرآن وحدی کی

روشنی میں مکمل وضاحت # فرما N - ﴿م۔ ۱۰۰ رووال، پنجاب﴾

جواب:

آپ نے سوال میں اس امر کی وضاحت # نہیں کی کہ آپ کے والد صا # حیات میں وہ وفات پچھلے ہیں، ا/ و# ستور حیات ہیں تو # کی میں ان کا کہ تقسیم نہیں ہوگا۔ اسی طرح یہ بھی واضح نہیں کہ آپ کی دوسری والدہ # ستور حیات میں نہیں؟ کسی شخص پر لازم نہیں ہے کہ اپنی # کی میں اپنی جاG اد اپنی اولاد پر تقسیم کرے، یہ اس کی اپنی صو# + ہے، چاہے تو اولاد کو ہبہ کرے اور نہ چاہے تو نہ کرے۔ البتہ اولاد کے درمیان ہبہ میں رسول اللہ ﷺ نے مساوات کی ہدایت فرمائی ہے۔ کسی شخص کی وفات کے بعد اس کا کہ اللہ تعالیٰ کے قانون وراثت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے، اس میں مرنے والے کی مرضی کا کوئی دخل نہیں ہوتا، نہ ہی وہ کسی کو وراثت سے محروم کر سکتا ہے۔ کسی شخص کی بیوی کا وراثت جو کسی سابق شوہر سے ہے، اس کا وارث نہیں بن سکتا، نہ منہ بولتی وارث بن سکتا ہے، البتہ وہ اپنی ماں کا وارث ہوگا۔ سوال میں درج پانچ بیٹیوں کو والد کی وفات کی صورت میں # کے 2/3 حصہ ملے گا، جس میں ہر ایک کا حصہ ۱/۶ ہوگا۔ بیٹی د V وراثت کا ہوگا۔ اپنا تمام مال اور جاG اد کسی ای۔ وارث کو دینا کہ دوسرے وراثت محروم ہو جا N * جا۔ اور * عشا H ہے، بلاوجہ شرعی وارث کو محروم کرنے پر سخت وعید آئی ہے۔ حدیث مبارک میں ہے:

عن أنس بن مالك؛ قال: قال رسول الله ﷺ: ”من فرّ من ميراث وارثه، قطع الله ميراثه من الجنة يوم القيامة“۔

ترجمہ: جو شخص اپنے وارث کو (حق) میراث پانے سے فرار (کی صورت میں) اختیار کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن A سے اس

کی میراث منقطع فرما دے گا۔“ ﴿سنن ابن ماجہ رقم الحدیث: 2703 مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

ترکے کی تقسیم موجودہ قیمت کے مطابق

سوال: 153

ہمارے والد صا # مرحوم نے دوشادہیاں کیں، دوسری شادی پہلی زوجہ کے انتقال کے بعد کی۔ پہلی زوجہ سے والد صا # کا

ای۔ تھا۔ دوسری زوجہ کا انتقال والد صا # کے انتقال کے بعد ہوا، دوسری زوجہ سے ای۔ C اور تین بیٹیاں ہیں، لہذا مسئلہ یہ ہے کہ:

۱۔ والد صا # کے مکان کی شرعی تقسیم کس طرح ہوگی؟

۲۔ مکان کی کون سی قیمت معتبر ہوگی، والد صا # کے انتقال کے وقت کی یہ حالیہ قیمت؟

مہر نی فرما کر تفصیل سے جواب مرحمت فرما N - ﴿عامر عارفین سنہ 1425/14 فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب :

ا/ سائل کا بیان در & ہے اور وژء وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں اورہ کے میں سے تقسیم وراثت سے پہلے کے واجبات (مصارف تکفین و فین، ادائیگی قرض ا/ کوئی تھا، اور تہائی کے کی حد۔ تنفیذ وصیت ا/ کوئی متوفی نے کی ہو) شرعی جیات کے مطابق ادا کرنے کے بعد بقیہ کہ 40 حصوں میں منقسم ہوگا، مرحوم کی پہلی زوجہ کے W کو 10 حصے، دوسری بیوی کے W کو 12 حصے اور تین بیٹیوں کو 18 حصے (ہر ایک کو 6 حصے) ملیں گے، مکان چوہ اب فرو # کیا جائے گا لہذا جو قیمت مکان کی اب حاصل ہوگی اسے وژء کے درمیان اصول وراثت کے قوا 2 کے مطابق تقسیم کیا جائے گا۔

غیر وارث کو ترکے سے حصہ

سوال: 154

میرے والد صا # شیخ محمد الیاس کا انتقال 28 جولائی 2006ء کو H ہے۔ ان کے وژء جو حیات ہیں وہ ای۔ C شیخ عبد الخالق، تین بیٹیاں اور ای۔ بیوہ ہیں، جبکہ دو بیٹوں (محمد یونس اور عبد المالك) اور ای۔ بیٹی نفیسہ کا انتقال 13 سے 20 سال پہلے ہو چکا ہے۔ مہربانی فرما کر تحریر فرما N کہ شرعی طور پر کس کا کتنا حصہ ہے؟ جس اولاد کا والد کی وژگی میں انتقال H ہے شرعی طور پر ان کے W بیٹیوں کا کوئی حصہ ہے یا نہیں؟ ﴿عبد الخالق، F-153 بلاک 15 سکیم 5 کلشن، کراچی﴾

جواب :

از روئے شرع کسی بھی شخص کی وفات کے بعد جو کہ وہ چھوڑ جائے، اس میں تقسیم وراثت سے پہلے لڑکر M مندرجہ ذیل مصارف وضع کئے جاتے ہیں:

(1) مصارف تکفین و فین (2) اس کے ذمہ ا/ کسی کا قرض باقی ہے تو اس کو ادا کر۔ (3) ا/ اس نے کوئی وصیت کی ہو تو ادا کرے قرض کے بعد جو کہ بچ رہے گا، اسکی وژدہ سے وژدہ ای۔ تہائی مقدار۔ وصیت پر عمل درآمد ہوگا، بشرطیکہ یہ وصیت کسی وارث کے حق میں نہ ہو، یہ تین امور تقسیم وراثت سے مقدم ہوتے ہیں، ان کو منہا کرنے کے بعد، بقیہ کہ وژء میں شریعت کے مطابق تقسیم ہوتا ہے۔ متوفی شیخ محمد الیاس کا کہ 40 حصوں میں منقسم ہوگا، بیوہ (محمد الیاس) کو 5 حصے، ای۔ C عبد الخالق کو 14 حصے، تین بیٹیوں کو 21 حصے (ہر ایک کو 7 حصے) ملیں گے۔

صورت مسئلہ میں ا/ سائل کا بیان در & ہے اور متوفی متوفی کی۔ اہ را & اپنی اولاد W اور بیٹیاں بوقت وفات وژدہ ہیں، تو ان کی اُس W بیٹی کی اولاد (پوتے پوتیاں، نواسے نواسیاں)، جو مورث کہ چھوڑ کر وفات پنے والے اپنے ماں و باپ کی وفات سے پہلے وفات پ چکی ہے، وراثت سے محروم رہے گی، کیونکہ تقسیم وراثت کا ای۔ مسلمہ اصول ہے کہ: ”قریب کا وارث دور کے وارث کو محروم کر دیتا ہے“، اسے ”اصول جب“ بھی کہتے ہیں، یہ ایسے ہی ہے جیسے کسی شخص کی وفات کے وقت اس کے والد بھی وژدہ ہیں

اور دادا بھی، تو والد کا رشتہ جو ۵۰ میت سے قریب، ۲۰ ین ہے، اس لئے والد کو ۲۰ کے سے حصہ ملے گا اور دادا محروم رہے گا، البتہ اگر ایسی صورت ہو جائے کہ کسی شخص کی وفات کے وقت اس کا دادا تو ۲۰ ہ ہے لیکن والد پہلے وفات پا چکا ہے، اب ۲۰ کے کا جو حصہ بصورت حیات والد کو ملنا چاہئے تھا، وہ دادا کو ملے گا۔ یہی صورت حال میت کے ۷۰، بیٹیوں کی موجودگی میں پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کی ہے۔
 ہم اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وإذا حضر القسمة أولو القربى والمسنكين فارزقوهم منه وقولوا لهم قولاً معروفاً ﴿النساء: ۸﴾

ترجمہ: ”اور۔ # (۲۰ کے کی) تقسیم کے موقع پر قرآن ۵۰ دار، یتامی اور مساکین آجا N (جو شرعاً وارث نہیں بن h)، تو انہیں بھی (رضا کارانہ طور پر) ۲۰ کے میں سے کچھ دے دو اور ان سے اچھے بت کہو۔“

قرآن کا یہ حکم X بی (Obligatory) تو نہیں ہے، استحبابی ہے، اس کی حیثیت مقاصد خیر کے لئے سفارش اور مشاورت کی ہے، لہذا جتنا حصہ ان یتیم نواسے نواسیوں کی والدہ کے حیات ہونے کی صورت میں انہیں ملنا چاہئے تھا، اگر تمام وراثت اتفاق رائے سے اتنا * اس سے کچھ کم ثمرعاً اور استخساناً رضا کارانہ طور پر تقسیم ۲۰ کے سے پہلے ان بچوں کو بطور حصہ ۲۰ یں تو یہ ا - مستحسن امر ہوگا، صلہ رحمی کا۔ ۲۰ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا۔ ۲۰ ہوگا، اور اس کا ۱۰٪ انہیں ملے گا۔ قرآن مجید حکیمانہ ۲۰ از میں ارشاد فرماتا ہے:

ولیحش الذين لو تركوا من خلفهم ذرية ضعفاً خافوا عليهم فليتقوا الله وليقولوا قولاً سديداً ﴿النساء: ۸﴾

ترجمہ: ”اور لوگ (یہ سوچ کر) ڈریں کہ اگر وہ (اپنی وفات) کے بعد (انخو استہ) کمزور (بے سہارا) اولاد چھوڑ جاتے، تو انہیں ان کے (رُ لئے اور بچے) رو مددگار ہونے کا کتنا خوف ہو، تو انہیں چاہئے کہ اللہ سے ڈرتے رہیں اور در ۲۰ بت کہیں۔“
 تو قرآن نے بتایا کہ اپنے پسماندگان پر کسی ایسے مشکل مرحلے کا تصور کر کے غیر وارث دار اور کمزور رشتہ داروں پر تسکین کھا کر تقسیم وراثت کے وقت ان کی مدد کر لیا کرو۔

تقسیم قرآن

سوال: 155

میرے شوہر کا تین سال پہلے انتقال ہو چکا ہے اور ان کے وراثت میں ا - بیوہ (یعنی میں) چار ۷۰، تین بیٹیاں ہیں۔ مرحوم کے ۲۰ کے میں ا - دکان ہے اور ا - مکان جس میں ہم رہائش ۲۰ ہیں یہ مکان مرحوم نے اپنی ۲۰ گی ہی میں آج سے تقریباً چالیس سال قبل میرے والد سے میرے ۲۰ ۱۰٪ کر مجھے ہبہ کر ڈیا تھا اور اس کے کاغذات میرے ۲۰ م سے میرے ۲۰ پس موجود ہیں اور اس مکان پر میرا قبضہ بھی ہے۔ دکان جو کہ میرے شوہر کے ۲۰ م ہے اور اب ۷۰ اس میں کارڈ رکرتے ہیں۔ میرے بیٹوں کا مطالبہ ہے کہ انہیں مکان اور دکان دونوں میں سے حصے دیئے جائیں۔ اے مہر کی ہر ا - کے حصوں کے وضا # فرما N - ﴿توفیقاً ۱۴/۹۵۸ ایف بی اے، کراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں۔ صدق بیان سائلہ چوہے مکان ان کے شوہر نے انہیں ہبہ کر ڈیا تھا اور بعد ہبہ اس پر قبضہ بھی کیا۔ چوہے ہبہ مکمل ہوا۔ لہذا وہ مکان مرحوم کے لئے میں شامل نہیں ہوگا۔ اور # میراث تقسیم کی جائے گی، تو اس ہبہ کئے ہوئے مکان کو چھوڑ کر جتنا مال وفات کے وقت ان کی ملکیت میں ہوگا، وہی تقسیم کیا جائے گا۔ اور جو وراثت ان کی وفات کے وقت موجود ہوں گے، وہ اس کے حق دار ہیں، ہر ایک۔ وارث کو قانونِ وراثت کے شرعی اصول کے مطابق اس کا حصہ ڈیا جائے گا۔ اور جو کچھ مرحوم اپنی زندگی میں دے چکے ہیں، اسے شمار نہیں کیا جائے گا۔ آ سائلہ کا بیان درج ہے اور مرحوم کے شرعی وراثت وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں، تو تقسیم وراثت سے قبل جو امور ضروری ہیں (یعنی مصارفِ فین، ادائیگی قرض (آ کوئی ہو) ای۔ تہائی کے کی حد۔ آ ذِ وصیت (آ کی ہو)، ان کی تنفیذ کے بعد بقیہ کہ 88 حصوں میں تقسیم ہوگا۔ بیوہ کو 11 حصے، چار بیٹوں کو 56 حصے (فی کس 14 حصے) تین بیٹیوں کو 21 حصے (ہر ایک کو 7 حصے) ملیں گے۔

INHERITENCE

Q:156 Dear Mufti Saheb!

This is to request you to answer the following question for submission to a court outside Pakistan:

Question: Mr S.K.S. Hassan died last year leaving behind him wife, a son and a daughter and no other legal heirs. What will be the share (in percentage) of his wife, son and daughter in his movable and immovable properties according to shariah? ﴿K.M.Zubair, Supplements Editor, Dawn.﴾

Ans:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

Allah with his name , the most beneficent and most merciful

Answer to question

If S.K.S. Hassan's legal--Islamic law (shariah)--heirs are the same as mentioned in the question, then before division of the assets it is as important to meet funeral expenses, pay loan, if any, and execute will, if any, to the extent of one-third. There after the remaining assets will be shared by the heirs in the

following proportion, according to shariah:

Widow.....3/24.....12.50 percent

Son.....14/24.....58.33 percent

Daughter7/24.....29.17 percent

ترکے میں سوتیلی اولاد کا حصہ نہیں

سوال: 157

میرے والد صا # نے میری والدہ کے انتقال کے بعد دوسری شادی کی، میری سوتیلی والدہ کے پہلے شوہر سے چار بچے (دو لڑکے، دو لڑکیاں) ہیں، اور ان & کی شادیاں ہم نے کیں سوتیلی والدہ کا انتقال 1982ء میں ہوا، میری والدہ سے * پانچ W، اور چار بیٹیاں ہیں۔ میرے والد کا انتقال 1992ء میں ہوا، والد کے انتقال کے بعد کیا ان چاروں کا میرے والد صا # کے میں کوئی حصہ ہے؟

﴿معراج الدین، 68/10 لیاقت *، دکراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں، صدق بیان سائل تنفیذ متقدمہ علی الارث مرحومین کا کہ ان کی اولاد کے درمیان اصول وراثہ کے قواعد 2 کے تحت تقسیم ہوگا، کل 14 حصوں میں منقسم ہوگا۔ ”للذكر مثل حظ الانثيين“ (ای۔ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے حصے کے برابر ہے، النساء: 11) کے تحت پانچ بیٹوں کو دس حصے (فی کس دو حصے) چار بیٹیوں کو چار حصے (فی بیٹی ای۔ حصہ) ملیں گے۔ دوسری والدہ کی جو اولاد ان کے پہلے شوہر سے ہے اسے آپ کے والد کے میں سے کوئی حصہ نہیں ملے گا۔

پنشن ترکے میں شامل نہیں

سوال: 158

ای۔ شخص نے کل وراثہ میں ای۔ مکمل مکان جس کی لائی منزل پہ دو کمرے ای۔ کچن اور غسل خانہ بھی تعمیر ہے، اس کے علاوہ ای۔ ماہانہ آمدنی کی پنشن چھوڑی ہے، وارثوں میں ای۔ C اور سات بیٹیاں ہیں۔ مرحوم کی وصیت میں تحریر ہے کہ اوپ کی منزل جسے W نے مکمل طور پہ اپنا چ تعمیر کر دیا ہے، اسی وصیت میں بی بی بیٹی جس کی شادی نہیں ہوئی ہے اس کو مکان کا آدھا حصہ دینے کی وصیت کی ہے ای۔ اور تحریر جو صرف W کو دی اور C اس کے اصل ہونے کا حلف اٹھا رہا ہے اس کے مطابق اوپ کی منزل کی قیمت W کو ملنی چاہئے اور نیچے کی منزل کی آدھی قیمت اس طرح تقسیم کی جائے کہ دو حصے W کو اور ای۔ حصہ ہر بیٹی کو دیا جائے، ماسوائے اس بیٹی کے جس کو نیچے کی منزل کا آدھا حصہ جارہا ہے اس کے علاوہ پ کی جو ماہانہ پنشن آتی ہے وہ بی بی بیٹی پہلے ہی اکیلے وصول کرتی ہے اور کوئی حصہ کسی بھائی بہن کو

نہیں دیتی مکان کی قیمت اس وقت ای۔ کروڑ روپے ہے۔ جس وقت تحریر لکھی گئی مکان کی قیمت پندرہ لاکھ روپے تھی جس کی تقسیم مرحوم نے اس طرح کی کہ W کو اوپ کی منزل کے دو لاکھ ملنے چاہئیں ای۔ لاکھ ٹیکس، بل وغیرہ کی قیمت میں رکھے جا N ۶ لاکھ روپے۔ بی بی کو دیئے جا N ۶ لاکھ روپے کے آٹھ حصے کئے جا N دو حصے W کو یعنی ڈیڑھ لاکھ روپے اور ای۔ حصہ چھ بیٹیوں کو یعنی ۵۷ ہزار روپے ہر بیٹی کو دیئے جائے۔ اب مکان کی قیمت ای۔ کروڑ روپے ہے بہنوں کا اصرار ہے کہ W کو اس قیمت کی تبدل کے حساب سے اوپ کی منزل کے پیسے نہ دیئے جا N 1، بی بی کو موجودہ قیمت کے حساب سے مکان کا آدھا حصہ ضرور دیئے جائے۔ اہ کرم کتاب و ن کی روشنی میں وراثت کی تقسیم واضح فرمائیے۔ ﴿سید حسام، ایم، 10/10 E/10، نظم، دکراچی﴾

جواب:

ا/ سائل کا بیان در & ہے اور وراثت وہی ہیں، جو سوال میں مذکور ہیں اور بہت کے میں سے تقسیم وراثت سے پہلے کے واجبات (مصارف تکفین و فین، ادائیگی قرض ا/ کوئی تھا، اور تہائی بہت کے کی حد۔ تنفیذ وصیت ا/ متوفی نے کسی صدقہ جاریہ غیر وارث کیلئے کی ہو) شرعی حجات کے مطابق ادا کرنے کے بعد بقیہ کہ 9 حصوں میں منقسم ہوگا۔ ”للدکر مثل حظ الانثیین“ (ای۔ لڑکے کے لئے دو لڑکیوں کے حصے کے، ای۔ ہے، النساء: 11) کے تحت ای۔ W کو دو حصے اور سات بیٹیوں کو سات حصے (بی بی ای۔ حصہ) ملیں گے، جیسا کہ مرحوم کے تحریر کردہ وصیت مہ اور سوال سے ظاہر ہے کہ مرحوم نے وصیت مہ میں اپنے وراثت کو اپنی جا G اد کے مختلف حصوں میں مزد (Nominate) کیا ہے، محض مزد کرنے سے وہ اس کے مالک نہیں بن جاتے اور وراثت کے حق میں وہ وصیت معتبر نہیں ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے: ”سمعت أبا أمامة، سمعت رسول الله ﷺ يقول: إن الله قد أعطى كل ذي حق حقه فلا وصية لوارث“ ﴿سنن ابی داؤد جلد 3 رقم الحدیث 2862 مطبوعہ، مؤسسۃ الزین، بیروت﴾

جمہ: ”ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے سنا: رسول اللہ ﷺ ارشاد فرما رہے تھے: بے شک اللہ تعالیٰ نے (بہت کے میں سے) ہر حق دار کو اس کا حق دے دیا ہے، تو (اب) وارث کے حق میں وصیت جائز نہیں ہے۔“

پنشن حکومت کی طرف سے تبرع ہے، یہ کہ نہیں ہے، لہذا حکومت اپنے قواعد و ضوابط اور قانون کے مطابق وراثت میں سے جسے چاہے دے سکتی ہے۔ W کا مکان کل لائی منزل ۵۰٪ چھوٹا ہے۔ وہ اس کا حق ہے۔ ا/ والد نے دو لاکھ روپے اس کیلئے طے کر دیئے تھے تو وہ ان کا حق دار ہے۔ تی، کہ & وراثت میں شریعت کے مطابق تقسیم ہوگا، جس کی تفصیل اوپ درج کر دی ہے، البتہ تمام وراثت ہی رضا مندی سے اپنے والد کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے غیر شادی شدہ بہن کو تقسیم وراثت سے قبل مجموعی بہت کے سے کچھ رقم نکال کر دینا چاہیں، تو اب وہ ایسا کر h ہیں، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ لصوصاب۔

مرحوم کے بہن بھائی مرحوم رہیں گے

میرے اے۔ دو & نئی جنہیں 22، جنوری 2006ء کو شہید کر ڈیا، میں نے ان سے اے۔ لاکھ روپیہ بطور قرضہ لیا تھا منافع ہوا تو چند ماہ انہیں منافع سے حصہ بھی ڈیا۔ 1 بعد منافع کا سلسلہ بند کر ڈیا، میرے دو & نئی نے مجھ سے رقم کی واپسی کا تقاضہ کیا تھا اور یہ کہ مجھے اپنی رہائش کے لئے فلیٹ 10% ہے رقم تیار رکھنا میں نے کسی وقت بھی وہ رقم تم سے واپس لینی ہے، وہ مع اپنی بیوی اور اے۔ ڈیڑھ سالہ بیٹی کے کرایہ کے فلیٹ میں رہائش پزیر تھے اسکے علاوہ ان کے ہمراہ اور کوئی نہ رہتا تھا، خیر اب وہ اللہ کو پیارے ہو چکے ہیں فلیٹ بھی 10% اسکے اور نہ ہی میں اے۔ لاکھ کی رقم واپس کر سکا۔ میں اے۔ لاکھ کی رقم واپس کرنے کو تیار ہوں طر i کار کیا ہو، چاہئے، مرحوم کے وراثت میں بیوہ، اے۔ بیٹی، اے۔ C (جو مرحوم کی شہادت کے تین ماہ بعد پیدا ہوا) مرحوم کی والدہ، 5 بھائی اور 5 بہنیں ہیں۔

دوسری صورت یہ ہے کہ مرحوم کے سر مجھ سے اے۔ لاکھ روپے کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ میں نے نئی مرحوم کو اے۔ لاکھ روپے بطور قرضہ دیئے تھے کہ اپنی سہو { کے مطابق # چاہو واپس کر دینا انہوں نے مجھے اس قرضے کا ثبوت بھی دکھایا بینک سے اے۔ لاکھ روپے کا B نئی کئے۔ مہر تھا بیوہ بھی اس قرضہ کی * G کر رہی ہے۔ اس صورت میں مجھے کیا کئے ہوگا & سے افضل طر i میرے لئے کیا ہوگا؟ یہ بھی واضح رہے کہ بیوہ کی عدت پوری ہو چکی ہے اور بیوہ نے اپنے والدین کے گھر ہی عدت کے * م پورے کئے اب مستقلاً وہیں رہ رہی ہیں۔ ﴿محمد رحمت، دنگیر کراچی﴾

جواب :

صورتِ مسئلہ مذکورہ میں مذکورہ قرض کی اے۔ لاکھ رقم مرحوم کے مجموعی کے میں شامل کی جائے گی، امور، متقدمہ علی الارث (مصارف تکفین و فین، ادائیگی قرض ال کوئی تھا، اور تہائی کے کی حد۔ تنفیذ وصیت ال متوفی نے کی ہو) شرعی ججرات کے مطابق ادا کرنے کے بعد کے کے تہائی حصہ سے مرحوم کا قرض ادا کیا جائے گا اور ال اس کے بعد بھی قرض * تی رہے تو د v وراثت بطور فضل و احسان رضامندی سے ال اپنے حصوں سے د & . دار ہوں تو ا e حصوں سے ادا کیا جائے گا، کہ کی تقسیم درج ذیل طر z پ ہوگی۔ ادائیگی قرض کے بعد کل کے کے 24 حصے ہوں گے، مرحوم کی والدہ کو 6 حصے، بیوہ کو 3 حصے، اے۔ W کو 10 حصے اور بیٹی کو 5 حصے ملیں گے، مرحوم کے بہن بھائی محروم رہیں گے، واللہ اعلم۔ ل صواب۔

﴿حلال و حرام، جائز و ناجائز﴾

قتل خطا

سوال: 160

کیا فرماتے ہیں علماء دین اس مسئلے کے۔ رے میں کہ ماں حا { خواب میں اپنے شیرخوار بچے کے اوپر آجائے جس کے دم O سے بچہ مرجائے کیا ماں پ دے و کفارہ ہے کیا یہ قتل قائم مقام خطا ہے۔ نیز یہ قتل قائم مقام خطا ہے تو کیا یہ نوع صرف احناف کے مذہب

میں ہٹے۔ جمہور کا مسلک ہے اور اس کے دلائل قرآن وحدیث^{*} اجماع و قیاس سے کیا ہے؟ ﴿ما ب. خان، ضلع راولا کوٹ تحصیل عباس پور﴾

جواب :

آپ نے استفتاء میں جو صورت بیان کی ہے، احناف کے ہند۔ یہ ”قتل قائم مقام خطا“ کی صورت ہے اور جمہور کے ہند۔ یہ قتل خطا ہے، لیکن اس پہ جو حکم مرثیہ^{*} ہے، وہ ایہ ہے۔ ڈاکٹر وہبہ الزحیلی لکھتے ہیں: **القتل الخطاء كما عرفنا: هو أن لا يقصد به الضرب ولا القتل، مثل لو سقط شخص على غيره فقتله، أو رمى صيدا فاصاب انسانا، فهو نوع واحد عند الجمهور ونوعان عندا لحنفيه؛ لانهم يعتبرون حالة سقوط النائم على غيره، مما جرى مجرى الخطأ۔**

ترجمہ: ”قتل خطا جیسا کہ ہم جا... ہیں یہ ہے کہ نہ تو کسی شخص کو مارنے پہ (Beating) کا ارادہ کیا جائے اور نہ جان سے مار ڈالنے کا، اس کی مثال یہ ہے کہ ایہ شخص (غیر ارادی طور پہ) دوسرے شخص پہ آ پڑا اور اس طرح اس کی جان لے لی؟ ایہ شکار کا نہ بنا کر تیر^{*} (یگولی نہ لئی) اور وہ (اچا نہ) کسی K ن کو جا لگا (اور اس طرح اس کی جان چلی گئی)، تو یہ جمہور فقہاء کے ہند۔ ایہ ہی قسم ہے، اور امام ابوحنیفہ کے ہند۔ قتل خطا کی دو قسمیں ہیں: (ایہ خطا فی القصد اور دوسری خطا فی الفعل) کیونکہ وہ اسے اس صورت پہ قیاس کرتے ہیں، جیسے ایہ سٹوہوا شخص نیند کی حالت میں دوسرے شخص پہ آ جاتا ہے (اور اس طرح اس کی موت واقع ہو جاتی ہے) یہ قائم مقام خطا کی قسم سے ہے۔“

﴿الفقه الاسلامی وادلتہ جلد: 6، ص: 328، مطبوعہ: دار الفکر، دمشق﴾

علامہ سرحسی حنفی لکھتے ہیں: ”علامہ ابوبکر رازی کی تعریف کے مطابق قتل قائم مقام خطا یہ ہے کہ مثلاً نیند میں کوئی شخص کسی پہ آ پڑے اور اس کو قتل کر دے یہ عمدہ ہے نہ خطا کیونکہ سونے والے شخص کا قصد (ارادہ) متصور نہیں ہے، لیکن اس کا کروٹ بدل کر کسی شخص پہ آ*۔ اس شخص کی ہلاکت کا موثر ہے، اس کے عصبات پہ دیئے اور کفارہ وا۔ # ہوگا، اور آ وہ مقتول کا وارث تھا تو اس کی وراثت سے بھی محروم ہوگا کیونکہ ہو سکتا ہے کہ اس نے کوئی کچھ ہی کی ہوئی وہ نیند میں نہ ہو اور اس نے جلد میراث حاصل کرنے کے لئے ایسا کیا ہو۔“

﴿المبسوط، جلد: 26، ص: 68، مطبوعہ: دار المعرفة، بیروت، بحوالہ شرح صحیح مسلم علامہ غلام رسول سعیدی، ج: 4، ص: 676، فہرست: اسٹال، لاہور﴾

علامہ ام الدین لکھتے ہیں: **وأما ماجرى مجرى الخطا فهو مثل النائم ينقلب على رجل فيقتله فليس هذا بعمد ولا خطا كذا فى الكافى۔ و كمن سقط من سطح على انسان فقتله أو سقط من يده لبنه أو خشبة وأصاب انساناً وقتلته أو كان على دابة فوطئت دابته انساناً هكذا فى المحيط۔ و حكمه حكم الخطا من سقوط القصاص و وجوب الدية والكفارة و حرمان الميراث كذا فى الجوهره النيره۔**

﴿فتاویٰ عالمگیری، جلد: 6، ص: 3 مکتبہ رشیدیہ، کوٹا﴾

ترجمہ: ”اور ”قتل قائم مقام خطا“ مثال اس کی یہ ہے کہ کسی سونے والے شخص پہ کوئی شخص آ، جس سے وہ (سونے والا شخص) ہلاک ہو یا پس نہ یہ قتل عمدہ ہے اور نہ ہی قتل خطا، ”کافی“ میں بھی اسی طرح ہے۔ اسی طرح چھت سے کوئی شخص کسی K ن پہ آ اور اس طرح اسے ہلاک کر ڈیا۔ ایہ K ن کے ہاتھ سے M لکڑی آ گئی، اور وہ دوسرے شخص پہ آ لگی اور اس کی ہلاکت واقع ہو گئی؟ یہ وہ سواری پہ تھا اور اس کے جانور نے کسی شخص کو روکا ڈالا، ”محیط“ میں بھی اسی طرح سے ہے۔ اور اس کا حکم بھی قتل خطا کے حکم کی طرح ہے، کہ قصاص

ساقط ہو جائے گا اور دیکھو اور کفارہ وا۔ # ہوگا، اور قاتل مقتول کی میراث سے محروم ہوگا، ”جو ہرۃ النیرہ“ میں اسی طرح مذکور ہے۔“ مفتی وقار الدین قادری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ سے بھی یہی سوال ہوا تو آپ نے جواب میں لکھا: قتل کی اقسام میں سے یہ قسم ”قائم مقام خطا“ ہے اس کی مثال یہ ہے کہ سوئے ہوئے شخص کوئی آئے اور وہ سونے والا مرجائے، تو اس کا حکم یہ ہے کہ قاتل کفارہ وا۔ # ہٹو ہے اور قاتل کے عصبہ (وژء) دیکھو اور قاتل میراث سے بھی محروم ہٹو ہے۔ قتل Hk ہ نہیں ہٹو ہے۔ لہذا صورتِ مسئلہ میں ماں کو کفارہ دینا ہوگا اور وہ یہی ہے کہ دو مہینے کے لگاتار روزے رکھے۔“ ﴿وقار الفتاویٰ، جلد سوم، ص: 338، مطبوعہ: وقار الدین، کراچی﴾

قتل خطا میں قاتل کفارہ وا۔ # ہٹو ہے اور قاتل کے عصبہ (وژء) دیکھو لازم ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَمَا كَانَ لِمُؤْمِنٍ أَنْ يَقْتُلَ مُؤْمِنًا إِلَّا خَطَاً وَمَنْ قَتَلَ مُؤْمِنًا خَطَاً فَتَحْرِيرُ رَقَبَةٍ مَّؤْمِنَةٍ وَدِيَةٌ مُسَلَّمَةٌ إِلَىٰ أَهْلِهِ إِلَّا أَنْ

يَصَّدَّقُوا ط ﴿النساء: 92﴾

ترجمہ: ”اور کسی مؤمن کے لئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے مؤمن کو قتل کرے سوائے اس کے کہ (اس سے) خطا (یہ فعل سرزد ہو جائے)، (تو اس کا کفارہ) ایہ - مؤمن غلام کا آزاد کرنا ہے، (اور مزید یہ کہ) اس کے وارثوں کو دیکھو ادا کرنی ہے، سوائے اس کے کہ وہ معاف کر دیں۔“

آ کے اختتام پر ارشاد فرماتا ہے: فَمَنْ لَمْ يَجِدْ فَصِيَامُ شَهْرَيْنِ مُتَتَابِعَيْنِ تَوْبَةً مِنَ اللَّهِ۔

ترجمہ: ”یعنی جو شخص (بطور کفارہ آزاد کرنے کے لئے غلام) نہ پائے تو اللہ تعالیٰ کی جان سے قبولیتِ توبہ کیلئے دو ماہ کے لگاتار روزے رکھے۔“

قتل شبہ عمد

سوال: 161

مسمیٰ محمد فاروق نے کسی بت پر تنازع کرتے ہوئے غصہ میں آکر حاکم ولد محمد یوسف (مرحوم) کو 447 مار کر قتل کر ڈیا، اس کے بعد یہ مقدمہ عدا میں پہنچا لیکن اس دوران قاتل اور مقتول کے وژء میں صلح ہو گئی اور مقتول کے وژء نے قاتل کو خون معاف کر ڈیا۔ اب سوال یہ ہے کہ مقتول کا خون معاف کرنے کا کس وارث کو حق حاصل ہے۔

* یہ در ہے کہ مقتول غیر شادی شدہ تھا اور مقتول کا والد پہلے ہی انتقال کر چکا ہے اس وقت صرف مقتول کی ماں اوڑپہ بچ بھائی ہیں جو موجود ہیں کیا قاتل کو مقتول کی ماں خون معاف کر سکتی ہے؟ یہ نہیں ہے۔ اے مہر! فی تفصیل سے اس مسئلہ کی وضاحت فرما N۔

﴿جھاڑو، ولد یوسف خان گوٹھ گڈاپہ، ون، کراچی﴾

جواب:

صورتِ مسئلہ میں مذکورہ سوال میں جو صورت قتل کی بیان کی گئی ہے اسے قتل شبہ عمد کہا جاتا ہے۔

شمس الائمہ سرخسی لکھتے ہیں:

واما شبه العمد فهو ماتعمد ت ضربه بالعصا والسوط او الحجر اوليد -

﴿المبسوط جلد: 26 ص: 60 مطبوعه دارالمعرفة بيروت﴾

ترجمہ: ”شبه عمد وہ قتل ہے جس میں لاٹھی، کوڑے، پتھر یا ہاتھ سے ضرب لگانے کا قصد کیا جائے۔“
قتل شبه عمد میں قاتل H ہ گار ہوگا اور اس پر کفارہ وا۔ # ہے ای۔ غلام آزاد کرے گا۔ دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے اور اس کے بعد عاقلہ (عصبات) پر دے گا۔ مغلطہ یعنی سوا دے گا۔ # ہے جس کو وہ تین سال میں ادا کریں گے۔ عاقلہ عصبات کو کہتے ہیں یعنی پ کی طرف سے رشتہ دار جو قاتل کی جائے گا۔ سے مقتول کی دے گا۔ ادا کرتے ہیں۔

علامہ آم الدین لکھتے ہیں:

وشبه العمد أن يتعمد الضرب بماليس بسلاح ولا ماجرى مجرى السلاح عندأبي حنيفة رحمه الله تعالى وقال أبو يوسف ومحمد رحمهما الله تعالى اذا ضربه بحجر عظيم أو خشبة عظيمة فهو عمد وشبه العمد أن يتعمد ضربه بما لا يقتل به غالباً والصحيح قول أبي حنيفة رحمه الله تعالى كذا في المضممرات ☆ وموجه على القولين الاثم والكفارة وكفارته تحرير رقبة مؤمنة فان لم يجد فصيام شهرين متتابعين ودية مغلطة على العاقلة كذا في الكافي۔

ترجمہ: ”اور امام اعظم ابو حنیفہ کے دے۔ شبه عمد یہ ہے کہ ایسی چیز سے مارنے کا قصد کرے جو اسلحہ (اے قتل) نہ ہو اور نہ ہی اسلحہ کے قائم مقام ہو، اور امام ابو یوسف اور امام محمد رحمہما اللہ تعالیٰ کہتے ہیں کہ۔ # وہ کسی بڑے پتھر کے ساتھ کسی بڑی لکڑی کے ساتھ مارے تو وہ بھی قتل عمد ہے اور ان کے دے۔ شبه عمد یہ ہے کہ وہ کسی ایسی چیز سے مارنے کا قصد کرے جس سے عام طور پر قتل نہ کیا جاتا ہو، اور امام اعظم ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ علیہ کا قول ہی صحیح ہے، جیسا کہ مضممرات میں ہے۔ اور دونوں اقوال کے مطابق ”قتل شبه عمد“ کے مرتکب پر H اور کفارہ لازم ہے اور اس قتل شبه عمد کا کفارہ ای۔ مسلمان غلام آزاد کرے گا۔ ہے پس ا/ وہ پڑے تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھنا ہوں گے اور قاتل کے عصبات پر دے گا۔ مغلطہ (سوا دے گا) وا۔ # ہے، کافی میں اسی طرح سے ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 6 ص: 2.3 مکتبہ رشیدیہ کو@﴾
علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں:

عفو الولی عن القاتل افضل من الصلح، و الصلح افضل من القصاص و كذا عفو المجروح۔ لا تصح توبة القاتل

حتى يسلم نفسه للقود۔

ترجمہ: ”ولی مقتول کا قاتل کو معاف کر دینا صلح سے افضل ہے، صلح قصاص سے افضل ہے اور اسی طرح مجروح کا معاف کر دینا افضل ہے اور قاتل کی توبہ (عند اللہ) صحیح ہوگی۔ # وہ خود کو (وڑے، کٹے، پس) قصاص کے لئے پیش کرے، (ورنہ عند اللہ توبہ معتبر نہیں ہے)۔

اس کی شرح میں علامہ ابن عثیمین شامی لکھتے ہیں:

قوله (عفو الولی عن القاتل افضل) ویبرأ القاتل فی الدنیا عن الدیة والقود لانهما حق الوارث۔ بیرى۔

قوله: (لا تصح توبۃ القاتل حتی یسلم نفسه للقود) أى لا تکفیه التوبۃ وحدها۔ قال فی ”تبیین المحارم واعلم ان توبۃ القاتل لا تكون بالاستغفار والندامة فقط بل یتوقف علی ارضاء اولیاء المقتول، فان کان القتل عمدا لا بد أن یمکنهم من القصاص منه، فان شاء قتلوه وان شاء عفو عنه مجانا، فان عفو عنه کفته التوبۃ۔ اه ملخصا۔

ترجمہ: ”(ولی کا قاتل کو معاف کر دینا افضل ہے) اور قاتل د* میں د* اور قصاص سے۔ ی ہو جائے گا کیونکہ یہ دونوں (د* اور قصاص) وارث کا حق ہے، علامہ علاؤ الدین حصکفی کا یہ قول کہ: (قاتل کی توبہ اس وقت۔۔ در & نہیں۔ #۔۔ کہ وہ خود کو قصاص کے لئے پیش نہ کرے) یعنی صرف اس کا توبہ کر & کافی نہیں ہے۔ ”تبیین المحارم“ میں فرماتا: جاننا چاہئے کہ قاتل کی توبہ فقط اس کی امت اور طلب مغفرت سے (مکمل) نہیں ہوگی، بلکہ یہ مقتول کے وژء کی رضا مندی پر موقوف رہے گی، پس ا/ اس نے قتل عمدا کیا ہو تو (قبولیت توبہ کے لئے) ضروری ہے کہ اس مقتول کے وژء کو اپنے اوپر قصاص کی قدرت دے کہ ا/ چاہیں تو اسے (قصاص میں) قتل کر دیں اور ا/ وہ چاہیں تو اسے معاف کر دیں، پس ا/ وہ اس کو معاف کر دیں تو اس کے لئے توبہ کافی ہے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد: 10 ص: 151 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ولای کے چار اسباب ہیں:

قرا، ملک، ولا، امامت۔ قرا، کی وجہ سے ولای عصبہ بنفسہ کے لئے ہے یعنی وہ مرد جس کو اس سے قرا، کسی عورت کی وساطت سے نہ ہو۔ وارث کے ذوی الفروض کے بعد جو کہ بچے، وہ & لے لے، اور ا/ ذوی الفروض نہ ہوں تو سارا مال یہی لے لے، ایسی قرا، والا ولی ہے، یہاں بھی وہی M ملحوظ ہے جو در & میں معتبر ہے یعنی & سے مقدم C، پھر پڑ، پھر پڑ، کوئی پشت کا فاصلہ ہو یہ نہ ہوں تو پھر پڑ، دادا وغیرہم ا/ چہ کئی پشت اوپر کا ہو، پھر حقیقی بھائی۔

شرعاً قاتل کو معاف کرنے کا حق اولیاء مقتول کا ہے اور صورتِ مسئلہ میں یہ حق اس کے بھائیوں کو حاصل ہے، یہ ”قتلِ شبہ عمدا“ کا کیس ہے، اور وژء کی جان* سے معافی کے وجود اس (قاتل) کی دوماہ کے روزوں کا کفارہ ہے، اور معاف کرنے کے بعد قاتل سے د* میں مطالبہ نہیں ہو سکتا نہ قصاص لیا جاسکتا ہے اور نہ ہی د* لی جاسکتی ہے، لیکن موا: % وی سے۔ ی نہیں ہو سکتا کیونکہ قتل* حق میں تین حق اس کے ساتھ متعلق ہیں ا۔ حق اللہ، دوسرا حق مقتول، تیسرا حق ولی، ولی مقتول کو اپنا حق معاف کرنے کا اختیار تھا سو اس سے نے معاف کر ڈیا 1 حق اللہ اور حق مقتول + ستوڑتی ہیں، ولی کے معاف کرنے سے وہ معاف نہیں ہوئے۔

غیر مسلم کا چیف جسٹس یا قائم مقام بننا

سوال: 162

کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلے کے بارے میں کہ ا۔ اسلامی حکومت میں کسی غیر مسلم (ہندو) کو چیف جسٹس (قاضی

القضاة) مقرر کیا جا رہا ہے؟ ﴿محمد شمیم خان فیڈرل بی اے، شوہر: صدیقی، منور احمد نعیمی، بلیر کالونی، کراچی﴾

جواب:

اس مسئلے کی دو جہتیں ہیں، ا۔ خالص دستوری اور قانونی اور دوسری خالص اسلامی جہاں۔ مملکت اسلامیہ* پاکستان کے دستور کا تعلق ہے، تو اسکی رو سے A مملکت میں صرف دو مناصب کے لئے مسلمان ہونے شرط ہے، ا۔ صدر کا منصب اور دوسرا وزیراعظم کا عہدہ، کیونکہ ان دونوں عہدوں کے حلف* مے میں، جو دستور* پاکستان کے شیڈول میں H ہے، مسلمان ہونے اور عقیدہ ختم t کا اقرار شامل ہے۔ ان کے علاوہ کسی اور عہدے کے لئے (خواہ ہائی کورٹس اور سپریم کورٹ کے جج ہوں) چیف جسٹس ہوں، مسلح افواج کے سربراہان ہوں* یا گورنر، وزراء اعلیٰ اور وفاقی و صوبائی وزراء ہوں) مسلمان ہونے شرط نہیں ہے، لہذا دستور* پاکستان کی رو سے کسی غیر مسلم کے چیف جسٹس آف* پاکستان یا اس کا قائم مقام W کی گنجائش ہے، ماضی میں بھی جسٹس اے آر کزنلیس، جو مذہباً عیسائی تھے، چیف جسٹس آف* پاکستان رہ چکے ہیں۔ A چہ ہماری رائے میں یہ دستور کی روح کے منافی ہے، کیونکہ دستور* پاکستان کی رو سے کوئی قانون قرآن و N کے خلاف نہیں بن سکتا اور کسی بھی قانون کو اس حوالے سے* پاکستان کی سپریم کورٹ میں چیلنج کیا جاسکتا ہے کہ یہ قرآن و N کے خلاف ہے اور اس کے* رے میں سپریم کورٹ آف* پاکستان کی تعبیر و تشریح حتمی اور قطعی متصور ہوگی، اب جج* چیف جسٹس خود غیر مسلم ہے اور از روئے عقیدہ اس کا قرآن و N کی حق M یقین ہی نہیں ہے (کیونکہ A قرآن و N کی حق M اس کا یقین ہونے سے تو اسلام قبول کرے)، لہذا صرف اتنا کہنا کافی نہیں ہے کہ اسے قرآن و N سے آگاہی ہے۔

اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے: وَلَنْ يَجْعَلَ اللَّهُ لِلْكَافِرِينَ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ سَبِيلًا ﴿النساء: 114﴾

ترجمہ: ”اور اللہ کافروں کے لئے مسلمانوں کے خلاف (غلبہ کی) ہر آہ کوئی سبیل نہیں بنائے گا۔“

اس آیت سے فقہاء احناف نے جو مسائل: کئے ہیں ان میں دو اہم تیں یہ ہیں کہ:

(1) کافر کو مسلمان کا قاضی (جج) بنایا جا نہیں ہے۔ (2) کافر کو مسلمان کے لشکر کا امیر (سپہ سالار) چیف آف اسٹاف* یا کمانڈر

انچیف) بنایا جا نہیں ہے، ا# احمد بمعروف ملا جیون علیہ الرحمہ لکھتے ہیں: جعله ذا عسكر و خدمته و رئيسا له غير جائز۔

ترجمہ: ”کافر کو مسلمان کے لشکر کا امیر (سپہ سالار) چیف آف اسٹاف* یا کمانڈر انچیف) بنایا جا نہیں ہے۔“

﴿التفہیرات احمدیہ ص: 322, 223 مکتبہ حق 6، پشاور﴾

ملک العلماء علامہ علاء الدین ابی بکر بن مسعود کا سانی حنفی لکھتے ہیں:

واما بيان من يصلح للقضاء فنقول الصلاحية لها شرائط - منها: العقل - ومنها: البلوغ - ومنها: الاسلام - ومنها:

الحرية - ومنها: البصر - ومنها: النطق - ومنها: السلامة عن حد القذف لما قلنا في الشهادة۔

ترجمہ: ”ان شرائط کے بیان کے* رے میں جو اہلیت قضاء کے لئے ضروری ہیں، B ذیل ہیں: (1) عقل، (2) بلوغ،

(3) اسلام، (4) حریت، (5) بصر، (6) A، یعنی گلائی و گفتار کی صلاحیت، (7) اس شخص پر حد قذف نہ

لگی ہو۔“ ﴿بِأَنَّهُ الصَّنَاعُ جلد: 7، ص: 3، م/۱۰ اہلسنت، کاتِ رضا، گجرات، ہند﴾

علامہ علاؤ الدین حنفی لکھتے ہیں:

ان الکافر يجوز تقليده القضاء ليحكم بين أهل الذمّة ذكره الزيلعي في التحكيم الخ
، ترجمہ: ”(حاکم اسلام) اگر کسی غیر مسلم کو غیر مسلموں کے مقدمات کا فیصلہ کرنے کیلئے قاضی (جج) مقرر کرے، تو جائز ہے، اسے
”زیلعی“ نے ب۔ ب تحکیم میں ذکر کیا ہے، (1 مسلمانوں کے معاً 5 مقدمات کا فیصلہ کرنے کا اسے اختیار نہیں)، اس کی شرح میں ابن عثیمین
شامی لکھتے ہیں: (ليحكم بين أهل الذمّة) أي حال كفره، والا فقد علمت أن الكافر يصح توليته مطلقاً لكن لا يحكم
الا إذا أسلم۔

، ترجمہ: ”کہ (غیر مسلم قاضی) غیر مسلموں کے مقدمات کا فیصلہ کرے (یعنی۔ #۔۔۔ وہ حاکم کفر میں ہے، 1 یہ معلوم ہے کہ
(د۷ امور میں) کافر کو حق ولائی مطلقاً حاصل ہے، لیکن۔ #۔۔۔ وہ اسلام نہ لائے اسے منصب قضا تفویض نہیں ہوگا، مسلمانوں کے
معاً 5 مقدمات کا فیصلہ کرنے کا اختیار نہیں،۔۔۔۔۔ پھر آگے ”مطلب فی حکم القاضی الدرزی والنصرانی“ کے تحت بیان کرتے ہیں:
تنبيه: ظهر من كلامهم حكم القاضي المنصوب في بلاد الدروز في القطر الشامي، ويكون درزياً ويكون
نصرانياً فكل منهما لا يصح حكمه على المسلمين، فان الدرزي لا ملة له كالمنافق والزنديق وان سمى نفسه مسلماً۔
----- والظاهر أنه يصح حكم الدرزي على النصراني وبالعكس۔

﴿رد المحتار على الدر المختار ج: 8، ص: 24 دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

، ترجمہ: ”ان کے کلام سے ظاہر ہے کہ شام کے خطے میں درزی اور 3/4 فی (کوا) قاضی (مقرر کر دیا گیا ہو) تو ان کا مسلمانوں
کے امور میں فیصلہ کرنا صحیح نہیں ہے، کیونکہ درزی کا تو کوئی دین ہی نہیں ہے، جیسے منافق اور نفاق، اگرچہ وہ اپنے آپ کو (بظاہر) مسلمان
کہے (اور آگے چل کر لکھا)، ظاہر یہ ہے کہ غیر مسلم کا ایہ دوسرے کے لیے جج بننا جائز نہ ہے۔“

علامہ امجد علی اعظمی سے سوال ہوا کہ: مسائل شرعیہ عبادات میں غیر مسلم کے فیصلہ کی طرف رجوع کرنا شرعاً کیا حکم رکھتا ہے۔ وجود
یکہ امیر شریعت موجود ہیں؟ جواب میں انہوں نے لکھا کہ: ”کفار کے پاس فیصلہ لےنا ممنوع ہے، اللہ عز وجل فرماتا ہے:

الم تر الى الذين يزعمون أنهم آمنوا بما انزل اليك وما انزل من قبلك يريدون ان يتحاكموا الى الطاغوت وقد

أمروا ان يكفروا به ويريد الشيطان ان يضلهم ضلالاً بعيداً۔ ﴿النساء: 60﴾

، ترجمہ: ”کیا آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جو دعویٰ تو یہ کرتے ہیں کہ وہ اس (کتاب) پر ایمان لائے ہیں جو آپ کی طرف
*زل کی گئی ہے اور ان (کتابوں) پر (ایمان لائے ہیں) جو آپ سے پہلے زل کی گئی ہیں اور چاہتے ہیں کہ اپنے مقدمے طاغوت کے
*پس لے جائیں، حالانکہ انہیں حکم یہ دیا گیا تھا کہ وہ طاغوت کا انکار کریں اور شیطان یہ چاہتا ہے کہ انہیں گمراہ کر کے بہت دور کی گمراہی میں

ڈال دے۔“ واللہ تعالیٰ اعلم ﴿فتاویٰ امجدیہ، جلد سوم، ص: 246، مکتبہ رضویہ آراغ، کراچی﴾

محافل میلاد کے۔ رے میں یہ کہنا کہ ”اس میں حضور ﷺ تشریف لائے ہوئے ہیں اور اس میں وحدہ لاشریہ بھی شریہ ہوتا ہے“

سوال: 163

* رہ ربیع الاول کو جشن عید میلاد النبی ﷺ کے موقع پر ایہ مقرر نے آقا ﷺ کی شان بیان کرتے ہوئے کہا ”آج کی اس محفل، اس جشن اور اس مہم کے جان محفل ذات مصطفیٰ ﷺ ہیں اور شرکاء محفل میں خود: اکبریم بھی شریہ ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے کہ جو محفل بھی آقا ﷺ کے مہم کی جائے آقا ﷺ اس میں شریہ ہوتے ہیں اور جس محفل میں: اکا حبیب ﷺ بھی خود شریہ ہو اس میں وحدہ لاشریہ بھی شریہ ہوتا ہے۔“

اس پر ایہ علامہ صا # نے تنقید کرتے ہوئے کہا کہ: اکی ذات شریہ ہونے سے پک ہے۔ لہذا یہ کفریہ کلمات ہیں۔ مقرر کو توبہ \$ ہوتا چاہئے۔ اہ کرم اس مسئلہ پر قرآن وحدی \$ اور اقوال صحابہ وائمہ کی روشنی میں اپنے فتویٰ سے نوازیں۔
﴿ڈاکٹر محمد حامد رضا، ایم ڈی، رضامیڈلسن کمپنی میں۔ زارچشتیاں﴾

سوال: 164

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے۔ رے میں کہ ایہ مقرر نے اپنی تقریر کے دوران یہ جملہ کہا ”شرکاء محفل میں خود: اکبریم بھی شریہ ہے۔“ مقرر نے شریہ ہونے کی تفصیل بیان نہیں کی۔ کہ اللہ تعالیٰ کس طرح شریہ ہے۔ آپ سے دڑیفت کڑ ہے کہ: (1) کیا اس جملہ پر کوئی اعتراض وارد ہوتا ہے؟ نہیں؟ (2) کیا ایسے جملوں کو عوام الناس میں استعمال کڑ چاہئے؟ قرآن وحدی \$ کی روشنی میں وضاحت # فرما کر عند اللہ ماجور ہوں۔
﴿میاں طاہر حسین، چشتیاں شریف﴾

جواب:

نوٹ: اس موضوع پر ہمارے پس چشتیاں، پنجاب سے دو الگ الگ استفسارات آئے، ہم نے دونوں درج کردیئے ہیں۔
ایہ مستفتی ڈاکٹر محمد حامد رضا نے تین ۵ ن کرام (مفتی عبدالقیوم خان، جامعہ منہاج القرآن، لاہور، مفتی محمد تنویر القادری، جامعہ Aمہ رضویہ، لاہور اور ڈاکٹر مفتی غلام سرور قادری، جامعہ رضویہ، لاہور) کے جوابات بھی منسلک فرمائے ہیں۔ ان ۵ ن کرام نے اس عبارت کی ویل وتوجیہ کر کے جواز کا قول کیا ہے۔ اس مسئلے میں ہمارا موقف درج ذیل ہے:

قرآن وحدی \$ میں ایسے مقامات موجود ہیں جہاں اللہ جل شانہ اور مخلوق کے لئے ایہ ہی صیغہ کا اطلاق کیا H ہے، جیسے:

(۱) اِنَّ اللّٰهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّوْنَ عَلٰی النَّبِیِّ الْخ (ب) فَادْكُرُوْنِیْ اَدْْكُرْكُمْ ﴿القرآن﴾

(ج) اَنَا جَلِیْسُ عَبْدِیْ حِیْنَ یَذْكُرُنِیْ وَاَنَا مَعَهُ اِذَا دَعَانِیْ ﴿الحديث﴾

(د) اَنَا عِنْدَ ظَنِّیْ عَبْدِیْ بِیْ اَنَا مَعَهُ اِذَا ذَكَرَنِیْ، فَاِنْ ذَكَرَنِیْ فِیْ نَفْسِیْ ذَكَرْتُهُ فِیْ نَفْسِیْ، وَمَنْ اَتَانِیْ یَمْسِیْ اَتِیْتُهُ هَرُ

وَلَّةٌ، وَغَيْرَهَا مِنَ الْآيَاتِ الْكَرِيمَةِ وَالْأَحَادِيثِ الْمُبَارَكَةِ۔

میری ۵% اندرائے میں ان اطلاقات کو انہی مقامات۔۔ محدود رکھنا چاہئے، جیسے:

فَتَمَّ وَجْهَ اللَّهِ، يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ، يَدُ اللَّهِ فَوْقَ أَيْدِيهِمْ وَغَيْرَهَا مِنَ الْآيَاتِ الْكَرِيمَةِ،

ان مواقع پہ یہ کہا جائے کہ ان سے جو بھی اللہ تعالیٰ کی مراد ہے جو معنی اس کی ذات کے متناہی شان ہے۔ ہمارے لئے یہ بھی منا & نہیں ہے کہ اس پہ مزید قیاسات کریں کہ اللہ، وجہ اللہ ہو سکتا ہے تو ”قدم اللہ“ اور ”رأس اللہ“ کیوں نہیں ہو سکتا۔ ان اطلاقات کو ان کے محل۔۔ محدود رکھا جائے۔ بلکہ۔۔ جمعہ کرتے وقت لکھ دیا جائے کہ اس کا حقیقی مفہوم جو اللہ کی مراد ہے، اس پہ ہمارا ایمان ہے اور اس کی تعین کے ہم شرعاً مکلف نہیں ہیں، اور یہ کہ ”جمعہ کے موقع پہ یہ لکھ دیا جائے: ”جیسا کہ اس کی شان کے لائق ہے“۔ حقیقی مفہوم کی تعین کے اعتبار سے ایسی احادیث و آیات کو متشابہات میں سے سمجھنا چاہئے اور اس کے درپے نہیں ہٹو۔ چاہئے۔ آج کل اکثر مقررین اور AE خواں حضرات، ۵% ات کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے ہیں کہ: ”اس محفل میں حضور تشریف لائے ہوئے ہیں“، ہمارا ایمان و عقیدہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مبارک محافل میلاد میں ازراہ لطف و کرم۔ # اور جہاں چاہیں تشریف لا h ہیں اور ”شائم امدادیہ“ میں مولانا اشرف علی تھانوی نے بھی یہ درج کیا ہے، لیکن تعین کے ساتھ یہ کہنا کہ: ”ہماری اس محفل میں رسول اللہ ﷺ تشریف لائے ہوئے ہیں“، ا/ غوث الاعظم محی الدین عبدالقادر جیلانی رحمہ اللہ تعالیٰ مسلمہ طور پہ بلند مرتبہ اولیاء کا ملین یہ دعویٰ فرما N، تو بجا ہے اور رگاہ الو : جل و علا اور رگاہ رسا { میں تقریب کی وجہ سے انہیں یہ مرتبہ و مقام حاصل ہے کہ وہ یقین کے ساتھ حضور انور ﷺ کی تشریف آوری کا مشاہدہ کر h ہیں، ہر ایسے غیرے کو اتنا دعویٰ کرنا جائز نہیں ہے، کیونکہ ایسا دعویٰ تو غیب دانی کی C پہ ہو سکتا ہے، اور لذات علم غیب اللہ تعالیٰ کا خاصہ ہے جن مقرب و محبوب بندوں کو اپنے کرم سے وہ مطلع فرما دے یہ وہ اپنے لئے عام لوگوں کی قوت مشاہدہ اور صا # بصیرت و بصارت ہونے کا دعویٰ کرنا ہے، یہ بہت ہی خود ستائی ہے جو اس کے لئے جائز نہیں ہے، ا/ قرآن وحدیث میں ایسے کلمات (مثلاً لفظ صلوة) آئے ہیں، جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ، رسول اللہ ﷺ اور مومنین پہ بیک وقت کیا H ہے، \$ بھی ان کے معانی کا تعین ہر ایسے کے اعتبار سے الگ ہوگا، اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے وہی معنی مراد ہوگا جو اس کی شان کے لائق ہے اور اشتراک لفظی کے * وجود اشتراک معنی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔

آ \$ دروپ کلام کرتے ہوئے علامہ غلام رسول سعیدی لکھتے ہیں:

اس آ \$ میں اللہ اور فرشتوں کو ای۔ فعل میں شری۔ کیا ہے اور فرما ہے: اللہ اور اسکے فرشتے نبی دروپٹھتے ہیں، اس آ \$ پہ یہ اشکال ہوتا ہے کہ اللہ اور اسکے غیر کو ای۔ فعل میں شری۔ کرنے سے نبی ﷺ نے ا فرمایا ہے، حدیث میں ہے: حضرت عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ای۔ شخص نے نبی ﷺ کے سامنے خطبہ دیتے ہوئے کہا جس شخص نے اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کی اس نے ہدایا \$ پی اور جس نے ان کی * فرمانی کی وہ گمراہ H، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: تم۔ ے خطیب ہو یوں کہو جس نے اللہ کی * فرمانی کی اور اس

کے رسول ﷺ کی، وہ گمراہ ہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عام لوگوں کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ذکر یا ضمیر میں جمع کریں، کیونکہ اس سے g والوں کو یہ وہم ہوگا کہ یہ شخص اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کو ب۔ سمجھتا ہے، اس لئے اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ذکر الگ الگ صیغوں میں کیا جائے، البتہ اللہ تعالیٰ کسی حکم کسی قاعدے کا پابند نہیں ہے، وہ ای۔ صیغہ اور ای۔ ضمیر میں اللہ اور اس کے غیر کا ذکر کرے تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے، ای۔ صیغہ میں دونوں کا ذکر کرنے کی مثال یہ آ۔ ہے اس میں فرمائی ہے: **إِنَّ اللَّهَ وَمَلَائِكَتَهُ يُصَلُّونَ** : اللہ اور اس کے فرشتے درود پڑھتے ہیں، اور ای۔ ضمیر میں دونوں کے ذکر کے مراد e کی مثال یہ آ۔ ہے: **وَمَا نَقْمُوا** **إِلَّا أَنْ اغْنَاهُمُ اللَّهُ وَرَسُولُهُ مِنْ فَضْلِهِ**۔ ترجمہ: ”اور ان (منافقین کو) صرف یہ گوارا ہوا کہ ان کو اللہ اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے غنی کر دیا۔“ (التوبہ: 74) اس آ۔ میں ”من فضله“ کی ضمیر واحد اللہ اور رسول دونوں کی طرف راجع ہے، اسی طرح یہ آ۔ ہے: واللہ ورسولہ احق ان یرضوہ۔ ترجمہ: ”اللہ اور اس کا رسول اس کے زیادہ مستحق ہیں کہ ان کو راضی کیا جائے۔“ (التوبہ: 62) اس آ۔ میں ”اٰق • ؤ“ کی ضمیر واحد اللہ اور اس کے رسول دونوں کی طرف راجع ہے۔ اسی طرح نبی ﷺ بھی اس قاعدہ کے پابند نہیں ہیں اور آپ نے بھی اللہ اور اس کے رسول کو ای۔ ضمیر میں فرمائی ہے جیسا کہ اس حدیث میں ہے: حضرت انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمائی جس شخص میں تین خصلتیں ہوں وہ ایمان کی مٹھاس لگا لے گا، ای۔ یہ ہے کہ: ان یكون الله ورسوله احب اليه مما سواهما۔ ترجمہ: ”اللہ اور اس کا رسول اس کو ان کے ماسوا زیادہ محبوب ہو۔“ (صحیح البخاری: رقم الحدیث: 16) خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ادب اور اس کی تعظیم کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر دونوں کا ای۔ ضمیر میں ذکر کرنا جائز نہیں ہے، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ اس قاعدہ کے پابند نہیں ہیں اور وہ ای۔ صیغہ ای۔ ضمیر میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کے غیر کو بھی جمع کر دیتے ہیں، کیونکہ # دوسرے لوگ ای۔ صیغہ میں اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کا ذکر کریں گے، تو ان کے متعلق یہ گمان کیا جاسکتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کو ہم مرتبہ اور مساوی سمجھتے ہیں، اس لئے دونوں کا ای۔ صیغہ ای۔ ضمیر میں ذکر کر رہے ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول اللہ ﷺ کے متعلق یہ گمان نہیں کیا جاسکتا، اس لئے ا۔ وہ ای۔ صیغہ ای۔ ضمیر میں دونوں کا ذکر کریں، تو اس پر کوئی اعتراض نہیں ہے۔“ (القرآن، جلد: 9، ص: 532، 533) محفل میلاد النبی ﷺ کے حوالے سے ہمارے خطباء کرام فرط محبت، جوش عقیدت اور عوام سے داد و تحسین پانے کے شوق میں بعض کلمات ارشاد فرما دیتے ہیں۔ جیسے سوال میں مذکور ہیں کہ: ”اس میں وحدہ لا شریک بھی شریک ہے، ا۔ چہ شرعاً اس کی ویل و توجیہ کی گنجائش ہے، جیسا کہ منسلک فتاویٰ میں ۵ ن کرام نے فرمائی ہے، لیکن میری مؤذنبہ اور ۱۰/۱۰ انہ رائے ہے کہ اس طرح کے * از بیان سے اجتناب اولیٰ ہے، اللہ تعالیٰ کی احدیت اور ۱۰/۱۰ جتنے اس رکھا جاسکے، اتنا ہی افضل و اولیٰ ہے۔ خاص طو پر آجکل بڑے خطباء کرام کی تقابلیہ کے کیسٹ عام ہو جاتے ہیں اور پھر علم سے عاری لوگ بھی ان کو اپنی مجالس میں دہراتے رہتے ہیں۔ ویلات و توجیہات کی تو ہر جگہ گنجائش رہتی ہے، مثلاً اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: نحن اقرب اليه من حبل الوريد۔ ترجمہ: ”ہم اس کی (بندے کی) شہ رگ سے بھی زیادہ اس کے قریب ہیں، (سورۃ ق: 16)“ اور وهو معكم اين ما كنتم۔ ترجمہ: ”تم جہاں کہیں بھی ہو، وہ (اللہ تعالیٰ) تمہارے ساتھ ہوگا ہے، (سورۃ

الحیۃ: 4)۔ اب ان یت کی روشنی میں کوئی شخص یہ کہے کہ میں جس مجلس میں بھی رہوں، اللہ تعالیٰ میرے ساتھ شریہ ہوتا ہے، تو یہ # از میرے ہند۔ *۔ رگاہ الو : کے متناہن شان نہیں ہے، آ چہ تو جیہہ * ویل کی گنجائش موجود ہے، کیوہ یہاں بندے اور رب کے درمیان جس معیت کا ذکر ہے اس سے معیت جسمانی معیت مکانی مراد نہیں ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کا علم اور قدرت ہر چیز کو محیط ہے اور اسی معنی میں معیت مراد ہے، بعض مقربین کے لئے معیت خاصہ مراد ہو سکتی ہے، اس سے مراد اللہ تبارک و تعالیٰ کی خصوصی رحمتوں اور کات کا بندے کے شامل حال رہنا ہے *۔ قی جن علامہ صا # نے کہا ہے کہ: ”یہ کفر یہ کلمات ہیں، مقرر کو تو بہ *۔ \$ ہوتا چاہئے“۔ یہ در & نہیں ہے اور بعض علماء کے ہند۔ یہ غیر کفر کو کفر قرار دینا بجائے خود مستلزم کفر ہوتا ہے۔ ہم نے اظہار رائے کے لئے یہ فتویٰ محترم مفتی محمد رفیق حسنی (جامعہ اسلامیہ مدینۃ العلوم، کراچی) کو پیش کیا، تو انہوں نے اپنی عبارت ذیل کے اضافے کے ساتھ اس کی *۔ G کی: [حضرت مولانا مفتی منیب الرحمن صا # کے فتوے کی *۔ G کڑ ہوں بلکہ میرے ہند۔ یہ صورت مسئلہ کی عبارتیں اور اسی قسم کے عام مقررین اور AE خوانوں کی عبارتیں کفر تو نہیں 1 عام مجالس میں بیان کڑ۔ حرام ہیں بلکہ متشابہات یت اور احادیث کا بغیر *۔ ویل اور توضیح کے بھی عام مجالس میں بیان کڑ۔ جاہ نہیں ہے کیوہ اس قسم کے کلمات سے عوام کو جو پیغام پہنچتا ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تجسیم اور تمثیل جسمی کا ہوتا ہے چنانچہ ایسی تقویوں g والے میرے ایہ طالب علم کی گفتگو سے معلوم ہوا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے جسم کا قائل ہو چکا ہے۔ اسی طرح شان رسا { بیان کرتے وقت یہ کہنا کہ ”اللہ تعالیٰ جو لا شریہ ہے وہ درود میں ہمارے ساتھ شریہ ہے“، سے عوام کا یہ عقیدہ ہے شہادۃ اللہ تعالیٰ ہماری طرح ہاتھ میں تسبیح لیکر ”اللہم صل علی الخ۔ الصلوٰۃ والسلام علیک یا رسول اللہ“ پڑھتا رہتا ہے جبکہ علماء فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی طرف صلاۃ کی نسبت ہو تو رحمت مراد ہوتی ہے۔ الغرض مذکورہ کلمات آ چہ ویل کی وجہ سے کفر نہیں ہیں 1 عوام کو پیغام پہنچانے اور ان کے عقیدوں کے فساد کے خطرے کے پیش آ۔ جاہ ہیں آئندہ علماء کو یہ کلمات نہیں کہنا چاہئے، واللہ تعالیٰ اعلم“ اسی طرح محترم مفتی محمد اسماعیل نورانی (جامعہ انوار القرآن، کراچی) نے *۔ G کی کلمات لکھے: ”قبلہ مفتی منیب الرحمن صا # مدظلہ نے جو جواب تحریر فرمایا ہے اور اس پر مفتی رفیق الحسنی دام ظلہ نے جو اضافہ فرمایا ہے وہ بالکل حق ہے۔ فی زمانہ مقررین اور واعظین کے مذکورہ جملوں کی سخت حوصلہ شکنی اور تہ کی ضرورت ہے۔ کیوہ جس طرح AE خوانی کی فیلڈ میں جاہل اور چمکیلے AE خوانوں نے آ۔ قی طوبہ اہل ل کو نقصان پہنچا ہے اسی طرح غالی قسم کے واعظین اور مقررین نے بھی اپنی بی دکتہ آفر S سے شدید نقصان پہنچا ہے۔ اللہ عز و جل ہدایہ \$ خیر» فرمائے۔

خاتون مبلغہ کا غیر شرعی طرز عمل

سوال: 165

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ کے۔ رے میں کہ اہل L والجا (سے تعلق ر p والی ایہ مقرر خاتون (جو تنظیم المدارس سے ملحق فوقانی درجے کے ایہ ادارے کی مہتمم ہیں) نے اپنی تقابلیہ مشتمل کیسٹز کی سرعام فرو # شروع کر رکھی ہے جن میں

تم کے ساتھ نعتیہ اشعار بھی پڑھے گئے ہیں موصوفہ سے۔ # دُعا کیلئے کہ کچھ عرصہ پہلے تو آپ اپنے اجتماع کے آس پاس بھی کسی مرد کی موجودگی پسند نہیں کرتی تھیں کہ اے کانوں۔ آواز نہ چلی جائے، اور اب آپ اپنی کیسٹیں ہر جگہ پہنچانے کے لئے کوشاں و مشتاق ہیں، تو ان کا جواب یہ تھا کہ یہ دورِ حاضر کی اہم ضرورت ہے میں فر # ہاشمی (الھدیٰ سینٹر، اسلام آباد) کی کیسٹر کے توڑ کے لئے ایسا کر رہی ہوں۔

ہم یہ دُعا کیلئے چاہتے ہیں کہ ان کا یہ عمل قانونِ شرع میں کس آ سے دیکھا جائے؟ کیا فر # ہاشمی کیلئے توں کا جواب دینے کے لئے اہل L میں ”مرد علماء“ کافی تھے۔ اے مہر! پہلی فرصت میں اس پر مدلل فتویٰ تحریر فرما کر ارسال فرما N، کیونکہ اس سے مختلف مدارس سے تعلق رکھنے والی طالبات، معلمات و منتظمات ذہنی اور کا شکار ہیں۔ بعض خوش الحان خواتین اپنی قرأت AE و تقابیر مشتمل کیسٹر منظر عام پر لانے کے لئے تیار ہو رہی ہیں یہ در ہے کہ مذکورہ خاتون تقابیر کے حوالے سے خواتین میں خاصی مقبول ہیں، اے اس بات کا فوری نوٹس نہ لیا، تو عنقریب مرد علماء کے خطبات g والے مفقود ہو جائے N گے۔ اور ہر جگہ اہل L کی خواتین کی کیسٹیں بچتی سنائی دیں گی۔ ﴿سحری، جامعہ سیفیہ 6 لبنات الاسلام، مدینہ کالونی بھٹہ روڈ، ٹیلہ شریف، گجرات﴾

جواب :

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

﴿ان اتقین فلا تخضعن بالقول فیطمع الذی فی قلبہ مرض وقلن قولاً معروفاً﴾ (القرآن، سورۃ الاحزاب: 32)

ترجمہ: ”اے اللہ سے ڈرتی ہو (اور یقیناً ڈرتی ہو) تو (پس) وہ مردوں سے بضرورت بات کرنے میں (ایسا) کم لہجہ اختیار نہ کرو کہ جسکے دل میں (شہوا M کا) روگ ہے وہ (اپنی خواہش N کی تکمیل کا) طمع کرنے لگے اور دستور کے مطابق (اچھی بات کرو۔“

عن یحییٰ بن سعید، عن عمرۃ عن عائشۃ رضی اللہ عنہا قالت: لو ادرك رسول اللہ ﷺ ما أحدث النساء لمنعهن، كما منعت نساء بنی اسرائیل۔ قلت لعمرۃ: أو منعن؟ قالت: نعم۔ ﴿صحیح بخاری رقم الحدیث: 869، سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 570﴾

ترجمہ: ”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا، نبی ﷺ کی زوجہ محترمہ، فرماتی ہیں: اے رسول اللہ ﷺ عورتوں کو اس حال پر پڑتے، جو آپ کے بعد ہوا، تو آپ ان کو مسجد آنے سے ا فرمادیتے، جیسے کہ بنی اسرائیل L کی عورتوں کو ا کر ڈیا تھا، سچی کہتے ہیں کہ میں نے عمرہ سے پوچھا! کیا بنی اسرائیل L کی عورتوں کو ا کیا تھا؟ انہوں نے کہا: ہاں!“

عن عبد اللہ، عن النبی ﷺ قال: ”صلاة المرأة فی بیتہا افضل من صلاتہا فی حجرتہا، و صلاتہا فی مخدعہا

افضل من صلاتہا فی بیتہا۔“ ﴿سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 571﴾

ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما سے روایہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت کا دالان میں ا نہ پڑھنا، صحن میں پڑھنے سے بہتر ہے اور کوٹھری میں دالان سے بہتر ہے۔“

عن ابی موسیٰ، عن النبی ﷺ قال: ”کل عین زانیة، والمرأة اذا استعطرت فمرت بالمجلس فھی کذا وکذا۔

یعنی زانیة“۔

ترجمہ: ”حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے روایہ ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ہر آواز کرنے والی ہے (یعنی جو اجنبی کی طرف شہوت بھری آواز سے دیکھے) اور بے شک عورت عطر لگا کر کھلی مجلس میں جائے تو ایسی اور ایسی ہے یعنی زانیہ ہے، یعنی وہ محرکات و اسباب آواز اختیار کر رہی ہے، جس کے (H) میں مبتلا ہونے کا بیشہ ہے۔“ ﴿سنن ترمذی، رقم الحدیث: 2786﴾

اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: **ولا یضربن بارجلھن لیعلم ما یخفین من زینتھن۔** ﴿القرآن، سورۃ النور: 31﴾

ترجمہ: ”اور عورتیں اپنے پاؤں زمین پر مارتی ہوئی نہ کریں کہ اس زانیہ کا لوگوں کو علم ہو جائے جو انہوں نے چھپا رکھی ہے۔“ علامہ ابو بکر حصص حنفی اس آیت کی تفسیر میں لکھتے ہیں:

”اس آیت میں یہ دلیل ہے کہ عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے اکیا ہے جس کو اجنبی مرد سن لیں، کیونکہ آواز سے اس کی اپنی آواز کی وہ فتنہ انگیز ہے، اسی وجہ سے ہمارے فقہاء نے عورت کی اذان کو (وہ قرار دیا ہے کیونکہ اس میں آواز بلند کرنی پڑتی ہے اور عورت کو آواز بلند کرنے سے اکیا ہے۔“ ﴿احکام القرآن جلد 3 ص: 319 مطبوعہ سہیل اکیڈمی لاہور﴾

علامہ شہاب الدین خفاجی حنفی لکھتے ہیں:

”علامہ ابن ہمام حنفی نے کہا ہے کہ نوازل میں تصریح ہے کہ عورت کی آواز عورت (وا. # الستر) ہے اور اس پر یہ نتیجہ نکلا گیا ہے کہ عورت کا عورت سے قرآن مجید پڑھنا مستحب ہے کیونکہ عورت کی آواز عورت ہے۔“ ﴿فتح القلوب جلد 6 ص: 374 مطبوعہ مکتبہ نور یہ رضویہ، سکھر﴾

علامہ ابو عبد اللہ خطاب مالکی لکھتے ہیں:

”عورتوں کا آواز بلند نہ کرے (وہ ہے، عورتوں کا اذان دینا، بلند آواز سے نہ پڑھنا اور بلند آواز سے حج میں تلبیہ (اللہم لبیک) کہنا &) وہ ہے، علامہ نخعی نے کہا ہے کہ عورتوں کی اذان ممنوع ہے کیونکہ عورت کی آواز عورت ہے، علامہ خطاب مالکی کہتے ہیں کہ علامہ ابن یونس اور علامہ ابن جبریل وغیرہ نے بھی یہی کہا ہے کہ عورت کی آواز عورت ہے، لیکن صحیح یہ ہے کہ عورت کا آواز بلند نہ کرے عورت ہے، کیونکہ صحابہ کرام امہات المؤمنین اور صحابیات سے احادیث روایت کرتے تھے۔“ ﴿مواہب الجلیل جلد 1 ص: 435 مطبوعہ دار الفکر بیروت﴾

امام رازی شافعی لکھتے ہیں:

أن المرأة منہیة عن رفع صوتها بالكلام بحيث یسمع ذالک الأجنب اذا كان صوتها اقرب الی الفتنة من صوت خلخالها، ولذالک کر ہوا اذان النساء لا نہ یحتاج فیہ الی رفع الصوت والمرأة منہیة عن ذالک۔

ترجمہ: ”عورت کو اتنی بلند آواز کے ساتھ کلام کرنے سے اکیا ہے جس کو اجنبی مرد سن لیں، کیونکہ عورت کی اپنی آواز سے آواز سے وہ فتنہ انگیز ہے اسی وجہ سے عورت کو اذان دینے سے اکیا ہے کیونکہ اذان میں آواز بلند کرنے کی ضرورت ہوتی ہے اور

عورت کو آواز بلند کرنے سے اکیا ہے۔“ ﴿تفسیر کبیر جلد 8 ص: 367 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ بیضاوی شافعی لکھتے ہیں:

”زی کی آواز سنانے سے اکت، عورت کے آواز بلند کرنے کی مما AE، یہ دہ دلا (کت ہے۔“

﴿انوار التنزیل علی هامش عناية القاضي جلد، 6 ص: 374 مطبوعہ دار صادر، بیروت﴾

جس طرح قرآن مجید میں عورت کے آواز بلند کرنے کی مما AE بطور کنایہ اور مبالغہ ہے، سو اسی طرح حدی میں بھی عورت کے آواز بلند کرنے کو کنایہ اور مبالغہ سے اکیا ہے، امام بخاری روای کرتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ ؓ، عن النبی ﷺ قال: ”التسبیح للرجال، والتصفیق للنساء۔“

، ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ ؓ سے روای ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: (امام کو سہویٰ مطع کرنے لئے) مردوں کے لئے تسبیح (سبحان اللہ کہنا) اور عورتوں کے لئے تصفیق (یعنی دہنے ہاتھ کی اے N ہاتھ کی پشت پ مارا) ہے۔“ ﴿صحیح بخاری رقم الحدیث: 1303﴾ اسی کی مثل حضرت سہل بن سعد ؓ سے، صحیح بخاری رقم الحدیث: 1304 روای ہے، اس حدی کو امام مسلم اور امام ابوداؤد نے بھی روای کیا ہے۔

علامہ کمال الدین ابن ہمام متوفی 681 ہجری لکھتے ہیں:

(ویکرہ الجمع بینہما) أى بین الاشارة والتسبیح (لأن بأحدہما کفایة) وهذا فی حق الرجال، أما النساء فیصفقن یضربن بظہور أصابع الید الیمنی علی صفحة الکف الیسری لما مر أن لهن التصفیق لأن فی صوتهن فتنۃ فلا یستحب لهن التسبیح ۔

، ترجمہ: ”(اور تسبیح و تصفیق کا جمع کتا) (وہ ہے) اور تسبیح یعنی سبحان اللہ کہنا مردوں کا حق ہے، رہا عورتوں کا معاملہ پس وہ تصفیق کریں دہنے ہاتھ کی اے N ہاتھ کی پشت پ ماریں، جیسا کہ آرا کہ ان کے لئے تصفیق ہے اس لئے کہ ان کی آواز ”فتنہ“ ہے پس ان کے لئے تسبیح (یعنی سبحان اللہ کہنا) مستحب نہیں ہے۔“ ﴿فتح القدیر جلد 1 ص: 419 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

U ز میں امام کو متنبہ کرنے کے لئے بلند آواز سے سبحان اللہ کہا جاتا ہے اور چوے عورت کا U ز میں آواز بلند کتا۔ شرعاً ممنوع اور مذموم ہے اس لئے نبی ﷺ نے عورت کو سبحان اللہ کہنے کے بجائے ہاتھ کی پشت پ ہاتھ مارنے کا حکم دیا ہے، علامہ رالدین عینی حنفی اس حدی کی شرح میں لکھتے ہیں:

شارع علیہ السلام نے عورت کے سبحان اللہ کہنے کو اس لئے (وہ قرار دیا ہے کہ اس کی آواز فتنہ ہے اس لئے اس کو اذان، امامت، اور U ز میں بلند آواز کے ساتھ قرآن مجید پڑھنے سے اکیا جاتا ہے۔) ﴿عمدة القاری جلد 7 ص: 279 مطبوعہ ادارة الطباعة المنیر یہ مصر﴾

علامہ علی قاری حنفی اس حدی کی شرح میں لکھتے ہیں:

عورت کو تصفیق (ہاتھ کی پشت پہ ہاتھ مارنے) کا حکم اس لئے ہے کہ اس کی آواز عورت ہے۔

﴿مرقات جلد 3 ص: 10 مطبوعہ مکتبہ امدادیہ ملتان﴾

خلاصہ بحث یہ ہے کہ قرآن مجید میں عورت کو زمین پہ پیر مارنے سے ا کیا ہے کہ اس کی پیڑ کی آواز سن کر اجنبی مرد اس کی طرف متوجہ نہ ہوں اور حدیث میں عورت کو لازماً میں سبحان اللہ کہنے کے بجائے ہاتھ کی پشت پہ ہاتھ مارنے کا حکم ہے، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ عورت کا آواز کو بلند کرنا بھی ممنوع ہے، فقہاء احناف کے دینے عورت کی آواز عورت ہے، اور جس طرح ماسوائے ضرورت کے وہ اجنبیوں پہ چہرہ ظاہر نہیں کر سکتی، اسی طرح وہ بغیر ضرورت کے اجنبی مردوں پہ اپنی آواز بھی ظاہر نہیں کر سکتی۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے سوال ہوا کہ ”عورتوں کا بیان میلاد شریف آنحضرت ﷺ کی محفل میں با آواز بلند و آہٹ ہنا اور خوش آوازی و لہجہ کے ساتھ ہٹھنا اور مکان کے ہر سے ہمسایہ کے مردوں اور محرموں کا آواز، تو ایسا ہٹھنا جائز ہے؟“ آپ نے جواب میں لکھا:

عورت کا خوش الحانی سے با آواز ایسا ہٹھنا محرموں کو اس کے نغمہ کی آواز جائے، حرام ہے۔ نوازل للامام فقیہ ابواللیث میں ہے: نغمة المرأة عورة۔ ترجمہ: ”عورت کا آواز سے شعر ہٹھنا ”عورت“ یعنی محل ستر ہے۔“

کافی امام ابوالبرکات نسفی میں ہے: لا تلبی جھر الان صوتها عورة۔

ترجمہ: عورت بلند آواز سے (جج کی) تلبیہ نہ پڑھے اس لئے کہ اس کی آواز قابل ستر ہے۔

امام ابوالعباس قرطبی کی کتاب السماع پھر بحوالہ علامہ علی مقدسی امداد الفتاح علامہ شرنبلالی پھر رد المحتار علامہ شامی میں ہے:

لا نجيز لهن رفع اصواتهن ولا تمطيطها ولا تليينها وتقطيعها لما في ذلك من استمالة الرجال اليهن وتحريك الشهوات منهم ومن هذا لم يجز ان تؤذن المرأة۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

عورتوں کو اپنی آوازیں بلند کرنا، انہیں لمبا اور دراز کرنا، (لہجہ کو) نرم (اوپر کشش) بٹھانا اور ان میں تقطیع کرنا (یعنی ایہ ایہ لفظ بکر کے تخلیلی عروض کے مطابق ہٹھنا)، ہم عورتوں کو انہیں توں کی اجازت نہیں دیتے، کیوں کہ ان کے با مردوں کا ان کی طرف میلان ہوتا ہے اور ان کے جنسی جذبہ ایجنٹ ہوتے ہیں، اسی وجہ سے عورت کو یہ اجازت نہیں کہ وہ اذان دے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)

﴿فتاویٰ رضویہ ج 22 ص: 43-242 رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

مصنف بہار شریعت علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ ”غنیۃ“ کے حوالے سے لکھتے ہیں:

”عورت کو عورت سے قرآن مجید ہٹھنا غیر محرم سے پڑھنے سے بہتر ہے کہ اگرچہ وہ اسے دیکھتا نہیں 1 آواز تو 7 ہے اور ”عورت کی آواز بھی عورت ہے“، یعنی غیر محرم کو بلا ضرورت سنانے کی اجازت نہیں۔“

﴿بہار شریعت جلد 1 ص: 207 مکتبہ رضویہ آراخ۔ غرود کراچی﴾

سوال میں جس خاتون مبلغہ کا ذکر ہے، آپ کے بقول شروع میں ان کا رویہ در & تھا، 1 پھر شہداء نمودار نش کی خواہش

غا) آگئی، اور فر # ہاشمی صاحبہ کے غیر شرعی طرز عمل کو اپنے لئے جواز کی دلیل بٹھائی۔ یہ کہاں کا اصول ہے کہ۔ ائی کا مقابلہ کرنے کے لئے خود۔ ائی کا ارتکاب کیا جائے؟ دین کا مبلغ ہونے کے لئے طے احکام شرع و دین کی * سدا ری کٹر * اولین فریضہ ہے، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

﴿القرآن، سورة البقرة: 44﴾ **اتَّامِرُوا النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنَسَوْنَ أَنْفُسَكُمْ وَأَنْتُمْ تَتْلُونَ الْكِتَابَ ط أَفَلَا تَعْقِلُونَ -**

ترجمہ: ”کیا لوگوں کو نیکی کا حکم دیتے ہو؟ اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو، حالانکہ تم کتاب پڑھتے ہو تو کیا تم نہیں سمجھتے؟“
موصوفہ کو چاہئے کہ احکام شرع کی * پابندی کریں اور سستی و * وی شہرت کے حصول اور خود مائی کے لئے احکام شرع کی * پامالی سے اجتناب کریں اور دین کو اپنی مرضی کے مطابق ڈھالنے کے بجائے خود کو دین میں ڈھالنے کی عادت بنا N اور دین میں فتنے * نہ کریں۔

فر # ہاشمی کٹر۔ توں کا جواب دینے کے لئے علماء موجود ہیں اور الحمد للہ ہم نے ”عصمتِ آدم علیہ السلام“ سے متعلق فر # ہاشمی کے گستاخانہ طرز عمل پر اس کا رد کیا ہے، فتویٰ کی نا آپ کو ارسال کی جا رہی ہے۔
(نوٹ): عصمتِ آدم علیہ السلام سے متعلق فتویٰ ”تفہیم المسائل جلد سوم“ میں شامل کیا جا چکا ہے۔

مرد پر ریشم کا لباس حرام ہے

سوال: 166

کیا فرماتے ہیں علماء کرام مسئلہ ہذا میں کہ مرد کو ریشم کا لباس حرام ہے، لیکن ایسا کپڑا جس میں تھوڑی بہت 5 وٹ ہو ریشم کی جیسا کہ چائنا کا بوسکی کپڑا۔ سوال یہ ہے کہ کتنی مقدار میں ریشم کس ہو تو حرام ہے؟ ﴿عبدالقیوم، نورانی مسجد، جہانگیر روڈ، کراچی﴾

جواب:

احادیث مبارکہ میں ریشم پہننے سخت وعید فرمائی ہے، حدیث * ک میں ہے:

عن ثابت قال: سمعت ابن الزبیر یخطب یقول: قال محمد ﷺ: ”من لبس الحریر فی الدنیا لن یلبسہ فی الآخرة۔

ترجمہ: ”حضرت * سے روای * ہے کہ میں نے ابن زبیر کو فرماتے ہوئے سنا: محمد ﷺ نے فرمایا: کہ جو * میں ریشم پہنے

%ت میں وہ ہر * ریشم نہیں پہنے گا۔“ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 5833﴾

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز: اس مسئلے پر احادیث * فرماتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں:

لا تلبسوا الحریر فانہ من لبسہ فی الدنیا لم یلبسہ فی الآخرة۔ رواہ الشیخان عن امیر المؤمنین عمر والنسائی وابن

حبان والحاکم وصححه عن ابی سعید الخدری والحاکم عن ابی ہریرۃ وابن حبان عن عقبۃ بن عامر ؓ۔

جمہ: ریشم نہ پہنوجا سے د* میں پہنے گا ۶۰٪ ت میں نہ پہنے گا (اس کو بخاری و مسلم نے امیر المؤمنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ سے روایٰ کیا ہے K ٹی، ابن حبان اور حاکم نے اس کو صحیح قرار دیا ہے اور حضرت ابوسعید: ری رضی اللہ عنہ سے روایٰ کی ہے اور حاکم نے حضرت ابوہریرہ سے اور ابن حبان نے حضرت عامر بن عقبہ رضی اللہ عنہ سے روایٰ کی۔ ﴿صحیح بخاری: ب لبس الحریر﴾

K ٹی کی ای۔ روایٰ میں ہے فرماتے ہیں ﷺ **لَمَنْ لَبَسَهُ فِي الدُّنْيَا لَمْ يَدْخُلِ الْجَنَّةَ**، رواہ عن امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ،

جمہ: جود* میں ریشم پہنے گا A میں نہ جائے گا، امام K ٹی نے اس کو امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ سے روایٰ کیا ہے۔

﴿فتاویٰ رضویہ جلد 22 ص: 156 مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن لاہور﴾

فتاویٰ عالمگیری میں علامہ آم الدین لکھتے ہیں: **يَجِبُ أَنْ يَعْلَمَ أَنْ لَبَسَ الْحَرِيرَ وَهُوَ مَا كَانَتْ لِحِمَّتُهُ حَرِيرًا وَسَدَاهُ**

حَرِيرًا حَرَامًا عَلَى الرِّجَالِ فِي جَمِيعِ الْأَحْوَالِ عِنْدَ أَبِي حَنِيفَةَ رَحِمَهُ اللَّهُ تَعَالَى۔

جمہ: ”امام اعظم ابوحنیفہ کہ: د۔ تمام حالتوں میں، / کپڑے کا* * اوڑ* * ریشم کا ہو، تو وہ امام اعظم ابوحنیفہ (رضی اللہ عنہ) کے

د۔ تمام صورتوں میں مرد پر حرام ہے۔“ ﴿فتاویٰ عالمگیری جلد 5 ص: 330 مکتبہ رشیدیہ کو﴾

صا # بہار شریعت علامہ امجد علی رحمۃ اللہ علیہ عالمگیری کے حوالے سے لکھتے ہیں* * ریشم ہو اوڑ* * سوت 1 کپڑا اس طرح بی۔

H ہے کہ ریشم ہی ریشم دکھائی دیتا ہے تو اس کا پہننا) وہ ہے۔ ﴿بہار شریعت جلد دوم ص: 620 مکتبہ رضویہ آراخ: غ کراچی﴾

مالک کو بتائے بغیر بھی حقوق ادا کرنے سے K نہ۔ ی الذمہ ہو جائے ہے

سوال: 167

ای۔ شخص نے کسی ادارے میں کام کیا، وہاں سے کچھ مال ۱۰٪ لیا اور اسی ادارے میں نوکری کے دوران بھی پورا وقت نہیں دے
**۔ مالک کو وقت نہ دینے کے۔ رے میں معلوم تھا، 1 وہ تنخواہ دے دیتا تھا۔ اب وہ شخص اس ادارے کو ایسی چیز دے رہا ہے، جس
سے اس ادارے کو بھرپور فائدہ پہنچے گا، مثال کے طور پر اس شخص نے اس ادارے سے 200000/= دو لاکھ روپے کا مال گا \$ کیا اور وہ
بہت توبہ بھی کرتا ہے اور اس ادارے کے سامنے اپنے اس H کا اظہار کرے گا تو بہت رسوائی کا سامنا ہوگا۔ اب # کہ وہ شخص اس
ادارے کو آ وہ جو چیز دینا چاہتا ہے، اس کے + لے کوئی ایسے الفاظ کے ساتھ حیلہ شرعی کر لے کہ اس کا یہ معاملہ عزت کے ساتھ حل
ہو جائے۔

۔ اے مہر* نی جتنا ممکن ہو آسان رہنمائی فرما N۔

سوال: 168

H کے B جن لوگوں کی رقم کھلا ۱۰٪ الی اب ان لوگوں سے معافی مانگنا چاہتا ہے۔ اے مہر* نی ان سے کس طرح معاف

کر دیا جائے۔ معافی مانگی جائے کہ عزت بھی بنی رہے اور کام بھی ہو جائے اور وہ لوگ معاف بھی کر h ہیں، اے مہر نی کچھ ایسے الفاظ کا شرعی حیلہ بتا N کہ اس سے کہا جائے اور وہ معاف کر دیں۔ ﴿محمدؐ یم قادری، بلاک 6 لیاقتؒ، دہراچی﴾

جواب:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: **ان الذين يحبون ان تشيع الفاحشة في الذين امنوا لهم عذاب اليم في الدنيا والاخرة ج** ترجمہ: ”بے شک جو لوگ یہ چاہتے ہیں کہ ایمان والوں میں بے حیائی کی شہوت پھیلے، ان کیلئے دوزخ میں درجہ ک عذاب ہے۔“ ﴿النور: 19﴾

اے قرآن مجید میں ”فاحشہ“ اور ”فحشاء“ کا لفظ بطور استعارہ کے۔ لعمومہً کے معنوں میں استعمال ہوا ہے، لیکن اس سے عام بے حیائی اور بے حیائی اور اخلاق ذمیرہ بھی مراد ہیں، لہذا اس آیت کی رو سے H ہے، ائی، اور بی کی اشا (اور اظہار H از روئے قرآن معیوب اور پسندیدہ فعل ہے، یہی وجہ ہے کہ قوم لوط کے مومنین کی قح و شنا (کو عیاں کرنے کیلئے قرآن نے فرمایا کہ:

ولوطا اذ قال لقومه اء انکم لتاتون الفاحشة ما سبقکم بها من احد من العلمین، اء انکم لتاتون الرجال وتقطعون السبیل وتاتون فی نادیکم المنکر ط

ترجمہ: ”اور ہم نے لوط کو بھیجا، # انہوں نے اپنی قوم سے کہا، بے شک تم بے حیائی کا کام کرتے ہو، جو تم سے پہلے جہان والوں میں سے کسی نے نہیں کیا، کیا تم (قانون فطرت کے خلاف) مردوں سے شہوت پوری کرتے ہو اور راہزنی کرتے ہو اور تم اپنی مجلسوں میں اعلا 6. ے کام کرتے ہو۔“ ﴿العنکبوت: 28, 29﴾

ان آیت میں قوم لوط کے اعمال کا یہ رخ اجا کیا کہ وہ G، بے حیائی اور بی کو چھپا کر کرنے کے بجائے، اس کا ڈھنڈورا پیٹتے تھے اور اس کو ذریعہٴ تشہیر سمجھتے تھے، اور یہ کیفیت \$ پیدا ہوتی ہے، # کسی معاشرے میں اجتماعی ضمیر مرجح ہے بی کی قوتیں غا (آجاتی ہیں اور خیر کی قوتیں مغلوب ہو جاتی ہیں، یعنی بی کا اعلان و اظہار اس کی شنا (وقبہ # میں اضافے کا ہے، شریعت کی اصل روح یہ ہے کہ بی کو حتی الامکان مستور رکھا جائے، حد \$ چک میں ہے:

(1) **عن یزید بن نعیم عن ابیہ ان ماعزاً اتی النبی ﷺ فافقر عنده اربع مرات فامر برجمہ وقال له زال لو سترته بشوبک کان خیر الک، قال ابن المنکدر ان هزالا امر ماعزاً ان یاتی النبی ﷺ فیخبرہ۔**

(ترجمہ) بن نعیم اپنے والد سے روای \$ کرتے ہیں کہ ماعز نے نبی ﷺ کے پاس حاضر ہو کر اپنے موم (بی) کا چارہ ر اعتراف کیا، تو آپ نے اسے رجم کرنے کا حکم دیا، اور آپ ﷺ نے ہزال سے فرمایا: کاش کہ تم نے اس کے موم کی پہلے پوشی کی ہوتی یہ تمہارے لئے بہتر ہوتا، ابن منکدر کہتے ہیں کہ ہزال نے ماعز کو کہا تھا کہ حضور ﷺ کے پاس حاضر ہو کر انہیں اپنے H کے بارے میں

بتائے۔ ﴿سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 43784377، مطبوعہ مؤسسة الزین، بیروت﴾

(2) عن عبد الله بن صفوان عن ابيه انه نام في المسجد وتوسد رداءه فاخذ من تحت راسه فجاء بسارقه الى

النبي ﷺ - فامر به النبي ﷺ ان يقطع فقال صفوان يا رسول الله! لم ارد هذا، ردائي عليه صدقة، فقال رسول ﷺ ”فهلا قبل ان تاتيني به“۔

ترجمہ: ”عبداللہ بن صفوان نے اپنے والد (صفوان) سے روایہ کیا کہ وہ مسجد میں اپنی چادر کا تکیہ بنا کر سوئے ہوئے تھے کہ (کسی شخص نے) ان کے سر کے نیچے سے (چادہ چالی)، تو وہ اپنے چور کو پکڑ کر رسول اللہ ﷺ کے پاس لائے، حضور نے (اعتراف ۵۰٪ م کے بعد) اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم صادر فرمایا، تو (اس موقع پر) صفوان نے عرض کیا: یہ رسول اللہ ﷺ! میرا ارادہ یہ نہیں تھا (کہ اس کا ہاتھ کاٹ جائے)، میری یہ چادر اس پر صدقہ ہے (یعنی اسے معاف کر دیجئے)، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ”تو تم نے مقدمہ میرے پاس لانے سے پہلے ایسا کیوں نہ کر ڈیا“۔ ﴿سنن ابن ماجہ: 2595﴾

چوہۃ حد شرعی“ کا مقدمہ۔ # قاضی کے سامنے پیش ہو جائے تو پھر اعتراف ۵۰٪ م یا گواہوں کے ذریعہ ۵۰٪ م ہوئے کے بعد مقدمہ واپس نہیں لیا جاسکتا، اس لئے رسول اللہ ﷺ نے حد فذ فرمادی، لیکن آپ نے اس بات کو پسند فرمایا کہ مدعی، قاضی کی عدا میں مرافعہ سے پہلے اپنے قصور وار اور ملزم کو معاف کر دے اور اس کی ستر پوشی کرے۔ بلکہ اسلام نے مسلمان کی ستر پوشی کو بہت بڑی نیکی قرار دیا ہے، چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

(1) من ستر مسلماً ستره الله يوم القيامة۔

ترجمہ: ”جو شخص کسی مسلمان کی بہ دہ پوشی کرے، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کے عیوب کو (اپنی عفو و مغفرت اور رحمت میں) مستور فرمائے گا۔“ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 2442﴾

(2) من رأى عورة اخيه فسترها كمن احيا مؤودة۔

ترجمہ: ”جو شخص نے اپنے (کسی دینی بھائی) کے عیب کو دیکھا اور اس کی بہ دہ پوشی کی، تو وہ (اللہ تعالیٰ کے ہاں) اس شخص کی مالہ پائے گا، جس نے کسی کو درگور پگچی کو (نکال کر) اسے (نئی) کٹی گئی کر دی ہو۔“ ﴿سنن ابی داؤد، رقم الحدیث: 4855﴾

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین و شریعت کی اصل روح یہ ہے کہ خطا کار کی بہ دہ پوشی کی جائے، الا یہ کہ کسی خاص صورت حال میں شریعت کا تقاضا اس کے عکس ہو۔ اب صورت مسئلہ میں چوہۃ آپ ﷺ کا کرم ہوا اور آپ نے ماضی کی معصیت کی کٹی گئی کو تک کرنے کا فیصلہ کیا ہے اور حقوق العباد کی جو حق آپ سے ہوئی ہے، آپ اس کی تلانی کھڑے چاہتے ہیں، تو یہ بڑی سعادت کی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ ”ستار العیوب“ ہے، اس کا طرہ یہ ہے کہ آپ صدق دل سے اللہ تعالیٰ سے توبہ کریں اور جتنا مال آپ نے ادارے یا افراد کا حق لیا ہے، اتنی مالیت آپ ان کو لوٹ دیں، اس طرح کہ وہ اس مال کا نہ تصرف کر سکیں، خواہ آپ اسے عطیہ ۵۰٪ م دیں، ہبہ ۵۰٪ م دیں یا اعانہ ۵۰٪ م دیں، جو بھی حالات کے تحت منا ہے، ان کو یہ بتا ضروری نہیں ہے کہ آپ نے ان کا اتنا مال ۵۰٪ م جاہ طرہ سے لیا تھا۔ اور ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ

سے دعا بھی کرتے رہیں کہ وہ د*% ت دونوں میں اپنے ظل رحمت اور اپنے حبیب کریم ﷺ کے دامن رحمت میں پناہ « فرمائے اور د* وحشر میں رسوائی سے محفوظ فرمائے۔ اور ان افراد سے یہ کہیں کہ مجھے احساس ہے کہ دانستہ* دانستہ مجھ سے آپ کی حق۔ ضرور ہوئی ہوگی، خواہ آپ کڑی دہڑی نہ ہو، میری ان & تقصیرات کو معاف فرمادیں* کہ میں اپنے ضمیر کو مطمئن کر کے اور احساس H کے بوجھ سے ہلکا ہو کر سفر حج پہ روانہ ہو سکوں اور اللہ تعالیٰ کے اس % و ثواب کا یقینی امیدوار بن سکوں، جو رسول اللہ ﷺ نے حج مبرور کیلئے بیان فرمائی ہے۔

علامہ علاء الدین حصکفی لکھتے ہیں:

(ویراً بردھا ولو بغیر علم المالك) فی ”البزازیة“ غصب دراهم انسان من کیسہ ثم ردھا فیہ بلا علمہ برئ۔

، جمہ: ”اور (جس نے کسی کی کوئی چیز غصب کر لی ہو)۔ ط ل ط ر z سے لے لی ہو تو) اسے مالک کے علم میں لائے بغیر اسے لٹو دینے سے وہ غاصب۔ ی الذمہ ہو جائے گا، اور ”ازیہ“ میں ہے کہ ای۔ شخص نے کسی دوسرے شخص کی کچھ رقم، اس کے پس سے نکال لی اور پھر اسے بتائے بغیر واپس رکھ ڈیا (اسے لٹو دینا) تو وہ۔ ی الذمہ ہو جائے گا۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار: جلد: 9، ص: 219، 220؛ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

علامہ شامی لکھتے ہیں:

ولو ساله سلطان عن فاحشة وقعت منه سراکرتنا او شرب فله ان يقول ما فعلته لان اظہارها فاحشة اخرى۔

، جمہ: ”ا/ حاکم کسی شخص سے اس کا %م کے متعلق پوچھے، جو اس نے چھپا کر کیا ہے، جیسے شراب* * کڑ، تو اس کیلئے جائز ہے کہ وہ یہ کہے کہ یہ کام میں نے نہیں کیا، چوہ بے حیائی کا اظہار بھی بے حیائی ہے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار: جلد: 9، ص: 525؛ مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

شرعاً قسم منعقد نہیں ہوئی

سوال: 169

والدہ کے انتقال کے بعد میرے چھوٹے بھائی طارق نے مجھ پر غلط قسم کے الزامات لگائے اور میرے بچوں سے تمام بت کی، مجھے بعد میں معلوم ہوا تو میں نے اس سے پوچھا اس بت میرے ساتھ مار پیٹ کی جھگڑا۔ ط H اس کی بیوی نے بھی میرے ساتھ تشدد کیا۔ # میرے W عرفان کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے سر پر ہاتھ رکھوا کر مجھ سے کہا کہ تم حلفیہ قسم کھاؤ کہ اب اپنے بھائیوں اور بہنوں سے واسطہ نہ رکھوگی، ا/ رکھوگی تو میرے مرے کا منہ دیکھوگی۔ اب آپ شرع، حد H کی روشنی میں بتا N کہ یہ قسم کیسے توڑی جائے گی؟

﴿جہاں آراء، فیڈرل بی ای، کراچی﴾

جواب:

آپ نے اپنے سوال میں لکھا ہے: ”# میرے W عرفان کو معلوم ہوا تو اس نے اپنے سر پہ ہاتھ رکھوا کر مجھ سے کہا کہ تم حلفیہ قسم کھاؤ کہ اب اپنے بھائیوں اور بہنوں سے واسطہ نہ رکھوگی، آ رکھوگی تو میرے مرے کا منہ دیکھوگی“، اس میں آپ کے قسم کھانے کا کہیں ذکر نہیں ہے، اور ”آ رکھوگی تو میرے مرے کا منہ دیکھوگی“ یہ شرعی قسم کے کلمات نہیں ہیں، بلکہ کلمات ہیں، آ چہ بندہ مومن کو اس طرح کے کلمات ادا نہیں کرنے چاہئیں۔ لہذا آ آپ کا سوال در & ہے، حقیقت واقعہ کے مطابق ہے تو اس سے شرعاً قسم منعقد نہیں ہوئی، آپ اپنے بھائیوں سے مل سکتی ہیں، اس میں کوئی کفارہ 4 نہیں ہوتا، اور آپ کے W کو بھی اپنے ماموں سے ملنا چاہئے، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے: ”لا یحلّ لرجلٍ أن یبہجر أخاه فوق ثلاث لیالٍ“۔ ﴿صحیح بخاری، رقم الحدیث: 6077﴾

ترجمہ: ”مومن کیلئے یہ جائز نہیں کہ اپنے (دینی) بھائی کے ساتھ تین دن سے زیادہ قطع تعلق (Boycot) کرے۔“
نیز آپ کے بھائی نے آ غلط الزامات لگائے ہیں تو انہیں بھی آپ سے اور اللہ سے معافی مانگنی چاہئے۔

پرائز بانڈز اور شیئرز کا شرعی حکم

سوال: 170

کیا Shares اور Prize Bond کارکھنا جائز ہے؟ ﴿کامران، کراچی﴾

جواب:

جن اداروں / کمپنیوں کے کارڈز میں سودی لین دین شامل ہے کسی حرام چیز کا کارڈز رہے، تو اس کے شرابی حصص (Shares) رکھنا اس کا شرابی جائز نہیں ہے، اور جن اداروں / کمپنیوں کے کارڈز میں سودی لین دین شامل نہیں ہے وہ شرعی طور کسی ممنوع و حرام چیز کا کارڈز نہیں ہے، تو اس کا شرابی دار (Share Holder) جائز ہے۔ آ (Prize Bond) کا 10% فرو 8 اور ان پر ملنے والا آ 10% ہے، پ درج قیمت (Face value) 10% فرو 8 میں تو کسی کا اختلاف نہیں ہے، البتہ اس کی آ 10% رقم کے جو ان پر علماء کا اختلاف ہے، ہمارے علماء اہلسنت و جما کے دیہ۔ یہ آ 10% رقم 8 جائز ہے، اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے، میں ماضی میں ایک پریس کے صفحات پر اس موضوع پر قدر تفصیل کے ساتھ لکھ چکا ہوں، یہ اختلاف فقہی دلائل کی دیہ ہے، یہ مسلکی نوعیت کا، اصولی اعتقادی اختلاف نہیں ہے۔ دور حاضر کے ایسے مسائل جو ”مجتہد فیہ“ ہیں، یعنی جن پر اس عہد کے اہل فتویٰ اور اہل علم نے دلائل شرعیہ کی روشنی میں جوازی عدم جواز کا حکم لگا ہوتا ہے، اور علماء کی فقہی آراء ان پرے میں مختلف ہوتی ہیں، تو ایسی صورت میں عامۃ المسلمین کو میرا مشورہ یہ ہوتا ہے کہ جن علماء کی نقاہت اور اجتہادی اہلیت پر انہیں زیادہ اعتماد ہو، ان کی رائے پر عمل کر لیا کریں، لیکن یہ نتیجہ \$ کی دیہ ہو محض اتباع N میں نہ ہو۔

ٹریفک سگنل توڑنے کا شرعی حکم

ٹریفک سگنل جو کہ عوام کی بھلائی کے لئے بٹا H یا ای۔ قانون ہے اور عمومی طور پر اس کی پ سدا ری عوام میں آ نہیں آرہی ہے، سوال یہ ہے کہ کیا سگنل کا تو H کییرہ میں شمار ہوتا ہے؟ ﴿کامران، کراچی﴾

جواب:

اسلام نے حلال و حرام کی حدود مقرر کر دی ہیں، جن امور کی حرمت قرآن و E میں منصوص ہے، وہ قطعی ہیں ان کی حرمت پر اجماع ہو چکا ہے، ان کے رے میں مزید بحث کی ضرورت نہیں ہے۔ قی ایسے تمام امور جو اپنی اصل کے اعتبار سے تشریعی نہیں ہیں، ان کے رے میں ہمارا مسلمہ فقہی اصول ہے کہ: ”اشیاء میں اصل *۔ # ہے“ وقتیکہ کسی دلیل شرعی سے اس کی حرمت *۔ \$ نہ ہو جائے۔ ان مباح امور کا دلہ کافی وسیع ہے، ان کے رے میں حاکم وقت (اس کی حیثیت حاکمہ حالات و زمانہ کے اعتبار سے جو بھی ہو)، مقتنہ (Legislature) *۔ رلیمنٹ کو اجتماعی مفاد میں قانون سازی کا حق حاصل ہے، ”Traffic Signal“ *۔ یکطرفہ ٹریفک، دا N *۔ N مڑنے کی مما AE *۔ رکنگ کی مما AE & 2 اسی کے ذیل میں آتے ہیں، حکومت عوامی مفاد اور K نی کی کو نقصان *۔ یلا ! سے بچانے کے لئے تعزیر بھی مقرر کر سکتی ہے۔

علامہ ابن عثابین شامی لکھتے ہیں: **لان طاعة الامام في ما ليس بمعصية واجبة۔**

”یعنی ایسے امور میں حاکم وقت کی اطاعت (جن میں از روئے شریعت معصیت لازم نہ آتی ہو، دا۔ # ہے، اور تک دا۔ H # ہ صغیرہ ہوتا ہے، مومن کو ویسے بھی عزت N کا پس رکھنا چاہئے۔“

کامرس یا اکاؤنٹنگ کی تعلیم میں سودی اندراج

کالجوں میں عام طور پر حساب و کتاب کے حوالے سے سود کا درجہ کڑا اور اس کو وصول کڑا وغیرہ وغیرہ سکھایا جاتا ہے، کیا اس کی لکھت پڑت جائے ہے حالانکہ یہ عمل صرف سکھانے کی حدتہ ہوتا ہے؟ اور یہ بھی بتا N کہ کیا اس کا سکھانا H کے کس درجے میں ہوگا (کییرہ/صغیرہ)؟ ﴿کامران، کراچی﴾

جواب:

حصول علم کی حدتہ۔ یہ جائے ہے، کیونکہ کامرس، اکاؤنٹنگ اور آڈٹنگ کے »بی و بیچے کورسز کا یہ لازمی حصہ ہوتے ہیں، سودی کارڈری ادارے میں 5 زمت جائے نہیں ہے۔

آپ جا... ہوں گے کہ عموماً حکومت کے محکموں کی*اہلی کی وجہ سے جیسا کہ بجلی کے بل جو کہ صارف کو بھیجے جاتے ہیں ان میں بیشتر ایسا ہوتا ہے کہ ضرورت سے*یہ بل بنا کر بھیج دیا جاتا ہے، جبکہ اس پ اتنا بل لازم نہیں ہوتا وہ صارف اس صورت حال سے نمٹنے کے لئے بجلی کے a میں کچھ کمی بیشی کروا* ہے ا/ چہ قانوناً 10%م ہے لیکن مجبوری میں ایسا کیا جاتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسا کڑا جاتا ہے؟* جاتا ہونے کی صورت میں صارف اس رقم کی ادائیگی کس طرح کرے جو کہ چوری کی تھی اور اس چوری کے دوران جتنی عبادات کی تھیں کیا وہ & ثواب سے محروم ہو گئیں؟ ان کا* وا۔ # ہے؟ ﴿کامران، کراچی﴾

جواب :

بجلی کے a میں رد+ ل کڑ+ خیا \$ کے زمرے میں* ہے اور یہ شرعاً جاتا نہیں ہے، اسی طرح بجلی کے محکمے کا a وں کو تیز کر کے صارفین سے ز+ بل 8، یہ بھی خیا \$ ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد کی صریح خلاف ورزی ہے کہ: وَلَا تَاْكُلُوا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ۔ ترجمہ: ”آپس میں ای - دوسرے کا مال بطور طر h سے نہ کھاؤ۔“ ﴿النساء: 29﴾ لیکن یہ امر ملحوظ رہے کہ کسی کا ظلم ہمارے لئے ظلم کے جواز کی دلیل نہیں بن سکتا، یہ شیطان کے بہکاوے اور ت+ ویات ہیں، جو K ن کے H N ہر آمادہ کرنے کے لئے ہوتے ہیں، ورنہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: بَلِ الْاِنْسَانُ عَلَىٰ نَفْسِهِ بَصِيرَةٌ ۚ وَلَوْ اَلْقَىٰ مَعَاذِيرَهُ۔ ترجمہ: ”بلکہ K ن اپنے N (کے حسن و قبح اور خیر و شر) پر خوب آگاہ ہے، خواہ وہ (فریڈ N کے لئے) کتنے ہی عذبات اشتار ہے۔“ ﴿سورة القيامة: 14-15﴾ اور ارشاد فرماتا ہے: اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ، ترجمہ: ”ہر N اپنے اوپر نگہبان ہے۔“ ﴿الطارق: 4﴾ حدیث * پک میں ہے:

عن النّوَّاسِ بْنِ سَمْعَانَ أَنَّ رَجُلًا سَأَلَ رَسُولَ اللَّهِ ﷺ عَنِ الْبَرِّ وَالْإِثْمِ فَقَالَ النَّبِيُّ ﷺ: ”الْبَرُّ حَسَنُ الْخُلُقِ، وَالْإِثْمُ

مَاحَاكُ فِي نَفْسِكَ وَكَرِهَتْ أَنْ يُطْلَعَ عَلَيْهِ النَّاسُ“۔ ﴿سنن ترمذی، رقم الحديث: 2389﴾

ترجمہ: ”نواس بن سمعان بیان کرتے ہیں کہ ای - شخص نے رسول اللہ ﷺ سے نیکی اور H (کی پہچان) ک. \$ دڑیفت کیا، تو نبی اکرم ﷺ نے فرمایا: نیکی اچھے اخلاق کا م ہے، اور ب. الی وہ ہے جو تیرے دل میں کھٹکے (یعنی جس پر تمہارے دل میں چھین اور کسک محسوس ہو) اور تجھے یہ * بٹا گوار ہو کہ لوگوں کو اس کا پتہ چل جائے۔“

حضرت و ابصہ ؓ نیکی اور H ہ ک. رے میں دڑیفت کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی: مت میں حاضر ہوئے، تو قبل اس کے کہ وہ اپنے دل ک. ت کہتے، رسول اللہ ﷺ نے اس کے دل کا حال بیان کرتے ہوئے خود ہی فرمایا: کہ تم نیکی اور H ہ ک. \$ پوچھنے آئے ہو؟ انہوں نے عرض کیا: جی ہاں، پھر آپ نے فرمایا: اے و ابصہ! اپنے دل سے پوچھو، نیکی وہ ہے، جس پر تمہارے دل کو اطمینان و قرار نصیب ہو جائے اور H ہ وہ ہے جو تمہارے دل میں کھٹکے اور تمہیں دل میں ت+ دہو (کہ کروں نہ کروں)، ا/ چہ لوگ تمہیں (اپنے من

عبادات اور دعاؤں کی قبولیت پر محرمات کا اہم ہے اور اس سلسلے میں احادیث موجود ہیں: عن ابن عمر، عن النبی ﷺ قال: ”لا تقبل صلاة بغير طهور، ولا صدقة من غلول“۔ ترجمہ: ”حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا: (اللہ تعالیٰ کچھ رگاہ میں) طہارت کے بغیر یا زقبول نہیں اور خیا \$ کے مال سے صدقہ قبول نہیں۔“ ﴿سنن ترمذی، رقم الحدیث: 1﴾

عن ابی ہریرۃ قال: قال رسول اللہ ﷺ: ”ایہا الناس! ان اللہ طیب لا یقبل الا طیباً۔ وان اللہ أمر المؤمنین بما امر بہ المرسلین۔ فقال: ﴿یا ایہا الرسل کلوا من الطیبات واعملوا صالحاً﴾ اُنّی بما تعملون علیہم﴾ وقال: ﴿یا ایہا الذین امنوا کلوا من طیبات ما رزقناکم﴾ ثم ذکر الرجل یطیل السفر اشعث اغبر۔ یمد یدیه الی السماء۔ یارب! یارب! ومطعمہ حرام، ومشر بہ حرام، وملبسہ حرام وغذی بالحرام۔ فانی یتجاب لذلك؟

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اے لوگو! بے شک اللہ صرف پاک (صدقات کو) مقبول فرماتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو بھی اسی بات کا حکم دیا ہے، جس کا حکم رسولوں کو دیا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: اے رسولو! کیزہ رزق میں سے کھاؤ اور نیک کام کرو بیشک تم جو بھی عمل کرتے ہو، مجھے اس کا بخوبی علم ہے۔“ ﴿المؤمنون: 51﴾

پھر آپ نے ایہ شخص کا ذکر فرمایا کہ وہ غبار آلود ہے، لہذا اگندہ ہیں، طویل سفر کر کے آیا ہے، اور اپنے ہاتھ دعا کے لئے آسمان کی طرف پھیلا کر پکارتا ہے: اے میرے پروردگار، اے میرے پروردگار! اور اس کا کھانا حرام کا ہے، حرام سے ہے اور لباس حرام کا ہے اور اسے حرام ذرائع سے غذا دی جاتی ہے، تو کیسے اس کی دعا قبول ہوگی۔ ﴿صحیح مسلم، رقم الحدیث: 2308﴾

انجکشن کے ذریعے جانوروں کی افزائش نسل کا جواز

سوال: 174

جانوروں کی ±، ٹھانے کے لئے انجکشن لگانے والا طرہ کیا جائے؟ یہ نہیں؟ ﴿اسد رؤف بلوچ، کراچی﴾

جواب:

جانوروں کی افزائش ± (Breeding) کے لئے نر جانور (Male Animal) کے مادہ منویہ (Semen) کے تولیدی % ٹھوسے (Sperm) کو انجکشن کے ذریعے مادہ جانور (Female Animal) کی بچہ دانی (Uterus) میں پہنچا جاتا ہے، اس کے نتیجے میں حلال جانوروں (بھیڑ، بکری، گائے، بھینس، اونٹ وغیرہ) کے جو بچے پیدا ہوتے ہیں، وہ بھی حلال ہوتے ہیں، ان کی قربانی بھی ہر قسم کی کراہت سے پاک ہے اور جائز ہے۔ احکام شرعیہ اور رشتہ ازدواج اور عقد نکاح کی حلت (Permission) اور حرمت (Prohibition) کے احکام کا تعلق K نوں سے ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے انہیں نعمت عقل عطا کر کے خیر و شر اور حلال و حرام میں تمیز کا ملکہ اور فطری استعداد اور جبلت بھی عطا فرمائی ہے اور یہ کرام و رسل علیہم الصلوٰۃ والسلام اور کتب سماوی کے ذریعے خارجی ہدایہ کا

بھی اہتمام فرمائی ہے، جانور احکام کے مکلف نہیں ہیں۔

روحانی علاج کی شرعی حیثیت

سوال: 175

روحانی علاج کا حکم قرآن پاک سے *§ ہے۔ تو قرآن پاک اور حدیث کی روشنی میں اور مستند کتابوں کے حوالوں سے روحانی علاج کا شرعی حکم کیا ہے؟

سوال: 176

روحانی علاج جو کہ کلام الہی سے کرتے ہیں اور اس کا ہدیہ مبارک یہ ہیں یہ جائز ہے؟ تو قرآن پاک اور حدیثوں کے حوالوں سے اور مستند کتابوں کے حوالے سے فتویٰ عنایت فرمائیں *§ کہ ہماری دینی اصلاح ہو جائے۔

﴿صوفی محمد اقبال قادری چشمی، صری جلالی، مکان 135/10 سیلٹر 11/D نیوکراچی﴾

جواب :

کسی کے لئے دعائے خیر، یت الہی، کلمات مقدسہ، پڑھ کر دم کڑی، اسمائے مبارکہ اور یت لکھ کر تعویذ کی صورت میں *§ ہٹائی *§ شرعاً جائز ہے۔ امراض جس طرح جسمانی و طبعی ہوتے ہیں، اسی طرح روحانی، اخلاقی اور اعتقادی بھی ہوتے ہیں، اس کا ذکر قرآن مجید میں موجود ہے ”شافی الامراض بالذات“ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور اس کی مشیت کے بغیر شفاء کا ملنا ممکن ہے، لیکن یہ عالم اسباب ہے اور ہم شرعاً اسباب کو اختیار کرنے کے مکلف ہیں *§ یہ کہ اسباب کا اختیار کڑی جائز ہے۔ جیسے بیماری کی صورت میں ہم ڈاکٹر سے رجوع کرتے ہیں اور دواؤں کا استعمال کرتے ہیں، لیکن ہمارا عقیدہ یہ ہوتا ہے کہ طبیب کی سحیح اور دوا کی *§ تیر اللہ تعالیٰ کی مشیت کھلے بلع ہے۔ اسی طرح دعا، دم اور تعویذ وغیرہ ازالہ مرض و شر کے روحانی اسباب ہیں جیسے دوا مادی با ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَنَزَّلَ مِنَ الْقُرْآنِ مَا هُوَ شِفَاءٌ وَرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِينَ لَا يُلَازِمُ الْظَّالِمِينَ إِلَّا خَسَارًا ۝

ترجمہ: ”اور ہم قرآن میں ایسی چیز نازل فرماتے ہیں جو اہل ایمان کے لئے (وسیلہ) شفا و رحمت ہے اور ظالموں کے لئے تو صرف نقصان ہی میں اضافہ کر رہا ہے۔“ ﴿بنی اسرائیل: 80﴾

اس میں تو کوئی شبہ ہی نہیں کہ قرآن اخلاقی اور اعتقادی امراض کے لئے شفا ہے *§ ہم جمہور مفسرین نے یہ لکھا ہے کہ یت قرآنی پڑھ کر دم کڑی *§ یت و اسمائے الہی کا تعویذ *§ ہٹانے سے اللہ تعالیٰ جسمانی امراض سے بھی شفا فرماتا ہے۔ بخاری، مسلم، ترمذی، ابو داؤد اور مسند احمد میں یہ حدیث *§ ہے کہ حضرت ابوسعید: ری نے سورۃ فاتحہ پڑھ کر دم کیا اور اے شخص جو کچھو کے کاٹنے سے تپ رہا تھا اسے شفاء مل گئی، انہوں نے اس پیکریوں کا ریوڑ معاوضہ بھی لیا۔ لیکن صحابہ کا آپس میں اختلاف یہ کہ یت *§ یت، جسے آج کل کی اصطلاح

میں رانہ کہتے ہیں، جابہ۔ یہ نہیں؟ لہذا انہوں نے توقف کیا اور مدینہ طیبہ پہنچ کر حضور ﷺ سے اس کا شرعی حکم دہا۔ فت کیا تو آپ نے نہ صرف اسے جابہ قرار دیا بلکہ فرمایا کہ اس میں سے مجھے بھی دو۔ یہ بعض مواقع پر حضور ﷺ اس لئے کرتے تھے کہ صحابہ کرام کو اس کے جابہ ہونے میں کوئی شبہ نہ رہے۔ یہ قرآنی اور کلمات مقدسہ پڑھ کر دم کرنے (A+)۔ موزی جانوروں کے +۔ یہ جنات وغیرہ کے +۔ مرگی کے دورے سے تحفظ کے) کا ثبوت و جواز متعدد احادیث مبارکہ اور رسول اللہ ﷺ کے اپنے عمل مبارک سے بھی +۔ ہے۔ لیکن یہ قرآن مجید کی ضمنی اور اضافی بات ہیں۔ دی طوبہ قرآن مجید کتاب ہدایہ اور ضابطہ عمل ہے جس پر ایمان بھی ضروری ہے اور اس کے احکام پر عمل بھی اور قرآن پاک کی اسی (کوفا) حیثیت حاصل ہے۔ جن احادیث مبارکہ میں تعویذ کی مما AE آئی ہے وہ اس پر محمول ہے کہ (1) وہ دم a کلمات شرک و کفر کلمات ضلالت (2) یہ کہ کوئی شخص اللہ تعالیٰ کی ذات کو فراموش کر کے محض اسباب کو مانے۔ لذات مانے۔ بلاشبہ +۔ لذات صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات ہے، اسباب میں +۔ تیرا سی نے پیدا فرما N اور وہ #۔ چاہے اسے سلب فرما سکتا ہے۔

خلاصہ یہ ہے کہ حوالہ جات سے روحانی علاج اور اس پر ہدیہ رانہ کا جواز +۔ ہے، واللہ اعلم۔ لصواب۔

متفرق

والدین کی: مت کے وسیلے سے دعا کرنے پر %0% ت۔ طل نہیں ہوتا۔

سوال: 177

کسی نے بیٹا تھا کہ والدین کی: مت کا بہت % ہے۔ سوال یہ ہے کہ ”آ“ ہم اس: مت کے واسطے سے دعا کریں، تو اس % کم تو نہیں ہوگا، کہ یہاں مل جائے تو % ت میں اللہ کہے کہ % تو د* میں ہی لے لیا ہے، اب میرے پس کیا e آئے ہو۔ قرآن وحدیث کی روشنی میں جواب عنایت فرما N۔ ﴿حماد خان: ربیعہ ای میل معرفت روزہ ماہ ایکسپریس﴾

جواب:

قرآن مجید میں ارشاد: ری تعالیٰ ہے: یا ایہا الذین امنوا استعینوا بالصبر والصلوة۔

ترجمہ: ”اے ایمان والو! صبر و نماز (کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی) مدد طلب کرو۔“ ﴿البقرة: 153﴾

اس ارشاد: ری تعالیٰ سے معلوم ہوا کہ اعمال خیر کو اللہ تعالیٰ کی ذات سے استعانت کا وسیلہ بیجا جاسکتا ہے، آیت میں صبر و نماز کا ذکر ہے اور بعض مفسرین کرام نے صبر سے روزہ مراد لیا ہے۔ ظاہر ہے کہ وہی عمل خیر اللہ تعالیٰ کی رگاہ میں مقبول و ماحور ہے جو دنیوی صلہ و ستائش کی تمنا کئے بغیر محض اجر % ت اور رضائے الہی کے لئے کیا جائے اور حدیث مبارک ”انما الاعمال بالنیات“ یعنی اعمال (پہلے) % مر % ہوتی ہے اس کا مدار (اس کی) M اور ارادہ پر ہوتا ہے (جو اس عمل کا محرک ہے)، سے بھی یہی مراد ہے۔ اور اللہ تعالیٰ ہی کا

ارشاد ہے: **وَمَا أَمْرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ** ﴿البينة: 5﴾

ترجمہ: ”اور انہیں فقط اسے ت کا حکم دیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت اس حال میں کریں کہ اطا (خالص اسی کی ذات کے لئے ہو۔“

حدیث *ک میں ہے: امام ابو عیسیٰ محمد بن عیسیٰ ت مذی اپنی سند کے ساتھ عبداللہ بن ابی اوفیٰ سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جسے اللہ تعالیٰ کی ذات سے کوئی حاکمیت نہ ہو تو اسے چاہئے کہ وضو کرے اور نہایت اچھے طرز سے وضو کرے، پھر دو رکعت (صلوٰۃ الحاکم) پڑھے، پھر اللہ تعالیٰ کی شہادت پڑھے، پھر نبی ﷺ پر درود پڑھے اور پھر یہ دعا پڑھے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ الْحَلِيمُ الْكَرِيمُ، سُبْحَانَ اللَّهِ رَبِّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ، الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ، أَسْأَلُكَ مُوجِبَاتِ رَحْمَتِكَ، وَعَزَائِمَ مَغْفِرَتِكَ، وَالْغَنِيمَةَ مِنْ كُلِّ بَرٍّ، وَالسَّلَامَةَ مِنْ كُلِّ إِثْمٍ، لَا تَدْعُ لِي ذَنْبًا إِلَّا عَفْرَتَهُ، وَلَا هَمًّا إِلَّا فَرَجَتَهُ، وَلَا حَاجَةً هِيَ لَكَ رِضًا إِلَّا قَضَيْتَهَا يَا أَرْحَمَ الرَّاحِمِينَ۔

ترجمہ: ”اللہ کے سوا کوئی عبادت کا مستحق نہیں، بہت بُرے اعمال سے بچنا، اللہ (ہر عیب اور) سے بچنا، عرش عظیم کا مالک ہے، تمام تعزیریں اس اللہ کے لئے جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے، اے اللہ! میں تجھ سے (ان اعمال خیر کی توفیق چاہتا ہوں) جو تیری رحمت کا (ہوں، اور ایسے نیک پختہ ارادوں کا طلب گار ہوں جو تیری مغفرت کا (ہوں، اور تجھ سے تمام نیکیوں کی توفیق کا سوال کرتا ہوں اور ہر) سے حفاظت کا طلب گار ہوں، (میرے) ہر کوئی بخش دے، ہر غم (اور رنج و الم) میں کشادگی « فرما، اے رحیم سے۔ رحمت فرمانے والے! میری ہر اس حاجت کو پورا فرما جو تیری رضا کا (ہے۔“ سنن ت مذی، رقم الحدیث: 479﴾

اس حدیث کو امام ت مذی نے ضعیف قرار دیا ہے، لیکن فضائل اعمال میں ضعیف حدیثیں بھی معتبر ہوتی ہیں۔ اسی طرح صحیح بخاری رقم الحدیث: 2215 میں تین آدمیوں کے غار میں پھنس جانے کا ذکر ہے اور پھر وہاں ہی مشورے سے رخصت ہو کر اللہ تعالیٰ کی رضا میں اپنے ان نیک اعمال کا ذکر کرتے ہیں، جو انہوں نے خالص اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے کئے تھے، ان میں سے ایک شخص نے مانگا کہ اس کی اس مت کا وسیلہ اللہ تعالیٰ کی رضا میں پیش کیا، جو اس نے رضاء الہی کے لئے کیا تھا، اللہ تعالیٰ نے ان تینوں کے اعمال خیر کے وسیلے کو اپنی رضا میں مقبول فرمایا اور وہ چٹان جس نے ان کی غار کا دہانہ بند کر دیا تھا اور وہ اس میں پھنس کر رہ گئے تھے، آہستہ آہستہ سرکتی گئی اور وہاں سے غار کا دہانہ کھل گیا اور وہ صحیح سلامت ہر نکل آئے۔ اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے جو عمل خیر کیا، اس کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ سے استعانت (مدد مانگنے) کا خود اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں حکم فرمایا ہے، یہ صیغہ امر کے ساتھ ہے جو کم درجے میں استجاب کے معنی میں ضرور ہے۔ اسی طرح قرآن وحدیث میں اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنے کی غیب دی گئی ہے، کوئی بھی نیک عمل جو رضاء الہی کے لئے کیا گیا ہو، اس کے وسیلے سے دعا مانگنا، خواہ عذاب سے ت کی دعا ہو، کسی دنیوی مصیبت سے ت کی دعا ہو، اس سے اس عمل خیر کا 100% ت ضائع نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی امید قائم رہے، اسی طرح آپ نے سوال میں جو والدین کی مت کی دعا ہے۔

دُئیفت کیا ہے، اے اس کے وسیلے سے کسی دنیوی مصیبت کوٹنے کی دعا کی جائے، تو اس سے اس کا 10% ٹل نہیں ہوتا۔ بلکہ قائم رہتا ہے، بشرطیکہ والدین کی یہ: مت کسی دنیوی طمع و غرض سے نہ کی ہو بلکہ صرف اور صرف اللہ کی رضا کے لئے کی ہو۔

بہائیوں اسکولوں / کالجوں میں ایم تعطیلات کی فیس کا شرعی حکم قوم کا اصل مسئلہ طبقاتی نظام تعلیم ہے

سوال: 178

کچھ عرصہ قبل نیو کراچی میں ای۔ مفتی صاحب # حلال و حرام کے موضوع پر تقریر کر رہے تھے۔ تقریر کے دوران انہوں نے یہ بھی بتایا کہ اسکولوں میں چوہ ماہ جون اور جولائی میں 7 ریس نہیں ہوتی لہذا ان مہینوں کی فیس 8 اسکول والوں کے لئے جائز نہیں۔ مفتی صاحب # کی تقریر نے اس علاقہ میں اسکول مالکان کے لئے مسئلہ کھڑا کر دیا ہے۔ صورت حال یہ ہے کہ قانون کے مطابق اسکولوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اسٹاف کو جون اور جولائی کی تنخواہیں پوری پوری ادا کریں، مزید یہ کہ جو اسکول کرائے کی عمارتوں میں قائم ہیں انہیں ان مہینوں کا کرایہ بھی دینا پڑتا ہے۔ سوال یہ ہے کہ ای۔ جون، جولائی کی فیس وصول نہیں کی جا N تو اسٹاف کی تنخواہ اور د 10% اجات کیسے پورے ہوں گے؟ جناب سے التماس ہے کہ اس مسئلے پر روشنی ڈالیں اپنی قیمتی رائے کا اظہار فرما N۔

﴿انتظامیہ: لکھنؤ اسکول، 25/12-سیکٹر E-5 نیو کراچی﴾

جواب:

معاهدات و عقود بعض مشروط ہوتے ہیں اور یہ 7 یہ وہ بہتر ہے، کیونکہ اس سے بعد میں کوئی تنازع پیدا نہیں ہوتا۔ لہذا اسکول کی انتظامیہ کو چاہئے کہ داخلہ فارم کی شرائط میں واضح طور پر لکھ دے کہ ط () علم کا 8 ماہ کی فیسیں پوری ادا کرنی ہوں گی۔ سالانہ تعطیلات اس لئے نہیں ہوتیں کہ اسکول کی انتظامیہ اس 7 کوٹنے نہیں چاہتے، بلکہ ان تعطیلات کا A حکومت کی طرف سے جبری ہوتا ہے اور یہ ای۔ عالمی روش ہے۔ ای۔ داخلہ فارم کے معاہدے میں لکھا نہ بھی ہو \$ بھی یہ معہود (Under stood) ہوتا ہے اور فقہی قاعدہ ہے کہ ”المعہود کالمشروط“ یعنی یہ ای۔ ایسی شرط ہے جو فریقین کے ذہن میں بھی تقریباً طے شدہ ہے اور خارج میں بھی تعامل عام (General practice) اسی پر ہے۔ لہذا اسکولوں کے لئے ایم تعطیلات کی فیس 8 جائز ہے اور اس میں حرمت کی کوئی وجہ نہیں ہے۔ اس تنازع کے حل کے لئے فریقین یہ بھی کر h ہیں کہ سالانہ 8 ماہ کی فیسوں کی جو مجموعی رقم 7 ہے، اسے دس ماہانہ قسطوں میں تقسیم کر دیں اور اس طرح تعطیلات کے مہینوں کے لئے رے میں یہ 7 اے پیدا ہی نہیں ہوگا۔ اور یہ 7 ت بھی در & ہے کہ اسکول کی انتظامیہ کو اپنے عملے کا 8 ماہ کی تنخواہ دینی ہوتی ہے، اور اسی طرح بلڈ۔ کا کرایہ اور د 7 واجبات بھی ادا کرنے ہوتے ہیں، لہذا مفتی صاحب # کا حقائق کو معلوم کئے بغیر اس پر حرمت کا فتویٰ لگا۔ در & نہیں ہے، البتہ ان اعلیٰ کیٹگری کے تعلیمی اداروں کے خلاف آواز اٹھا۔ در & ہے، جو غیر

معمولی فیسیں اور مختلف عتبات کے تحت د V رقوم بھی بھرتے ہیں، جس کی وجہ سے تعلیم صنعت بن چکی ہے، بلکہ یہ & سے کامیاب اور منافع بخش صنعت ہے، اور یہی سبب ہے کہ اعلیٰ معیار کے تعلیمی ادارے صرف اُمراء، صنعت کاروں، اعلیٰ مرا \$ کے بیورو کری اور اہل ثروت کے بچوں کے لئے مختص ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور اس طرح تمؤل و غر \$، F یہ ا۔ طبقاتی A م بن چکا ہے، جس میں دو { سے محروم طبقات استحقاق، اہلیت، محنت اور قابلیت کے وجود و افراد { نہ ہونے کے با مواقع سے محروم رہ جاتے ہیں، اولین مرحلے ہی میں حاکم و محکوم کی منزلیں ب۔ اہو جاتی ہیں۔

استخارہ کا مفہوم، شرعی حیثیت اور استخارہ کئے مہ ماضی کے احوال بتا۔

سوال: 179

استخارہ کا معنی و مفہوم کیا ہے اور حد \$ کی روشنی میں اس کا صحیح طر ا کیا ہے، کیا ہر معاملے میں استخارہ کئے ضروری ہے، کسی کام سے پہلے استخارہ نہ کرنے والا استخارہ کرنے کے بعد ا کوئی شخص کسی وجہ سے اس پ عمل نہ کر سکے، تو گنہگار تو نہیں ہوگا؟ ﴿منور احمد نعیمی، بلیر کالونی، کراچی﴾

جواب:

استخارہ کے لفظی معنی ہیں: خیر طلب کئے اور اس کے جامع معنی ہیں: وہ معاملہ جس کے نفع بخش یہ نقصان دہ ہونے کا K ن اپنی عقل کی روشنی میں فیصلہ نہ کر سکے اور ت د میں مبتلا ہو جائے کہ اسے کروں یہ نہ کروں، تو اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرے، اس کا تعلق ماضی کے معات سے نہیں ہے، مستقبل میں درپیش ایسے معات سے ہے، جن کو کئے ہے۔ ایسے تمام معات 5 جن کا خیر ہئے، شریعت میں \$ ہے، ان کے لئے استخارہ نہیں کیا جائے گا، جیسے ز، روزہ، حج اور جہاد وغیرہ، فارسی کا مقولہ ہے ع در کار خیر حاجت استخارہ نیست۔ ہاں البتہ کسی کار خیر کے لئے شریعت میں وقت مقرر نہیں ہے بلکہ توسع ہے، تو تعیین وقت کے لئے استخارہ کر h ہیں۔ C دی طوہ استخارہ مباح امور میں ہئے ہے، جیسے نکاح اپنی اصل کے اعتبار سے مشروع ہے اور t ہے اور بعض اشخاص کے لئے ان کے بشری احوال کے مطابق وا۔ # کے درجے میں ہے، لیکن نکاح کے لئے کس کا انتخاب کیا جائے، اس کے لئے ا کوئی پیغام یہ 3/4 آئے، تو اس کے لئے استخارہ کیا جاسکتا ہے، حد \$ پک میں ہے:

عن جابر ؓ قال قال کان النبی ﷺ یعلمنا الاستخارة فی الامور کلھا کالسورة من القرآن اذا هم احدکم بالامر فلیرکع رکعتین من غیر الفریضة ثم یقول اللهم انی استخیرک بعلمک وأستقدرک بقدرتک وأسئلك من فضلك العظیم فانک تقدر ولا اقدر، وتعلم ولا اعلم، وانت علام الغیوب، اللهم ان کنت تعلم ان هذا الامر خیر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة امری۔ او قال فی عاجل امری واجله۔ فاقدره لی وان کنت تعلم ان هذا الامر شر لی فی دینی ومعاشی وعاقبة

امری اوقال فی عاجل امری واجله فاصرفه عنی واصرفنی عنه واقدر لی الخیر حیث کان ثم ارضنی به ویسمی حاجته۔

ترجمہ: حضرت جلد اللہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ ہمیں تمام امور میں ”استخارہ“ کی تعلیم فرماتے تھے، اس اہتمام کے ساتھ، جیسے قرآن کی کسی سورت کی تعلیم فرماتے تھے، (تو استخارہ یہ ہے کہ)۔ # تم میں سے کوئی کسی کام کا ارادہ کرے، تو اسے چاہئے کہ دو رکعت ۵ پڑھے، پھر کہے: اے اللہ! میں تیرے علم کی روشنی میں خیر کی طرف رہنمائی چاہتا ہوں، اور تیری قدرت سے (حصولِ خیر کے لئے) قدرت کا طلبگار ہوں اور میں تیرے فضلِ عظیم سے سوال کرتا ہوں، کیونکہ تو قدرت والا اور میں ۱۰۰٪ بے بس ہوں، اور تو (ہر معاملے کے) مامور (کو) جانتا ہے، اور میں کچھ بھی نہیں جانتا اور تو تمام غیبی امور کا بہت زیادہ جاننے والا ہے، اے اللہ! آ تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ (جو مجھے درپیش ہے)، میرے دین، میرے معاش اور ممالک کے اعتبار سے، اور فوری اور دیرپا فائدے کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے، تو تو اسے میرے لئے مقدر فرما۔ اور (اے اللہ!) آ تو جانتا ہے کہ یہ معاملہ (جو مجھے درپیش ہے)، میرے دین، میرے معاش اور ممالک کے اعتبار سے، فوری اور دیرپا فائدے کے اعتبار سے میرے لئے بہتر ہے، تو اسے مجھ سے دور کر دے اور مجھے اس سے دور کر دے، اور (اس کے علاوہ) میں خیر جہاں بھی ہے، وہ میرے لئے مقدر فرما، پھر اس پر میری طبیعت کو راضی کر دے (یعنی مجھے اس کے بارے میں قلبی اطمینان اور قرار و سکون نصیب ہو جائے کہ بس یہی میرے لئے خیر ہے)، اور ”ہذا الامر“ (یعنی یہ معاملہ) کے بجائے (چاہے تو) اپنی حالت # ممالک لے کر دعا کرے (جیسے شادی، کاروبار، کسی کے ساتھ شراکت وغیرہ، الغرض جو بھی مسئلہ درپیش ہو، اس کا ممالک لے)۔

صحیح البخاری، جلد 4 ص: 2004، رقم الحدیث: 6382 مطبوعہ المکتبۃ العصریہ، بیروت

اس حدیث کو امام مسلم کے سوا محدثین کی ایہ جماعت نے روایت کیا ہے، مثلاً امام ترمذی، امام ابوداؤد، امام کئی اور امام بیہقی وغیرہم۔

”علامہ علاؤ الدین حصکفی لکھتے ہیں: ومنہا رکعتا الاستخارۃ۔

اور ان مستحباً زوں میں دو رکعتاً استخارہ ہے، اس کی شرح میں علامہ ابن عثیم شامی لکھتے ہیں:

وفی الحلیۃ ویستحب افتتاح ہذا الدعاء وختمہ بالحمدلہ والصلوۃ وفی الاذکار انہ یقرء فی الركعة الاولى الکافرون وفی الثانیۃ الاخلاص وعن بعض السلف انہ یزید فی الاولى ”وربک یخلق ما یشاء ویختار ما کان لہم الخیرۃ ط سبحن اللہ وتعلی عما یشرکون ۵ وربک یعلم ما تکن صدورہم وما یعلنون“ وفی الثانیۃ وما کان لمؤمن ولا مؤمنۃ۔ الایہ۔ وینبغی ان یکررها سبعاً کما روی ابن السنی یا انس اذا ہمت بأمر فاستخر ربک فیہ سبع مرّات ثم انظر الی الذی سبق الی قلبک فان الخیر فیہ ولو تعذرت علیہ الصلوۃ الستخارۃ بالدعاء اہ ملخصاً وفی شرح الشرعۃ المسموع من المشائخ انہ ینبغی ان ینام علی طہارۃ مستقبل القبلة بعد قراءۃ الدعاء المذكور فان رأى فی منامہ بیاضاً او خضرة فذلك الامر خیر وان رأى فیہ سواداً او حمرة فهو شر ینبغی ان یجتنب اہ۔

اور ”حلیہ“ میں ہے اور اس دعاء استخارہ کی ابتدا اور 10% میں حمد و صلوة پڑھنا مستحب ہے، اور ”الاذکار“ میں ہے: پہلی رکعت میں سورہ ”الکافرون“ پڑھے اور دوسری میں سورہ ”خلاص“ اور بعض رگوں سے روایہ ہے کہ پہلی رکعت میں ”و ربك يخلق ما يشاء ويختار ما كان لهم الخيرة ط سبحن الله وتعالى عما يشركون و ربك يعلم ما تكن صدورهم وما يعلنون 0 ﴿انقص: 68-69﴾۔ ان کلمات کا اضافہ کرے اور دوسری رکعت میں سورہ 6% اب، آ، 36 کا اضافہ کرے۔ (اور ا) درپیش مسئلہ کے کرے یہ نہ کرنے کے۔ رے میں قلبی اطمینان حاصل نہ ہو تو) سات دن۔ مسلسل یہاں پڑھے، جیسا کہ ابن السنی نے روایہ کیا ہے: (جمہ:) ”اے انس! # تو کسی کام کا ارادہ کرے، تو اپنے رب سے اس میں ساتھ رہنے کی دعا کرتے رہے، پھر غور و فکر کر کہ تیرے دل میں جو بات قراڑی گئی ہے (یعنی اس کام کا کھڑا نہ کرنا) ، بس خیر اسی میں ہے“، اور ا اس کے لئے یہاں پڑھنا دشوار ہو تو صرف دعا کر کے استخارہ کر لے، (یہ ”اذکار“ کی عبارت کا) خلاصہ ہے، اور ”شرح الشرحہ“ میں ہے کہ (ہم نے اپنے) مشائخ سے سنا ہے کہ مذکورہ دعا پڑھنے کے بعد وضو ہو کر قبلہ رو سو جائے، ا اپنی خواب میں سفیدی ہرارت دیکھے تو سمجھ لے کہ اس میں خیر ہے، (اور اس کام کو کر لے) اور ا کا یہ سرخ رت دیکھے تو سمجھ لے کہ اس میں شر ہے، پھر اس کام سے اجتناب کرے۔“

﴿رد المحتار علی الدر المختار جلد نمبر 2 صفحات 409-410 مطبوعہ دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

آپ نے 5 حظہ فرمایا کہ حدیث پاک میں خواب میں کسی چیز کے آئے یہ آنے کا ذکر نہیں ہے اور نہ ہی خواب کا ضروری ہے، یہ رگوں اور اہل خیر کے اپنے اپنے تجربات ہیں، لیکن خواب آجائے، تو اس سے رہنمائی حاصل کی جاسکتی ہے۔ 1 اصل چیز یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ سے استخارہ کرنے کے بعد # دل کو کسی ایسا سکون و قرار نصیب ہو جائے تو اللہ تعالیٰ کی ذات پر بھرپور اعتماد کرتے ہوئے اس کام کو کر لے، اللہ تعالیٰ اس میں # فرمائے گا۔ اور ا : انخواستہ اس پر عمل کرنے کے نتیجے میں کسی کامی کا سامان ہو، تو یہ جانے کہ اللہ تعالیٰ کی منشا کو سمجھنے میں مجھ سے خطا ہوگئی ہے، اور یہ سمجھے کہ ا اس کے عکس کیا ہوتا تو ممکن ہے کہ (انخواستہ) اس سے کامی نہ ہو، نقصان کا سامنا کرنا پڑے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

عسیٰ ان تکرهوا شیئا وهو خیر لکم وعسیٰ ان تحبوا شیئا وهو شر لکم۔ ﴿البقرة: 216﴾

جمہ: ”ہوسکتا ہے کہ ایسا چیز کو تم اپنے حق میں پسند نہ سمجھو، (1) وہ (درحقیقت) تمہارے حق میں بہتر ہو اور (یہ بھی) ہوسکتا ہے کہ ایسا چیز کو تم اپنے لئے پسند نہ سمجھو (1 درحقیقت) وہ تمہارے لئے ہی ہو۔“

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: بے شک دعا کسی زل شدہ مصیبت کے لئے بھی مفید ہے (کہ ا وہ صبر و تحمل کا پیکر بن کر اللہ تعالیٰ سے رجوع کرتے رہے، تو اللہ تعالیٰ اس مشکل سے اسے • ت دے دے گا یہ صبر و تحمل پر اسے عظیم سے نوازے گا)، اور ان مصیبتوں کے لئے بھی دعا مفید ہے، جو ابھی زل نہیں ہوئی ہیں (یہ دعا ان کے لئے ردِ بلا کا باب بن جائے گی)، سوائے اللہ کے بندو! دعا کو اپنا لازمی شعار بناؤ (مشکوٰۃ بحوالہ مذی ص: 195)۔ صرف نبی کا خواب الہام، ”حجت قطعہ“ ہوتا ہے۔ اور غیر نبی کا خواب الہام ایسی ظنی امر ہے، لہذا کسی نے کسی مسئلے میں استخارہ کر لیا اور کسی وجہ سے اس پر عمل نہ کیا، تو

اس سے گنہگار نہیں ہوگا، نہ ہی اس پر کوئی جلال آئے گا۔

”استخارہ“ کی روح یہ ہے کہ جس بندے کو کوئی مسئلہ درپیش ہے، وہ خود استخارہ کرے، کیونکہ جتنا درد، شکستگی، دل، حضوری قلب، تضرع و %ی کسی شخص کو اپنے معاملے میں ہو سکتی ہے، دوسرے شخص کو نہیں ہو سکتی۔ حدیث میں ہے: رب ذو الجلال فرما ہے: ”جمہ: میں ان کے پاس ہوں، جو میری (خشیت و محبت اور انکسار کی) وجہ سے شکستہ دل رہتے ہیں۔“

﴿الاسرار الرفعہ، رقم الحدیث: 249، کشف الخفاء ج 1 ص: 232، الشفاء قاضی عیاض مالکی ج 1 ص: 78﴾

جو شخص اپنے درپیش مسئلے میں *پہنچ جائے۔ %ی سے اپنے رب کے حضور التجا اور طلبِ خیر و دعا کے لئے ذہنی، فکری اور عملی طور پر آمادہ نہ ہو، وہ استخارے کی روح اور حقیقت کو سمجھا ہی نہیں *تی وہ لوگ جو استخارے کئے۔ مہم ماضی کے احوال بتاتے ہیں کہ کسی کا لاجاد و %ہ ہے، سفلی عمل کر %ہ ہے، چند سینکڑوں میں یہ تمام غیبی امور ان پر منکشف ہو جاتے ہیں اور اے۔ ہی لمحے میں ان کا حل بھی نکل %ہ ہے، اس کا مجھے علم نہیں ہے، اس سے لوگ تو ہم *ستی اور تشکیک میں مبتلا ہوتے ہیں، تقدیر الہیہ رضا جو مومن کا شعار ہوتا چاہئے، اُس میں کمزوری واقع ہوتی ہے۔ پھر لوگ کسی مشکل صورتِ حال میں، # انہیں کوئی فیصلہ کن راہ سجھائی نہ دے، اللہ تعالیٰ کی ذات سے، اہ را & رجوع کرنے اور اس کے حبیبِ کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام سے توسُّل کے بجائے، اس روش کو ترک کر کے، اس طرح کے عاملوں سے رجوع کرتے ہیں۔ استخارہ تو مستقبل میں کسی کام کے کرنے یا نہ کرنے کے لئے ہے۔ رے میں اللہ تعالیٰ سے رہنمائی طلب کرنے کا *م ہے۔ حدیث *ک سے معلوم ہوتا ہے کہ درپیش معات 5 اور مباح امور میں سے کسی اے۔ کے انتخاب کے لئے کسی کام کو کر %ی نہ کرنے کے *رے میں استخارہ کر %ی افضل اور مستحب ہے، لیکن یہ وا۔ # نہیں ہے کہ نہ کرنے پر گنہگار ہوگا۔ اور ویسے کسی مسئلے کے *رے میں د %یب معلومات اور قرآن و شواہد کی روشنی میں *اہل فن و اہل آ اور اہل اللہ سے مشورہ کرنے کے بعد ذہن میں یہ امر واضح ہو جائے کہ یہ کام کر %ی چاہئے، تو اللہ پر توکل کر کے کر لے، اور اللہ تعالیٰ سے اس میں کامیابی اور سرخ رو ہونے کی دعا کر %ی رہے۔

قیامِ تعظیمی کا شرعی حکم

سوال: 180

کچھ لوگ کہتے ہیں کہ کسی محفل میں ا/ کوئی *ی عمر کا فر %ی۔ رگ آجائے تو اپنی جگہ سے تعظیم کے طور پر اٹھنا نہیں چاہئے، کیا یہ ٹھیک ہے؟ کیا یہ صحیح ہے کہ نبی کریم ﷺ # اپنی مجلس میں تشریف لاتے تھے اور محفل میں موجود لوگ (صحابہ) تعظیماً اٹھتے تھے تو نبی *ک ﷺ انہیں ا فرماتے تھے؟ ﴿سیدنا علی، TM رج ڈی پی ڈی ٹی، روڈ، مہا کیسپریس کراچی﴾

جواب:

اس موضوع پر گفتگو سے پہلے چند احادیث 5 حظہ فرما N:

عن سعد قال: سمعت أبا امامة قال: سمعت أبا سعيد الخدري ؓ يقول: نزل أهل قريظة على حكم سعد بن

معاذ، فأرسل النبي ﷺ الى سعد فأتى على حمار، فلما دنا من المسجد قال للانصار: "قوموا الى سيدكم - أو خيركم- فقال: "هؤلاء نزلوا على حكمك" - فقال: تقتل مقاتلتهم، وتسبى ذراريهم، قال: "قضيت بحكم الله - وربما قال: بحكم المليك" -

ترجمہ: ”حضرت سعد فرماتے ہیں کہ میں نے ابو امامہ سے سنا، وہ فرماتے ہیں کہ حضرت ابوسعید: ری فرماتے ہیں کہ: حضرت سعد بن معاذ کے حکم پر بنی قریظہ قلعہ سے نیچے آئے تھے، پس نبی کریم ﷺ نے حضرت سعد کو بلا دیا، وہ رگاہ رسا { میں حاضر ہونے کے لئے دراز گوش (گدھے) پر سوار ہو کر آئے، پس # وہ مسجد کے قریب پہنچے، تو آپ نے ا» ر سے فرمایا: اپنے سردار! اپنے بہترین فرد کے لئے (احتراماً) کھڑے ہو جاؤ۔ پھر آپ نے فرمایا: یہ لوگ تمہارے فیصلے پر قلعہ سے آئے ہیں (اب ان کا فیصلہ کر دو)، انہوں نے کہا: ان کے جو افراد لڑنے کے قابل ہیں، وہ قتل کر دیئے جائیں اور ان کے اہل و عیال کو قیدی بنا لیا جائے۔ آپ نے فرمایا: تم نے حکم الہی کے مطابق فیصلہ کیا ہے اور کبھی آپ یہ فرماتے کہ یہاں *۔ شاہ سردار کے فیصلے کے مطابق ہے۔“

صحیح بخاری رقم الحدیث: 4122، صحیح مسلم، رقم الحدیث: 4515

امام ترمذی اپنی سند کے ساتھ ا۔ طویل حدیث بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

عن عائشة أم المؤمنين قالت: ما رأيت احداً أشبه سمتاً ودلاً وهدياً برسول الله في قيامها وقعودها من فاطمة بنت رسول الله ﷺ. قالت وكانت: اذا دخلت على النبي ﷺ قام اليها فقبلها وأجلسها في مجلسه، وكان النبي ﷺ اذا دخل عليها قامت من مجلسها فقبله وأجلسته في مجلسها. (الحديث)

ترجمہ: ”ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی صاف ادی حضرت فاطمہ سے زیادہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کی عادات مبارکہ کے مشابہ نہیں دیکھا۔ # حضرت فاطمہ نبی ﷺ کے پاس جاتیں، تو آپ ان کے لئے (ازراہ شفقت) کھڑے ہو جاتے، پھر ان کو بوسہ دیتے اور انہیں اپنی جگہ بٹھاتے، اور # نبی ﷺ حضرت فاطمہ کے پاس تشریف لے جاتے تو وہ (احتراماً) اپنی نشست سے کھڑی ہو جاتیں، پھر آپ کو بوسہ دیتیں اور آپ کو اپنی جگہ بٹھاتیں۔“

سنن ترمذی، رقم الحدیث: 3872، سنن ابوداؤد، رقم الحدیث: 5175

اس حدیث کو امام بخاری نے بھی روایا کیا ہے۔ (الادب المفرد، ص: 204)

امام بخاری نے ”قیام الرجل للاحیہ“ کا باب قائم کیا ہے اور اس کے تحت حضرت سعد والی حدیث کے علاوہ مندرجہ ذیل حدیث بیان کی ہے:

امام بخاری نے اپنی سند کے ساتھ عبد اللہ بن کعب کی روایا سے غزوہ تبوک میں کعب بن مالک کی توبہ کی قبولیت کی تفصیلی حدیث بیان کرتے ہوئے یہ الفاظ فرمائے ہیں:

واذن رسول الله ﷺ بتوبة الله علينا حين صلى صلاة الفجر فتلقا نى الناس فوجاً فوجاً يهنونى بالتوبة يقولون

لتهنك توبة الله عليك حتى دخلت المسجد فاذا برسول الله ﷺ حوله الناس فقام الى طلحة بن عبيد الله يهرول حتى

صافحنى وهنائى - ﴿صحيح بخارى ، رقم الحديث : 4418 ، الادب المفرد ، ص : 243﴾

، ترجمہ: ”اور۔ # رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز پڑھائی تو ہماری توبہ کی قبولیت کا اعلان کیا، تو پھر صحابہ مجھے (قبولیت) توبہ پوج در فوج مبارک* دے دینے لگے، وہ کہتے تھے اللہ کی* رگاہ میں تمہیں توبہ کی قبولیت مبارک ہو، یہاں۔ کہ میں مسجد میں داخل ہوا، تو (منظر کچھ یوں تھا کہ) رسول اللہ ﷺ تشریف فرما تھے اور آپ کے ا* صحابہ کرام موجود تھے، اس موقع پر طلحہ بن عبید اللہ کھڑے ہوئے، دوڑ کر آئے، مجھ سے مصافحہ کیا اور مجھے مبارک* دی۔“

امام بیہقی لکھتے ہیں:

عن ابی ہریرۃ قال: کان رسول اللہ ﷺ فی المسجد یحدثنا فاذا قام قمنا قیاماً حتی نراہ وقد دخل بعض بیوت

ازواجه۔ ﴿المدخل الى السنن الكبرى للبيهقي ، رقم الحديث : 717 ، مكتبة دار الخلفاء ، الكويت﴾

، ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ مسجد میں ہم سے گفتگو فرما رہے تھے، پھر۔ # آپ کھڑے ہوئے تو ہم بھی (احتراماً) کھڑے ہو گئے، یہاں۔ کہ ہم نے دیکھا کہ آپ اپنی ا۔ زوجہ مطہرہ کے گھر میں داخل ہو گئے۔“

قیام تعظیمی کے۔ رے میں اور بھی روایت ہیں، ان احادیث سے* ہے کہ تعظیماً و احتراماً: رگوں اور۔ ووں کے لئے کھڑا ہو* جا* ہے اور اس میں شرعاً کوئی مما AE نہیں ہے۔ اور صحابہ کرام سے خود ذات رسا { ماب ﷺ کے لئے قیام تعظیمی* ہے اور رسول اللہ ﷺ نے اس سے ا نہیں فرمایا بلکہ خود حضرت سعد کے لئے احتراماً صحابہ کرام کو کھڑے ہونے کا حکم فرمایا۔ ہمارے ہاں قومی ، ان کے موقع پر & کھڑے ہو جاتے ہیں، یہ بھی احترام کی ا۔ صورت ہے اور مسلمہ بین الاقوامی اقدار میں سے ہے اور کسی مکتبہ فکر کے کسی عالم نے اسے شرک* (قرآن نہیں* قومی سیرت کا D انس کے موقع پر۔ # صدر مملکت* وزیر اعظم تشریف لاتے ہیں تو ہال میں موجود تمام مکاتیب* فکر کے جید علماء احتراماً کھڑے ہو جاتے ہیں اور کوئی اس پر اعتراض نہیں کرتا۔ حال ہی میں سعودی عرب کے* وزیر مذہبی امور کراچی کے ا۔ مقامی ہوٹل میں ا۔ دعوت میں تشریف لائے تو دیوبندی والہمحد* مکاتب فکر کے تمام علماء نے کھڑے ہو کر ان کا استقبال کیا اور مصافحہ و معاہدہ کیا۔

بعض روایت میں قیام تعظیمی سے ا فرمایا H ہے، لیکن یہ مما AE علی الاطلاق نہیں ہے، ان کا محمل اور مصداق ب۔ ا ہے۔ ذیل میں ہم ان احادیث کو ذکر کر کے ان کے محال بیان کریں گے۔

امام ابوداؤد و رواہ* کرتے ہیں: عن ابی امامۃ قال: خرج علينا رسول الله ﷺ متوكئاً على عصي، فقمنا اليه فقال:

لا تقوموا كما تقوم الاعاجم يعظم بعضها بعضاً۔ ﴿سنن ابو داؤد ، رقم الحديث : 5187﴾

، ترجمہ: ابو امامہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ i پٹیک لگائے ہوئے ہمارے پاس تشریف لائے، ہم آپ کے لئے کھڑے

ہو گئے، تو آپ نے فرمایا: عجیبوں کی طرح مت کھڑے ہو، جیسے وہ ایہ - دوسرے کے لئے تعظیماً کھڑے ہوتے ہیں۔“

یہ حدیث اس درجے کی نہیں ہے، جو ہم نے قیامِ تعظیمی کے جاہلاً و مستحب ہونے کے بارے میں ذکر کی ہیں، جن میں رسول اللہ ﷺ سے قیام کا حکم ہے، خود آپ کا بھی قیام فرمایا۔ ہے اور حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا اور صحابہ کرام کا آپ کے لئے قیام ہے، جس میں آپ نے اس قیامِ تعظیمی پہ کوئی نکیر نہیں فرمائی، نہ کسی گواہی کا اظہار فرمایا۔ قیامِ تعظیمی کی مما AE کی یہ حدیث ضعیف ہے، اس کی سند میں اضطراب ہے، اس کے راوی مجہول ہیں اور اس میں اُس قیام کی مما AE ہے جو عجیبوں کی طرح ہو، جس میں ایہ شخص۔ دشاہ بن کر بیٹھا رہتا ہے اور قی ہاتھ۔ ہے تعظیماً کھڑے رہتے ہیں۔

امام بخاری رواۃ کرتے ہیں: عن جابر قال: اشتكى النبي ﷺ فصلينا وراءه وهو قاعد وابو بكر يسمع الناس تكبيره، فالتفت علينا فرانا قياماً فاشار الينا فصلينا بصلاته قعوداً فلما سلم قال ان كدتم لتفعلوا فعل فارس والروم يقومون على ملو كههم وهو قعودهم فلا تفعلوا۔

ترجمہ: ”حضرت جابر بیان کرتے ہیں کہ: نبی ﷺ بیمار ہو گئے، آپ نے بیٹھ کر ہمیں اُٹھانے کی ہائی، حضرت ابو بکر آپ کے مکتب کے فرائض ادا کرتے رہے تھے (دورانِ نماز) آپ ہماری جاہلاً متوجہ ہوئے تو دیکھا کہ ہم & (آپ کی اقتدا میں) کھڑے ہو کر پڑھ رہے ہیں، آپ نے ہمیں (یہ) اشارہ فرمایا، پھر ہم بیٹھ گئے، پھر ہم نے بیٹھ کر آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی، پھر # آپ نے سلام پھیرا تو فرمایا: مجھے: شہ ہے کہ تم اہل روم اور فارس کی طرح کام کرنے لگو گے کہ ان کے دشاہ بیٹھے رہتے ہیں اور وہ ان کے سامنے کھڑے رہتے ہیں، پس تم ایسا نہ کرو۔“ ﴿الادب المفرد، ص: 144﴾

ابتدا میں فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت تھی، یہ حدیث اسی سے متعلق ہے، بعد میں بلا عذر فرض نماز بیٹھ کر پڑھنے کی اجازت منسوخ ہو گئی۔

قرآن و احکام سے کسی حکم کے اثبات کا عادلانہ طریقہ یہ ہے کہ اس حکم سے متعلق تمام آیات و احادیث کو پیش آ کر رکھ کر نتیجہ اخذ کیا جائے، ایہ ہی مسئلہ کے بارے میں ثبوت و مما AE کے احکام میں امکان ہے تو تطبیق کی جائے، مواضع ثبوت کو الگ واضح کیا جائے اور مواضع ا کو الگ واضح کیا جائے، دونوں کی توجیہ اور محمل بیان کیا جائے یا ایہ منسوخ ہے اور دوسرا نسخ تو دلائل سے واضح کیا جائے۔ ہماری رائے میں قیامِ تعظیمی کے جواز و استحباب اور مما AE کی حدیثوں کو ہم یکجا کر کے دیکھتے ہیں تو مندرجہ ذیل قیامِ تعظیمی کی صورتیں جاہلاً ہیں:

- (1) مشائخ، اساتذہ، علمائے دین، والدین اور محسن و مربی کی تعظیم کے لئے قیام کرنا۔ مستحب ہے۔
- (2) کوئی شخص فی نفسہ تو قیامِ تعظیمی کے لائق نہیں ہے، لیکن کسی دینی مصلحت کے تحت بطور مدارات اس کے لئے قیام کرنا۔ جاہلاً ہے۔
- (3) محض دنیوی مفاد کی خاطر بطور مد اہنت و خوشامد کسی شخص کے لئے قیامِ تعظیمی (وہ تحریمی ہے)۔

- (4) جو شخص سفر سے واپس آئے، اس کے استقبال کے لئے قیام کرا۔ مستحب ہے۔
- (5) کسی شخص کو کوئی نعمت ملی ہو اس کو مبارک* دینے کے لئے قیام کرا۔ مستحب ہے۔
- (6) کسی شخص کو کوئی مصیبت پہنچی ہو تو اس کی تعزیت* کے لئے قیام کرا۔ بھی مستحب ہے۔
- (7) عہد رسا { کے عجمیوں کے طریقہ قیام کہ ایہ شخص* دشاہ بن کر بیٹھا ہو اور دوسرے مستقل ہاتھ* ہٹے کھڑے ہوں، ایسا قیام (وہ تحریری ہے، کیونکہ یہ اکرام M K کے منافی ہے۔
- (8) جو شخص بطور تکبر اپنے لئے قیام کراے۔ اس کے تکبر میں مبتلا ہونے کا* بیشہ ہو تو ایسے شخص کے لئے قیام کرا۔ وہ ہے۔
- (9) کوئی مجلس ذکر یا درس* ریس جاری ہو تو کسی آنے والے* رگ کے لئے اسے معطل نہیں کرا۔ چاہئے اور ایسے موقع پر قیام فی نفسہ اپنے جواز کے* وجود منہا* نہیں ہے۔
- ان میں سے بعض اقسام کو حافظ ابن حجر عسقلانی نے قاضی ابوالولید ابن الرشد مالکی کے حوالے سے بیان کیا ہے اور بعض اقسام کو علامہ* والدین عینی حنفی نے بیان کیا ہے اور ان تمام صورتوں کو علامہ غلام رسول سعیدی نے شرح صحیح مسلم جلد: خامس میں یکجا کیا ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔ لصوص۔

نپاز کا مفہوم اور جواز

سوال: 181

* زکا مطلب اور مفہوم سمجھا N اور کیا* زکا کرا۔ جابہ* ہے؟ ﴿کامران، کراچی﴾

جواب:

& سے پہلے معروف اردو لغات کے حوالے سے لفظ* ز کے معنی 5 حطہ کیجئے:

- * ز: تبرک، تحفہ درویشاں* ر بھینٹے/ ہاوا، منت، التجا (فیروز اللغات) آرزو، غنا، میل، خواہش، اظہار محبت، % ی، مسکینی، انکسار، تحفہ درویش، تبرک، درود فاتحہ، بھینٹے/ ہاوا، منت، التجا۔ ﴿فرہنگ آصفیہ جلد 4﴾
- آپ نے 5 حطہ فرمایا کہ لغت میں* ز کے متعدد معانی ہیں، جن میں سے ایہ۔ یہ ہے کہ: ”بھینٹے/ ہاوا“ (یعنی وہ عمل جو اللہ تعالیٰ کے h t l i رضا اور بندگی کے علاوہ کسی اور کے h t l i کے لئے کیا جائے، خواہ مالی صدقہ ہو یا قرضہ) اس معنی میں اس کا استعمال غیر اللہ کے لئے جابہ نہیں ہے، ہمارے ہاں عرف میں ”* ز“ جن معانی میں استعمال ہوتا ہے، وہ یہ ہیں: تبرک، درود فاتحہ وغیرہ مثلاً کہا جاتا ہے کہ: ”یہ رہو شریف کی* ز ہے“، یعنی شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایصالِ ثواب اور فاتحہ کا کھانا ہے، اسے . رگان دین کی نسبت سے تبرک بھی کہہ دیتے ہیں، اور اس میں شرعاً کوئی قبا # نہیں ہے، علم معانی کا مُسلمہ قاعدہ ہے کہ ا کوئی ”ذو معنی“ کلمہ ہے، تو اس کے معنی کا تعین قائل کے اعتبار سے ہوتا ہے، مثلاً کافر کہے کہ: ”[k ʃf] Ä³ne+30] Øif““ موسم بہار نے سبزہ اگایا، یہ

کلمہ اے کافر کہے تو کلمہ کفر یہ ہوگا، اور اے یہی کلمہ مومن کہے تو کلمہ توحید ہوگا، کیونکہ مومن کا ایمان اس امر کی دلیل ہے کہ وہ حقیقت میں اگانے والا اللہ تعالیٰ کی ذات ہی کو مانتا ہے۔ رش اور بہار کو بلا مانتا ہے، اس کو اسناد مجازی کہتے ہیں، جو روزمرہ گفتگو میں ہم استعمال کرتے رہتے ہیں، مثلاً کوئی شخص کہتا ہے کہ مجھے فلاں دوا سے شفا ملی، حالانکہ اس کا ایمان ہے کہ دوا وسیلہ شفا ہے، اصل شفا دینے والا اللہ ہے۔

رجب کے گونڈے اور ”تبارک“ کی روٹیاں

سوال: 182

(1) ہمارے ہاں بعض لوگ ر. # ک. K رنخ کو ”کھٹے“ (جوا) - خاص قسم کی سوچی، میدے اور دودھ کی میٹھی ٹکیہ ہوتی ہے) پکاتے ہیں، یہ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ کے مہی * زہوتی ہے، ہندوستان میں یہ رواج تھا کہ رات کو پکائے جاتے تھے اور اے - خاص جگہ بٹھا کر کھلائے جاتے تھے، انہیں * ہر نہیں نکالا جاتا تھا، بعض جگہ اس موقع پر ”عجیب داستان“ کے م سے اے - کتابچہ بھی پڑھا جاتا تھا، جس میں لکڑ ہارے کی منظوم داستان ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ - بعض لوگ اسے جلا اور حرام کہتے ہیں۔

(2) ر. # ہی کے مہینے میں بعض لوگ میٹھی روٹیاں پکا کر * E ہیں، انہیں ”تبارک“ کی روٹیاں کہا جاتا ہے، غالباً ان پر سورہ ”تبارک الذی“ (سورۃ الملک) پڑھ کر ایصالِ ثواب کیا جاتا ہے، اس کی شرعی حیثیت کیا ہے؟ ﴿محمد شمیم خاں، عزیمت: دہراچی﴾

جواب:

22 ر. # نہ امام جعفر صادق کی رنخ پیدائش ہے اور * رنخ وصال، ان کی ولادت کے رے میں دوا قوال ہیں: (1) مشہور قول یہ ہے کہ آپ کی رنخ ولادت 17 ربیع الاول 80ھ (2) ماہ ر. # لیکن * رنخ مذکور نہیں ہے۔ اسی طرح وصال کے رے میں بھی دو قول ہیں: * یہ معروف ماہ شوال 148ھ ہے اور اے - قول ر. # کا بھی ہے۔ ﴿جلاء العیون، 5: قمر مجلس، ج: 2، ص: 693﴾

لہذا 22 ر. # کو امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ سے کوئی خاص نسبت نہیں ہے، البتہ حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کی رنخ وصال 22 ر. # 60ھ ہے۔ جہاں - ایصالِ ثواب کا تعلق ہے، یہ فی نفسہ مشروع ہے، مستحسن امر ہے، قرآن وحدیث سے * ہے اور ایصالِ ثواب کے لئے خاص قسم کی ٹکیاں * روٹیاں پکا * لازمی نہیں ہے، میٹھی ٹکیاں * روٹیاں بھی ایصالِ ثواب کی M سے * جاسکتی ہیں * فقراء کو کھلائی جاسکتی ہیں اور کوئی دوسری صورت بھی اختیار کی جاسکتی ہے، البتہ یہ شرط، کہ خاص جگہ ہی بٹھا کر کھلائی جائے، فاسد ہے۔ ”عجیب داستان“ کے م سے جو کتاب پڑھی جاتی ہے، اس کی بھی کوئی اصل نہیں ہے، ہاں، اے کوئی چیز اپنی اصل کے اعتبار سے خلاف شرع ہے، تو رسول اللہ ﷺ نے اسے ختم کر دیا، حدیث * ک میں ہے:

عن انس قدم النبی ﷺ المدینۃ ولہم یومان یلعبون فیہما، فقال ما هذا ان الیومان؟، قالوا کنا نلعب فیہما فی

الجاهلية، فقال رسول الله ﷺ: قد أبدلكم الله بهما خيراً منهما يوم الاضحى ويوم الفطر - ﴿مشکوٰۃ بحوالہ: سنن ابی داؤد﴾

ترجمہ: ”حضرت انس بیان کرتے ہیں کہ: # رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے تو (آپ نے دیکھا کہ) اہل مدینہ سال میں دو دن کھیل تماشے کیا کرتے تھے، آپ نے ان سے پوچھا: یہ کیسے دو دن ہیں؟، انہوں نے جواباً عرض کیا: ہم زمانہ جاہلیت میں ان دنوں میں کھیل کود کیا کرتے تھے، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے ان دو دنوں کے لیے میں تمہیں دو بہتر دن « فرمائے ہیں، اور وہ ہیں، عید الاضحیٰ اور عید الفطر کے دن۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے سالانہ میلے ٹھیلے کے دو دنوں کو 1 فریڈی اور فرمائی کہ ان کے عوض اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو عیدین کے مبارک دن « فرمائے ہیں۔

اس کے عکس ای۔ حدیث مبارک میں ہے:

عن ابن عباس رضی اللہ عنہما أنَّ رسولَ اللَّهِ قَدِمَ المَدِينَةَ ، فوجد اليهودَ صِياماً يَوْمَ عاشوراءَ، فقال لهم رسولُ اللَّهِ ﷺ : ما هذا اليومَ الذي تصومونَه؟، فقالوا : هذا يومٌ عَظِيمٌ اَنجى اللَّهُ موسى وقومَه وَغَرَقَ فرعونَ وقومَه ، فصامَه موسى شكراً، فنحن نَصُومُه فقال رسولُ اللَّهِ ﷺ ! فنحن اَحَقُّ وَاَوْلَى بموسى منكم، فصامَه رسولُ اللَّهِ ﷺ وأمرَ بصيامِه۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ: # رسول اللہ ﷺ مدینہ منورہ تشریف لائے، تو آپ نے دیکھا کہ مدینہ کے یہودیوم عاشورہ کا روزہ رکھتے ہیں، آپ ﷺ نے ان سے دریافت کیا کہ تم اس دن کا روزہ کیوں رکھتے ہو؟، تو انہوں نے جواب دیا: یہ وہ عظیم دن ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور آپ کی قوم (بنی اسرائیل) کو (فرعونیوں سے) • ت دی، اور فرعون اور اس کی قوم کو (سمندر میں) غرق کر دیا، تو انہوں نے (اللہ تعالیٰ کی اس نعمت کے) شکر کے طور پر عاشورہ کا روزہ رکھا، تو (ان کی اتباع میں) ہم بھی (اس دن کا) روزہ رکھتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ہم تمہارے مقابلے میں موسیٰ علیہ السلام (کی اتباع) کے لیے دہ حق دار ہیں اور ہم تمہاری بہ نسبت ان سے زیادہ قرب رکھتے ہیں، تو رسول اللہ ﷺ نے خود بھی یوم عاشورہ کا روزہ رکھا اور صحابہ کرام کو بھی اس کا حکم فرمایا، (R بحوالہ: مشکوٰۃ)۔ ای۔ اور حدیث مبارک ہے:

عن ابن عباس قال حينَ صامَ رسولُ اللَّهِ ﷺ عاشوراءَ وأمرَ بصيامِه قالوا يا رسولَ اللَّهِ: إِنَّهُ يَوْمٌ يُعَظَّمُهُ الْيَهُودُ وَالنَّصَارَى فقال رسولُ اللَّهِ ﷺ: لَئِنْ بَقِيتُ إِلَى قَابِلٍ لَأَصُومَنَّ التَّاسِعَ۔

ترجمہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس ہی سے روایت ہے کہ: # رسول اللہ ﷺ نے عاشورہ کا روزہ رکھا اور اسے رکھنے کا حکم دیا تو (صحابہ کرام نے) عرض کیا: رسول اللہ ﷺ: یہ ایسا دن ہے جس کی یہود و «ری تعظیم کرتے ہیں، تو آپ ﷺ نے فرمایا: ا میں آئندہ سال حیات رہا تو ضرور (یوم عاشورہ کے ساتھ) 9 محرم کو بھی روزہ رکھوں گا، (صحیح مسلم)۔ اس کی رو سے علماء فرماتے ہیں کہ دو دن کا نفلی روزہ رکھنا افضل ہے یعنی 9، 10 محرم الحرام، 10، 11 محرم الحرام۔

ان ریڈیات سے معلوم ہوا کہ فی نفسہ شرعاً یوم عاشورہ کی تقدیس *\$ ہے اور نفلی روزہ بھی اپنی اصل کے اعتبار سے مستحسن ہے، اس لئے آپ نے اسے۔ قرار رکھا اور محض یہود و» رئی سے مشابہت کی بنا پر اصلاً مشروع امر کو ا نہیں فرمایا، بلکہ ان کی مشابہت سے بچنے کے لئے عاشورہ کے ساتھ ساتھ 9 محرم کے روزے کو بھی شامل فرمایا۔

علامہ امجد علی اعظمی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں: ”ر۔ # میں حضرت امام جعفر صادق کو ایصالِ ثواب کے لئے پوریوں کے کھٹے بھرے جاتے ہیں، یہ جاؤ۔ ہیں، اس میں جگہ کی * پبندی اور * ز کو تقسیم نہ کرنے کی * پبندی بے جا ہے۔ اس موقع پر ای۔ کتاب ”عجیب داستان“ سنے۔ م سے پٹھی جاتی ہے، اس کی کوئی حقیقت نہیں اور یہ نہ پٹھی جائے، فاتحہ دلا کر ایصالِ ثواب کڑ۔ جاؤ۔ ہے۔“

﴿بہارِ شریعت، حصہ شلو، دہم، ص: 230، مطبوعہ: شیخ غلام علی اینڈ نا، کراچی﴾

مولانا مفتی محمد خلیل خان۔ کاتی رحمہ اللہ تعالیٰ لکھتے ہیں:

”ماہ۔ # میں امام جعفر صادق کو ایصالِ ثواب کے لئے کھیر پوری پکا کر کھٹے بھرے جاتے ہیں اور فاتحہ دلا کر لوگوں کو کھلاتے ہیں، یہ جاؤ۔ ہے۔ اس میں ای۔ *۔ تب۔ ہی غلط رواج چ گئی ہے کہ جہاں کھٹے بھرے جاتے ہیں، وہیں کھائے جاتے ہیں، یہ ای۔ غلط حر۔ ہے اور یہ غیر شرعی اور جاہلانہ رسم ہے۔ اور یہ ای۔ کتاب ”عجیب داستان“ پٹھی جاتی ہے اس کی کوئی حقیقت نہیں یہ نہ پٹھی اور نہ ہی سنی جائے، فاتحہ دلا کر ایصالِ ثواب کریں۔ اللہ کے نیک بندوں کی کرامات۔ حق ہیں۔“

﴿سنی بہشتی زیور، حصہ سوم، ص: 318﴾

مفتی وقار الدین رحمہ اللہ تعالیٰ سے کھٹوں کی شرعی حیثیت کے حوالے سے سوال ہوا، آپ نے جواب میں لکھا: ”اہلسنت کے د۔ د۔ جیسے ہر فاتحہ جاؤ۔ ہے، اسی طرح کھٹوں کی فاتحہ بھی جاؤ۔ ہے، لکڑہارے کی کہانی من گھڑت ہے۔ کھانے کی ہر چیز کے متعلق ادب سکھایا۔ ہے۔ حدیث میں فرمایا: ”دستر خوان پر جوا جائے اسے اٹھا کر کھالو“۔ فاتحہ کے کھانے پر قرآن پڑھا جاؤ۔ ہے، اس لئے مسلمان اس کا *۔ وہ ادب کرتے ہیں، اسی وجہ سے لوگوں نے یہ شرط لگالی کہ وہیں بیٹھ کر کھالیں *۔ ہر نہ لے جا N اس شرط کا شریعت سے کوئی تعلق نہیں، وہاں بھی کھا h ہیں اور ہر بھی لے جا h ہیں۔“

﴿وقار الفتاویٰ، جلد: اول، ص: 202، م وقار الدین، کراچی﴾

جیسا کہ شروع میں ذکر ہوا، 22 ر۔ # المر۔ # 60 ھ حضرت امیر معاویہ ؓ کی *۔ رتخ وفات ہے، (دلہ معارف اسلامیہ پنجاب یونیورسٹی)۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ حضرت امیر معاویہ کے معافین اور ان سے بغض ر p والوں نے ان کی وفات پر (معاذ اللہ) خوشی منانے کیلئے یہ سلسلہ شروع کیا اور چوہ وہ بنی امیہ کے اقتدار کا دور تھا، اس لئے اسے پوشیدہ ر p کیلئے گھر کے کسی خاص گوشے میں کھلا جاؤ۔ تھا، لیکن ہمیں اس کا کوئی *۔ ر [حوالہ نہیں 5۔ اسی طرح ”تبارک الذی“ یعنی سورۃ الملک میٹھی روٹیوں پر پڑھ کر ایصالِ ثواب کڑ۔ شرعاً در & ہے، بشرطیکہ اپنی طرف سے کوئی خلاف شرع امر اس میں شامل نہ کر *۔ H ہو، کیوے ایصالِ ثواب فی نفسہ ای۔ مشروع اور مستحسن امر ہے، خواہ کسی خاص۔ رگ کو ایصالِ ثواب کیا جائے تمام مومنین و مومنات کی ارواح کو، بہر صورت در & ہے۔

قیامت کے دن اعمال کا وزن کس طرح ہو گا

سوال: 183

قرآن مجید میں قیامت کے دن حساب و کتاب اور سوال و جواب کے موقع 99% اور سزا کا فیصلہ کرنے کے اعمال کے وزن کئے جانے کا ذکر ہے، سائنس ہمیں بتاتی ہے کہ مادہ وزن ۲ ہے، وزن مادی اشیاء اور جسمانی اشیاء کا ہوتا ہے، اعمال تو غیر مادی ہیں، ا/ ان کا وزن ہوتا ہے تو کس طرح ہوگا، اور ا/ نہیں ہوتا تو پھر قرآنی یت واحد ۱ کا کیا جواب اور کیا توجیہ ہو سکتی ہے، چون و روا ۱ کے بھی مطابق ہو اور عقل سلیم کے لئے بھی قابل قبول ہو۔ ﴿حارث محبوب، بگرام﴾

جواب :

یہ در & ہے کہ قرآن مجید میں صراحت کے ساتھ اس بات کا ذکر ہے کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے
وَالْوِزْنُ يَوْمَئِذٍ الْحَقُّ فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُونَ وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُولَٰئِكَ الَّذِينَ خَسِرُوا أَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوا بِآيَاتِنَا يَظْلِمُونَ ﴿الاعراف: 8-9﴾

(1) جمہ: ”اور آج (قیامت) کے دن (اعمال کا) وزن، حق ہے، سو جس کے (نیکیوں کا) پلڑے بھاری ہوئے، تو وہی کامیاب ہوں گے اور جن کی نیکیوں کے پلڑے ہلکے ہوئے، تو وہی اپنے آپ کو خسارے میں ڈالنے والے ہیں، اس لیے کہ وہ ہماری آیتوں پر ظلم کرتے تھے۔“

قُلْ هَلْ نُنَبِّئُكُمْ بِالْأَخْسَرِينَ أَعْمَالًا الَّذِينَ ضَلَّ سَعِيَّهُمْ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُونَ أَنَّهُمْ يُحْسِنُونَ صُنْعًا أُولَٰئِكَ الَّذِينَ كَفَرُوا بِآيَاتِ رَبِّهِمْ وَلِقَائِهِ فَحَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فَلَا نُقِيمُ لَهُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَزْنًا ﴿الكهف: 103-105﴾

(2) جمہ: ”(اے رسول!) کہہ دیجئے کہ کیا میں تمہیں ان لوگوں کے بارے میں بتا دوں جو اعمال کے اعتبار سے & سے زیادہ خسارے میں رہیں گے یہ وہ لوگ ہیں جن کی کوشش و کیڑگی میں رائیگاں گئی، حالانکہ وہ اس خوش فہمی میں مبتلا ہیں کہ وہ اچھا کام کر رہے ہیں یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی یت اور اس کے رب و (جو ابھی کے لئے) پیش ہونے کا انکار کیا، تو ان کے اعمال اکارت کئے، پس ہم قیامت کے دن ان کے لئے کوئی وزن قائم نہیں کریں گے۔“

وَنَضَعُ الْمَوَازِينَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيَامَةِ فَلَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَإِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِنْ خَرْدَلٍ أَتَيْنَا بِهَا وَكَفَى بِنَا حَاسِبِينَ ﴿النبأ: 47﴾

(3) جمہ: ”اور ہم قیامت کے دن ا» ف کی ازور کھیں گے، تو کسی شخص پر ظلم مطلقاً نہیں ہوگا، اور ا/ (کسی کا عمل) رائی کے دانے کے برابر بھی ہو تو ہم اس کو (حساب کے لئے) لے آئے N گے، اور ہم حساب کرنے کے لئے کافی ہیں۔“

فَأَمَّا مَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِينُهُ فَهُوَ فِي عِيشَةٍ رَاضِيَةٍ وَأَمَّا مَنْ خَفَّتْ مَوَازِينُهُ فَأُمُّهُ هَاوِيَةٌ ﴿القارعة: 6 تا 9﴾

(4) ترجمہ: ”تو جس کی نیکیوں کے پلڑے بھاری ہوں گے، وہ پسندیدہ ہوگی میں رہیں گے اور جس کے پلڑے ہلکے ہوں گے اس کا ٹھکانا ”ہاویہ“ ہوگا۔“

چند احادیث مبارکہ 5 حصہ فرما N :

سمعت عبد اللہ بن عمرو ان العاص يقول: قال رسول الله ﷺ: ﴿ان الله سيخلص رجلا من امتي على رؤوس الخلائق يوم القيامة فينشر عليه تسعة وتسعين سجلا كل سجل مثل مذابصر، ثم يقول: اتنكر من هذا شيئا؟ اظلمك كتبني الحافظون؟ فيقول: لا يارب فيقول: افلك عذر؟ فيقول: لا يارب فيقول: بلى ان لك عندنا حسنة فانه لا ظلم عليك اليوم، فتخرج بطاقة فيها اشهد ان لا اله الا الله واشهد ان محمدا عبده ورسوله فيقول: احضر وزنك، فيقول: يارب ماهذه البطاقة مع هذه السجلات؟ فقال: انك لا تظلم، قال: فتوضع السجلات في كفة والبطاقة في كفة فطاشت السجلات وثقلت البطاقة فلا يتحمل مع اسم الله شيء﴾۔

ترجمہ: ”عبد اللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ میری امت کے ایسے شخص کو قیامت کے دن بہت سرعت سے پیش فرمائے گا، اس کے (اعمال کے) 99 رجسٹر اس کے سامنے پھیلا دیئے جائیں گے، ان میں سے ہر رجسٹر حد تک (پھیلا ہوا) ہوگا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: کیا تم ان (اعمال) میں سے کسی بات کا انکار کرتے ہو؟ کیا اعمال لکھنے والے میرے محافظ فرشتوں نے تم پر ظلم کیا ہے؟ تو وہ عرض کرے گا، اے میرے پروردگار! کوئی ظلم نہیں کیا، پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا: تمہارے پاس کوئی عذر ہے؟ وہ عرض کرے گا: اے میرے پروردگار! کوئی عذر نہیں، پھر (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: کیوں نہیں، ہمارے پاس تمہاری ایک نیکی (کی اماں \$) ہے، کیوں کہ تم پر آج کوئی ظلم نہیں ہوگا، پھر یہ - # (Slip) نکالی جائے گی، اس میں (کلمہ شہادت کے یہ الفاظ لکھے ہوں گے) اشہد ان لا اله الا الله واشهد ان محمد عبده ورسوله، پھر (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: اپنے (اعمال کے) وزن کو دیکھو، وہ عرض کرے گا: اے پروردگار! کہاں اتنے (بڑے سارے) 99 رجسٹر اور کہاں یہ ایک - # (Slip)، پھر (اللہ تعالیٰ) فرمائے گا: تم پر ظلم نہیں کیا جائے گا، (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا: (تو اس کے) ایسے پلڑے میں (وہ &) رجسٹر رکھے گا N گے اور یہ - # پلڑے میں (کلمہ شہادت کی) ایک جی، (سارے کے سارے) رجسٹر ہلکے پڑ جائیں گے اور یہ ایک - # جی بھاری ہوگی، اللہ تعالیٰ کے م سے یہ دہ وزنی تو کوئی چیز نہیں ہو سکتی۔“ ﴿سنن الترمذی، ج: 3، رقم الحدیث: 2639﴾

(2) ترجمہ: ”حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ و قدرت میں میری جان ہے، تمام آسمانوں اور زمینوں اور جو کچھ ان میں ہے، اور ان کے درمیان ہے، اور ان کے نیچے ہے، اگر تم ان کو لے کر آؤ اور اس کو میزان کے ایک - # پلڑے میں رکھ دو اور کلمہ شہادت کو دوسرے پلڑے میں رکھ دو، تو وہ پہلے پلڑے سے بھاری ہوگا۔“

﴿المعجم الكبير، ج: 12، ص: 254، رقم الحدیث: 13024، دار احیاء التراث العربی، بیروت﴾

ان آیات و احادیث مبارکہ اور 7 متعدد روایات و احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن بندوں کے اچھے اور بے

اعمال کا وزن ہوگا، اللہ تعالیٰ کے نیک بندوں کی نیکیوں کا پلڑا بھاری ہوگا اور H کار بندوں کے H ہوں کا پلڑا ہلکا ہوگا۔

اللہ تعالیٰ کا یہ ارشاد آپ کی $\bar{A}$ سے $\bar{A}$ رچکا ہے کہ: آج (قیامت) کے دن (اعمال کا) وزن (کیا جائے گا) حق ہے۔ ﴿الاعراف: 9﴾
اب رہا یہ سوال کہ اعمال کا وزن کیسے ہوگا، وزن تو ان چیزوں کا ہوتا ہے جو مادی وجود b ہیں، جسم b ہیں، اعمال تو اعراض ہیں (عرض اسے کہتے ہیں، جس کا اپنا مستقل وجود نہ ہو، جس کا وجود کسی دوسرے کے ساتھ قائم ہو)، یہ اپنا جسمانی وجود نہیں p ، تو ان کا وزن کس طرح ہوگا۔

اس سوال کے جواب میں چند گزارشات پیش: مت ہیں:

(1). # اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت کے دن اعمال کا وزن ہوگا، تو اس پر ہمارا ایمان کامل ہوتا ہے، اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں آجائے تو یہ ہماری فہم و دانش کی سعادت ہے اور $\bar{A}$ اس کی حقیقت ہماری سمجھ میں نہ آئے تو یہ ہماری عقل کی * رسائی ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد حق اور سچ ہے۔

بہت سی مادی اشیا ایسی ہیں، جن کے ماپنے کے آلات K علم K ن سکتے ہیں نہیں تھا، 1 سائنسی علوم کی K تی کے ساتھ K ن ان کی پیمائش طاقت کا معیار و مقدار مقرر کرنے پر قادر H اور اس نے ان کے لئے پیمائش Measurement، وزن (Weighing) * قوت (Power)، $\bar{A}$ ، $\bar{A}$ (pressure) دھکیلنے کی صلاحیت A (Thrust) کا $\bar{A}$ ازہ کرنے کے لئے آلات اور پیمانے وضع کر لئے۔ مثلاً ہوا کے $\bar{A}$ ، $\bar{A}$ (Pressure) ماپنے کے آلے کو (Barometer) کہتے ہیں، زلزلے سے زمین میں جو ارتعاش پیدا ہوتا ہے، اس کے لئے ریکٹر $\bar{A}$ (Rector Scale) $\bar{A}$ دہوا، اس کی پیمائش کے آلے اور $\bar{A}$ بم کے $\bar{A}$ وجود دھماکے کی قوت ہے، اس کا $\bar{A}$ ازہ کرنے کے لئے (Seismo meter) $\bar{A}$ دہوا، $\bar{A}$ (Current) کی مقدار اور طاقت کا $\bar{A}$ ازہ کرنے کے لئے مخصوص اکائی (volt) اور کلو واٹ (Kilowatt) اور میگا واٹ (Megawatt) کے پیمانے $\bar{A}$ دہوائے روشنی کی استعداد کا $\bar{A}$ ازہ لگانے کا آلہ Exposure meter، Light meter، اسی طرح $\bar{A}$ کی طاقت کا $\bar{A}$ ازہ لگانے کے لئے (Telemeter) آلات اور پیمانے $\bar{A}$ دہوائے، اسی طاقت سے ڈیموں اور $\bar{A}$ روں (Water sheds) سے جو بجلی پیدا کی جاتی ہے، اسے Hydroelectric Power کہتے ہیں۔ مائع کی کثافت (Density) $\bar{A}$ ثقل (Gravity) کا $\bar{A}$ ازہ لگانے کے لئے Hydrometre $\bar{A}$ دہوا۔ $\bar{A}$ پٹھوں (Muscle) کی طاقت کا $\bar{A}$ ازہ لگانے کے لئے (Ergometer) $\bar{A}$ دہوا۔
الغرض بہت سے ایسی مادی اشیا و موجودات تھیں، جن کا K تو K ن کو علم نہیں تھا، اور $\bar{A}$ علم تھا تو ان کی پیمائش، مقدار، اور قوت کا $\bar{A}$ ازہ لگانے کے لئے آلات، پیمانے اور اوزان نہیں تھے، K ن کے علم نہ $\bar{A}$ تی کی اور ان اشیا کے قطعی تخمینے لگانے کی استعداد حاصل کر لی۔

K نی دماغ اتنی $\bar{A}$ تی کر سکتا ہے تو اس سے K نی دماغ کے پیدا کرنے والا خالق و مالک کے علم کی لامحدود $\bar{A}$ اور محیط کل ہو

نے کا آپ بخوبی * ازہ لگا h ہیں ، وہ معقولات (racts Abst) یعنی محض معنوی اشیاء اور مجرّ دات یعنی غیر مادی اشیاء (Immaterial) کو وزن کرتے * ان کا * ازہ لگانے کے لئے معیار * پیمانہ مقرر فرمادے۔

(2) ہو سکتا ہے اللہ تعالیٰ ان اعمال کو کوئی جسمانی صورت « فرمادے اور ان کا وزن ہو، اعمال خیر کو خوبصورت اجسام میں متشکل کر ڈیے جائے اور اعمال شر کو قبیح اجسام کی صورت میں متشکل فرمادے اور ان کا وزن کیا جائے۔

(3) بعض احادیث میں ہے کہ ان صحیفوں کا وزن ہوگا، جن میں اعمال لکھے ہوئے ہوں گے، یعنی تحریری رکڑ کا وزن ہوگا، جسے حد \$ مبارک میں \$ \$ \$ سے تعبیر فرمایا H ہے، حالانکہ اس پہ بھی عقلی: شہ وارد ہو سکتا ہے کہ A : انخوستہ کسی کے H ہوں کے رجسٹر بہت * یہ وہ ہوں ، تو وہ بھاری * \$ ہو جا N ، لیکن ایسا بھی تو ممکن ہے کہ ان کا وزن ضخامت کے اعتبار سے نہ ہو بلکہ مندرجات (Written Material) کی کیفیت و ما : کے اعتبار سے ہو۔

ایصالِ ثواب کا کھانا اور صدقہ جاریہ

ہمیں چند سوالات مختلف موضوعات پر عبدالکریم حاجی انور سالیو: لمبے، 5 وی، ساؤتھ افر i کی جا \$ سے موصول ہوئے ہم انہیں قارئین کی سہو { کی خاطر M وار بیان کرتے ہیں۔

سوال: 184

ہمارے * ون (افر i، 5 وی) کے عوام سال میں دو تین مرتبہ * زکا کھا * پکاتے ہیں، اس میں بہت سارے پیسے % بچتے ہیں، اور کھانے والے لوگ تقریباً پیسے والے ہوتے ہیں، * زکا کھا * کھانے کے صحیح حقدار کون ہیں، ہم مالدار لوگ کھا h ہیں * نہیں؟ اور یہ پیسے مرحوم کے ثواب جاریہ کے لئے دوسرے دینی کاموں میں % بچ کڑ * کیسا ہے؟ بہتر اور افضل طر i ارشاد فرما N ۔

جواب:

”ایصالِ ثواب“ کے معنی، کسی شخص کا اپنے کسی عمل خیر کا ثواب دوسرے کو پہنچا، خواہ وہ * ہ ہو * وفات * چکا ہو، یہ شرعاً جائز ہے بلکہ مستحسن امر ہے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِأَخِي وَأَدْخِلْنَا فِي رَحْمَتِكَ وَأَنْتَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿١٥١﴾ (الاعراف: 151)

(1) جمہ: ”حضرت موسیٰ نے التجا کی: اے میرے رب! مجھے اور میرے بھائی ہارون کو بخش دے اور ہمیں اپنی رحمت میں داخل کر اور تو & رحم کرنے والوں سے * یہ دہ رحم فرمانے والا ہے۔“

رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ ﴿٤١﴾ (ابراہیم: 41)

(2) جمہ: ”(حضرت ابراہیم نے دعا کی) اے ہمارے رب! حساب (یعنی قیامت) کے دن میری، میرے والدین اور تمام اہل ایمان کی بخشش فرما۔“

رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَلِإِخْوَانِنَا الَّذِينَ سَبَقُونَا بِالْإِيمَانِ ﴿الحشر: 10﴾

(3) جمعہ: اے ہمارے رب: ہماری مغفرت فرما اور ہمارے ان بھائیوں کی (بھی مغفرت) فرما، جو ہم سے پہلے وفات پچکے

رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ ﴿نوح: 28﴾

(4) جمعہ: ”(حضرت نوح نے دعا کی) اے میرے رب! میری اور میرے والدین اور جو ایمان کے ساتھ میرے گھر میں داخل

ہوا اور (جملہ) ایمان والے مردوں اور عورتوں کی مغفرت فرما۔“

امام بخاری روایت کرتے ہیں: جمعہ: ”حضرت عبداللہ بن عباس بیان کرتے ہیں کہ سعد بن عبادہ کی والدہ وفات پچکیں اور وہ اپنی والدہ کی وفات کے وقت موجود نہیں تھے، انہوں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! میری والدہ کا میری عدم موجودگی میں انتقال ہوا، (اب) میں ان کی طرف سے کوئی صدقہ کروں، تو یہ انہیں 4۰ ہینچے گا؟ (رسول اللہ ﷺ نے) فرمایا: ہاں، (حضرت سعد نے) عرض کیا: میں آپ کو گواہ بیٹا ہوں کہ میں نے اپنا پھلوں والا غ اپنی والدہ کے ایصالِ ثواب کے لئے صدقہ کر ڈیا۔“

صحیح بخاری، ج: 1، ص 186 مطبع اصح المطابع، کراچی

ایصالِ ثواب کا ذریعہ دعاء مغفرت بھی ہے، مالی صدقات بھی ہیں اور ۷ عبادات بھی ہیں، مثلاً حج، ل و عمرہ، تلاوت، اذکار، درو پک وغیرہ، اسی طرح کھانے کا وہ اہتمام ہے، جس کا اعراس کے مواقع پر اہتمام کیا جاتا ہے۔

سوم، چہلم، اعراس کے مواقع پر اجتماعی قرآن خوانی کا اہتمام ہوتا ہے، بعض مقامات پر محافل وعظ ہوتی ہیں اور کھانے کا بھی اہتمام ہوتا ہے، بہ ظاہر کھانے کا یہ اہتمام نفلی صدقہ ہے، تبرع ہے، اور نفلی صدقہ کے طور پر جو کھانا تیار کیا جائے، اس کا کھانا اصولی طور پر امراء اور فقراء کے لئے جائز ہے۔

۔۔ رگانِ دین کے ایصالِ ثواب کے لئے اعراس کے مواقع پر جو کھانا تیار ہوتا ہے، اسے ان رگوں کی نسبت کی وجہ سے ”تبرک“ کہا جاتا ہے، یہ بھی نفلی صدقہ ہے اور امراء اور فقراء دونوں اسے کھا سکتے ہیں۔

امام احمد رضا قادری قدس سرہ العزیز سے پوچھا: ”سوم کے چنوں، بتاشوں کا 8 کیسا ہے؟“ آپ نے جواب ڈیا: ”اور سوم کے چنے بتاشے بغرض مہمانی نہیں منگائے جاتے بلکہ ثواب پہنچانے کے قصد سے ہوتے ہیں، یہ اس حکم میں داخل نہیں، نہ میرے اس فتوے میں ان کی نسبت کچھ ذکر ہے، یہ الگ مالک نے محتاجوں کے دینے کے لئے منگائے اور یہی اس کی ۱۴ ہے تو غنی کو ان کا 8 بھی جائز، اور اے اس نے حاضرین کے لئے منگائے تو اے غنی بھی لے لے گا تو گنہگار نہ ہوگا، اور یہاں بحکم عرف و راجع عام حکم یہی ہے کہ وہ خاص مساکین کے لئے نہیں ہوتے تو غنی کا بھی 8 جائز نہیں، اے چہ احتراز! یہ دہ پسند ہے، اور اسی پر ہمیشہ سے اس فقیر کا عمل ہے۔“

اسی طرح ان سے پوچھا: جو کھانا بہ میت خاص اے ایصالِ ثواب خواہ رگانِ دین سے ہو یا عام مسلمان، پکڑا جائے تو اس کھانے کو اغنیا کھا سکتا ہے؟ آپ نے جواب ڈیا: ”اغنیا بھی کھا سکتا ہے، سوائے اس کھانے کے جو موت میں بھی بطور دعوت کیا جائے، وہ ممنوع ہے۔“

اسی طرح امام احمد رضا قادری سے پوچھا: H:

جو طعام بہ M ایصالِ ثواب ہے، رگانِ تقسیم کیا جاتا ہے، اس کو اغنیا بھی کھا h ہیں؟ نہیں؟ عام امواتِ مومنین کے لئے جو کھتا وغیرہ ڈیا جاتا ہے، اس میں اور اس طعام میں جو O ہے، م اور اولیاءِ کرام کی ارواح کے لئے ہدیہ کیا جاتا ہے، کچھ ذاتی فرق ہے؟ نہیں؟۔۔۔ عدم۔۔۔ کے اعتبار سے دونوں حالتوں میں مصرف ای۔ ہوگا، یعنی صرف فقراء کو دینا اغنیا کے لئے بھی کھتا جاوے ہوگا۔ آپ نے جواب میں لکھا: ”طعام تین قسم ہے: ای۔ وہ کہ وہ عوام م موت میں بطور دعوت کرتے ہیں، یہ جاوے و ممنوع ہے، اغنیا کو اس کا کھتا جاوے نہیں۔ دوسرے وہ طعام کہ اپنے اموات کو ایصالِ ثواب کے لئے بہ M تصدق کیا جاتا ہے، فقراء اس کے لئے احق (یہ حق دار) ہیں، اغنیا کو نہ کھتا چاہئے۔ تیسرے وہ طعام کہ ورا وراح طیبہ حضرات O و اولیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کیا جاتا ہے اور فقراء و اغنیا و کو بطور تبرک ڈیا جاتا ہے، یہ و کو بلا تکلف روا ہے اور وہ ضرور و۔ (یہ ہے،۔۔۔ والوں کی طرف جو چیز نسبت کی جاتی ہے، اس میں۔۔۔ آ جاتی ہے، مسلمان اس کھانے کی تعظیم کرتے ہیں اور وہ اس میں مُصیب ہیں۔“

اسی طرح آپ نے سوم کے چنوں کئے۔ رے میں فرمایا: ”یہ چنے فقراء ہی کھا N، غنی کو نہ چاہئے، بچہ۔۔۔، غنی بچوں کو ان کے والدین ا کریں۔“

H رہویں شریف کئے۔ رے میں سائل کے جواب میں آپ نے لکھا:

”H رہویں شریف اپنے مرتبہ فرد S میں مستحب ہے، اور مرتبہ اطلاق میں کہ ایصالِ ثواب ہے، L، اور L سے مراد L رسول اللہ ﷺ اور یہ L قولیہ مستحب ہے۔“

﴿فتاویٰ رضویہ، ج: 9، صفحات: 605، 609، 610، 612، 614، 615، 672، مطبوعہ رضا فاؤنڈیشن C، لاہور﴾

اس تمام گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ: اپنی اصل کے اعتبار سے ایصالِ ثواب کی مشروعیت قرآن و L سے S ہے، یہ L قولیہ مستحب ہے۔ رگانِ دین کے اعراس کے مواقع پر قرآن خوانی، تلاوت، اذکار و درود شریف، مواعظِ حسنہ اور طعام کا انتظام، یہ و ایصالِ ثواب کی جاوے صورتیں ہیں۔ عام مومنین و مومنات کے سوم، چہلم، سی کے موقع پر و ایصالِ ثواب کی جاوے صورتوں کے علاوہ طعام کا انتظام بھی اسی میں شامل ہے، ا اس میں ر، فدیہ اور کفارات مالی شامل نہ ہوں، تو یہ طعام (خواہ یہ ایصالِ ثواب۔ رگانِ دین کئے م پ ہڈی عام مومنین و مومنات کئے م پ) نفلی صدقہ و خیرات ہے، جسے مالدار اور فقراء و کے لئے کھتا جاوے ہے۔ ا/ ر، فدیہ اور کفارہ مالی کا کھتا ہو، تو یہ صرف فقراء و مساکین اور ٓ زکوٰۃ کے لئے جاوے ہے، مالدار لوگوں کے لئے نہیں ہے۔ رگانِ دین کے اعراس مبارکہ و مواقع پر جو کھتا تیار ہوتا ہے، وہ مالدار اور فقراء و کے لئے جاوے ہے، اسے رگانِ دین کی نسبت سے تبرک بھی کہا جاتا ہے، یعنی اس میں نفلی ایصالِ ثواب کی M کے ساتھ ساتھ ان کی نسبت کی فضیلت بھی شامل ہو جاتی ہے۔

عام مومنین و مومنات کے ایصالِ ثواب کے لئے سوم کے موقع پر جو چنے تقسیم کئے جاتے ہیں کھتا وغیرہ نفلی صدقہ کے طور پر تیار کیا جاتا ہے، اس کا کھتا امراء کے لئے جاوے ہے، لیکن امام احمد رضا قادری نے اسے پسندیدہ امر قرار نہیں ڈیا، اس لئے اوپہم نے ان کے

جوفتویٰ ن کئے ہیں، ان میں امراء کے لئے بعض مقامات پہ جواز کا قول ہے اور بعض مقامات پہ پسند کی گئی، لیکن جائز ہونے کا قول نہیں کیا۔ لیکن ہمارے ہاں جو یہ رسم پٹ گئی ہے کہ سوم، چہلم اور سی کے موقع پہ فوت شدہ مؤمنین و مومنات کے ایصالِ ثواب کے لئے جو اجتماعی کھانے کا انتظام ہوتا ہے، اس میں لوگ اپنے احباب اور رشتہ داروں کو جمع کر دیتے ہیں، جو تقریباً ۵۰ کے بغیر غنی ہوتے ہیں اور فقراء کو لکل آٹا کر دیتے ہیں، تو اس طریقہ کار کی تو بہر صورت حوصلہ شکنی ہونی چاہئے، پسندیدہ صورت مند لوگوں کے لئے خوشی کی تقریب ہے، اس کے رے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

عن ابی ہریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ شر الطعام طعام الولیمۃ یدعی لها الاغنیاء ویترک الفقراء۔

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ولیمہ کا تین کھانا وہ ہے کہ جس میں (صرف) مالداروں کو دعوت دی جائے اور فقراء کو نہ۔ داروں کو چھوڑ دیا جائے۔“ ﴿بخاری، ج: 3، رقم الحدیث: 5177 المکتبۃ العصریہ، بیروت﴾

ولیمہ کے ایسے کھانے کے رے میں، جس میں صرف مالدار لوگ شریک ہوں اور فقراء کو نہ۔ دار لوگوں کو مکمل طور پہ آٹا کر دیا جائے، رسول اللہ ﷺ نے وعید فرمائی اور اسے ”شر الطعام“ (تین کھانا) قرار دیا، تو اس سے آپ کا ازہ لگا ہوا ہے کہ ایصالِ ثواب کے ایسے کھانے جن میں فقراء کو حج دینی چاہئے صرف فقراء ہی کو کھلا دیئے جائیں تو افضل ہے، ان میں فقراء کو لکل محروم کر دینا میرے نزدیک غیر مستحسن امر ہے اور مقاصد شرعیہ کے خلاف ہے۔

ایصالِ ثواب کی مندرجہ بالا صورتوں کے فی نفسہ جواز کے وجود میں یہ عرض کرنا چاہوں گا کہ ایصالِ ثواب میں بھی ”صدقات جاریہ“ کو حج دیا جائے، یعنی مصارفِ ایصالِ ثواب کی ایسی صورتیں اختیار کی جائیں جن کا فیضان اور ثواب دینے جاری و ساری رہے، اور جس کے ایصالِ ثواب کے لئے یہ سچی چہلم کے موقع پہ یہ اہتمام کیا جا رہا ہے، اس کے خیر کے کھاتے کھلے رہیں اور ثواب میں مسلسل اضافہ ہوتا رہے۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے:

ترجمہ: ”حضرت ابو ہریرہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: # K ن وفات چاہئے ہے تو اس کے اعمالِ خیر کا سلسلہ منقطع ہو جائے ہے، سوائے تین صورتوں کے (جن کا ۱۰ فیضان وفات کے بعد بھی جاری رہتا ہے)، یعنی صدقہ جاریہ اور علم و فہم (جس کا فیضان ان کے تلامذہ کے ذریعے ستور جاری ہے)، اور نیک اولاد جو اس کے لئے دعا کرتی رہے۔“

سنن ندی، رقم الحدیث: 1376، دارالکتب العلمیہ، بیروت﴾

”صدقات جاریہ“ کی مختلف صورتیں ہو سکتی ہیں، مثلاً (۱) مسجد کی تعمیر (ب) دینی مدارس کی تعمیر (ج) علماء و حفاظِ قرآن کی تعلیم و تکفیل (د) پنی کا کھانا کھود کر وقف کر دینا (ه) خیراتی ہسپتال بنانا، دعوتی و تبلیغی دینی لٹریچر وغیرہ۔ اپنے اموات کے ایصالِ ثواب کے لئے ”صدقات جاریہ“ کو حج دینی چاہئے۔ اور صدقہ جاریہ کی پسندیدہ صورت ضرورت مند لوگوں کے لئے پنی کا انتظام ہے، حدیث پاک میں ہے:

جمہ: ”حضرت سعد بن عبادہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے عرض کیا: رسول اللہ ﷺ! اُم سعد (یعنی میری والدہ) وفات پائی گئی ہیں، تو (ان کے ایصالِ ثواب کے لئے) کنواں کھدوا کر (وقف کر ڈی)، اور کہا: یہ اُم سعد کا کنواں ہے۔“ ﴿سنن ابی داؤد، ج: 1، ص: 236﴾

حد: *ک سے یہ امر بھی واضح H کہ بندے کی طرف تصدق کی نسبت ایصالِ ثواب کے لئے ہوتی ہے، نہ کہ تعبد و تقرب (یعنی بندگی اور قرا \$) کی M سے، جیسے فیصل مسجد، شاہ جہاں مسجد وغیرہ، # کوئی صدقہ، رگان دین کی طرف منسوب ہوتا ہے، \$ بھی یہی مراد ہوتی ہے، جیسے H رہو یں شریف کا بکرہ، میری قزنی، ان & میں بندگی اللہ تعالیٰ کی مقصود ہوتی ہے اور بندوں کی طرف نسبت کا مقصد ایصالِ ثواب ہوتا ہے۔

یوم میلاد النبی ﷺ کی صحیح تاریخ کا تعین

سوال: 185

اللہ کے %ی نبی محمد مصطفیٰ ﷺ کی *ریخ پیدائش کیا ہے؟ کتب سیرت میں 12 ربیع الاول، 9 اور 8 ربیع الاول کی روایت موجود ہیں، اس کی کیا وجہ ہے؟ جبکہ علامہ شبلی نعمانی نے سیرت النبی ﷺ میں لکھا ہے ربیع الاول مذکور کی *ریخوں میں دوشنبہ کا دن 9 ربیع الاول کو پڑتا ہے، ان وجوہات کی بنا پر *ریخ ولادت 20 اپریل 571ء تھی۔ ﴿سیرت النبی، جلد اول، ص: 173 زاہد بشیر پٹنہ، لاہور﴾

مولانا الیاس کا *ہلوی لکھتے ہیں: آپ ﷺ 8 ربیع الاول کو پیدا ہوئے۔ ﴿سیرت النبی، جلد 1 ص: 51﴾

قاضی سلمان منصور پوری رحمۃ اللعالمین میں لکھتے ہیں: آپ کی ولادت 9 ربیع الاول کو ہوئی۔

مصر کے عالم محمود شافلی نے *ریخی کے ذریعہ *ریخ کر ڈیا کہ آپ کی ولادت 9، ربیع الاول کو ہوئی۔ مفتی صا # بعد کی دو کتابوں کے حوالے میرے *ریخس موجود نہیں۔ ﴿محمد ذیشان اصغر، %انوالہ﴾

جواب:

دین میں U وروایں اصل اور اساس ہے۔ عقلی استدلالات، سائنسی و فنی حسابات سے ہم استفادہ تو کر h ہیں، لیکن اس کی C دہا وروایں کی ساری اساس کو رد نہیں کر h۔ اسی روش کی بنا پر ماضی قریب \$ اور عہدِ حاضر کے مجدد دین نے، جو اہل مغرب سے ہمیشہ مرعوب رہتے ہیں اور مستشرقین کے پپیگنڈے سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں، معجزات C کرام کا انکار کیا، واقعہً اصحابِ فیل، معجزہ شق القمر، معجزہ معراج النبی ﷺ اور سابق C کرام علیہم السلام کے معجزات کی جو روایات امت میں تعامل و توارث کے ساتھ مسلمہ چلی آرہی ہیں، ان کی عقلی *ریلیں شروع کر دیں۔ اسی طرح ختم المرسلین رحمۃ اللعالمین حضرت محمد مصطفیٰ احمد مجتبیٰ ﷺ کا یوم ولادت *ریعت سعادہ پڑ رہے ربیع الاول کو ہوتا ہے، صدیوں سے امت میں مسلمہ ہے، اسے ”تلقیٰ بقول“ حاصل ہے اسی تعامل و توارث آ رہا ہے، لہذا اس کے لئے از سر نو بحث و تمحیص کا سلسلہ شروع کر ڈیے & نہیں ہے۔ پھر یہ کوئی اعتقادی مسئلہ نہیں ہے کہ کسی نے اس معین دن کا انکار کر ڈیا تو شرعی قبا # لازم آئے گی اس کے۔ عکس اپنی تحقیق کی بنا پر کوئی رائے قائم کر دی تو اس کے محض اس رائے کے با فسادِ عقیدہ لازم آجائے گا۔

آپ ﷺ کے یومِ ولادت کا متبرک و مقدس ہو، مسلم ہو، چاہئے، تعیین بہ اعتقاد و یقین ضرورتِ شرعیہ میں سے نہیں ہے۔ یہ سائنسی و فنی علوم کی بنیاد پر قائم کرنے والے خود بھی آپس میں متفق نہیں ہیں اور یہ حقیقت آپ کے سوال میں بھی عیاں ہے، لہذا ان میں سے کسی ایک پر انحصار کر کے ہم ۱۸ روایات اور تعامل و توارث پر ۲۰ متفقہ رائے کو بل بھی دیں، تو اختلاف کسی نہ کسی صورت میں قائم رہے گا۔ پس اصل بحث یہ نہیں ہے کہ ریح کو کتنی تھی، اصل مرکز عقیدت یومِ میلاد النبی ﷺ کی تقدیس، تعظیم اور حرمت ہے اور اہل عقیدت و محبت کے درمیان اس مسئلے میں کوئی اختلاف نہیں ہے۔ ہمارے عہدِ حاضر کے علماء میں سے جسٹس علامہ پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے اپنی مایہ زتصنیف ضیاء النبی میں اس موضوع پر تفصیل سے بحث کی، اہل ذوق اس کی جلد دوم، صفحات 33-39 پر تفصیل سے 5 حظہ فرمالیں۔ ہمارے ایک دوسرے دینی اسکالر پروفیسر ڈاکٹر طاہر القادری صاحب نے بھی اپنی تصنیف میلاد النبی میں اس پر بحث کی ہے۔ ہم ان دونوں اہل علم کی تحقیقات سے استفادہ کرتے ہوئے اختصار کے ساتھ چند دلائل کا ذکر کر رہے ہیں:

اس میں کوئی اختلاف نہیں کہ فجر کائنات سرورِ دو عالم ﷺ کا یومِ میلاد دوشنبہ (پیر) کا دن تھا، اس پر بھی تمام علمائے امت کا اتفاق ہے کہ ربیع الاول کا۔ یہ مہینہ تھا اور متقدمین و متاخرین کا اجماع اسی پر ہے کہ ریح ولادت 12 ربیع الاول عام الفیل ہے۔ بقول قاضی سلمان منصور پوری مصنف ”رحمۃ اللعالمین“ یہ 22 اپریل 571 عیسوی اور ہندی مہینوں کے حساب سے یکم جیٹھ 628 بکرمی ہے۔ معروف سیرت نگار علامہ محمد رضا مصری مصنف ”محمد رسول اللہ ﷺ“ اور محمد صادق ابن ابیہم عرجون کی تحقیق کے مطابق سن عیسوی کے حساب سے 20 اگست 570 عیسوی ہے۔ علم الہیت کے ماہر محمود شافلی مصری اور بعض دیگر ۷ مئی کی تحقیق 9 ربیع الاول کے حق میں بھی ہے، 1 عالم اسلام میں قدیم زمانے سے اجماع 12 ربیع الاول پر ہی آ رہا ہے اس لئے قولِ مختار کا درجہ اسی کو حاصل ہے۔ اس حوالے سے ہم بعض آئمہ کی تحقیق بیان کرتے ہیں:

امام ابن اسحاق متوفی 151 ہجری لکھتے ہیں:

ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنين عام الفیل لاثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاول - ﴿الوفا، ص: 88﴾

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ کی ولادت مبارکہ 12 ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔“

مشہور سیرت نگار علامہ ابن ہشام متوفی 213 ہجری لکھتے ہیں:

ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنين لاثنتی عشرة لیلة خلت من شهر ربیع الاول عام الفیل۔

ترجمہ: ”رسول اللہ ﷺ پیر کے دن 12 ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے۔“

﴿سیرت النبویہ، جلد 1، ص: 158، مطبوعہ: دار الحیل، بیروت﴾

معروف مفسر و مؤرخ امام ابن جریر طبری متوفی 310 ہجری لکھتے ہیں:

ولد رسول اللہ ﷺ یوم الاثنين عام الفیل لاثنتی عشرة لیلة مضت من شهر ربیع الاول۔

، جمہ: ”رسول کریم ﷺ کی ولادت مبارکہ۔ وز پیر 12 ربیع الاول کو عام الفیل میں ہوئی۔“

﴿ریخ الامم والملوک المعروف: ریخ طبری، جلد 2، ص: 125﴾

علامہ ابن خلدون متوفی 808 ہجری جو علم ریخ اور فلسفہ ریخ کے امام مانے جاتے ہیں بلکہ فلسفہ ریخ کے موب بھی ہیں، لکھتے

ہیں: ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل لاثنتی عشرة ليلة خلت من ربيع الاول لا ربیعین سنة من مَلک کسریٰ نوشیروان۔

، جمہ: ”رسول اللہ ﷺ کی ولادت: سعادت عام الفیل کو ماہ ربیع الاول کی ۱۲ رے ریخ کو ہوئی، نوشیرواں کی حکمرانی کا چالیسواں

سال تھا۔“ ﴿التاریخ ابن خلدون، جلد 2، ص: 710، مطبوعہ: بیروت﴾

علامہ ابوالحسن علی بن محمد الماوردی متوفی 429 ہجری، جو علم سیا & اسلامیہ کے ماہرین میں شمار کئے جاتے ہیں اور ان کی

کتاب ”الاحکام السلطا 6“ علم سیا & کے طلباء کے لئے بہترین ما: ہے، اعلام النبوة میں تحریر فرماتے ہیں:

لانه ولد بعد خمسين يوما من الفیل وبعد موت أبيه في يوم الاثنين الثاني عشر من شهر ربيع الاول۔

، جمہ: ”واقعہ اصحاب الفیل کے پچاس روز بعد اور آپ کے والد کے انتقال کے بعد حضور ﷺ۔ وز پیر: رہ ربیع الاول کو پیدا

ہوئے۔“ ﴿اعلام النبوة، ص: 192﴾

امام الحافظ ابوالفتح محمد بن محمد بن عبد اللہ بن محمد بن یحییٰ بن سید الناس الشافعی اللہ لسی متوفی 734 ہجری، لکھتے ہیں:

ولد سيدنا ونبينا محمد رسول الله ﷺ يوم الاثنين لاثنتی عشرة ليلة مضت من شهر ربيع الاول عام الفیل قيل

بعد الفیل بخمسين يوماً۔ ﴿عیون الاثر، جلد 1، ص: 26، مطبوعہ: دار المعرفہ، بیروت﴾

، جمہ: ”ہمارے آقا اور ہمارے نبی محمد ﷺ پیر کے روز: رہ ربیع الاول کو عام الفیل میں پیدا ہوئے، بعض نے کہا ہے کہ واقعہ فیل

کے پچاس روز بعد حضور کی ولادت ہوئی۔“

دور حاضر کے سیرت نگار محمد صادق ابوالاعلیٰ عروج، جو جامعہ ازہر مصر کے کلیہ ”اصول الدین“ کے مدیر رہے ہیں، اپنی تصنیف ”محمد

رسول اللہ“ میں لکھتے ہیں:

وقد صح من طرق كثيرة ان محمدا عليه السلام ولد يوم الاثنين لاثنتی عشرة مضت من شهر ربيع الاول عام

الفیل فی زمن کسریٰ نوشیروان ویقول اصحاب التوفیقات التاريخية ان ذالك یوافق الیوم المکمل للعشرین من شهر

اغسطس سن ۵۷۰ بعد میلاد المسیح علیه السلام۔

، جمہ: ”بکثرت طرق رواي سے یہ صحیح ہے۔ ہو چکی ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ۔ وز دوشنبہ (پیر)۔ رہ ربیع الاول عام

الفیل، کسریٰ نوشیرواں کے عہد حکومت میں تولد ہوئے، اور ایسے علماء، جو شمسی اور قمری ریخوں کی آپس میں تطبیق کرتے ہیں، نے کہا ہے کہ

اس دن شمسی ریخ 20 اگست 570 ع ہے۔“ ﴿محمد رسول اللہ، جلد 1، ص: 102، مطبوعہ: دارالقلم، دمشق﴾

اس موضوع پر سیر حاصل بحث کرتے ہوئے پیر محمد کرم شاہ الازہری ”ضیاء النبی ﷺ“ میں لکھتے ہیں: ابن ابی شیبہ نے اپنی مصنف

میں یہی رنج روا ہے، چنانچہ وہ بیان کرتے ہیں: رواہ ابن ابی شیبہ فی مصنفہ عن عفان عن سعید بن میناء عن جابر وابن عباس انہما قالوا ولد رسول اللہ ﷺ عام الفیل یوم الاثنين الثاني عشر من شهر ربيع الاول وفيه بُعث وفيه عُرج به الى السماء وفيه هاجر وفيه مات وهذا هو المشهور عند الجمهور والله اعلم بالصواب۔

ترجمہ: ”حضرت جابر اور ابن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں: ”رسول اللہ ﷺ عام الفیل روز دوشنبہ (پیر)۔ رہ ربیع الاول کو پیدا ہوئے، اسی روز آپ ﷺ کی بعثت ہوئی، اسی روز آپ کو معراج « ہوئی، اسی روز آپ ﷺ نے مکہ (مہ سے مدینہ طیبہ کی جانب) ہجرت کی اور آپ ﷺ کے وصال مبارک کا دن بھی یہی ہے، جمہور امت کے نزدیک۔ یہی رنج (رہ ربیع الاول) مشہور ہے، واللہ اعلم بالصواب۔“

اس کے پہلے راوی ابو بکر بن ابی شیبہ ہیں ان کے۔ رے میں ابو زرہ رازی متوفی 264 ہجری کہتے ہیں کہ میں نے ابو بکر بن ابی شیبہ سے سنا کہ حافظ حدیث نہیں دیکھا۔ محدث ابن حبان فرماتے ہیں ابو بکر عظیم حافظ حدیث تھے۔ دوسرے راوی عفان ہیں ان کے۔ رے میں محدثین کی رائے ہے کہ عفان ایہ بلند پایہ امام، ثقہ اور صاحب ضبط و اتقان ہیں۔ تیسرے راوی سعید بن میناء ہیں ان کا شمار بھی ثقہ راویوں میں ہوتا ہے۔ یہ صحیح الاسناد روا ہے دو جلیل القدر صحابہ حضرت جابر بن عبد اللہ اور حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے۔

آگے چل کر مزید لکھتے ہیں: صغیر پاک و ہند کے بعض سیرت نگاروں نے محمود چٹا فلکی کے حوالے سے لکھا ہے کہ: رہ ربیع الاول کو پیر کا دن نہیں تھا بلکہ پیر کا دن نور ربیع الاول تھا ہے، لہذا رنج صحیح ہے، لیکن دلچسپ صورت حال یہ ہے کہ ان لوگوں کو محمود چٹا کے اصلی وطن کا بھی حتمی علم نہیں۔

علامہ شبلی نعمانی اور قاضی سلمان منصور پوری نے محمود چٹا کو مصر کا شہنشاہ لکھا ہے، مفتی محمد شفیع صاحب انہیں مکی لکھتے ہیں، مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی نے انہیں قسطنطنیہ کا مشہور ہیئت داں اور مہتمم بتایا ہے۔ مجھے بڑی کوشش کے بعد محمود چٹا فلکی کی کتاب ”رسالہ نہیں مل سکا، البتہ معلوم ہوا کہ چٹا فلکی کا اصل مقالہ فرانسیسی زبان میں تھا، جس کا ترجمہ جمہور سے پہلے احمد زکی آفندی نے ”نسخ الافہام“ کے نام سے عربی میں کیا، اس کو مولوی سید محی الدین خان نج ہائی کورٹ حیدرآباد نے اردو کا جامہ پہنایا اور 1898ء میں نولکشورپریس نے شائع کیا لیکن اب یہ ترجمہ نہیں ملتا۔ محمود چٹا فلکی نے ”علم فلکیات کی مدد سے کچھ تحقیقات کی بھی ہیں، تو صحابہ کرامؓ بعین اور د۷ قدامت کی روایت کو جھٹلانے کے لئے ان پر انحصار کسی طرح مناسبت نہیں کیونکہ سائنسی علوم کی طرح فلکیات کی بھی کوئی قطععی نہیں ہوتی۔ محمود چٹا سے قبل بھی کچھ لوگوں نے علم نجوم کے حسابات سے یوم ولادت معلوم کرنے کی کوشش کی، علامہ قسطلانی لکھتے ہیں: اہل زیتج (جنتریوں کا حساب نکالنے والے) کا اس قول پر اجماع ہے کہ آٹھ ربیع الاول کو پیر کا دن تھا، اس سے نتیجہ یہ ہے کہ جو شخص بھی علوم نجوم اور جیہی کے ذریعے حساب لگا کر رنج نکالے گا مختلف ہوگی۔ پس ہمیں قدیم سیرت نگاروں، محدثین، مفسرین بعین اور صحابہ کرام رضوان اللہ

علیہم السلام۔ تاملٹے گی۔“ ضیاء النبی ﷺ جلد دوم، ص: 33* 39، مطبوعہ: ضیاء القرآن A X، لاہور

محافل میلاد میں مخلوط اجتماعات

سوال : 186

میلاد شریف H رہویں، مجالس وعظ وقرآن خوانی اور ایصالِ ثواب کی ایسی محافل، جہاں بے پدہ عورتیں اکثر حاضری دیتی ہیں، تو اس طرح کا * زیچہ، بہت سے پیچہ/چکڑ، مالداروں کو کھلا، اور بے پدہ عورتوں کا مردوں کے ساتھ جمع ہونے کے رے میں از روئے شرع کیا حکم ہے؟

جواب:

محافل ایصالِ ثواب ہوں، جیسے محافل میلاد شریف H رہویں شریف کی محفل، مجالس وعظ، قرآن خوانی کی محافل، اپنے اموات کی سوم، چہلم، سی کی محافل وغیرہ * شادی کی محافل و V سماجی تقریبات، ان & میں مرد وزن کا ایسا مخلوط اجتماع (Mixed gathering)، جن میں خواتین غیر محرم مردوں کے ساتھ بے تکلف اور بے حجاب گھل مل جا N، شریعت کی رو سے یہ جا، نہیں ہے، اور خاص طور پہ وہ تقاریب * اجتماعات جو نیک مقاصد کے لئے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کے لئے منعقد کئے جاتے ہیں، ان میں شریعت کی * سدری کاڑی دہ اہتمام ہٹو چاہئے۔

کس دور میں کس چیز کا %یہ دہ ہے، میری سمجھ کے مطابق یہ ہر جگہ اور مقام کے اعتبار سے لوگوں کی مقامی ضروریات پہ منحصر ہے، کہیں * پی کی فراہمی اشد ضرورت ہے، تو اس کا %یہ دہ ہوگا، کہیں مسجد * دینی مدرسے کے قیام کی *یہ دہ ضرورت ہے تو اس کا %یہ دہ ہوگا، کہیں لوگ خوراک و لباس کے محتاج ہیں، تو اس کا %یہ دہ ہوگا، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

، جمہ: ”وہ دشوار ارگھائی میں کیوں نہ داخل ہوا، اور (اے K ن!) تجھے کیا خبر کہ وہ گھائی کیا ہے؟، (لوگوں کی) گلو خلاصی کر * (شدی) بھوک کے دن کھا کھا * کسی ایسے یتیم کو جو (تمہارا) رشتہ دار بھی ہے * کسی ایسے مسکین کو (جو تنگ دستی کے مارے) خاک میں رل رہا ہے۔“ ﴿البلد: 11-16﴾

امام بخاری اپنی سند کے ساتھ روایہ * کرتے ہیں: جمہ: ”حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ رسول اللہ ﷺ سے روایہ * کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ابن آدم کا * میں حصہ لکھ * ہے، وہ اسے بہر حال * پئے گا، آ * دیکھنا ہے، اور * بن کا * (فحش) گفتگو کر * ہے، اور N (H ہ) کی تمنا کر * ہے اور (بتلائے) شہوت ہٹو ہے، اور شرم گاہ اس طرح & کی تصدیق کرتی ہے * تکذیب (یعنی %ان مبادی و اسباب اور محرکات * کے مراحل سے گذرنے کے بعد K ن شہوت N سے مغلوب ہو کر * کے H کبیرہ کا ارتکاب کر * ہے اور * اللہ تعالیٰ کی توفیق سے N پہ قابو کر چکا ہے۔“ ﴿صحیح البخاری: 4، رقم الحدیث: 6243، المکتبۃ العصریہ، بیروت﴾

اس لئے احتیاط اور تقویٰ کا تقاضا یہ ہے کہ K ن * کے محرکات (Incentives) و اسباب سے ہمیشہ بچ کر رہے کہ غلبہ

شہوت سے مغلوب ہو کر اس H ہ میں مبتلا ہونے کی نو \$ نہ آئے، اور مردوں اور عورتوں کے مخلوط بے پرواہ اجتماعات H ہ کے مباہلات و محرکات ہی میں شمار کئے جا N گے۔

تبرکات انبیاء کرام کا احترام

سوال: 187

ہمارے شہر میں * رہ رہے الاول کے دن رسول * پک ﷺ کے موئے مبارک کی * رت کرائی جاتی ہے۔ ای۔ مسجد میں موئے مبارک کی * رت کا اہتمام کیا جاتا ہے، جس میں عورتیں بھی بغیر وہ * رت کے لئے مسجد آتی ہیں، دوران * رت نماز کا وقت ہو جاتا ہے، تو نماز بجائے مسجد کے ملحقہ مدرسہ میں ادا کی جاتی ہے، یہ * تیں کہاں۔۔ صحیح ہیں؟

جواب:

۱۔ کرام کے * راو تبرکات کا احترام قرآن و L سے * ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ آيَةَ مُلْكِهِ أَنْ يَأْتِيَكُمُ التَّابُوتُ فِيهِ سَكِينَةٌ مِّنْ رَبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ آلُ مُوسَىٰ وَآلُ هَارُونَ تَحْمِلُهُ الْمَلَائِكَةُ إِنَّ فِي ذَلِكَ لَآيَةً لَّكُمْ إِن كُنتُمْ مُّؤْمِنِينَ ﴿٢٤٨﴾

ترجمہ: ”اور ان کے نبی نے ان سے کہا: بیشک ان کی سلطنت کی * نی یہ ہے کہ تمہارے * پ س ای۔ صندوق آئے گا، جس میں تمہارے رب کی طرف سے (تمہارے دلوں کا) سکون ہے، اور آل موسیٰ اور آل ہارون کے * تی * ہ (تبرکات) ہیں، اس کو فرشتے اٹھائے ہوئے ہوں گے، بلاشبہ اس میں تمہارے لئے ضرور ای۔ * نی ہے، ا تم مومن ہو۔“

رہا یہ سوال کہ اس * بوٹے صندوق میں کیا تھا، جسے اللہ کے نبی نے حضرت طالوت کی سلطنت کی * نی اور رب کی طرف *۔ * (تسکین قرار دے رہے ہیں) تو اس کے * رے میں کئی تفسیری اقوال ہیں، ان کے مطابق اس میں حضرت موسیٰ و ہارون علیہما السلام کے *، الواح تورات کے ٹکڑے، ان کے کپڑے اور بعض روایات میں نعلین کا ذکر ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اذْهَبُوا بِقِمِيصِي هَذَا فَالْقُوهُ عَلَىٰ وَجْهِ أَبِي يَأْتِ بَصِيرًا ﴿٩٣﴾

ترجمہ: ”(یعقوب علیہ السلام نے فرمایا) میری یہ قمیص لے جاؤ اور اسے میرے * پ کے چہرے * ڈال دو، اس کی آنکھیں روشن ہو جا N گی۔“

ان * یت مبارک سے معلوم ہوا کہ ۱۔ کرام علیہم السلام کے تبرکات اور ان سے نسبت ر p والی اشیاء۔ ۲۔ وکامرائی کا *۔ ۳۔ ہوتی ہیں۔

امام مسلم اپنی سند کے ساتھ روا * کرتے ہیں:

”حضرت اسماء M ابی بکر کے غلام عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ مجھے حضرت اسماء نے حضرت عبداللہ بن عمر کے *پس بھیجا اور کہا یہ رسول اللہ ﷺ کا جبہ ہے، انہوں نے اے - طیلسی کسروانی جبہ نکالا جس کی آستینوں اور آبیان پر ریشم کے نقش و نگار بنے ہوئے تھے، حضرت اسماء نے کہا:

هذه كانت عند عائشة رضي الله عنها حتى قبضت فلما قبضت قبضتها وكان النبي ﷺ يلبسها فنحن نغسلها

﴿صحیح مسلم جلد: 2، ص: 190 مطبوعہ نور محمد اصح المطابع کراچی، 1375ھ﴾

یہ جبہ حضرت عائشہ کی وفات۔۔ ان کے پاس تھا، اور۔ # ان کی وفات ہوئی تو پھر میں نے اس پہ قبضہ کر لیا، نبی اکرم ﷺ اس جبہ کو پہنتے تھے، ہم اس جبہ کو دھو کر اس کا نی بیماروں کو پلاتے تھے اور اس جبہ سے ان کے لئے شفا طلب کرتے تھے۔“

امام بیہقی روایت کرتے ہیں: ”خصیب بن عبد الرحمن بیان کرتے ہیں کہ: B+ ریس خسیب بن عدی کا ہونے کا ٹکڑا کر لیا۔“

علامہ غلام رسول سعیدی نے اپنی تفسیر قرآن (ج: 1، ص: 929-930، 928-930، فریڈ - اسٹال لاہور) میں تبرکاتِ عیہ کے موضوع پر: حوالہ مفصل و مدلل بحث کی ہے۔ اس وقت د* میں کئی مقامات پر رسول اللہ ﷺ کے ”موئے مبارک“ کی موجودگی کا دعویٰ کیا جاتا ہے، ان کی * رت بھی کرائی جاتی ہے، ہم اس مقدس نسبت کی تعظیم اور اکرام و احترام کرتے ہیں، لیکن ان دعوؤں کی تصویب و توثیق کے ہمارے پاس کوئی قطعی شواہد نہیں ہیں، اس لئے قطعیت کے ساتھ نہ ہم نسبت کی * کر h ہیں، نہ اثبات، لیکن نسبت کا احترام ہمارا عقیدہ بھی ہے اور عقیدت بھی۔ یہ ایسا ہی ہے کہ بعض روایات کی رو سے عیہ کرام علیہم السلام کی مجموعی تعداد کم و بیش ۱۰ لاکھ چوبیس ہزار ہے، لیکن ہر مسلمان کے لئے تعین شخصی کے ساتھ ان پچیس عیہ کرام پر ایمان لانا فرض عین ہے کہ جن کے اسماء مبارکہ قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

ولقد ارسلنا رسلا من قبلك منهم من قصصنا عليك ومنهم من لم نقص عليك. ﴿المؤمن: 78﴾

ترجمہ: ”اور ہم نے آپ سے پہلے (بھی) رسول بھیجے، ان میں سے بعض کا حال ہم نے آپ پر بیان کر فرمایا اور ان میں سے بعض کا حال آپ پر بیان نہیں فرمایا۔“

لہذا ان معین و مشخص ع کرام کے علاوہ اللہ تعالیٰ کے بھیجے ہوئے Ov ع کرام پر اجمالی طور پر ایمان لا فرض عین ہے، یعنی ہم یہ کہیں گے کہ اللہ تعالیٰ نے جس کسی کو بھی مختلف ادوار میں نبی رسول بنا کر بھیجا ہے، وہ حق پر تھے اور ان میں سے کسی کی بھی tت کا انکار کفر ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

آمَنَ الرَّسُولُ بِمَا أُنْزِلَ إِلَيْهِ مِنْ رَبِّهِ وَالْمُؤْمِنُونَ كُلٌّ آمَنَ بِاللَّهِ وَمَلَائِكَتِهِ وَكُتُبِهِ وَرُسُلِهِ لَا نَفَرَقَ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ -

ترجمہ: ”رسول (م) ایمان لائے اس (کتاب) پر جو انہیں ان کے رب کی طرف سے زل کی گئی ہے اور (تمام) مومن بھی

(اس کتاب پر ایمان لائے)، & سے & ایمان لائے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر اور اس کی (تمام) کتابوں پر اور اس کے (تمام) رسولوں پر، (وہ یہ کہتے ہیں کہ) ہم (ایمان لانے میں) اس کے (تمام) رسولوں کے درمیان کسی ای - کئے۔ رے میں فرق نہیں کرتے، (کہ اس پر ایمان نہ لائے)۔“

لہذا موئے مبارک کی یت اور اس کا احترام و اکرام *۔ (سعدت ہے، لیکن اس کے لئے انتظامیہ کی طرف سے مسجد میں جما (کو موقوف کردیگا۔ مسجد سے متصل دوسری عمارت میں منتقل کئے۔ در & نہیں ہے۔ ”U*۔ جما (و۔ # ہے، مسجد میں جما (م شروع ہے، جبکہ موئے مبارک کی یت ای - مستحب و مستحسن امر ہے، تو امر مستحب کی خاطر و۔ # کو تک کئے۔ جما (کو مسجد سے منتقل کئے۔ در & نہیں ہے۔ بلکہ موئے مبارک کی یت کا اہتمام مسجد کے متصل مدرسہ کی عمارت میں کیا جاسکتا ہے۔ اور ا ز *۔ جما (کے وقت یت کو موقوف کر8 چاہئے کہ لوگ *۔ جما (U زپڑھیں، کیو ے موئے مبارک کی یت کی محرک عقیدت و محبت رسول ہے، اور اس عقیدت و محبت کا تقاضا ہے کہ U*۔ جما (کو تہج دی جائے *۔ ا ز کے اوقات کے علاوہ د V اوقات میں یت کا اہتمام کیا جائے، عورتوں کے لئے الگ اہتمام ہو اور ان پر لازم قرار دیا جائے کہ وہ اپ دہ اور حجاب شرعی کے * رہتے ہوئے یت کے لئے آ N -

عوام کا یہ کہنا کہ ہم سب اللہ کے سامنے غریب ہیں

سوال: 188

عوام کا یہ کہنا کہ ہم & اللہ کے سامنے غریب \$ ہیں، کیسا ہے؟

جواب:

عوام کا یہ کہنا کہ: ”ہم & اللہ کے سامنے غریب \$ ہیں، کیسا ہے؟“ یہ کہنے میں کوئی حرج نہیں ہے بلکہ در & ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

يَا أَيُّهَا النَّاسُ أَنْتُمُ الْفُقَرَاءُ إِلَى اللَّهِ وَاللَّهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيدُ۔ ﴿فاطر: 15﴾

ترجمہ: ”اے لوگو! تم & اللہ کے محتاج ہو، اور اللہ ہی بے * ز (ہر احتیاج سے پاک) ہے، & خوبیوں والا ہے۔“ اردو میں لفظ ”غریب \$“ مفلس *۔ دار کے معنی میں استعمال ہوتا ہے، جبکہ کہ عربی میں اس کے معنی ہیں اجنبی اور مسافر۔ اور مفلس، *۔ دار اور محتاج کے معنی میں لفظ ”فقیر“ اور ”مسکین“ آتے ہیں۔ اور اس میں کیا شک ہے کہ ہم & اللہ کے محتاج ہیں، اور ا کوئی دنیوی اعتبار سے غنی اور مال دار بھی ہے تو یہ & اللہ تعالیٰ کی » سے ہے، وہ چاہے تو نواز دے اور چاہے تو & کچھ سلب فرمادے، بندے کی کیا مجال۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

وَمَا لَكُمْ أَلَّا تُنْفِقُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَلِلَّهِ مِيرَاثُ السَّمَوَاتِ وَالْأَرْضِ۔ ﴿الحديد: 10﴾

جسمہ: ”(لوگو!%) تمہیں کیا ہے کہ تم اللہ کی راہ میں 90% بچ نہیں کرتے، حالانکہ آسمانوں اور زمینوں کا (حقیقی) وارث تو اللہ ہی ہے۔“

نماز تراویح کی امامت کا معیار

سوال: 189

ہمارے یہاں رمضان شریف میں اپنی سنی مسجدوں میں قرآن شریف کی تراویح ہوتی ہے، تراویح پڑھانے والے مدرسے کے طالب علم ہی ہوتے ہیں، جن کو قرآن صحیح دہنیں ہو اور تجویز بھی نہیں جا...، سال میں اکثر اوقات تراویح پڑھنے کی بندی بھی نہیں کرتے، اور داڑھی بھی منڈھواتے ہیں، ان میں سے بعض کو تراویح کے مسائل بھی نہیں آتے، ایسوں کو تراویح میں امام پڑھنا کیسا ہے؟ اور کیا ان کے پیچھے تراویح ہو جاتی ہے؟ یہ نہیں؟ کچھ لوگوں نے انتظامیہ مسجد سے بت کی، جواب میں کہا کہ حافظوں کو پیکٹس کے لئے چانس دیتے ہیں، تو ایسا سسٹم نے میں گنہگار کون ہے؟ اور یہ & کام ہمارے یہاں ای۔ مفتی صاحب کی نگرانی ہو رہا ہے، جو حکم شرع ہو بیان فرما N۔

جواب:

متشرع و دین دار حافظ وقاری و عالم امام کی موجودگی میں ایسے افراد کو تراویح کا امام پڑھنا ہرگز درست نہیں ہے، جو کہ:

(۱) * لغ ہوں (ب) تلاوت قرآن میں ایسی غلطیاں کرتے ہوں جو فساد تراویح کا باعث بنیں (ج) داڑھی منڈھواتے ہیں * کٹواتے ہیں اور حد شرعی سے کم ہوتی ہے (د) رمضان المبارک سے قبل محض قرآن سنانے کے لئے داڑھی رکھتے ہیں اور رمضان کے بعد منڈوا دیتے ہیں حد شرعی سے کم کر دیتے ہیں (کیوں کہ اس میں رسول کا استخفاف ہے جس کے لئے بی وعید ہے) (ہ) سال بھر تراویح رکھتے رہتے ہیں۔ مفتی صاحب کو انتظامیہ کمیٹی * لوگوں کی رضامندی کی خاطر شرعی حدود و قیود کو * انہیں کڑا چاہئے۔ انہیں چاہئے کہ حفاظ کرام کو وہ اتباع شریعت کی تلقین کریں اور #۔ وہ اتباع شریعت کا رکن نہیں ہوتے، انہیں امام نہ بنا N، بلکہ جما (۲) سب سے ہر ایک دوسرے کو قرآن کی منزل سنا کر اس کی حفاظت کریں۔

مدرسے کی سالانہ رپورٹ میں تصاویر کی اشاعت

سوال: 190

ہمارے یہاں مدرسے میں سال بھر کے بعد ای۔ سالانہ رپورٹ چھپواتے ہیں، جس میں کچھ اسٹاڈنٹس اور طلباء کی تصاویر ہوتی ہیں، ایسی تصاویریں جائز ہیں یا ناجائز؟

جواب:

مدرسے کی سالانہ رپورٹ میں تصاویر کا شائع کڑا درست نہیں ہے، اس سے اجتناب بہتر ہے، کیونکہ یہ ایسی ضروریات میں سے

نہیں ہے، جنہی اس فقہی اصول کا اطلاق ہوتا ہے کہ: ”الضرورة تبيح المحظورات“، یعنی ”ضرورتیں ممنوعات کو مباح کر دیتی ہیں“۔
البتہ ہم دینی، دعوتی و تبلیغی مقاصد کے لئے (Movies/video) فلم کے جواز کے قائل ہیں، بشرطیکہ ان میں د ممنوعات و محارم شامل نہ ہوں، مثلاً بے پردہ بے حجاب و بے تکلف مردوں اور عورتوں کے مخلوط اجتماعات وغیرہ، بعض علماء (Vedio/Movie) کے عدم جواز کے قائل ہیں، عوام جس عالم، فقیہ* مفتیٰ پ اعتماد کریں، اس کے فتوے پ عمل کریں۔